بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث
پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد دوم

سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس

ترجمہ
حافظ عبد السلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

تفسیر دعوۃ القرآن

نام کتاب

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد دوم

سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر
ابونعمان سیف اللہ خالد

ناشر
دارالاندلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد دوم

سورۃ المآئدۃ تا سورۃ یونس

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر

ابو نعمان سیف اللہ خالد ﷾

دار الاندلس
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم الله الرحمن الرحيم

238.45
سلفات

فہرست

سورۃ المآئدۃ مدنیۃ

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ مائدہ ہے۔[ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ : ۳۰۶۳]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ۬ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَہِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَ اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ۝۱

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ تمھارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے، اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، بے شک اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مومنوں کو خطاب کر کے پانچ اہم احکام بیان کیے ہیں: ① عقود وعہود کا پاس ولحاظ۔ ② جانوروں کے گوشت کی حلت۔ ③ کچھ جانوروں کی حرمت جن کا بیان آگے آئے گا۔ ④ محرم کے لیے شکار کی حرمت۔ ⑤ اور غیر محرم کے لیے غیر حرم میں شکار کی حلت۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تمام عقود وعہود کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ مومن اللہ کا نافرمان نہ ہو اور وہ اپنی اجتماعی زندگی میں خائن، بدعہد یا دھوکا دینے والا نہ بنے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۴] ''اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنۡ یَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ الۡحَقُّ کَمَنۡ ہُوَ اَعۡمٰی ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿ۙ۱۹﴾ الَّذِیۡنَ یُوۡفُوۡنَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ وَ لَا یَنۡقُضُوۡنَ الۡمِیۡثَاقَ ﴾ [الرعد : ۱۹، ۲۰] ''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقلوں والے

ہی قبول کرتے ہیں۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٢٥] ”اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔“

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ : ان سے مراد اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکریاں ہیں۔ ان چوپایوں میں درندے داخل نہیں ہیں، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی نحر کرتے ہیں، گائے اور بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ سے بچے بھی نکل آتے ہیں، تو کیا ہم ان کو پھینک دیں یا کھا لیا کریں؟ فرمایا: ”اگر تم چاہو تو کھا سکتے ہو، کیونکہ ان کی ماں کا ذبح کرنا ہی کافی ہے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الضحايا، باب ما جاء في ذكاة الجنين : ٢٨٢٧۔ ترمذی، كتاب الصيد ، باب ما جاء في ذكاة الجنين : ١٤٧٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر کچلی والے درندے کا (گوشت) کھانا حرام ہے۔“ [مسلم، كتاب الصيد والذبائح ، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع : ١٩٣٣]

اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ : یعنی اس حلت سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے کھانے کی حرمت قرآن یا سنت میں بیان کر دی گئی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ ﴾ [المائدۃ : ٣] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو۔“

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ : یعنی حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے، اسی طرح جو شخص حدود حرم میں ہو، خواہ اس نے احرام نہ ہی باندھا ہوا ہو، اس حالت میں بھی شکار ممنوع ہے اور شکار کرنے والے کی کسی طریقے سے مدد کرنے کی بھی احادیث میں ممانعت ہے اور اسی طرح حدود حرمِ مدینہ کے اندر بھی شکار منع ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٩٦] ”تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامان زندگی ہے اور قافلے کے لیے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے، جب تک تم احرام والے رہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ؕ وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۪ وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں، اور جب احرام کھول دو تو شکار کرو، اور کسی قوم کی دشمنی اس لیے کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا، تمھیں اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ حد سے بڑھ جاؤ، اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ : شعائر ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ سے کسی نہ کسی قسم کا کوئی خاص تعلق ہو اور اس تعلق کی بنا پر ان کی خاص عزت و تکریم کی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے تمام شعائر کا ادب و احترام لازمی ہے۔ جو متقی ہو گا وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم و توقیر کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾ [الحج : ۳۲] "اور جو اللہ کے نام کی چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔"

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ : یعنی اس کی حرمت کی پاسداری کرو اور اس کی عظمت کا اعتراف کرو، اس مہینے میں جنگ کی پہل نہ کرو اور حرام چیزوں کے ارتکاب سے اجتناب کرو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۷] "وہ تجھ سے حرمت والے مہینے کے متعلق اس میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے اس میں لڑنا بہت بڑا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۳۶] "بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔"

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا: ''زمانہ اب اپنی اسی حالت پر لوٹ آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، سال کے مہینے بارہ ہیں جن میں سے چار حرمت والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله: ﴿ إن عدة الشهور ...... الخ ﴾: ٤٦٦٢۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء: ١٦٧٩]

وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ : ''ہدی'' ایسے جانور کو کہا جاتا ہے جو حاجی حرم میں قربان کرنے کے لیے ساتھ لے جاتے تھے۔ اونٹوں کے کوہان کی دائیں طرف تھوڑا سا زخم کر کے خون مل دینے کو اشعار کہتے ہیں۔ لفظ '' قَلَائِدُ '' جمع ہے ''قِلَادَةٌ'' کی، جو گلے کے پٹے کو کہا جاتا ہے، یہاں حج یا عمرہ کے موقع پر قربان کیے جانے والے ان جانوروں کو مراد لیا گیا ہے جن کے گلوں میں علامت اور نشانی کے طور پر جوتے یا پٹے ڈال دیے جاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کو کسی سے چھینا جائے، نہ ان کے حرم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ کھڑی کی جائے۔ ان جانوروں کے احترام کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مقررہ مقام تک پہنچنے سے پہلے ذبح نہ کیا جائے، البتہ اگر کوئی جانور راستے میں قریب الموت ہو جائے تو انھیں لے جانے والا اسے ذبح کر دے، پھر اس کی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو کر اس کے پہلو پر (چھاپہ) مار دے اور پٹوں کو خون میں ڈال دے، پھر اس کو نہ خود کھائے اور نہ اس کے ساتھی کھائیں، بلکہ اس جانور کو دوسرے لوگوں کے کھانے کے لیے چھوڑ دے۔ سیدنا ذویب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ قربانی کے اونٹ بھیجتے تھے، پھر فرماتے: ''اگر ان میں سے کوئی اونٹ چل نہ سکے اور تمھیں اس کے مر جانے کا ڈر ہو تو اس کو نحر کر دو، پھر اس کی جوتی (جو اس کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے اسے) اس کے خون میں ڈبو کر اس کے کوہان پر مل دینا اور تم اسے نہ کھاؤ اور نہ تمھارا کوئی ساتھی اس کو کھائے۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب ما يفعل بالهدى إذا عطب في الطريق: ١٣٢٦]

سیدنا ناجیہ الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اگر قربانی کا کوئی جانور چل نہ سکے تو تب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے نحر کر دو، پھر اس کی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو دو، پھر اسے لوگوں کے لیے چھوڑ دو، تاکہ وہ اسے کھائیں۔'' [ترمذي، كتاب الحج، باب ما جاء إذا عطب الهدى: ٩١٠]

میقات پہنچ کر قربانی کے اونٹ کے داہنے کوہان کو تھوڑا سا زخم لگا دے اور خون کو بہا دے، پھر اس اونٹ کے گلے میں دو جوتیاں لٹکا دے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز مقام ذوالحلیفہ میں پڑھی اور پھر اپنی اونٹنی طلب فرمائی، پھر اس کے کوہان کے اوپر داہنی طرف اشعار کیا (یعنی ایک زخم لگایا) اور خون صاف کر دیا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیاں لٹکا دیں۔ [مسلم، كتاب الحج، باب إشعار البدن وتقليده عند الإحرام: ١٢٤٣]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے قربانی کے جانور (بیت اللہ) بھیجا کرتے تھے اور میں آپ کی قربانی کے جانوروں کے لیے پٹے بٹا کرتی تھی اور پھر آپ ان کاموں سے نہیں بچا کرتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔[مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی إلی الحرم : ۱۳۲۱]

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ : یعنی گو تمھیں ان مشرکوں نے حدیبیہ کے دن مسجد حرام میں جانے سے روک دیا تھا، لیکن تم ان کے اس روکنے کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادتی والا رویہ اختیار مت کرنا۔ دشمن کے ساتھ بھی حلم اور عفو کا سبق دیا جا رہا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ١ٞ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا١ؕ اِعْدِلُوْا١۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى١ٞ وَاتَّقُوا اللّٰهَ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ٨] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى١۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کریں، مگر باطل، گناہ اور حرام کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کریں، سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''نیکی اچھا اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تو اس بات کو ناپسند جانے کہ لوگ اس پر اطلاع پائیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسیر البر والإثم : ۲۵۵۳]

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں کسی جہاد کرنے والے کو جہاد کا سامان تیار کر کے دیا، بلاشبہ اس نے خود جہاد کیا اور جو شخص جہاد کرنے والے کا، اس کے گھر میں بھلائی کے ساتھ اس کا جانشین بنا، یقیناً اس نے (بھی) جہاد کیا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من جهز غازیا أو خلفه : ۲۸۴۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازی فی سبیل اللّٰه: ۱۸۹۵]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذیل قبیلے کی شاخ بنولحیان کی طرف (جب کہ وہ مشرک تھے) ایک لشکر (ان کے خلاف جہاد کرنے کے لیے) بھیجا اور فرمایا: ''ہر دو آدمیوں میں سے ایک ضرور جائے اور ثواب دونوں کو ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازی فی سبیل الله : ۱۸۹۶]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا، لیکن اگر وہ ظالم ہو تو پھر اس کی مدد

کس طرح کروں؟ فرمایا: ''اس وقت تم اسے ظلم کرنے سے روکنا، اسے ظلم سے باز رکھنا ہی اس کی مدد ہے۔'' [بخاری، كتاب الإكراه، باب يمين الرجل لصاحبه أنه أخوه ...... الخ : ٦٩٥٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے (یعنی جو جنگ اسلام میں جائز نہ ہو)، اپنے قبیلہ کے لیے غصہ میں آئے، یا عصبیت کی دعوت دے، یا عصبیت کے باعث اپنے قبیلہ کی مدد کرے تو ایسا شخص اگر قتل ہو جائے تو اس کا قتل جاہلیت کے قتل کا سا ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين : ١٨٤٨]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک تھے، مہاجرین بڑی تعداد میں آپ کے پاس جمع ہو گئے، وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین میں سے ایک شخص بہت مذاق کرتا تھا، اس نے (مذاق میں) ایک انصاری کی پیٹھ پر مارا۔ انصاری لڑکے کو سخت غصہ آ گیا، چنانچہ دونوں لڑکے لڑنے لگے، یہاں تک کہ دونوں نے (اپنے قبیلوں کو) پکارا۔ انصاری نے پکارا، اے انصار! اور مہاجر نے پکارا، اے مہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پکاریں سنیں تو آپ باہر تشریف لائے، آپ نے فرمایا: ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی تھی؟'' پھر آپ نے پوچھا: ''ان کا معاملہ کیا ہے؟'' لوگوں نے آپ کو بتایا کہ ایک مہاجر لڑکے نے ایک انصاری لڑکے کی پیٹھ پر ہاتھ مار دیا اور اس پر لڑنے لگے، آپ نے فرمایا: ''اس (قسم کی پکار) کو چھوڑ دو، یہ بڑی خبیث پکار ہے۔'' [بخاری، كتاب المناقب، باب ما ينهى من دعوة الجاهلية : ٣٥١٨۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ٢٥٨٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ہدایت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے مطابق اجر ملے گا جو اس کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو شخص گمراہی اور ضلالت کی دعوت دے تو اسے ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ہوگا جو اس کے مطابق عمل کریں گے اور اس سے عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔'' [مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة : ٢٦٧٤۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب من دعا إلى السنة : ٤٦٠٩]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ
وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى
النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ
دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِ ۭ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ

وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

’’تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کرلو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔ آج وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تمھارے دین سے مایوس ہوگئے، تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا، پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مطلع فرمایا ہے کہ ان کے لیے مردار حرام ہے۔ اس سے مراد ہر وہ جانور ہے جو ذبح اور شکار کیے بغیر کسی اور وجہ سے مر جائے۔ مردار کو اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ خون نہ بہنے کی وجہ سے دین و بدن کے لیے بے حد نقصان دہ ہوتا ہے۔ البتہ مچھلی اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ ہر حال میں حلال ہے، خواہ اسے ذبح کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ’’اس کا پانی پاک اور اس کا مردار حلال ہے۔‘‘ [أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳۔ ترمذی، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في ماء البحر أنه طهور : ٦٩]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہمارے لیے دو خون اور دو مردار حلال قرار دے دیے گئے ہیں، دو مرداروں سے مراد مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خونوں سے مراد جگر اور کلیجی ہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۹۷/۲، ح : ۵۷۲۵۔ ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الكبد والطحال : ۳۳۱٤]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو صدقہ میں ایک بکری ملی جو مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس طرف سے ہوا تو فرمایا: ’’تم نے اس کی کھال کو کیوں نہیں اتارا کہ اس کو رنگ دے کر اپنے کام میں لاتے؟‘‘ لوگوں نے کہا، وہ مردار ہے۔ فرمایا: ’’مردار کا صرف کھانا حرام کیا گیا ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ : ۳٦۳۔ بخاری، كتاب الزكاة، باب الصدقة على موالى أزواج النبى ﷺ : ۱٤۹۲]

وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ : سور، خواہ پالتو ہو یا جنگلی جس طرح اس کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کے جسم کے باقی تمام اعضا اور چربی وغیرہ بھی حرام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام : ۱٤۵] ’’سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے۔‘‘

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نرد شیر (چوسر) کھیلے تو اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگا۔'' [مسلم، کتاب الشعر، باب تحریم اللعب بالنردشیر : ۲۲٦۰]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: ''نہیں، یہ حرام ہے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام : ۲۲۳٦۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والأصنام : ۱۵۸۱]

اسی ذیل میں خشکی کے جانوروں میں سے ہر کچلی والا درندہ اور پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ بھی آتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب أکل کل ذی ناب من السباع : ۵۵۳۰۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب تحریم أکل کل ذی ناب...... الخ : ۱۹۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، کتاب الصید و الذبائح، باب تحریم أکل کل ذی ناب من السباع...... الخ : ۱۹۳٤]

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ : ''اَلْمُنْخَنِقَةُ'' سے مراد وہ جانور ہے جو گلا گھٹ کر مر جائے، خواہ قصد و ارادے سے یا اتفاق سے۔ ''وَالْمَوْقُوْذَةُ'' سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی بھاری اور غیر دھار والی چیز سے مارا جائے، جس سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ جانوروں کو لاٹھیوں سے مارتے تھے اور جب وہ مر جاتے تو پھر انھیں کھا لیتے تھے۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں شکار پر ایک ایسی لاٹھی پھینکتا ہوں جس کے آگے چھری لگی ہوتی ہے اور وہ شکار کو لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تم چھری لگی لاٹھی پھینکو اور وہ جانور کو پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ اسے عرض کے بل لگے تو وہ وقیذ (موقوذ) یعنی چوٹ لگ کر مرا ہے، لہٰذا اسے نہ کھاؤ۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب صید المعراض : ۵٤۷٦۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمۃ والرمی : ۱۹۲۹]

اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ : اس سے مراد وہ جانور ہے جو مر رہا ہو مگر ابھی اس میں زندگی موجود ہے تو وہ ذبح کرنے کے بعد حلال ہے، سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کل دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو گی اور ہمارے پاس چھری موجود نہیں ہے، تو کیا ہم سرکنڈے سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا: ''جو چیز بھی خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھا لو، لیکن اسے دانت اور ناخن سے ذبح نہ کرو اور ابھی میں اس کی وجہ بیان کرتا

ہوں اور وہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔" [بخاری، کتاب الشرکة ، باب قسمة الغنم : ۲٤٨٨۔ مسلم، كتاب الأضاحی ، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم : ۱۹٦٨]

وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ : اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ایسے ذبیحوں کے کھانے کو حرام قرار دیا جو تھان پر ذبح کیے جائیں، خواہ بتوں کے لیے ذبح کرتے ہوئے ان پر اللہ کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو، کیونکہ بتوں کے لیے ذبح کرنا شرک ہے۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ کو نحر کرے گا۔ (جب نذر پوری کرنے کا وقت آ گیا) تو وہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے کہا، میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ نحر کرنے کی نذر مانی تھی (سو کیا اب نذر کو پورا کر دوں؟)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا: "کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کسی بت کی پوجا ہوتی تھی؟" لوگوں نے کہا، نہیں۔ تو آپ نے پوچھا: "کیا وہاں مشرکین کی عیدوں میں سے کوئی عید تھی؟" لوگوں نے کہا، نہیں۔ آپ نے (اس شخص سے) فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو، البتہ اللہ کی نافرمانی میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز میں نذر پوری کرنا (جائز) ہے، جو ابن آدم کی ملکیت میں نہ ہو۔" [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب ما يؤمر به من وفاء النذر : ۳۳۱۳]

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ : کفار مکہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو تیروں کے ذریعے معلوم کرتے کہ وہ کام ان کے لیے مناسب ہے یا نہیں، اس کام کا نتیجہ ان کے لیے مفید ہو گا یا مضر۔ اگر تیر کے ذریعے انھیں معلوم ہوتا کہ وہ کام مضر ہو گا تو اسے نہ کرتے۔ یہ بھی گویا کہانت اور استمداد بغیر اللہ کی شکل ہے، اس لیے اسے بھی حرام کر دیا گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۹۰] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

سیدنا سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو) کفار قریش کے چند قاصد ان کے پاس آئے، انھوں نے پیش کش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اگر کوئی شخص قتل کر دے، یا قید کر کے لائے تو اسے ہر ایک کے بدلے میں ایک سو اونٹ دیے جائیں گے...... سراقہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آیا، اس پر سوار ہوا اور سبک رفتاری سے اسے لے چلا، تاکہ وہ مجھے (ان لوگوں کے) قریب کر دے، یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اتنے میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں اس پر سے گر پڑا۔ میں اٹھا، میں نے اپنا ہاتھ اپنے ترکش میں ڈالا، ان میں سے تیر نکال کر فال نکالی کہ میں ان کو نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال میں وہ چیز نکلی جو مجھے پسند نہیں تھی، تاہم میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے فال کی کوئی پروانہ کی۔ گھوڑا

مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ مجھے آپ کی قراءت کی آواز سنائی دینے لگی۔ رسول اللہ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار مڑ کر دیکھتے تھے۔ اتنے میں میرے گھوڑے کی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں، میں اس پر سے گر پڑا، پھر میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو بڑی مشکل سے اس کی ٹانگیں باہر نکلیں، جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس کی وجہ سے بہت سا غبار دھویں کے مثل آسمان کی طرف بلند ہو گیا۔ میں نے پھر تیروں کے ذریعے فال نکالی اور پھر وہی نکلا جو مجھے پسند نہیں تھا۔ چنانچہ پھر میں نے ان کو امان کے لیے پکارا۔'' [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ : ۳۹۰۶]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جب نبی ﷺ نے کعبہ میں تصویروں کو دیکھا تو آپ اندر داخل نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپ کے حکم سے وہ تمام تصویریں مٹا دی گئیں اور جب آپ نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تصویروں کو دیکھا کہ ان ہاتھوں میں تیر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ان دونوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں نکالی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً ﴾ ...... الخ : ۳۳۵۲]

اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ : یعنی اب تمھاری طاقت اس قدر مستحکم ہو گئی ہے کہ تمھارے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے اور وہ اس چیز سے قطعی مایوس ہو گئے ہیں کہ تمھارے دین کو نیچا دکھا سکیں۔ اسی مفہوم کی یہ صحیح حدیث بھی ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان اب اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ نمازی جزیرۃ العرب میں اس کی عبادت کریں۔ ہاں، البتہ وہ ان کے باہمی تعلقات خراب کرنے سے مایوس نہیں ہے۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان : ۲۸۱۲]

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا : اللہ تعالیٰ نے امت اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے انھیں ایک مکمل دین عطا کیا ہے، انھیں اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ کسی دوسرے نبی ہی کی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۸۵] ''اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہو گا۔''

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں کی کتاب میں یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو روز عید بنا لیتے۔ آپ نے فرمایا، کون سی آیت؟ اس نے جواب دیا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ﴾ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں اس دن کو جانتا ہوں جب یہ

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی، عرفہ کی شام کا وقت تھا اور جمعۃ المبارک کا دن (اور جمعہ ہمارے لیے عید ہی ہے)۔
[بخاری، کتاب الإیمان، باب زیادۃ الإیمان و نقصانه : ٤٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اور دوسرے پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں، ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کی خوب زیبائش و آرائش کی، لیکن اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس لوگ اس کے اردگرد پھرنے لگے اور انھیں وہ عمارت پسند آئی اور وہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ یہاں کیوں نہ رکھ دی گئی؟'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں۔''
[بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین ﷺ : ٣٥٣٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونه ﷺ خاتم النبیین : ٢٢٨٦]

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : یعنی اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے ان حرام چیزوں میں سے کسی کے استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے اور ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے، اس کا مقصد صرف جان بچانا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٣] ''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول کیا جائے، جیسا کہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ اس کی معصیت کا ارتکاب کیا جائے۔'' [ابن حبان : ٢٧٤٢۔ مسند أحمد : ١٠٨/٢، ح : ٥٨٦٨]

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ④

''تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دے تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں اور شکاری جانوروں میں سے جو تم نے سدھائے ہیں، (جنھیں تم) شکاری بنانے والے ہو، انھیں اس میں سے سکھاتے ہو جو اللہ نے تمھیں سکھایا ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ تمھاری خاطر روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام ذکر کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

اس آیت میں کھانے پینے کی اشیاء کی حلت وحرمت کے متعلق ایک عظیم الشان اصول دیا گیا ہے کہ "ہر چیز کی اصل اباحت ہے" اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کھانے پینے کی تمام اشیاء دو شرطوں کے ساتھ تمھارے لیے حلال ہیں، ایک یہ کہ وہ چیز پاکیزہ اور صاف ستھری ہو، گندی، باسی، سڑی ہوئی اور بدبودار نہ ہو، دوسرے یہ کہ اس سے متعلق شریعت میں یہ صراحت نہ ہو کہ وہ حرام ہے۔ اس طرح حرام اشیاء کا دائرہ بہت محدود ہو جاتا ہے اور حلال اشیاء کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ : یعنی وہ شکار حلال ہے جسے تم شکاری جانوروں مثلاً کتوں، چیتوں اور بازوں وغیرہ کے ذریعے شکار کرو، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باز سے شکار کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "وہ جو تمھارے لیے روک لے تو تم اسے کھا لو۔" [ترمذی، کتاب الصيد، باب ما جاء فی صيد البزاة : ١٤٦٧۔ أبو داوٗد، كتاب الضحايا ، باب في الصيد : ٢٨٥١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کم ہوتا ہے، سوائے بکریوں یا کھیتی (وغیرہ کی حفاظت کے لیے رکھے کتے کے) یا شکار کے کتے کے۔" [بخاری، كتاب المزارعة، باب اقتناء الكلب للحرث : ٢٣٢٢]

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ : یعنی جب شکاری جانور سدھایا ہوا ہو، وہ شکار کو اپنے مالک کے لیے پکڑے رکھے اور اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے، خواہ وہ اسے قتل ہی کیوں نہ کر دے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑتا ہوں اور وہ میرے لیے شکار کرتے ہیں اور میں اللہ کا نام لے لیا کرتا ہوں۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اللہ کا نام لے لو تو جو شکار وہ تمھارے لیے پکڑے، اسے کھا لو۔" میں نے کہا کہ اگر وہ اسے قتل کر دیں؟ فرمایا: "خواہ وہ اسے قتل کر دیں، بشرطیکہ قتل میں کوئی ایسا کتا شریک نہ ہو جو ان میں سے نہ ہو، کیونکہ تم نے اپنے کتے کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لیا ہوتا ہے، کسی دوسرے پر اللہ کا نام نہیں لیا ہوتا۔" میں نے عرض کی کہ میں شکار پر چھری لگی ہوئی لاٹھی پھینکتا ہوں جو اسے لگ جاتی ہے۔ فرمایا: "اگر تم ایسی لاٹھی پھینکو اور وہ اسے پھاڑ دے تو اسے کھا لو اور اگر وہ لاٹھی عرض کی طرف سے لگے (اور وہ مر جائے) تو وہ چوٹ لگنے سے مرا ہوا جانور ہے، اسے مت کھاؤ۔" [بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب صيد المعراض : ٥٤٧٧۔ مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمی : ١٩٢٩]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم اپنے کتے کو بھیجو تو اس پر اللہ کا نام لو اور اگر وہ تمھارے لیے پکڑے اور تم اسے زندہ پا لو تو اسے ذبح کر لو اور اگر تم اسے پاؤ کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے لیکن

اسے خود نہیں کھایا تو پھر تم اسے کھا لو، کیونکہ کتے کا اسے پکڑنا ہی اسے ذبح کرنا ہے۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب التسمیة علی الصید : ۵۴۷۵۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة والرمی : ۱۹۲۹/۶،۴]

﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے حساب لیا گیا اسے عذاب دیا جائے گا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے عرض کی، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴾ [الإنشقاق : ۸] ''سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ (آسان حساب) تو بس سرسری پیشی ہے، لیکن جس سے حساب کی کرید کی گئی تو اس کو ضرور عذاب ہوگا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من سمع شیئًا فلم یفهمه فراجع حتی یعرفه : ۱۰۳۔ مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب إثبات الحساب : ۲۸۷۶]

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ ع ۵

''آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ چھپی آشنائیں بنانے والے اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔''

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ : اہل کتاب کا کھانا کھانے کے لیے بنیادی شرائط یہ ہیں کہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، چیز پاکیزہ ہو اور ان کے دستر خوان پر کوئی حرام چیز مثلاً شراب یا سور کا گوشت وغیرہ نہ ہو اور اگر ان کے دستر خوان پر ایسی اشیا پڑی ہوئی ہوں تو ان کے ساتھ کھانا تو درکنار ان کے برتن بھی استعمال کرنا جائز نہیں، تاآنکہ انھیں خوب دھو کر پاک صاف کر لیا جائے اور یہ استعمال مجبوراً ہو۔ سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن چربی سے بھرا ہوا ایک تھیلا پھینکا گیا، جسے میں نے اٹھا لیا اور کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا، جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس بات پر مسکرا رہے تھے۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز الأكل من طعام الغنيمة فی دار الحرب : ۱۷۷۲۔ بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب : ۳۱۵۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کی فتح کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایک یہودی عورت کی طرف سے) بکری کے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا، جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب الشاة التی سمت للنبی ﷺ بخیبر : ٤٢٤٩]

﴿ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا ...... وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ﴾ : کتابیہ عورتوں سے شادی کے جواز کے لیے شرط لگا دی گئی کہ ان کا مہر ادا کر دیا گیا ہو اور مقصود شادی کرنا اور عفت حاصل کرنا ہو، اعلانیہ یا چھپ کر زنا کی نیت نہ ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ﴾ [النساء : ٢٥] ”جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ﴾ [البقرة : ٢٢١] ”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔“

﴿ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس زمانے کا (یعنی اب سے قیامت تک) کوئی یہودی ہو یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ دوزخی ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ١٥٣]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھو لو) اور اگر جنبی ہو تو غسل کر لو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تاکہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تاکہ تم شکر کرو۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے وضو کرنے، جماع کے بعد غسل کرنے اور اگر پانی نہ ہو تو وضو اور غسل کے بجائے تیمم کرنے کے احکام صادر فرمائے ہیں۔

﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اعضا کو دھونے کا حکم دیا اور ایک عضو پر مسح کرنے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے عملاً ان احکام کی تشریح کی، آپ ہمیشہ منہ، ہاتھ اور پاؤں دھویا کرتے تھے اور سر پر مسح کرتے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے لوگوں کو قیامت کے دن اس حال میں پکارا جائے گا کہ وضو کی وجہ سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے، سو تم میں سے جو شخص اپنی یہ روشنی بڑھانے کی طاقت رکھے تو وہ ضرور ایسا کرے۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغر المحجلون من آثار الوضوء : ۱۳۶۔ مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل : ۲۴۶/۳۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی مسلمان یا (فرمایا) مومن بندہ وضو کرتا ہے اور وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ تمام خطائیں نکل جاتی ہیں جو اس کی آنکھوں سے سرزد ہوئی تھیں، پھر جب وہ اپنے ہاتھ کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کا اس کے ہاتھوں نے ارتکاب کیا تھا اور جب وہ اپنے پاؤں کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء : ۲۴۴]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے، پھر آپ نے ہمیں پالیا، اس حالت میں کہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اور ہم وضو کر رہے تھے، ہم (جلدی میں) اپنے پاؤں پر گیلا ہاتھ پھیر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز میں تین مرتبہ فرمایا: ''ان ایڑیوں کے لیے دوزخ میں بڑی ہلاکت ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من رفع صوته بالعلم : ۶۰۔ مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل الرجلين بكمالهما : ۲۴۱/۲۷]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ (خشک) چھوڑ دی۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ''واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔'' وہ شخص واپس گیا اور اس نے دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھی۔ [مسلم، كتاب الطهارة، باب وجوب استيعاب جميع أجزاء محل الطهارة : ۲۴۳]

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے وضو شروع کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ پہلے) پانی کا ایک چلو لیا اور اس سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر پانی کا ایک اور چلو لیا، پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرا ہاتھ ساتھ ملا لیا اور اس سے چہرے کو دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنا دایاں ہاتھ (یعنی بازو) دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اس سے اپنا بایاں ہاتھ (یعنی بازو) دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر پانی کا

چلو لے کر اپنے دائیں پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا، پھر پانی کا چلو لے کر اپنے بائیں پاؤں کو دھویا اور کہا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔[بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة : ۱٤۰]

حمران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالا اور انھیں دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرے کو تین بار دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر اسی طرح بائیں کو، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دائیں پاؤں کو اسی طرح دھویا، پھر بائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا اور فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اسی طرح وضو فرمایا تھا جس طرح میں نے وضو کیا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''جو شخص اس طرح وضو کرے، جس طرح میں نے وضو کیا ہے، پھر دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اپنے نفس سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثًا ثلاثًا : ۱۵۹۔ مسلم، کتاب الطهارة، باب صفة الوضوء و كماله : ۲۲٦]

وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا : یعنی تم نے جماع کیا ہو یا تمھیں احتلام ہو گیا ہو تو پھر غسل کیا کرو، صرف وضو کافی نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ﴾ [النساء : ٤٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کر لو۔''

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ ...... وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ : یعنی اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وضو یا غسل کرنا نقصان دہ ہو تو اسے بجائے وضو اور غسل کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور پانی دستیاب نہ ہو تو بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص قضائے حاجت کر کے آیا ہو اور وضو کے لیے پانی نہ ملے تو بجائے وضو کے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی شخص نے جماع کیا ہو اور غسل کے لیے پانی نہ ہو تو اسے غسل کے بجائے تیمم کرنا چاہیے اور نماز کو وقت پر ادا کرنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرا ہار مقام بیداء میں اس وقت گر گیا جب ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سواری کو بٹھا دیا اور آپ سواری سے نیچے تشریف لے آئے اور میری گود میں سر رکھ کر استراحت فرمانے لگے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے مجھے زور سے کچوکا مارا اور فرمایا کہ تم نے ہار کی وجہ سے یہاں لوگوں کو روک رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے آرام کے خیال سے میں بے حس و حرکت بیٹھی رہی، حالانکہ مجھے تکلیف ہوئی تھی، پھر نبی اکرم ﷺ جب بیدار ہوئے اور صبح کی نماز کا وقت ہوا تو پانی تلاش کیا گیا لیکن میسر نہ آ سکا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ﴾ اس آیت کے نزول کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے

آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تم میں برکت پیدا فرما دی ہے، تم تو لوگوں کے لیے سراپا برکت ہو۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فلم تجدوا مآء فتيمموا صعيدًا طيبًا ﴾ : ٤٦٠٨۔ مسلم، كتاب الحيض، باب التيمم : ٣٦٧]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور جب آپ نے سلام پھیرا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص علیحدہ بیٹھا ہوا ہے، اس نے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تمھیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟'' اس نے کہا، مجھے جنابت ہو گئی تھی اور (نہانے کے لیے) پانی میسر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو لازم ہے کہ پاک مٹی سے تیمم کرو، اس لیے کہ یہ تمھارے لیے کافی ہے۔'' [بخاری، كتاب التيمم، باب الصعيد الطيب وضوء المسلم يكفيه عن الماء : ٣٤٤]

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، مجھے احتلام ہو گیا اور پانی نہیں ملا، لہٰذا میں نے چوپائے کی طرح مٹی میں لوٹ پوٹ لیا، پھر میں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے فرمایا: ''تمھارے لیے اس طرح کرنا کافی تھا۔'' اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انھیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔[بخاری، كتاب التيمم، باب التيمم هل ينفخ فيهما؟ : ٣٣٨]

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کا عہد جو اس نے تم سے مضبوط باندھا، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ اس نے انھیں نعمتوں سے نوازا ہے، یعنی یہ عظیم الشان دین عطا فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف مبعوث فرمایا اور ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ وہ آپ کی بیعت کریں گے، اتباع و اطاعت بجا لائیں گے، تائید و حمایت کریں گے اور آپ کے دین سے نہ صرف خود وابستہ ہوں گے، بلکہ اسے آگے دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [الحديد : ٨] ''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ رسول تمھیں دعوت دے رہا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور یقیناً وہ تم سے پختہ عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان والے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ٢٨٥] ''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم

اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی بات کے سننے پر اور اطاعت کرنے پر خوشی اور ناخوشی میں، سختی اور آسانی میں اور اگرچہ ہمارے حقوق کا خیال نہ رکھا جائے۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس؟ : ۷۱۹۹۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء فی غیر معصیۃ : ۱۷۰۹، بعد الحدیث : ۱۸٤۰]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ٘ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٘ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے تمام حقوق ادا کرتے رہیں، حق کی گواہی دیتے رہیں اور کسی قوم کی عداوت انھیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے۔ اس کے بعد اللہ نے انھیں عدل و انصاف کا حکم دیا، کیونکہ یہ بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور نصیحت کی کہ وہ اللہ سے ڈرتے رہیں، اس لیے کہ اللہ بندوں کے تمام اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

<u>يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ</u> : یعنی عدل و انصاف کے لیے گواہی دو، ظلم و استبداد کے حق میں گواہی نہ دو، سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کی، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' یہ فرما کر آپ سیدھے بیٹھ گئے، حالانکہ اس سے پہلے آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر آپ نے فرمایا: ''خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' پھر آپ برابر ان الفاظ کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (اپنے دل میں) کہا، شاید آپ خاموش نہیں ہوں گے۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر : ۵۹۷٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا : ۸۷]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ مال کا عطیہ دیا اور میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کہا کہ میں تو اس وقت تک خوش نہ ہوں گی، جب تک آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ نہ بنا لیں۔ میرے والد

آپ ﷺ کی خدمت میں اس مقصد کے لیے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اس طرح کا عطیہ دیا ہے؟'' انھوں نے کہا، نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔'' نعمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے واپس آ کر اپنا صدقہ واپس لے لیا۔[بخاری، کتاب الھبة و فضلھا والتحریض علیھا، باب الإشهاد فی الھبة : ۲۵۸۷۔ مسلم، کتاب الھبات ، باب کراھیة تفضیل بعض الأولاد فی الھبة : ۱۶۲۳/۱۳]

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۹ وَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَ اتَّقُوا
اللّٰهَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ ع

''اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے کہ بے شک ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی بھڑکتی آگ والے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو۔ جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ تمھاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ مومن بھروسا کریں۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو خوش خبری دی ہے کہ اللہ ان کے گناہوں کو معاف کرے گا اور جنت میں بلند مقام عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد والی آیت میں قرآن حکیم کے عام طریقے کے مطابق اللہ نے یہ بتایا کہ جو شخص کفر کی راہ اختیار کرے گا اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا۔

آخری آیت میں فرمایا کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کیا جائے اور اس پر مداومت برتی جائے۔ آگے بتایا کہ یہود اور مشرکین کی طرف سے بھی نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کی مختلف سازشیں ہوئیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر بار آپ کی حفاظت فرمائی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے ہر حال میں اپنے رسول کی حفاظت فرمائی۔

<u>اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ</u> : یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اس نے کافروں کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے روک دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ۲٤] ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ (آرام فرمانے کے لیے) پڑاؤ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے کی تلاش میں پوری وادی میں پھیل گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابھی تھوڑی ہی دیر ہمیں سوئے ہوئے ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پکارا، ہم جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص نے میری تلوار (مجھ پر) سونت لی تھی، میں اس وقت سویا ہوا تھا، میری آنکھ کھلی تو میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے مجھ سے کہا، تمھیں میرے ہاتھ سے آج کون بچائے گا؟ میں نے کہا: ''اللہ! اب دیکھو یہ بیٹھا ہوا ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع : ٤١٣٥۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توکله علی الله تعالٰی وعصمة الله له من الناس: ٨٤٣، قبل الحدیث : ٢٢٨٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اہل مکہ میں سے اسی (٨٠) آدمی مسلح ہو کر تنعیم کے پہاڑ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوئے، وہ یہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب غفلت میں ہوں (تو ان کو حملہ کر کے قتل کر دیں)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکڑ کر قید کر لیا اور پھر چھوڑ دیا۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٢٤] ''اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمھیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وهو الذی کف أیدیهم عنکم ﴾ : ١٨٠٨]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا عامر قبیلہ عبلات کے ایک شخص کو، جس کا نام مکرز تھا، دوسرے ستر (٧٠) مشرکین کے ہمراہ گھسیٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے، عامر اس وقت ایسے گھوڑے پر سوار تھے جس پر جھول پڑی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: ''انھیں چھوڑ دو (دراصل صلح حدیبیہ کے بعد) عہد شکنی کی ابتدا مشرکین کی طرف سے ہونے دو، پھر دوبارہ بھی انھی کی طرف سے ہونے دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کر دیا تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ١ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٢٤][مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة ذی قرد : ١٨٠٧]

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ١ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا١ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ١ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ

اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۲﴾

''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اس آیت کریمہ میں بنی اسرائیل کی بعض خیانتوں اور نقض میثاق کا ذکر کیا گیا ہے اور مقصود مومنوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ اللہ نے ان سے جو عہد و میثاق لیا ہے، اس کا پاس رکھیں اور جس طرح بنی اسرائیل نے ان سے لیے گئے مواثیق کو توڑ دیا، اس طرح نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم نماز پڑھو گے، زکوۃ دو گے، میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ گے، ان کا ساتھ دو گے اور فرض زکوۃ کے علاوہ اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو میری نصرت و حمایت تمھارے ساتھ ہوگی، نیز میں تمھارے گناہوں کو معاف کر کے تمھیں جنتوں میں داخل کروں گا۔

وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ﴾ [المائدۃ : ۷] ''اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کا عہد جو اس نے تم سے مضبوط باندھا، جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے مان لیا۔''

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

''تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، سوائے ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً : اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے مضبوط

عہد کی چنداں پروا نہ کی، قیام صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ میں غفلت برتی، زکوٰۃ کی بجائے بخل کی راہ اپنائی اور قرضِ حسنہ دینے کی بجائے سود خوری اور حرام خوری شروع کر دی۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا تو درکنار جی بھر کر ان کی مخالفت کی اور بعض انبیاء کو ناحق قتل بھی کرتے رہے۔ غرض یہ کہ اس عہد کی ایک ایک شق کو توڑنے میں کوئی کمی نہ چھوڑی جس کے عوض ہم نے ان پر لعنت کی اور انھیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور دوسری سزا یہ دی کہ ان کے دل سخت کر دیے، جس کی وجہ سے وہ ایک تو راہ حق قبول کرنے سے قاصر ہو گئے، دوسرے آپس میں الفت و موانست کے جذبات کے بجائے ان میں خود غرضی، سنگ دلی اور باہمی منافرت نے راہ پا لی، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٧٤] ”پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٣] ”پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ : اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ان کا رویہ خراب اور ان کا تصرف بدترین ہے کہ ان کی غلط تاویل کرتے ہیں، غلط معنی پہناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو اس نے بیان فرمائی ہی نہیں ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٧٥] ”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ : یعنی تورات کے بہت سے حصے پر عمل ترک کر دیا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا، زانی کو سنگسار کرنا، سود کو حرام سمجھنا وغیرہ۔

افسوس اہل کتاب کی طرح مسلمانوں کی اکثریت نے بھی سمع و اطاعت کو چھوڑا، نمازیں ضائع کیں، سود کھانے لگے، جہاد چھوڑ بیٹھے اور باہم فرقوں میں بٹ کر اللہ کی کتاب میں تحریف کی حد تک تاویلیں کرنے لگے، تو نتیجہ وہی ہے جو

پہلوں کا تھا۔ مگر امید افزا بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق امت مسلمہ میں ایسے لوگ قیامت تک رہیں گے جو حق پر قائم رہیں گے اور حق کی خاطر لڑتے رہیں گے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور حق کے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے جا لڑے گا۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ۲٤٨٤۔ مستدرك حاكم : ٤/ ٤٥٠، ح : ٨٣٩١]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس (دین کی حفاظت) کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتي : ۱۹۲۲]

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ آپ ان کی ہر قابل گرفت بات سے دل گرفتہ ہوں گے تو آپ کو یہ ایک الگ پریشانی لاحق ہو جائے گی، لہٰذا ان کی باتوں کو درخور اعتنا سمجھنا چھوڑ دیجیے اور جن جن خیانتوں پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں ان پر ان کا محاسبہ نہ کیجیے، اللہ خود ان سے نمٹ لے گا، آپ بس درگزر اور احسان کی راہ اختیار کیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ښ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴

''اور ان لوگوں سے جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے ان کا پختہ عہد لیا، پھر وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور کینہ وری بھڑکا دی اور عنقریب اللہ انھیں اس کی خبر دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

نصاریٰ کا حال بھی یہود سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور اس کی شریعت پر عمل کریں گے، لیکن انھوں نے بہت سے احکام الٰہی کو قصداً فراموش کر دیا،

جس کے نتیجے میں اللہ نے دنیا میں انھیں یہ سزا دی کہ وہ آپس میں عداوت اور بغض و حسد کرنے لگے، مختلف جماعتوں میں بٹ گئے اور ان کی آپس کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی اور ان کا یہی حال قیامت تک رہے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انھیں ان کے شر و فساد اور ان کے برے کرتوتوں کی خبر دے گا اور ان کی خباثت اور بد اعمالیوں کے مطابق انھیں بدلہ دے گا۔

فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ : یعنی ہم نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ان کے درمیان دشمنی اور کینہ پروری بھڑکا دی۔ چنانچہ اس وقت بھی ان میں آپس میں مذہبی عداوت پائی جاتی ہے اور پھر خود نصرانیوں کے بھی کئی ایک فرقے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے ہیں۔ رہا مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا ایک ہونا، تو وہ مسلمانوں کے ترک جہاد کی وجہ سے اور مسلمان ممالک کے وسائل سے اپنا اپنا حصہ لینے کے لیے ہے۔ ورنہ ظاہر میں ایک نظر آنے کے باوجود ان کی باہمی لڑائی ایک مسلمہ حقیقت ہے، جس کا مطالعہ کر کے مسلمان اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

مگر افسوس! اب مسلمانوں میں آپس میں ایسا اختلاف اور دشمنی پیدا ہو گئی ہے کہ ایک نام یعنی مسلمان ہونے کے اعتبار سے تو اکٹھے دکھائی دیتے ہیں، لیکن حقیقتاً گروہوں میں منقسم ہیں اور کفار ان کے افتراق سے فائدہ اٹھا کر ان پر حکومت کر رہے ہیں۔

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حال پر رحم کھاتے ہوئے انھیں دین اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے اور کہا

ہے کہ بہت سی باتیں جو تم لوگ چھپاتے تھے، مثلاً محمد ﷺ کی بعثت، تورات میں رجم والی آیت اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، تو اب ہمارا رسول بذریعہ وحی وہ باتیں بیان کر رہا ہے اور بہت سی باتوں کو بیان نہیں کرتا، تاکہ تمھاری حد سے زیادہ فضیحت نہ ہو جائے۔ دیکھو، تمھارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کھلی کتاب آ گئی ہے جس کے ذریعے اللہ اپنی رضا کے طلب گاروں کی آخرت کے عذاب سے سلامتی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور کفر کی تاریکی سے نکال کر نورِ ایمان کی توفیق دیتا ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ : اس آیت میں آپ ﷺ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ بہت سے احکام جو یہود چھپایا کرتے تھے ان کو آپ ﷺ بیان کرتے ہیں، جیسے رجم کی آیت، سبت والوں کا قصہ جن کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی صفات سے متعلق دیگر آیات، الغرض یہود ان تمام باتوں کو چھپایا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت کو لایا گیا، وہ زنا کر بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”تم اپنی کتاب میں اس ضمن میں کیا حکم پاتے ہو؟“ انھوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے یہ طریقہ نکال رکھا ہے کہ وہ مرتکبین کا منہ کالا کرتے ہیں اور انھیں گدھے پر بٹھا کر گشت کراتے ہیں۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان کے علماء کو مع تورات کے بلایئے، چنانچہ تورات لائی گئی تو ان میں سے ایک (عالم) نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا، اپنا ہاتھ اٹھایئے۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے سے رجم کی آیت نکلی، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور وہ دونوں سنگسار کر دیے گئے۔ [بخاري، كتاب الحدود، باب الرجم في البلاط : ٦٨١٩۔ مسلم، كتاب الحدود ، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنى : ١٦٩٩]

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ : ”نور“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور ”کتاب مبین“ اس کی تشریح ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ”سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

”نور“ اور ”کتاب مبین“ دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان ’واؤ‘ برائے مغایرتِ مصداق نہیں بلکہ مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے، جس کی واضح دلیل اگلی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے: ﴿ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [المائدة : ١٦] ”اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔“ اگر نور اور کتاب دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ ” يَهْدِيْ بِهِمَا اللّٰهُ “ ہوتے یعنی ”اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ

جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال میری اور تمھاری ہے، میں تمھاری کمر پکڑ کے جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ اور تم نہیں مانتے اور اسی میں گھسے جاتے ہو۔" [مسلم، کتاب فضائل النبی ﷺ، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ۲۲۸٤/۱۸]

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

"بلاشبہ یقیناً وہ لوگ کافر ہوگئے جنھوں نے کہا کہ بے شک اللہ مسیح ہی تو ہے، جو مریم کا بیٹا ہے، کہہ دے پھر کون اللہ سے کسی چیز کا مالک ہے، اگر وہ ارادہ کرے کہ مسیح ابن مریم کو اور اس کی ماں کو اور زمین میں جو لوگ ہیں سب کو ہلاک کر دے، اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔ وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔"

اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے غلو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کی انتہا درجہ کی زیادتی کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے وہ کافر ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ایک بندے کو "اللہ" بنا دیا، جسے اللہ نے پیدا کیا تھا۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو نصاریٰ پر حجت قائم کرنے کا طریقہ بتایا کہ فرض کر لو اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم، ان کی ماں اور سارے جہاں والوں کو ہلاک کر دینے کا فیصلہ کر لے، تو اسے کون روک سکے گا؟ اس کا جواب قطعی طور پر یہی ہوگا کہ کوئی نہیں، تو پھر اللہ کا ایک بندہ کیسے "اللہ" ہوسکتا ہے، یا معبود ہونے میں اس کا شریک کیسے بن سکتا ہے؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان ہر شے کی ملکیت اللہ کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے آدم کو مٹی سے اور حوا کو آدم سے پیدا کیا۔ اسی طرح اگر اس نے عیسیٰ کو مریم سے بغیر باپ کے پیدا کیا تو عقلی یا شرعی طور پر کیسے ضروری ہو گیا کہ وہ "اللہ" ہو جائیں؟

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؗ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

”اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دے پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے، بلکہ تم اس (مخلوق) میں سے ایک بشر ہو جو اس نے پیدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی ایک دوسری گمراہی بیان کی گئی ہے، وہ کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر اللہ تمھارے گناہوں کی وجہ سے تمھیں عذاب کیوں دے گا؟ کہیں باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی محبّ اپنے حبیب کو عذاب دیتا ہے؟ حالانکہ تم خود اپنی زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ ہمیں صرف چالیس دن کے لیے آگ میں ڈالا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا یہ زعم جس کے سہارے تم جی رہے ہو، سراسر باطل ہے۔ تم تو انسان ہو اور اللہ تعالیٰ خالق ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے، اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾ [البقرة : ۸۰] ”اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔“

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ : اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو عذاب نہیں دیتا۔ لہٰذا عذاب سے اگر بچنا مطلوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کی کوشش کرنی چاہیے اور اللہ کا محبوب صرف اتباع رسول ہی سے بنا جا سکتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ۳۱] ”کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے ڈال دیا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن : ۲۶۹۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) تمھارے چنداں کام نہیں آ سکتا، اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتا اور اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو چاہو، یہیں مجھ سے طلب کر لو، (آخرت میں) میں تمھیں اللہ (کے عذاب) سے (بچانے کے سلسلہ میں) کچھ کام نہیں آ سکتا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۴۷۷۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشیرتك الأقربین ﴾ : ۲۰۶]

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

''اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نئی حجت قائم کی ہے اور انھیں خبر دی ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول محمد ﷺ رسولوں کا سلسلہ ایک مدت تک منقطع رہنے کے بعد آ چکے ہیں (اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو ستر سال کے بعد نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے) تاکہ تم اپنے کفر و شرک اور شر و فساد کے لیے عذر لنگ پیش کرتے ہوئے یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس تو کوئی نبی آیا ہی نہیں، تو تمھارے اتمام حجت کے لیے نبی کریم ﷺ آ گئے ہیں۔ اب ان پر ایمان لے آؤ اور ان کی اتباع کرو، تاکہ نجات حاصل کرو۔ ورنہ آخرت کا عذاب تمھارا انتظار کر رہا ہے، اس لیے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، تو وہ تمھیں دوبارہ زندہ کرنے اور عذاب دینے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمام لوگوں کی نسبت ابن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، انبیاء آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم ﴾ : ٣٤٤٢۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب فضائل عيسى ابن مريم : ٢٣٦٥]

سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''بے شک میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم بے علم ہو، ان باتوں میں سے جو اس نے مجھے آج سکھلائی ہیں، (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) میں نے اپنے بندوں کو جو مال عطا فرمایا ہے (جو شریعت میں حرام نہیں) وہ سب حلال ہے۔ میں نے اپنے سب بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے، مگر شیطانوں نے آ کر انھیں ان کے دین سے گمراہ کر دیا، سو جن چیزوں کو میں نے ان کے لیے حلال قرار دیا تھا، انھوں نے انھیں حرام ٹھہرا لیا۔ شیطانوں ہی نے انھیں حکم دیا کہ میرے ساتھ شرک کریں، جبکہ میں نے اس کی کوئی سند نازل نہیں کی، پھر اللہ نے اہل زمین کی طرف دیکھا اور اہل کتاب کے چند لوگوں کے سوا تمام عرب و عجم سے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں نے آپ کو مبعوث کیا ہے، تاکہ آپ کو آزماؤں اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں کی بھی آزمائش کروں اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے

جسے پانی دھو نہیں سکتا، جسے آپ نیند اور بیداری ہر حالت میں پڑھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں قریش کو جلا دوں (یعنی انھیں قتل کر دوں)، میں نے عرض کی، اے میرے رب! وہ تو میرے سر کو کچل دیں گے اور اسے روٹی کی طرح بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آپ ان کو نکال دیں جیسے انھوں نے آپ کو نکالا، آپ ان کے خلاف جہاد کریں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، آپ ان کے خلاف خرچ کریں، ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر بھیجیں ہم اس سے پانچ گنا بھیجیں گے اور جو آپ کے فرماں بردار ہیں، ان کو ساتھ لے کر ان سے جنگ کرو جو تمھارے نافرمان ہیں۔''
[مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥]

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ : اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا بنیادی مقصد بیان فرمایا گیا ہے، یعنی عرصہ دراز سے کسی اولوالعزم پیغمبر کے نہ آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام میں تغیر و تبدل اور تحریف سے ملت ابراہیم کو پاک کر کے لوگوں کو حق سے روشناس کرایا، تاکہ ان پر حجت پوری ہو جائے اور عذر کی گنجائش نہ رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ١٦٥] ''ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًاۙ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥، ٤٦] ''اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے اذن سے اور روشنی کرنے والا چراغ۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی اس صفت کے بارے میں پوچھا گیا جو تورات میں مذکور ہے تو انھوں نے کہا، اچھا! اللہ کی قسم! جو ان کی تعریف قرآن میں ہے اسی قسم کی بعض تعریفیں تورات میں بھی ہیں، جیسے ہے کہ اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور امیوں (ان پڑھوں) کا نگران بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، (اور تورات میں یہ صفات بھی ہیں کہ) نہ تو وہ بد خلق ہے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا اور نہ وہ برائی کے بدلے میں برائی کرتا ہے، بلکہ درگزر اور مہربانی کرتا ہے۔ اللہ اسے ہرگز موت نہیں دے گا، یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے ایک کج مذہب کو سیدھا کر دے، اس طرح کہ وہ (یقین کے ساتھ) لا الٰہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس (ذات) کے ذریعہ سے وہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور غافل دل کھول دے گا۔ [بخاري، كتاب البيوع، باب كراهية السخب في السوق : ٢١٢٥]

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا
الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱
قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ
يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝۲۲ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا
عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَ عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ
فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝۲۴ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَ اَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا
وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۵ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ
فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶ ع ع۸

’’اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ، ورنہ خسارہ اٹھانے والے ہو کر لوٹو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک اس میں ایک بہت زبردست قوم ہے اور بے شک ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں، پس اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہونے والے ہیں۔ دو آدمیوں نے کہا، جو ان لوگوں میں سے تھے جو ڈرتے تھے، ان دونوں پر اللہ نے انعام کیا تھا، تم ان پر دروازے میں داخل ہو جاؤ، پھر جب تم اس میں داخل ہو گئے تو یقیناً تم غالب ہو اور اللہ ہی پر پس بھروسا کرو، اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک ہم ہرگز اس میں کبھی داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں موجود ہیں، سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں۔ اس نے کہا، اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، سو تو ہمارے درمیان اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔ فرمایا پھر بے شک وہ ان پر چالیس سال حرام کی ہوئی ہے، زمین میں سر مارتے پھریں گے، پس تو ان نافرمان لوگوں پر غم نہ کر۔‘‘

ان آیات میں نبی کریم ﷺ کو ایک قسم کی تسلی دی گئی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ اگر آپ کے زمانہ کے یہود آپ کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے، تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، کیونکہ ان

کے اسلاف نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ نے تم پر جو انعامات کیے ہیں انھیں یاد کرو، تم میں انبیاء مبعوث کیے اور تمھیں بادشاہوں کی حیثیت دی کہ تم پر کسی دوسری قوم کی حکومت نہیں چلتی اور تمھیں ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جو تمھارے زمانے کی دوسری قوموں کو نہیں ملیں۔ پھر کہا اے میری قوم! تم لوگ مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جس میں اللہ نے تمھارے لیے سکون وقرار رکھا ہے، تم لوگ شہر کا دروازہ کھول کر اچانک دشمن پر حملہ کر دو اور انھیں مغلوب بنا لو اور شکست خوردہ ہو کر پیچھے مڑ کر نہ بھاگو، لیکن انھوں نے یہ بات نہ مانی اور موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ اے موسیٰ! اس شہر میں تو بڑے جابر قسم کے لوگ رہتے ہیں، ہم تو اس وقت تک وہاں نہیں جائیں گے، جب تک وہ لوگ اس شہر سے نکل نہیں جاتے۔ ان کی اس ذہنی شکست کی وجہ یہ تھی کہ ان کے دس نقیبوں نے عمالقہ کے بارے میں اپنے قبائل کو ڈرایا تھا۔ صرف دو نے راز کی حفاظت کی تھی، جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ دو آدمی جو اللہ سے ڈرنے والے تھے اور جن پر اللہ کا فضل تھا، انھوں نے کہا کہ اگر تم لوگ اچانک شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ تو غالب آ جاؤ گے، اگر تم لوگ اہل ایمان ہو تو تمھیں اللہ پر بھروسا کرنا چاہیے۔ لیکن انھوں نے پوری خست و دنایت کے ساتھ جواب دیا کہ جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم لوگ ہرگز داخل نہیں ہوں گے۔ تم اور تمھارا رب جا کر ان سے جنگ کرو، ہم تو یہیں رہیں گے۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اعلانِ براءت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے رب! میں اور میرا بھائی ہارون، ہم اپنی اپنی ذات کے مالک ہیں، ہم اس قوم سے عاجز آ گئے، اب ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر دے۔ تو اللہ نے کہا کہ ہم نے چالیس سال تک کے لیے سرزمینِ مقدس کو ان پر حرام کر دیا۔ یہ لوگ اب اسی صحرائے سینا میں بھٹکتے رہیں گے۔ آپ ان فاسق لوگوں کے بارے میں کوئی افسوس نہ کریں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں انبیاء ہی حکمران ہوا کرتے تھے، جب کبھی کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی لے لیا کرتا تھا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ٣٤٥٥۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة : ١٨٤٢]

وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الجاثیة : ١٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٨ تا ١٤٠] ''اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے،

جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہا کیا میں اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔''

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ : جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے کے لیے کہا اور فرمایا کہ اللہ کے وعدے اور بشارت کے مطابق تمھارے داخل ہونے کی دیر ہے کہ دشمن بھاگ جائے گا، تو انھوں نے حد سے بڑھا ہوا گستاخانہ جملہ کہا: ''جا تو اور تیرا رب لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔'' اس کے برعکس بدر کے موقع پر دشمن سے اچانک آمنا سامنا ہونے کے باوجود اصحاب رسول اللہ ﷺ نے کمال عزم و ہمت اور شجاعت و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے پھر مشورہ طلب کیا تو انصاری کہنے لگے کہ اے گروہ انصار! رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن تمھاری طرف ہے تو انصار نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا روئے سخن ہماری طرف ہے تو ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ ''سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں'' اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر آپ برک غماد تک بھی جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے۔ [مسند أحمد : ۱۸۸/۳، ح : ۱۲۹۵۹۔ السنن الکبرٰی للنسائی، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ قالوا یا موسٰی إنا لن ندخلها أبدًا ﴾ : ۱۱۴۱۔ ابن حبان : ۴۷۳۱]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم آپ سے اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ ''سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں'' نہیں آپ چلیے، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے جگمگا اٹھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فاذهب أنت وربك فقاتلا إنا هٰهنا قاعدون ﴾ : ۴۶۰۹]

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ
مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ
يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ

...رُوْا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾
...عَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْاَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى
...عَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

”اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے قتل کرے تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ لے کر لوٹے، پھر تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔ تو اس کے لیے اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل پسندیدہ بنا دیا، سو اس نے اسے قتل کر دیا، پس خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدتا تھا، تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا ہائے میری بربادی! کیا میں اس سے بھی رہ گیا کہ اس کوے جیسا ہو جاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دوں۔ سو وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔“

اللہ تعالیٰ نے سرکشی، حسد اور ظلم کے خوفناک انجام کو بیان کرنے کے لیے یہاں آدم علیہ السلام کے دو حقیقی بیٹوں قابیل اور ہابیل کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے پر کس طرح زیادتی کی، حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا اور یہ محض سرکشی اور اس نعمت پر حسد کی وجہ سے تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے نوازا تھا اور اس کی قربانی کو شرفِ قبولیت عطا فرما دیا تھا، جو اس نے اخلاص کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں پیش کی تھی اور اس طرح مقتول گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلے کی وجہ سے کامیاب ہو گیا اور قاتل دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد رہا۔ ان آیات میں یہود کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر وہ بھی حسد و سرکشی پر مصر رہے تو ان کا انجام بھی دنیا و آخرت میں بہت برا ہو گا۔

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ : یعنی میں تمھیں قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تمھاری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ گویا اگر مقتول بھی قاتل کو قتل کرنے کے پیچھے لگا ہوا ہو تو ایسی صورت میں دونوں جہنمی ہیں۔ سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب دو مسلمان اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنم رسید ہوں گے۔“ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! قاتل تو ٹھیک (اس کا معاملہ سمجھ میں آتا ہے) مگر مقتول کا کیا قصور (کہ وہ بھی جہنم رسید ہو گا)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس لیے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے پر حریص تھا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب

﴿ و إن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا...... الخ ﴾ : ۳۱۔ مسلم، كتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسيفيهما : ۲۸۸۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں فتنے کے موقع پر کہا تھا، میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''بلاشک وشبہ عنقریب ایک فتنہ رونما ہوگا کہ جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔'' عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر کوئی شخص میرے گھر میں داخل ہو کر میری طرف اپنا ہاتھ دراز کرے، تاکہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا: ''اس صورت میں آدم کے بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جاؤ۔'' [مسند أحمد : ۱۸۵/۱، ح : ۱۶۱۴۔ ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء أنه تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم : ۲۱۹۴۔ أبو داوٗد، كتاب الفتن والملاحم ، باب النهي عن السعي في الفتنة : ۴۲۵۶، ۴۲۵۷]

﴿ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓأَ بِإِثۡمِي وَإِثۡمِكَ ﴾ : ''تو میرا گناہ اور اپنا گناہ لے کر لوٹے'' میرا گناہ یعنی جو مجھے اس صورت میں ہوتا جب میں بھی تجھے قتل کرنے کے درپے ہوتا، جیسا کہ اوپر کی حدیث میں ہے، یا یہ کہ میرے گناہ کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی دوسرے کی آبرو یا اور کسی چیز کے معاملہ میں ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ آج اس سے معاف کرا لے، اس دن سے پہلے کہ (جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کا کوئی عمل صالح ہوگا تو اس کے ظلم کے برابر اس سے لے لیا جائے گا اور اگر ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہوں میں سے بعض گناہ ظالم پر لاد دیے جائیں گے۔'' [بخاری، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل : ۲۴۴۹]

اسی سلسلے کی ایک دلیل وہ روایت ہے جسے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر مجھے زبردستی (باہم دست وگریباں ایمان والوں کی) دو صفوں یا جماعتوں میں شامل کر دیا جائے، پھر کوئی شخص مجھے اپنی تلوار سے قتل کر دے، یا کوئی تیر آئے اور مجھے قتل کر دے (تو میرا کیا حشر ہوگا؟) آپ نے فرمایا: ''(تم پر کوئی گناہ نہیں، بلکہ ایسی صورت میں) وہ (جس نے تمھیں قتل کیا ہے) اپنے اور تمھارے گناہ کو لے کر (اللہ کے پاس) لوٹے گا اور دوزخ والوں میں سے ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الفتن، باب نزول الفتن كمواقع القطر : ۲۸۸۷]

﴿ فَأَصۡبَحَ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴾ : یعنی اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور وہ آخرت میں بھی سخت عذاب کا مستحق قرار پایا، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کسی انسان کو ظلم سے قتل کیا جائے گا تو آدم کے اس پہلے بیٹے کے ذمے بھی اس کے خون کا حصہ ہوگا، کیونکہ وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے قتل کو جاری کیا۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ۳۳۳۵۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب إثم من سن القتل : ۱۶۷۷]

يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ : سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت میں دینے کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی جلد دیتا ہو۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في النهي عن البغي : ٤٩٠٢۔ ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب في عظم الوعيد على البغي و قطيعة الرحم : ٢٥١١]

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۳۲

”اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔“

کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کی نگاہ میں جرم عظیم ہے اور اس کی وجہ سے شر و فساد کا جو خطرناک دروازہ کھل جاتا ہے، اس کو بند کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی کسی کو ناحق قتل کر دے گا، یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو گویا وہ تمام نوعِ انسان کے قتل کا مرتکب ہوگا اور جو عفو و درگزر یا کسی اور طریقہ سے کسی کی زندگی کی بقا کا سبب بنے گا، تو وہ گویا تمام لوگوں کی زندگی کا سبب بنے گا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو ہماری مسجدوں میں سے کسی مسجد سے، یا بازاروں میں سے کسی بازار سے گزرے اور اس کے پاس تیر ہو تو اسے اچھی طرح سنبھال کر رکھے، یا اس کا (دھار والا) اگلا حصہ مضبوطی سے تھامے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔“ [بخاری، كتاب الصلوة، باب المرور في المسجد : ٤٥٢۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب أمر من مر بسلاح في مسجد أو سوق : ١٢٤/٢٦١٥]

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٧٩] ”اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، تو اس کے خون کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر بھی لاد دیا جاتا ہے، کیونکہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو جاری کیا۔“ [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته : ٣٣٣٥۔ مسلم، كتاب القسامة، باب بيان إثم من سن القتل : ١٦٧٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ صحابہ

نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب وہ مظلوم ہو اور ہم اس کی مدد کریں (یہ تو سمجھ میں آ گیا لیکن) اس کی مدد اس حالت میں کیسے کریں کہ جب وہ ظالم ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لو۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب أعن أخاك ظالمًا أو مظلومًا : ۲۴۴۴۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الأخ ظالمًا أو مظلومًا : ۲۵۸٤]

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ : یعنی حرام امور کا علم ہونے کے باوجود ان کا ارتکاب کرتے تھے۔ یہودِ مدینہ کا بھی یہی حال تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے خاندانوں کے ساتھ ان کی لڑائیاں جاری رہتی تھیں اور جب حالت جنگ ختم ہو جاتی تو اپنے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑا لیا کرتے تھے اور جسے چاہتے قتل کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوتوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸٤، ۸۵] ”اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔ پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْۤا اَوْ يُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۳۳

”ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں، یہی ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے، یا انھیں بری طرح سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں، یا انھیں اس سرزمین سے نکال دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔“

اس آیت میں اللہ اور رسول سے جنگ سے مراد عموماً حرابہ یا محاربہ یعنی ڈکیتی، لوٹ مار یا راہزنی سمجھا جاتا ہے۔ پھر اس آیت میں چار قسم کی سزاؤں کو جرائم کی نوعیت کے لحاظ سے اس طرح متعلق کیا جاتا ہے کہ اگر مجرم نے قتل تو کر دیا ہو مگر مال لوٹنے کا موقع نہ ملا ہو تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر قتل بھی کر دیا ہو اور مال بھی لوٹ لیا ہو تو اسے سولی پر لٹکایا جائے گا اور اگر صرف مال ہی چھینا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت میں کاٹے جائیں گے اور اگر ابھی قتل بھی نہ کیا ہو اور مال بھی نہ چھینا ہو، پہلے ہی گرفتار ہو جائے تو اسے جلاوطن کیا جائے گا۔ نیز قاضی جرم کی نوعیت کے لحاظ سے ان سزاؤں میں سے کسی دو کو اکٹھا بھی کر سکتا ہے اور کسی ایک میں کمی بیشی بھی کر سکتا ہے۔ مگر اس آیت کے الفاظ میں عموم ہے، چنانچہ محدثین اسی آیت کے تحت عکل اور عرینہ کے واقعہ کو درج کرتے ہیں۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خاندان عکل کے آٹھ اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے آپ کے دست مبارک پر قبول اسلام کی بیعت کر لی، بعد ازاں انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی تو وہ بیمار پڑ گئے۔ تب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امر کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ”تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ اونٹوں کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے، تاکہ ان کا پیشاب اور دودھ استعمال کرو؟“ انھوں نے کہا، ہاں، یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ وہاں انھوں نے اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا تو وہ تندرست ہو گئے، پھر انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تعاقب میں صحابہ کو بھیجا۔ جو انھیں پکڑ کر مدینہ واپس لے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں اور انھیں دھوپ میں پھینک دیا جائے، تو ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ یہ سب مر گئے۔ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب إذا حرق المشرك المسلم هل يحرق؟ : ٣٠١٨۔ مسلم، كتاب القسامة والمحاربين، باب حكم المحاربين والمرتدين : ١٦٧١]

ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ : یعنی انھیں قتل کرنا، تختۂ دار پر لٹکانا، ہاتھ پاؤں کا مخالف سمت سے کاٹنا اور جلاوطن کرنا، اس دنیا میں لوگوں کے سامنے انھیں ذلت و رسوائی سے دوچار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان مجرموں کے لیے قیامت کے دن جو عذاب تیار کر رکھا ہے وہ اس کے علاوہ ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح بیعت لی جس طرح خواتین سے بیعت لی تھی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنے بچوں کو قتل نہ کریں اور ایک دوسرے پر بہتان نہ لگائیں، پھر فرمایا: ”پھر جو اس وعدے کو نبھائے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، اگر کسی نے ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہو گی اور جس کی اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی فرمائی تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد

ہے، اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے۔'' [مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لأهلها : ۱۷۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' لوگوں نے عرض کی کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیا پیسا اور اسباب نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''مفلس میری امت میں قیامت کے دن وہ ہوگا جو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا، لیکن اس نے دنیا میں ایک کو گالی دی ہوگی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، تیسرے کا مال کھا لیا ہوگا، چوتھے کا خون کیا ہوگا، پانچویں کو مارا ہوگا، پھر ان لوگوں کو (یعنی جن کو اس نے دنیا میں ستایا) اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور جو اس کی نیکیاں اس کے گناہ ادا ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی، آخر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۱]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اسے اس کی سزا مل جائے تو اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل ہے، وہ اپنے بندے کو اس کی دوبارہ سزا نہیں دے گا اور جو شخص دنیا میں کوئی گناہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرما لے اور اسے معاف فرما دے تو وہ ذات اس بات سے بہت بالا ہے کہ جس خطا کو اس نے معاف فرما دیا ہو پھر اس کی اسے سزا دے۔'' [مسند أحمد : ۱۵۹/۱، ح : ۱۳۶۹۔ ترمذی، کتاب الإيمان، باب ما جاء لا يزني الزاني وهو مؤمن : ۲٦۲٦]

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ ۖ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

''مگر جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

یعنی محاربین اگر ہاتھ آنے سے پہلے توبہ کر لیں گے تو آیت میں مذکور حد ساقط ہو جائے گی اور اگر وہ کافر ہوں گے تو اسلام لانے کے بعد یہ حد ساقط ہو جائے گی اور اگر مسلمان ہوں گے تو بھی آیت میں مذکور تمام انواع حدود ساقط ہو جائیں گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

اس آیت میں اللہ کے تقویٰ کا اور اس کا قرب حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کا تقویٰ اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ اس کی راہ میں جہاد و قتال ہے۔ اس مقصد کے لیے کسی شخص سے دعا

کروانا بھی جائز ہے، مگر کسی زندہ یا مردہ کا نام لے کر کہنا کہ یا اللہ! فلاں کے وسیلے یا حرمت یا طفیل ہماری دعا قبول فرما، یہ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ صحیح حدیث سے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا واسطہ دے کر یا اپنا کوئی خالص عمل پیش کر کے دعا کی جا سکتی ہے، یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۹۹] ''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰۤى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ؗ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۷] ''اور نہ تمھارے مال ایسے ہیں اور نہ تمھاری اولاد جو تمھیں ہمارے ہاں قرب میں نزدیک کر دیں، مگر جو شخص ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے دوگنا بدلہ ہے، اس کے عوض جو انھوں نے عمل کیا اور وہ بالا خانوں میں بے خوف ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۷] ''وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ » ''اے اللہ! اس مکمل دعوت (توحید) اور قائم ہونے والی نماز کے مالک! سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور خاص فضیلت عطا فرما اور انھیں اس قابل تعریف مقام (شفاعت) تک پہنچا، جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے'' تو اس شخص کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء : ۶۱۴]

وسیلہ ایک مقام کا نام بھی ہے، جیسا کہ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو، جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، وسیلہ جنت کا وہ عظیم مقام ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک ہی کو نصیب ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا، لہٰذا جس نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه : ۳۸۴]

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں، مشرکوں، سیدھے

راستے کو چھوڑ دینے والوں اور دین حق کو ترک کر دینے والے دشمنوں کے خلاف جہاد بھی کریں، جہاد مال سے بھی ہوتا ہے، جان سے بھی اور زبان سے بھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب کراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے کسی امت کی طرف مبعوث فرمایا تو اس کی امت میں سے اس کے حواری اور اصحاب ہوتے تھے، جو اس کی سنت کے پابند ہوتے تھے اور اس کے حکم پر چلتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آتے گئے کہ وہ جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا انھیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جس شخص نے ایسے لوگوں سے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے، جس نے ان سے زبان سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے ان سے دل سے جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان کون النهي عن المنكر من الإيمان ...... الخ : ٥٠]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۳۶

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ٩١] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن جہنم میں جس کو سب سے کم عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اگر تیرے پاس زمین میں موجود سارے خزانے ہوں تو کیا تو انھیں اپنے چھٹکارے کے لیے دے دے گا؟ دوزخی کہے گا، جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تو تجھ سے، جب تو ابھی صلب آدم میں تھا، اس سے کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، مگر تو نے انکار کر دیا اور آخر شرک ہی کیا۔'' [بخاري، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٥٧]

يُرِيدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ؗ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۷

''وہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

یہ آیت کفار کے حق میں ہے۔ رہے گناہ گار مسلمان تو صحیح احادیث میں ہے کہ ان کو گناہوں کی سزا بھگت لینے کے بعد جہنم سے نکال لیا جائے گا، جبکہ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ﴾ [الحج : ۲۲] ''جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنمیوں میں سے سب سے کم عذاب والے شخص کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ کیا خیال ہے اگر تیرے پاس ساری زمین کے بھراؤ کے برابر سونا ہو تو کیا تو اسے بطور فدیہ دینے کے لیے تیار ہے؟ وہ جواب دے گا، ہاں یارب! میں تیار ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ میں نے تو تجھ سے اس کی نسبت بہت کم اور کہیں زیادہ آسان چیز کا سوال کیا تھا، جب تو ابھی صلب آدم میں تھا کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، تو میں تجھے آگ میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے انکار کیا اور شرک ہی کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین ، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبا : ۲۸۰۵]

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸

''اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

گزشتہ آیت میں محاربین (جو لوٹ مار کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں ان) کی سزا بیان ہوئی تھی، اب اس آیت میں چوری کی حد (قانونی سزا) بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اس کا نصاب ربع دینار ہے، اس سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور پھر چور کی سزا میں دونوں ہاتھ نہیں، بلکہ ایک ہاتھ اور پہلی بار کی چوری پر دایاں ہاتھ کلائی تک کاٹا جائے گا اور یہ باتیں سنت سے ثابت ہیں، تاکہ وہ آئندہ کے لیے ایسی حرکت سے باز رہے اور دوسروں کو عبرت حاصل ہو اور اگر اس سے مال مسروقہ برآمد ہو جائے تو وہ اصل مالک کو لوٹا دیا جائے گا۔ چوری پر وعید سے متعلق کئی ایک احادیث آئی ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بھی کوئی چوری کرنے والا چوری کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں رہتا۔'' [بخاری، کتاب الحدود ، باب الزنا وشرب الخمر : ۶۷۷۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ انڈا چراتا ہے تو اس

کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ والسارق والسارقة فاقطعوا ﴾ : ٦٧٩٩۔ مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقة ونصابها : ١٦٨٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک چوتھائی دینار اور اس سے زیادہ مالیت میں چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔‘‘ [بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ والسارق والسارقة ...... الخ ﴾ : ٦٧٨٩۔ مسلم، کتاب الحدود ، باب حد السرقة ونصابها : ١٦٨٤]

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾

’’پھر جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کرے تو یقیناً اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ : یعنی توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لے گا اور اگر دنیا میں اس پر حد جاری ہو جائے گی تو آخرت میں اسے اس جرم کی سزا نہیں دی جائے گی اور جب معاملہ حاکم وقت تک پہنچ جائے گا تو پھر کسی صورت میں حد ساقط نہیں ہو گی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے معاملہ میں، جس نے چوری کی تھی، قریش کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ انھوں نے کہا (اس معاملہ میں) کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر سکتا ہے اور آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت بھی کون کر سکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب اسامہ کے۔ الغرض، اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ’’کیا تم حدود اللہ میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو؟‘‘ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ’’اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ وہ جب کوئی شریف (یعنی کوئی بڑا) آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔‘‘ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا کرتی تھی، اس نے توبہ کی اور اس کی توبہ بہت اچھی رہی۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة فی الحد : ٦٧٨٨۔ مسلم ، کتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف : ١٦٨٨/٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے متعلق فرمایا: ’’اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اس کو داغ دو، پھر میرے پاس لاؤ۔‘‘ الغرض، اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ’’اللہ سے توبہ کرو۔‘‘ اس نے کہا، میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تیری توبہ قبول فرمائے۔‘‘ [مستدرك حاكم : ٣٨١/٤، ح : ٨١٥٠]

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ حدود صرف گناہ سے روکنے ہی کے لیے نہیں بلکہ اس گناہ کا کفارہ بھی ہیں، ان سے وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، مگر ساتھ توبہ بھی ضروری ہے، تاکہ آئندہ وہ یہ حرکت نہ کرے۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

''کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت کا خطاب تو رسول اللہ ﷺ سے ہے، لیکن مراد تمام لوگ ہیں، یعنی ہر شخص سے خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ چونکہ آسمانوں اور زمین کی ملکیت اللہ ہی کے لیے ہے، اس لیے وہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے اور اسے اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کو رعایت نہیں مل سکتی، جو بھی جرم کرے گا اسے ضرور سزا ملے گی، اس معاملے میں کسی بڑے مرتبے والے کو چھوٹے پر فوقیت نہیں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ جس جرم پر جو سزا چاہے مقرر فرما دے، اسے مخلوق پر کل اختیار ہے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ رب العزت کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے، اس کا ہر فیصلہ عین انصاف ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

''اے رسول! تجھے وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں دوڑ کر جاتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے مونہوں سے کہا ہم ایمان لائے، حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان لوگوں میں سے جو یہودی بنے۔ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت سننے والے ہیں دوسرے لوگوں کے لیے جو تیرے پاس نہیں آئے، وہ کلام کو اس کی جگہوں کے بعد پھیر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر تمھیں یہ دیا جائے تو لے لو اور اگر تمھیں یہ نہ دیا جائے تو بچ جاؤ۔ اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے نہیں چاہا کہ

ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔"

مکہ میں مسلمانوں اور پیغمبرِ اسلام کو دکھ پہنچانے والے اور پریشانی میں مبتلا رکھنے والے صرف قریش مکہ تھے، مگر مدینہ آ کر قبائل عرب اور مشرکین مکہ کے علاوہ منافقین اور یہودِ مدینہ کی معاندانہ سرگرمیاں بھی جاری ہو گئیں۔ مثلاً مسلمانوں کے دلوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنا، مسلمانوں میں فتنہ کی آگ بھڑکانا، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کو بدنام کرنا، انھیں گالی دینا اور جنگ کے وقت مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا اور کافروں کا ساتھ دینا۔ تو آپ اس بات پر بھی بہت دل گرفتہ رہتے تھے کہ لوگ کیوں اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس پر مستزاد یہ معاندانہ سرگرمیاں بھی شامل ہو جاتیں تو آپ سخت پریشان اور دل گرفتہ ہو جاتے تھے۔ آپ کی اسی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی کے لیے یہ ہدایت فرمائی کہ آپ کو ان حالات سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب لوگ اللہ کے علم میں ہیں اور یہ اپنے انجام کو پہنچ کر رہیں گے۔

وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ : یعنی کفر میں دوڑ کر جانے والے یہودی بھی آپ کو غمگین نہ کریں۔ ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ﴾ جو جھوٹی باتیں بہت سنتے ہیں، یعنی جو کچھ ان کو ان کے مذہبی پیشوا تورات میں تحریف کر کے اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر طعن کے طور پر کہتے ہیں اسے خوب سنتے اور قبول کرتے ہیں۔ ﴿ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴾ یعنی پھر یہ ان لوگوں کے جاسوس بن کر مسلمانوں اور نبی کریم کی مجالس میں جا کر خوب سنتے ہیں جو تکبر کی وجہ سے ان مجلسوں میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انھوں نے ذکر کیا کہ ان میں سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "رجم کے بارے میں تم تورات میں کیا حکم پاتے ہو؟" انھوں نے کہا، یہ کہ ہم انھیں ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مارتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تورات میں حکم رجم موجود ہے، تورات لاؤ۔ چنانچہ وہ تورات لائے، انھوں نے اسے کھولا تو ان میں سے ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ اٹھاؤ۔ اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے، ہاں! اے محمد (ﷺ)! یہ صحیح کہہ رہے ہیں، تورات میں آیت رجم موجود ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا اور ان دونوں بدکاری کرنے والوں کو رجم کر دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رجم کے وقت مرد عورت کی طرف جھک رہا تھا اور اسے پتھروں سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

[بخاری، کتاب الحدود، باب أحکام أهل الذمة و إحصانهم إذا زنوا …… الخ : ۶۸۴۱۔ مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیهود أهل الذمة فی الزنی : ۱۶۹۹]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ کو مدینہ کی وادی قف میں آنے کی دعوت دی، تو آپ ان کے بیت المدراس (وہ گھر جس میں وہ پڑھتے پڑھاتے تھے) میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کی، اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کرلیا ہے، لہٰذا آپ فیصلہ فرما دیں۔ (راوی کا بیان ہے کہ) انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک تکیہ بھی رکھا تھا، جس پر آپ تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس تورات لاؤ۔'' تورات لائی گئی تو آپ نے تکیہ نکال کر اس کے اوپر تورات رکھ دی۔ آپ نے تورات سے مخاطب ہو کر کہا: ''میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور اس ذات گرامی پر بھی جس نے تجھے نازل فرمایا ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم اپنے میں سے سب سے بڑے عالم کو لاؤ۔'' چنانچہ ایک نوجوان (عبداللہ بن سوریا) کو بلایا گیا پھر رجم کا قصہ بیان کیا، جیسے (اس حدیث سے قبل) مالک عن نافع کی حدیث (۴۴۴۶) میں بیان ہوا ہے۔ [أبو داوٗد، کتاب الحدود، باب فی رجم الیھودیین : ٤٤٤٩]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک یہودی کو لے جایا گیا، جس کا منہ کالا کر دیا گیا تھا اور اسے کوڑے مارے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' انھوں نے کہا، ہاں! پھر آپ نے ان کے علماء میں سے ایک آدمی کو بلایا اور اس سے دریافت فرمایا: ''میں تمھیں اس اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل فرمائی! بتاؤ، کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' اس نے کہا، نہیں، اور اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا، بہر حال ہم تورات میں رجم ہی کی سزا پاتے ہیں، لیکن (ہوا یہ کہ) ہمارے شریف (امیر) لوگوں میں زنا کی کثرت ہوگئی (تو ہم نے یہ کیا کہ) جب کسی شریف کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور کو پکڑتے تو اس پر حد جاری کر دیتے، پھر ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ہم کسی ایسی سزا پر مجتمع ہو جائیں کہ جس کو شریف اور کمزور سب پر نافذ کر سکیں، چنانچہ پھر ہم نے رجم کی بجائے منہ کالا کرنا اور کوڑے مارنا نافذ کر دیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں سب سے پہلے تیرے اس حکم کو زندہ کرتا ہوں، جب کہ انھوں نے اس کو مردہ کر دیا تھا۔'' چنانچہ آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا اور وہ شخص رجم کر دیا گیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ ﴾ [المائدۃ : ٤١] یہودی کہا کرتے تھے، محمد ﷺ کے پاس چلو، اگر وہ تمھیں منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اسے قبول کرلو اور اگر وہ رجم کا فتویٰ دیں تو اس سے بچو، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں: ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٤٤] ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔'' ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٤٥] ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٤٧] ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔'' یہ سب آیتیں کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ [مسلم، کتاب الحدود ، باب رجم الیھود أھل الذمۃ فی الزنی : ۱۷۰۰]

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ ...... عَذَابٌ عَظِيْمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؔؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآىِٕمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [الحشر : ۲ تا ٥] ''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! اور اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ان پر جلا وطن ہونا لکھ دیا تھا تو یقیناً وہ انھیں دنیا میں سزا دیتا اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بلاشبہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور تاکہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَ اَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِيَارَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۲٦، ۲۷] ''اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا اور بنو قریظہ کو برقرار رکھتے ہوئے ان پر احسان فرمایا، یہاں تک کہ جب بنو قریظہ نے جنگ کی ...آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں، ان کے بچوں اور ان کے مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، ...ئے ان لوگوں کے جو پہلے ہی آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے تھے۔ ان لوگوں کو آپ نے امن دیا اور وہ اسلام لے ...ئے، بہرحال آپ نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا؛ بنو قینقاع کو، جو سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قوم تھی ...بنی حارثہ کو اور ہر ایک یہودی کو جو مدینہ میں تھا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ۱۷٦٦]

...ـعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ ...اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْــًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۴۲

...بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت کھانے والے حرام کو، پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کر، یا ان ...سے منہ پھیر لے اور اگر تو ان سے منہ پھیر لے تو ہرگز تجھے کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان کے ...درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ : یعنی ان لوگوں کے خبث باطن کی دیگر وجوہ کے علاوہ دو وجوہ یہ بھی ہیں، ایک ...یہ کہ وہ مسلمانوں کی اور آپ کی مجالس میں آتے ہی اس لیے ہیں کہ یہاں سے جو کچھ سنیں اسے اپنے لفظوں میں ڈھال ...کر اور توڑ مروڑ کر اس طرح پیش کریں جس سے انھیں مسلمانوں کو اور پیغمبر اسلام کو بدنام اور رسوا کرنے کا موقع ہاتھ ...آئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حرام خور ہیں اور حرام خوری کے اثرات جو نفس انسانی پر مرتب ہوتے ہیں وہ اس قدر قبیح ...اور گندے ہوتے ہیں کہ ایسے شخص کی نہ عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ دعا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ : جس زمانے میں یہ آیت نازل ہوئی یہودیوں ...کی حیثیت محض ایک معاہد قوم کی تھی، جس کے ساتھ صلح سے رہنے کا معاہدہ تھا اور وہ ذمی یعنی اسلامی حکومت کی رعایا نہ ...تھے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت کو اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو ان کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور چاہیں تو انکار کر دیں اور یہی ...اختیار اسلامی حکومت کو کسی غیر مسلم معاہد قوم کے افراد کے درمیان فیصلہ کرنے کا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۸] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے،

انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ [الممتحنة : ٨] "اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن عزوجل کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ایستادہ ہوں گے اور (یہ واضح رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال میں انصاف کرتے ہیں اور جن کے بھی وہ والی بنیں ان میں انصاف کرتے ہیں۔" [مسلم، کتاب الإمارة ، باب فضيلة الأمير العادل : ١٨٢٧]

وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۠ ﴿۴۳﴾ ع

"اور وہ تجھے کیسے منصف بنائیں گے، جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر وہ اس کے بعد پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں۔"

یہاں ان کی جہالت و عناد کا بیان ہے، یعنی وہ جانتے ہیں کہ جو مقدمہ وہ آپ کے پاس لا رہے ہیں اس کا فیصلہ تورات میں موجود ہے، تاہم آپ کے پاس اس لیے مقدمہ لاتے ہیں کہ شاید آپ کا فیصلہ تورات کی بہ نسبت کچھ ہلکا ہو۔ لیکن جب آپ کا فیصلہ بھی وہی ہوتا ہے جو تورات کا ہوتا ہے تو وہ اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو وہ تورات پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اصل میں یہ خواہشات کے پجاری ہیں اور ان کا مقصد حیات ہی دنیوی مصالح کا حاصل کرنا ہے۔

وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تورات میں موجود رجم کے فیصلے کو اللہ کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ جو لوگ رجم کے منکر ہیں اگرچہ بہت سی صحیح احادیث بھی ان کا رد کرتی ہیں، مگر یہ آیت پختہ اور مضبوط دلیل ہے کہ قرآن نے تورات میں موجود رجم کے حکم کو اللہ کا حکم قرار دیا ہے، پھر نہ اس کی تردید کی ہے نہ منسوخ کہا ہے، اللہ کے اس حکم کو یہودیوں اور مسلمانوں دونوں پر نافذ فرمایا۔ معلوم ہوا قرآن میں بھی رجم کا ذکر موجود ہے۔

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

...بِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا ...سَ وَ اخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

''بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے انبیاء جو فرماں بردار تھے، ان لوگوں کے لیے جو یہودی بنے اور رب والے اور علماء، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔''

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا...... عَلَيْهِ شُهَدَآءَ : اس میں یہود کو تنبیہ ہے جو حد رجم (سنگساری) کا انکار کرتے تھے اور ان کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے اسلاف، انبیاء، احبار اور علمائے ربانی کا مسلک اختیار کریں۔ بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک سیکڑوں پیغمبر ایسے گزرے ہیں جن پر کوئی نئی کتاب نازل نہیں کی گئی اور وہ اپنے زمانے میں لوگوں کو تورات ہی پر عمل کرنے کی نصیحت کرتے اور ان کے مابین اسی کے احکام کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ خود سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی نئی شریعت نہیں دی گئی، بلکہ ان کی بعثت کا مقصد تورات ہی کی شریعت کو زندہ کرنا تھا۔

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ : یہ خطاب یہود سے ہے، یعنی جب یہ جان بوجھ کر تورات کے فیصلے کو چھپاتے ہیں اور اس پر عمل کرنا نہیں چاہتے، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ باوجود زبانی ایمان کا دعویٰ کرنے کے یہ کافر ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٤٤] ''اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں'' اور ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [النور : ٥٠] ''وہ خود ہی ظالم ہیں'' اور ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٤] ''اور وہی نافرمان لوگ ہیں'' یہودیوں کی دو جماعتوں کے بارے میں نازل فرمائی تھیں۔ ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زمانۂ جاہلیت میں غالب آ گئی تھی، حتیٰ کہ ان کا اس بات پر معاہدہ ہو گیا کہ اگر غالب جماعت نے مغلوب کے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ پچاس وسق ہو گا، لیکن مغلوب جماعت کے کسی فرد نے غالب جماعت کے کسی فرد کو قتل کر دیا تو اس کا فدیہ سو وسق ہو گا۔ یہ اپنے معاہدے پر قائم تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد یہ دونوں جماعتیں ہی مغلوب اور ذلیل ہو گئیں، حالانکہ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب نہیں آئے تھے اور اس (قانون) پر ان کی موافقت بھی نہیں کی تھی۔ ابھی آپ مدت صلح میں تھے کہ اسی اثنا میں

مغلوب جماعت نے غالب جماعت کے ایک شخص کو قتل کر دیا، تو اس نے پیغام بھیجا کہ اس کے فدیے کے طور پر سو وسق ارسال کرو۔ مغلوب جماعت نے کہا کہ بھلا ان دو قبیلوں میں کبھی ایسا ہو سکتا ہے جن کا دین ایک ہو، نسب ایک ہو اور شہر بھی ایک ہو کہ ان میں سے ایک کی دیت تو پوری ہو اور دوسرے کی دیت نصف ہو، ہم نے تو تم سے یہ معاہدہ تمھارے ڈر اور خوف کی وجہ سے کیا تھا اور اب جبکہ محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں تو ہم تمھیں یہ نہیں دیں گے۔ قریب تھا کہ اس وجہ سے پھر ان میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنا فیصلہ کرا لیں۔ غالب جماعت نے اس موقع پر (آپس میں یہ) کہا کہ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ جتنا تم کمزور جماعت کو دو محمد ﷺ اس سے دوگنا لے کر تم کو دیں اور یہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں کہ انھوں نے محض ہمارے ظلم اور ڈر کی وجہ سے ہم سے یہ معاہدہ کیا تھا، لہٰذا کسی کو خفیہ طور پر محمد ﷺ کے پاس بھیجو، جو تمھیں یہ بتا سکے کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر نبی کریم ﷺ تمھاری مرضی کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کو منصف تسلیم کر لو اور اگر آپ یہ فیصلہ نہ کریں تو پھر ان کو منصف تسلیم نہ کرو۔ انھوں نے کچھ منافقوں کو خفیہ طور پر آپ کے پاس بھیجا، تاکہ وہ یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کی رائے سے مطلع کر سکیں۔ جب یہ منافق دربار رسالت میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کو ان کے تمام مقاصد اور ارادوں سے مطلع فرما دیا اور اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا ﴾ [المائدۃ : ٤١] اس آیت تک: ﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ [المائدۃ : ٤٧] اور ان آیات میں انھی کی طرف اشارہ ہے۔[مسند أحمد : ١/ ٢٤٦، ح : ٢٢١٦۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطیء : ٣٥٧٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سورۂ مائدہ کی آیات: ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ یہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی دیت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ بنو نضیر کے مقتولوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کی پوری دیت ادا کی جاتی تھی جبکہ بنو قریظہ کے مقتولوں کی نصف دیت تھی۔ انھوں نے اس سلسلے میں جب رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کروانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں ان آیات کو نازل فرما دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس مسئلے میں حق اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور سب کی دیت برابر قرار دے دی۔[نسائی، کتاب القسامۃ، باب ذکر الاختلاف علی عکرمۃ فی ذلک : ٤٧٣٧۔ أبو داوٗد، کتاب القضاء، باب الحکم بین أھل الذمۃ : ٣٥٩١۔ مسند أحمد : ١/ ٣٦٣، ح : ٣٤٣٣]

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

''اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص) کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو ڈانٹ پلائی ہے، اس لیے کہ تورات میں یہ نص موجود ہے کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، لیکن انھوں نے جان بوجھ کر اس کی مخالفت کی اور بنونضیر کے مقتول کا تو بنوقریظہ سے قصاص لے لیتے تھے لیکن بنوقریظہ کے مقتول کا بنونضیر سے قصاص نہیں لیتے تھے، بلکہ دیت لے لیتے تھے۔ اس طرح شادی شدہ زانی کی سزائے رجم کے بارے میں بھی انھوں نے تورات کے حکم کی مخالفت شروع کر دی تھی اور اس کے بجائے کوڑے مارنے اور منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ رجم والی آیت کی تحریف کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا وہ کافر ہوگا، اس لیے کہ وہاں انھوں نے جان بوجھ کر اللہ کے حکم کا انکار کر دیا تھا اور یہاں انھیں ظالم کہا گیا۔ اس لیے کہ انھوں نے مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

اس آیت میں مذکور مسائل کے حجت ہونے پر اجماع ہے۔ پس مقتولہ عورت کے بدلے قاتل مرد قتل کیا جائے گا۔ قصاص میں سب برابر ہیں، خواہ ان کا کسی بھی قبیلے سے تعلق ہو۔ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے نام خط لکھا، جس میں فرائض، سنن اور دیات کا ذکر تھا، اس میں یہ بھی تھا: ''اور بے شک (قاتل) مرد کو (مقتولہ) عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔'' [نسائی، کتاب القسامة، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول ...... الخ : ٤٨٥٧۔ مستدرك حاکم : ٣٩٧/١، ح : ١٤٤٧۔ ابن حبان : ٦٥٥٩]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی السرية ترد علی أهل العسکر : ٢٧٥١۔ ابن ماجه، کتاب الدیات، باب المسلمون تتکافأ دماؤهم : ٢٦٨٣۔ مسند أحمد : ١٨٠/٢، ح : ٦٧٠١]

بعض لوگوں نے اس آیت (یعنی جان کے بدلے جان) سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کیا جائے گا، مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔'' (اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر مومن کا کفو (برابر) نہیں ہوسکتا)۔ [بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ١١١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی پھوپھی ربیع رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا، انھوں نے لڑکی کے خاندان سے معافی کا مطالبہ کیا، لیکن خاندان والوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی فرما دیا کہ اس کا قصاص دینا ہوگا۔ تو اس کے بھائی انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا اس کا دانت

توڑ دیا جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انس! اللہ کی کتاب میں قصاص کا یہی حکم ہے۔'' اس نے عرض کی، نہیں، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ تو بعد ازاں عورت کے خاندان کے لوگ راضی ہو گئے، انھوں نے معاف بھی کر دیا اور قصاص کا مطالبہ بھی ترک کر دیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا: ''کچھ بندگان الٰہی ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو قسم دے دیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم ضرور پوری فرماتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح فی الدیة : ۲۷۰۳۔ مسلم ، کتاب القسامة والمحاربین، باب إثبات القصاص فی الأسنان وما فی معناها : ۱٦۷٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص قتل کر دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا۔ قاتل نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میں نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مقتول کے وارث سے کہا: ''اگر یہ سچ کہتا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔'' (یہ سن کر مقتول کے) وارث نے اسے چھوڑ دیا۔ [ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی حکم ولی القتیل فی القصاص والعفو : ۱٤۰۷]

اس وقت مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے قرآن و سنت کے صریح خلاف ایسے احکام ایجاد کر لیے ہیں، جن کی موجودگی میں قصاص تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔ انھوں نے یہ اصول بنا دیا کہ اگر کوئی تیز دھار آلے کے ساتھ قتل کرے یا آگ سے جلائے تو قصاص ہے ورنہ نہیں، چنانچہ اگر کوئی جان بوجھ کر قتل کے ارادے سے بھاری پتھر مار مار کر کسی کو قتل کر دے تو قصاص نہیں، جبکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ (اب لڑکی بولنے سے قاصر تھی، تاہم) اس سے پوچھا گیا کہ یہ کام اس کے ساتھ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ یا فلاں نے؟ یہاں تک کہ (قاتل) یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اسی نے۔ اب اس یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس نے اقرار کر لیا، چنانچہ (بطور قصاص) آپ نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلوا دیا۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب سؤال القاتل حتی یقر : ٦۸۷٦]

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے پر ایک سینگ مار (کر زخم کر) دیا تو وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا، اے اللہ کے رسول! مجھے قصاص دلا دیجیے۔ آپ نے فرمایا: '' (جلدی نہ کرو) یہاں تک کہ تمھارا زخم مندمل ہو جائے۔'' مگر اس نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ مجھے قصاص دلا دیجیے، چنانچہ آپ نے اسے قصاص دلا دیا۔ اب (کچھ عرصہ کے بعد) وہ دوبارہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! میں تو لنگڑا ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں منع کیا تھا، مگر تم

نے میری نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں دور کر دیا، اب تمھارا لنگڑا پن رائگاں جائے گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا کہ اس وقت تک زخم کا قصاص نہ لیا جائے جب تک زخمی شخص تندرست نہ ہو جائے۔[مسند أحمد : ۲/ ۲۱۷، ح: ۷۰۵۲۔ السنن الکبریٰ للبیهقي : ۸/ ۶۸، ح: ۱۶۱۱۵]

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ : معاف کر دینا گناہوں کا کفارہ ہے، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے جسم کا کوئی حصہ زخمی کر دیا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جتنا اس نے معاف کیا، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس چیز کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۳۱۶، ح : ۲۲۷۶۷۔ السنن الکبریٰ للنسائي، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ فمن تصدق فهو کفارة له ﴾ : ۱۱۱۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع : ۲۵۸۸]

عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ ... الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾

''اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا، جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے تورات تھی اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی راہنمائی کے لیے بہت سے انبیاء بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، جن کو اللہ تعالیٰ نے انجیل عطا کی اور جنھوں نے تورات کی تصدیق کی اور اس کے بعض احکام کو انجیل میں نازل شدہ آیات کے ذریعے منسوخ قرار دیا۔

... اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

''اور لازم ہے کہ انجیل والے اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اہل انجیل کے لیے اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا ہے فیصلہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو پیشین گوئیاں اور دلائل اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں ان کو چھپانے یا ان کی غلط تاویلیں کرنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ انجیل کے حکم کے مطابق مسلمان ہو جائیں اور قرآن و سنت کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ نافرمان ہیں، کیونکہ انھوں نے اپنی کتاب میں نازل شدہ اللہ کا حکم نہیں مانا۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ : یعنی ہم نے انھیں اس لیے انجیل دی تھی کہ وہ اپنے زمانے کے لوگوں کو اس کے مطابق حکم دیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المائدة : ٦٨] ”کہہ دے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کیا گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٧] ”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

”اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ بھیجی، اس حال میں کہ اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو کتابوں میں سے اس سے پہلے ہے اور اس پر محافظ ہے۔ پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ

تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“

قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کی منزل من اللہ ہونے کی تائید کرتا ہے، ان کے غیر منسوخ احکام کی توثیق کرتا ہے اور منسوخ احکام کی وضاحت کرتا ہے۔ ان میں موجود اصول ومبادی کی حفاظت کرتا ہے، ان سب کا امین اور نگران ہے، اس لیے اب صرف قرآن بتاتا ہے کہ ان سابقہ آسمانی کتابوں کے کون سے احکام قابل عمل ہیں اور کون سے ترک کر دیے گئے ہیں۔ اس لیے اے میرے رسول! آپ ان کے درمیان صرف قرآن کے ذریعے فیصلہ کریں اور حق سے منحرف ہو کر گزشتہ اہل ادیان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔

وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ : ”مُهَيْمِنًا“ کے معنی محافظ، نگران اور شاہد کے آتے ہیں۔ قرآن پاک کتب سابقہ کا محافظ ہے اور جو احکام اور قوانین ان کے ذریعے نازل کیے گئے تھے ان کی نقلاً اور عملاً حفاظت کرتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ اہل کتاب نے کہاں کہاں تحریف کی اور کیا کیا تحریف کی اور پھر صرف یہی نہیں بتاتا ہے بلکہ ان تحریف شدہ احکام و قوانین کو از سر نو نافذ کر کے عملاً ان کی حفاظت کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہودیوں کے درمیان زنا کے ایک مقدمہ میں رجم کا حکم دیا تو اس عملی حفاظت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا تھا، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے اللہ! میں نے سب سے پہلے تیرے اس حکم کو زندہ کر دیا جسے یہودیوں نے فوت کر دیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیہود أهل الذمة فی الزنٰی : ۱۷۰۰]

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ : اس سے پہلے آیت نمبر (۴۲) میں نبی ﷺ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ ان کے معاملات کے فیصلے کریں یا نہ کریں، آپ کی مرضی ہے، لیکن اب اس کی جگہ یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے آپس کے معاملات میں بھی قرآن کریم کے مطابق فیصلے فرمائیں، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ﴾ [المائدۃ : ۴۲] ”پھر اگر وہ تیرے پاس آئیں، تو ان کے درمیان فیصلہ کر، یا ان سے منہ پھیر لے“ پھر اسے منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [المائدۃ : ۴۸] ”پس ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا۔“ [أبو داؤد، کتاب القضاء، باب الحکم بین أهل الذمة : ۳۵۹۰]

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا : اس سے مراد پچھلی شریعتیں ہیں جن کے بعض فروعی احکامات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک شریعت میں بعض چیزیں حرام تو دوسری میں حلال تھیں، بعض میں کسی مسئلے میں تشدید تو دوسری میں تخفیف، لیکن دین سب کا ایک یعنی توحید پر مبنی تھا۔ اس لحاظ سے سب کی دعوت ایک ہی تھی۔ اس مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(ہم) انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں، جن کی مائیں (یعنی شریعتیں) الگ الگ اور ان کا دین ایک ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب

قول اللہ تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتب مریم ...... الخ ﴾ : ٣٤٤٣]
علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کی مائیں مختلف ہوں، باپ ایک ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا دین ایک ہی تھا اور شریعتیں (دستور اور طریقے) مختلف تھیں، لیکن شریعت محمدیہ کے بعد اب ساری شریعتیں منسوخ ہوگئیں ہیں اور اب دین بھی ایک ہے اور شریعت بھی ایک۔

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَ احْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾

”اور یہ کہ ان کے درمیان اس کے ساتھ فیصلہ کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر اور ان سے بچ کہ وہ تجھے کسی ایسے حکم سے بہکا دیں جو اللہ نے تیری طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے کچھ گناہوں کی سزا پہنچائے اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً نافرمان ہیں۔“

یعنی یہ اہل کتاب آپس میں دست و گریباں رہیں گے، مگر آپ ان کے باہمی اختلاف سے متاثر نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کے کسی گروہ کو خوش کرنے، یا ان سے مصالحت کی کوئی خواہش آپ کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم سے دور کر دے۔

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ : کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ دھوکا دے کر آپ کو باطل کی طرف مائل کر دیں۔ ان کی دھوکا دہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ١١٣] ”اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً ان کے ایک گروہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تجھے گمراہ کر دیں، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے اور تجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور تجھے وہ کچھ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۙ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ١٠٥، ١٠٦]
”بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے اور تو خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والا نہ بن۔ اور اللہ سے بخشش مانگ، یقیناً اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ : یعنی اب انھی احکام کی پیروی ضروری ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں۔ اب نہ تورات پر عمل کیا جا سکتا ہے اور نہ انجیل پر۔ اب راہِ نجات صرف ایک ہے اور وہ شریعت ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اٰمِنُوۡا بِمَا نَزَّلۡنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدۡبَارِهَاۤ اَوۡ نَلۡعَنَهُمۡ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ؕ وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ﴾ [النساء : ٤٧] ”اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴾ [المائدۃ : ١٩] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، رسولوں کے ایک وقفے کے بعد، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوش خبری دینے والا آیا اور نہ ڈرانے والا، تو یقیناً تمھارے پاس ایک خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا آ چکا ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَـقِّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَاٰمِنُوۡا خَيۡرًا لَّـكُمۡ ؕ وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴾ [النساء : ١٧٠] ”اے لوگو! بلاشبہ تمھارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمھارے رب کی طرف سے آیا ہے، پس تم ایمان لے آؤ، تمھارے لیے بہتر ہوگا اور اگر کفر کرو تو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ۝ ع ۱۱

”پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“

یعنی کیا یہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق کیے ہوئے فیصلے کو چھوڑ کر کفر و جاہلیت کے زمانے کا فیصلہ پسند کرتے ہیں، جن کی بنیاد سراسر ذاتی خواہشات پر ہوتی تھی اور جن میں کمزور کے مقابلہ میں طاقتور کی طرف داری کی جاتی تھی؟ اسی کا نام یہودیت ہے کہ وہ وضیع کے مقابلہ میں شریف کی رعایت کرتے، کمزوروں پر حدود قائم کرتے اور مال دار طبقہ کی رعایت کرتے، اسلام کے آ جانے کے بعد ایسے تمام جاہلی انداز کالعدم قرار پائے ہیں۔

مگر افسوس بعض مسلم حکام کے زمانے کے علماء نے ایسے احکام اور حیلے ایجاد کیے کہ اللہ کی حدود کا نفاذ تقریباً ناممکن ہو گیا، مثلاً شراب کی ایک دو قسمیں چھوڑ کر باقی نشہ آور چیزیں حلال کر دیں، اجرت پر لائی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد ختم کر دی، قصاص کو جیسا کہ اوپر گزرا تقریباً باطل کر دیا، سود کی کئی صورتوں کو حلال کر دیا، چور کے عدالت میں پیش

ہونے کے بعد بھی صاحب مال کو معاف کرنے کا اختیار دے دیا، شواہد کے ساتھ چور کا جرم ثابت ہونے کے بعد چور کے صرف اس دعویٰ سے کہ یہ میرا مال تھا اس کی حد معاف کر دی، خواہ وہ اپنی ملکیت کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے، اس امام (حاکم) کو جس سے اوپر کوئی امام نہ ہو ایک دو چیزوں کے سوا تمام حدود معاف کر دیں اور جاہلیت کے ان تمام احکام کو شریعتِ اسلام قرار دے کر ملکوں میں نافذ کر دیا۔ تو یہ فرمان کہ ''پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں'' جس طرح یہود و نصاریٰ میں شریعت بدلنے والوں کے لیے تھا، اسی طرح ایسے مسلمانوں کے لیے بھی ہوگا جو قرآن و حدیث کے صریح احکام کے مقابلے میں اپنے من گھڑت احکام نافذ کرنے کے خواہش مند ہیں؟ اس کا نتیجہ بھی دنیا پر غلبے سے محرومی کی صورت میں سب کے سامنے ہے۔ ابھی مسلمانوں کے اکثر حکام نے طرزِ حکومت اور ملکی قانون کفار کے طریقے کے مطابق بنایا ہوا ہے اور وہ ایسی علماء کونسلیں بناتے رہتے ہیں جو قدیم جاہلیت کے ساتھ ساتھ نئی سے نئی جاہلیت کے نفاذ کے لیے قانون بنائیں، حالانکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں لوگوں میں سے ناپسندیدہ ترین شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا خواہش مند ہو، نیز وہ بھی جو کسی انسان کا ناحق خون بہائے۔'' [بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئٍ بغیر حق : ۶۸۸۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی : ۳۰۸/۱، ح : ۱۰۷۴۹ واللفظ له]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انھیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلاف گو شدید ہیں اور ان دونوں فرقوں میں گروہی اختلافات اور دشمنی بھی شدید ہے، تاہم اسلام دشمنی کی خاطر وہ سب مل بیٹھتے ہیں اور سمجھوتہ کر لیتے ہیں، لہٰذا ان میں سے کوئی بھی تمھارا حقیقی اور قابل اعتماد دوست کبھی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا تم بھی ان سے محبت کی پینگیں نہ بڑھاؤ اور نہ دوستی ہی کے قابل سمجھو۔ جب بھی انھیں کوئی موقع میسر آیا وہ تمھیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے اور اگر کوئی مسلمان ان سے دوستی رکھتا اور ان کی محبت کا دم بھرتا ہے تو وہ انھی میں سے ہے۔ ایسے لوگوں کو راہِ راست نصیب نہیں ہو سکتی اور تمھیں ایسے لوگوں سے بھی محتاط رہنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے

بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] "تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ٢٤] "کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" اگر کافر دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے نہ لڑتے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا منع نہیں ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الممتحنة : ٨، ٩] "اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔"

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

''پس تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، پشیمان ہو جائیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی تھی کہ بلاشبہ وہ یقیناً تمھارے ساتھ ہیں۔ ان کے اعمال ضائع ہو گئے، پس وہ خسارہ اٹھانے والے ہو گئے۔''

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہوتی ہے وہی لوگ یہود و نصاریٰ سے دوستی کرتے ہیں اور دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاتے ہیں، اس کی علت یہ بتاتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں حالات بدل نہ جائیں اور ہم ان کے محتاج ہو جائیں۔ اس لیے ہم ان کے شر سے بچنے کے لیے پہلے ہی سے احتیاط کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح و نصرت دے اور یہود و نصاریٰ پر جزیہ واجب کر دیا جائے، تو اس وقت ان منافقین کو اپنے کیے پر ندامت ہو گی اور اس وقت ان کا باطن ظاہر ہو جائے گا اور مسلمان تعجب کریں گے کہ کس طرح یہ لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے تھے، قسمیں کھایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ ان (منافقین) کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، انھوں نے اپنی دنیا بھی برباد کی اور آخرت بھی۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ : یعنی مسلمانوں کو شکست ہو جائے اور اس کی وجہ سے ہمیں بھی کچھ نقصان اٹھانا پڑے، یہودیوں سے دوستی ہو گی تو ایسے موقع پر ہمارے بڑے کام آئے گی۔ یہ درحقیقت ان کا فریب ہے، وہ ایمان والوں کو دھوکے میں رکھنا چاہتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۹] ''اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۵٦] ''اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' منافقین زمانہ کی جس گردش سے بچنا چاہتے تھے اس گردش نے انھیں اپنی لپیٹ میں لے لیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ [الفتح : ٦] ''اور (تا کہ) ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ : ''اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ'' میں جس امر کا ذکر ہے اس میں عذاب الٰہی بھی آ سکتا ہے اور مندرجہ ذیل حکم بھی آ سکتا ہے جو اللہ نے نبی کریم ﷺ کو دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [التحریم : ٩] ''اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کی جگہ جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ جو ماضی، حال اور مستقبل سب کچھ جانتا ہے، اسے پہلے سے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے عرب قبائل اسلام سے مرتد ہو جائیں گے، اس لیے اس نے آئندہ کے متعلق یہ آیت پہلے ہی نازل فرما دی۔ چنانچہ جب نبی ﷺ فوت ہوئے تو تین مقامات مکہ، مدینہ اور بحرین کے علاوہ تمام ممالک سے عرب قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آنے لگیں۔ وہ کہنے لگے، ہم نماز تو پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔ اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جہاد کیا، اس فتنۂ ارتداد کا خاتمہ جن لوگوں کے ہاتھوں ہونا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی پانچ صفات بیان کی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی انصار و مہاجرین اور یمن سے آنے والے مجاہدین میں یہ پانچ خوبیاں موجود تھیں۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو ایسے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی گواہی یہ ہے: ① اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ ② مومنوں پر بہت نرم ہیں۔ ③ کافروں پر بہت سخت ہیں۔ ④ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ ⑤ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ان خوش نصیب

لوگوں کے سردار اور خلیفہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ : اس فتنۂ ارتداد کے خاتمے کا شرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقا کو حاصل ہوا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو عرب کے کچھ قبائل نے کفر اختیار کر لیا۔ (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا تو) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا، آپ ان لوگوں سے کیسے لڑیں گے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' نہ کہیں، پھر جس نے یہ شہادت دے دی اس نے اپنا مال اور اپنی جان مجھ سے محفوظ کر لیے، البتہ کسی حق کے بدلے میں (اس کے مال یا جان کو نقصان پہنچایا جائے تو یہ اور بات ہے) اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے ذمے ہے؟'' اس کے جواب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں فرق کرے گا، اس لیے کہ زکوۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جسم کا)، اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے بکری کا ایک بچہ بھی دینے سے انکار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے بعد میں سمجھ گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو لڑائی کا ارادہ پیدا ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کے دل میں ڈال دیا ہے اور میں پہچان گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے درست ہے۔ [بخاری، کتاب استتابة المعاندين والمرتدين، باب قتل من أبى قبول الفرائض ...... الخ : ٦٩٢٤، ٦٩٢٥]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں، اس بات سے مجھے فکر لاحق ہوئی، پھر خواب ہی میں مجھے کہا گیا کہ ان پر پھونک مارو۔ میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ میرے بعد دو جھوٹے نبی نکلیں گے، ان میں سے ایک اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ کذاب یمامہ والا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فى الإسلام : ٣٦٢١]

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرے، میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور میرے بندے کا میرے عائد کردہ فرائض کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا، مجھے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے وہ عطا کر دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے (کسی چیز سے) پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ٦٥٠٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، سو تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمانوں والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس شخص کے لیے زمین میں بھی قبولِ عام رکھ دیا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملئکة : ۳۲۰۹۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب إذا أحب اللہ عبدًا أمر جبرئیل فأحبه : ۲۶۳۷]

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : مرتدین کے مقابلے میں جس قوم کو اللہ تعالیٰ کھڑا کرے گا ان کی درج ذیل پانچ صفات ہیں: ① اللہ سے محبت کرنا اور اس کا محبوب ہونا۔ ② اہل ایمان کے لیے نرم ہونا۔ ③ کفار پر سخت ہونا۔ ④ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ⑤ اور اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا۔ یہی وہ صفات ہیں جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متصف تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [الفتح : ۲۹] ''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

عبیداللہ بن عدی بن خیار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے خروج کیا تو میں نے سوچا کہ میں بھی مسلمانوں کے پاس چلوں، شاید مسیلمہ کو مار کر حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ اتار سکوں۔ وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں (ان) لوگوں کے ساتھ نکلا (جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روانہ کیے تھے) اور اُس سے جنگ کے واقعات سب کو معلوم ہیں، الغرض، میں نے دیکھا کہ ایک آدمی (مسیلمہ) ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے، گویا کہ خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اور پریشان سر ہے۔ میں نے اس پر بھی اپنا چھوٹا نیزہ پھینک کر مارا، جو اس کی چھاتی کے درمیان لگا اور اس کے دونوں کندھوں کے آر پار ہو گیا، پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑ کر اس کی کھوپڑی پر

تلوار ماری (یعنی گردن جدا کر دی)۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی الله عنه : ٤٠٧٢]

یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا ۝ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۫ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ﴾ [الأحزاب : ٢٢، ٢٣] ''اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو انھوں نے کہا یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اس چیز نے ان کو ایمان اور فرماں برداری ہی میں زیادہ کیا۔ مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔'' اور فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التوبة : ٨٨] ''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴾ [الحدید : ١٠] ''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا یَسْتَاْذِنُكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴾ [التوبة : ٤٤] ''تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ : سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل باتوں پر بیعت کی: ① ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، خواہ (امیر کے حکم سے) ہم خوش ہوں یا ناخوش۔ ② امیر سے

امارت کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ ③ حق بات کہیں گے، خواہ کہیں بھی ہوں۔ ④ اور اللہ کے (دین) کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔[بخاری، کتاب الأحکام، باب کیف یبایع الإمام الناس؟ : ۷۱۹۹، ۷۲۰۰۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب طاعۃ الأمراء : ۱۷۰۹، قبل الحدیث : ۱۸٤۱]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا: ① میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔ ② میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھوں اور اپنے سے بالاتر کی طرف نہ دیکھوں۔ ③ میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں، خواہ وہ مجھ سے قطع رحمی کریں۔ ④ میں کسی سے کوئی سوال نہ کروں۔ ⑤ میں حق بات کہوں، خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ ⑥ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ⑦ اور یہ کہ میں بکثرت « لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ » پڑھتا رہوں، کیونکہ ان کلمات کو عرش الٰہی کے خزانے سے نازل کیا گیا ہے۔[مسند أحمد : ۵/۱۵۹، ح : ۲۱۵۷۲۔ المعجم الأوسط للطبرانی : ۶/۲۹۷، ح : ۵٦۳۵۔ ابن حبان : ٤٤۹]

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

”تمھارے دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔“

جب یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا گیا تو اب اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ پھر وہ دوستی کن سے کریں؟ فرمایا کہ اہل ایمان کے دوست سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول ہیں اور پھر ان کے ماننے والے اہل ایمان ہیں۔

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵٦﴾ ع ۸/۱۲

”اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو دوست بنائے جو ایمان لائے ہیں تو یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔“

حزب اللہ وہی ہے جس کا تعلق صرف اللہ، رسول اور مومنین سے ہو، وہ کافروں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ سے، چاہے وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہوں، محبت و موالات کا تعلق نہ رکھیں، جیسا کہ سورۂ مجادلہ کے آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلۃ : ۲۲]

’’تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کو جنھوں نے تمھارے دین کو مذاق اور کھیل بنا لیا، ان لوگوں میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور کفار کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو۔‘‘

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یہود و نصاریٰ اور ان مشرکین کی دوستی سے نفرت دلائی ہے جو دنیا کی سب سے افضل چیز، یعنی اسلامی شریعت مطہرہ و محکمہ کا، جو دنیا و آخرت کی ہر خیر و بھلائی پر مشتمل ہے، مذاق اڑاتے ہیں اور اپنی فاسد رائے اور جامد فکر کے مطابق اسے ہنسی اور کھیل قرار دیتے ہیں۔ اس آیت کی رو سے ان بے دین لوگوں اور اہل بدعت سے دلی دوستی رکھنا بھی جائز نہیں جنھوں نے دین کو ہنسی مذاق بنا رکھا ہے۔ کبھی داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، کبھی مسنون لباس کا اور کبھی اللہ تعالیٰ کی حدود کا۔ اسی طرح سنت کے مطابق نماز کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو شخص پیدائش، نکاح اور موت کے وقت کفار خصوصاً ہندوؤں کی رسموں میں ان کا ساتھ نہ دے اس کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۚ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [آل عمران : ٢٨] ’’ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح بچنا اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل ہی سے سہی (یعنی دل میں اسے برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون النهي عن المنکر من الإیمان : ٤٩]

وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

”اور جب تم نماز کی طرف آواز دیتے ہو تو وہ اسے مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔“

یعنی جب تم نماز کے لیے، جو عقل و علم والوں کے لیے سب سے افضل عمل ہے، اذان دیتے ہو تو یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں، تمسخر سے اس کے الفاظ بدلتے، اس پر آوازے کستے اور شور اور ہنگامہ برپا کرتے ہیں، یہ اس لیے کہ یہ سمجھ نہیں رکھتے، اللہ کی عبادت اور اس کی شریعت کو نہیں سمجھتے اور شیطان کے پیروکار ہیں۔

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا : شیطان کو بھی اذان کی آواز برداشت نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(شیطان) جب اذان سنتا ہے تو وہ بھاگ اٹھتا ہے، حتیٰ کہ اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے، تاکہ اذان کو سن نہ سکے، تاہم جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ واپس آ جاتا ہے اور جب نماز کے لیے اقامت ہونے لگتی ہے تو پھر بھاگ اٹھتا ہے اور جب اقامت ہو چکتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور نماز پڑھنے والے آدمی کے دل میں وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، وہ بات یاد کرو، پھر وہ ایسی ایسی بھولی ہوئی باتیں یاد دلاتا ہے جن کا اسے خیال بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ پھر اسے معلوم ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذین : ۶۰۸۔ مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الأذان وھرب الشیطان عند سماعه : ۳۸۹]

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

”کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔“

یعنی اصل بات یہ ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ فاسق اور بدکار ہیں اور تمھاری ساری مذہبی اجارہ داری گروہی تعصب اور غلط قسم کی روایات پر قائم ہے۔ اس لیے تم اپنے علاوہ کسی دوسرے میں بھی کوئی اچھی بات دیکھنا پسند نہیں کرتے، حالانکہ اللہ پر اور جو چیز ہماری طرف سے نازل کی گئی اور جو کتابیں پہلے نازل کی گئیں ہیں، ان پر ایمان لانا کوئی عیب اور قابل مذمت بات نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ [البروج : ۸]
”اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر

تعریف کے لائق ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [التوبۃ : ٧٤] "اور انھوں نے انتقام نہیں لیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔"

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝۶۰

"کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا، آپ کہہ دیجیے، اے یہودیو! کیا میں تمھیں بتا دوں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین بدلہ کسے ملے گا؟ وہ تم لوگ ہو جن کی صفات یہ ہیں کہ اللہ نے ان پر لعنت بھیج دی، ان پر اس کا ایسا غضب نازل ہوا کہ پھر وہ کبھی ان سے راضی نہیں ہوگا، ان میں بہتوں کو بندر اور سور بنا دیا اور بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ انھوں نے شیطان کی پرستش شروع کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ تم سے زیادہ برے ٹھکانے والا اور تم سے زیادہ راہِ حق سے برگشتہ کون ہو سکتا ہے؟

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ﴾ [المائدۃ : ٦٤] "اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا۔" اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ [النساء : ٤٧] "اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ٥١، ٥٢] "کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور باطل معبود پر ایمان لاتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ان سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے پھر تو کوئی اس کی مدد کرنے والا ہرگز نہ پائے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ لَمَّا

جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ ۙ وَكَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۖۚ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۸، ۸۹] ”اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔“

وَغَضِبَ عَلَيۡهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ ضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ اَيۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِيَآءَ بِغَيۡرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۲] ”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔“

وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ فَقُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِـِٕيۡنَ ﴾ [البقرۃ : ٦٥] ”اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔“

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بندروں اور سوروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ وہی ہیں جنھیں اللہ نے مسخ کر دیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی ہلاک کیا، یا مسخ کیا تو نہ تو ان کی نسل چھیلی اور نہ کوئی (ان کا) جانشین ہی بنا اور بے شک بندر اور سور تو ان مسخ ہونے والے لوگوں سے پہلے بھی تھے۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال والأرزاق وغیرھا …… الخ : ۲٦٦۳۔ مسند أحمد : ۱/٤۱۳، ح : ۳۹۲٤]

وَاِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَقَدۡ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَهُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ ﴿۶۱﴾

”اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔“

مراد یا تو یہود ہیں یا منافقین، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کفر کے ساتھ ہی آتے ہیں اور اسی کفر کے ساتھ واپس چلے

جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی صحبت اور آپ کے وعظ و نصیحت کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل میں تو کفر چھپا ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا مقصد ہدایت کا حصول نہیں، بلکہ دھوکا اور فریب دینا ہوتا ہے۔ تو پھر ایسی حاضری سے فائدہ بھی کیا ہو سکتا ہے؟

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [البقرة : ٧٦] ”اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“ اور فرمایا: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۘ۝ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٨، ٩] ”اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“

وَتَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۶۲

”اور تو ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ گناہ اور زیادتی اور اپنی حرام خوری میں دوڑ کر جاتے ہیں۔ یقیناً برا ہے جو وہ عمل کرتے تھے۔“

بہت سے یہود کی صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ کذب بیانی، ارتکاب معصیت، ظلم و زیادتی اور حرام خوری میں اللہ اور انسانوں سے شرم کیے بغیر تیزی سے آگے بڑھنے والے ہیں۔ ”اثم“ سے مراد وہ گناہ ہے جس کا نقصان کرنے والے کو ہوتا ہے، جیسے جھوٹ، شرک، کفر و بدعت اور ”عدوان“ وہ گناہ ہے جس سے دوسرے کو بھی نقصان پہنچتا ہے جیسے ظلم و زیادتی، حق تلفی وغیرہ۔ ”سحت“ حرام مال جو ناجائز ذرائع سے کمایا جائے۔

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ۝۶۳

”انھیں رب والے لوگ اور علماء ان کے جھوٹ کہنے اور ان کے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ یقیناً برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

یعنی جس طرح گناہ کرنا جرم ہے، اسی طرح گناہ سے نہ روکنا بھی جرم ہے۔ عوام گناہ کرتے تھے اور علماء و مشائخ انھیں منع نہیں کرتے تھے۔ غرض یہ کہ عوام اور علماء و مشائخ سب ہی گناہ میں شریک تھے، بلکہ علماء و مشائخ میں بہت سے حرام کھانے میں ان کے شریک تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلۡأَحۡبَارِ وَٱلرُّهۡبَانِ لَيَأۡكُلُونَ أَمۡوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلۡبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ﴾ [التوبة : ٣٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔''

حرام کھانا بہت بڑا گناہ ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال ہی قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی چیز کا حکم دیا ہے جس کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرُّسُلُ كُلُواْ مِنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَٱعۡمَلُواْ صَٰلِحًاۖ إِنِّي بِمَا تَعۡمَلُونَ عَلِيمٞ ﴾ [المؤمنون : ٥١] ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔'' اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُلُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقۡنَٰكُمۡ ﴾ [البقرة : ١٧٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا، فرمایا: ''ایک آدمی طویل سفر کرتا ہے، بال بکھرے ہوئے ہیں، غبار آلود ہے، اب وہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف دراز کرتا ہے اور کہتا ہے، اے میرے رب! اے میرے رب! (حالانکہ کیفیت یہ ہے کہ) اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام ہی سے اس کی پرورش ہو رہی ہے تو ایسی حالت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ١٠١٥]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدوں پر قائم ہے اور اس شخص کی مثال جو ان حدوں کو عبور کر چکا ہے، ایسی ہی ہے جیسے کچھ لوگوں نے کشتی کے اندر بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کی۔ بعض کے حصہ میں اس کی بالائی منزل آئی اور بعض کے حصہ میں نچلی منزل۔ اب جو لوگ نچلی منزل میں تھے وہ جب پانی لینے جاتے تو اوپر والوں کے پاس سے گزرتے، لہٰذا ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم اپنی ہی منزل میں کیوں نہ سوراخ کر لیں اور اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں، تو اگر اوپر والے انھیں یونہی چھوڑ دیتے ہیں اور جو ارادہ انھوں نے کیا ہے اسے پورا کرنے دیتے ہیں تو سارے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ان کے ہاتھوں کو روک لیں گے تو وہ خود بھی نجات پائیں گے اور وہ سب بھی نجات پائیں گے۔'' [بخاری، کتاب الشركة، باب هل يقرع في القسمة والاستهام ؟ : ٢٤٩٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''جب کوئی شخص کسی قوم میں معاصی کا ارتکاب کرے اور وہ اسے منع کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے

سے پہلے ضرور انھیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے گا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي : ۴۳۳۹۔ ابن ماجه، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ۴۰۰۹]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾

''اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھا دے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور انھیں ضرور نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔''

اللہ تعالیٰ نے جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب ان الفاظ میں دی کہ اللہ کو کون قرض حسنہ دیتا ہے، حالانکہ وہ مال اللہ تعالیٰ ہی کا تھا، اسی نے دیا تھا اور اس کے دیے ہوئے میں سے ہی انھوں نے دینا تھا، تو یہودی بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے انداز بیان اور اس کے فضل و کرم پر غور کرتے اور سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کئی گنا بڑھا کر دینے کے لیے صدقے کی ترغیب دے رہا ہے اور اسے قرض کہہ رہا ہے، کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، تبھی وہ ہم سے قرض مانگتا ہے، یہ یہود کی انتہائی خست اور کمینگی تھی۔ وہی کمینگی اس آیت میں دوسرے الفاظ میں ذکر کی گئی ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے یعنی وہ بخیل ہے، کچھ دیتا نہیں بلکہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا، ہاتھ تو انھی کے بندھے ہوئے ہیں اور بخیلی انھی کی صفت ہے اور انھی گستاخیوں اور کمینگیوں کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں، وہ بے انتہا فضل و کرم کا مالک اور بے حد و حساب عطا فرمانے والا ہے، تمام خزانے اس کے پاس ہیں، جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ تمام مخلوق کی ہر حاجت اور ضرورت جو اسے پڑتی یا پڑ سکتی ہے وہی پوری کرتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ : یعنی وہ بخیل ہے، تو اللہ نے ان کی اس خباثت کا جواب یہ دیا کہ اس بدترین صفت کے مالک اب ہمیشہ کے لیے وہی لوگ رہیں گے اور ان پر ان کے اس مذموم قول کی وجہ سے لعنت بھیج دی گئی، چنانچہ ان کا حال ایسا ہی ہے کہ بخل، حسد، بزدلی اور ذلت ان کا مقدر بن گئی۔ گویا ہاتھوں کے باندھے جانے سے مراد بخل ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۹] ''اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کر لے اور نہ اسے کھول دے، پورا کھول دینا، ورنہ ملامت کیا ہوا، تھکا ہارا ہو کر بیٹھ رہے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلَا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ﴾ [الدھر : ٤] ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ۝ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ۝ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴾ [الحاقۃ : ۲۵ تا ۳۱] ''اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے۔ اے کاش کہ وہ (موت) کام تمام کر دینے والی ہوتی۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔''

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ : یعنی وہ بے پایاں فضل و کرم کا مالک اور بے حد و حساب عطا فرمانے والا ہے۔ ہر چیز کے اس کے پاس بے پناہ خزانے ہیں، اس کی مخلوق کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اسی وحدہ لا شریک لہ کے پاس سے ہے، اس نے ہماری ضرورت کی ہر اس چیز کو پیدا فرمایا ہے جس کی ہمیں رات دن، حضر و سفر اور تمام حالات میں ضرورت تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴾ [إبراھیم : ٣٤] ''اور تمھیں ہر اس چیز میں سے دیا جو تم نے اس سے مانگی اور اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرو تو اسے شمار نہ کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکتا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے جب سے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا ہے اس کا خرچ کرنا اسے کم نہیں کر سکا، جو اس کے دائیں ہاتھ میں ہے۔'' اور فرمایا: ''اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دوسرے ہاتھ میں موت ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' [مسند أحمد : ۲/۳۱۳، ح : ۸۱۶۰۔ بخاري، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ : ٤٦٨٤۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث على النفقة : ۹۹۳/۳۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو وہ مانگے دے دوں تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہیں ہوگا، مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا پانی جتنا کم ہوتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہیں ہوگا، اس لیے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے۔ پس یہ صرف مثال ہے)۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

زیر تفسیر آیت اور دوسری بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ موجود ہیں۔ بعض لوگ اس کا ترجمہ قبضہ، قدرت وغیرہ کرتے ہیں اور ہاتھوں کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم اس کے ہاتھ مانیں گے تو وہ ہمارے جیسا ہو جائے گا، حالانکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ ان لوگوں کی بات درست نہیں، کیونکہ یہ تو اس وقت ہوگا جب ہم کہیں کہ اس کے ہاتھ ہمارے ہاتھوں جیسے ہیں، جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاتھ ہیں مگر ہمارے جیسے نہیں، بلکہ ایسے ہیں جیسے اس کی شان کے لائق ہیں تو اس میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جبکہ اس کے ہاتھوں کے انکار سے کئی احادیث اور قرآن کی آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ اب ہم سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا، سنتا اور موجود ہے تو کیا وہ ہمارے جیسا ہوگا؟ نہیں بلکہ اس کا سننا اور دیکھنا ہماری طرح نہیں، بلکہ ایسا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ جس طرح اللہ کی ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کی صفات بھی بے مثل ہیں۔

وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا : یعنی یہ لوگ اگر ہدایت کے طلب گار ہوتے تو آپ پر نازل ہونے والی آیات سے صحابہ کے ایمان کی طرح ان کے ایمان میں بھی اضافہ اور ترقی ہوتی، مگر چونکہ ان کے دل عناد، بغض اور حسد سے بھرے ہوئے ہیں، اس لیے تیرے رب کی طرف سے جو کچھ بھی تجھ پر نازل ہوگا وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر ہی میں زیادہ کرے گا، اسی کا نتیجہ تھا کہ جیسے جیسے قرآن اترتا ان کی سرکشی اور کفر بڑھتا جاتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴾ [حم السجدة : ٤٤] ''کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ : یعنی جب کبھی یہ لڑائی کی آگ سلگاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو بجھا دیتا ہے۔

غزوہ بنونضیر ان لڑائیوں میں سے ایک ہے جس میں یہودیوں نے ابتدا کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑائی کی آگ کو بجھا دیا اور یہودیوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ لڑ نہ سکے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [الحشر : ٢] ''وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!'' اور فرمایا: ﴿ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الحشر : ٦] ''تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَــــُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢٥ تا ٢٧] ''اور اللہ نے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ان کے غصے سمیت لوٹا دیا، انھوں نے کوئی بھلائی حاصل نہ کی اور اللہ مومنوں کو لڑائی سے کافی ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔ اور اس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ اور تمھیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنا دیا اور اس زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا تھا اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

ایک مرتبہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دے کر قتل کرنا چاہا تو اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو آپ کی خدمت میں بکری کا گوشت بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ یہ گوشت زہر آلود تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ یہاں جتنے یہودی ہیں سب کو جمع کرو۔ جب انھیں آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا؟'' وہ کہنے لگے، ہاں! آپ نے پوچھا: ''تمھیں اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا؟'' انھوں نے کہا، ہم نے سوچا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچے

نبی ہیں تو زہر آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی سم النبی ﷺ : ٥٧٧٧]

کچھ عرصہ بعد بنو قریظہ نے پھر جنگ کی ابتدا کی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے جنگ کی ابتدا کی...... تو رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا اور بنو قریظہ کو (مدینہ) میں برقرار رکھا، یہاں تک کہ انھوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز : ١٧٦٦]

وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو صرف زیورات کے حصول کے لیے قتل کر دیا جو وہ پہنے ہوئے تھی۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب من أقاد بالحجر : ٦٨٧٩۔ مسلم، کتاب القسامة، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر : ١٦٧٢]

سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی قوم کے چند آدمی خیبر گئے، وہاں پہنچ کر وہ الگ الگ ہو گئے، پھر انھوں نے (وہاں) اپنے میں سے ایک آدمی کو مقتول پایا۔ جنھیں وہ مقتول ملے تھے، ان سے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھی کو تم نے قتل کیا۔ انھوں نے کہا کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا پتا معلوم ہے، پھر یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے اور کہا، یا رسول اللہ! ہم خیبر گئے اور پھر ہم نے وہاں ایک ساتھی کو مقتول پایا۔ آپ نے فرمایا: ''بڑی عمر والے کو بات کرنے دو۔'' پھر آپ نے (مقتول کے ورثا سے) فرمایا: ''کیا تمھارے پاس گواہ ہیں، جنھوں نے قاتل کو قتل کرتے ہوئے دیکھا ہو؟'' انھوں نے کہا، گواہ تو کوئی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''پھر یہودی (پچاس) قسمیں کھائیں گے۔'' وہ کہنے لگے، ہم یہود کی قسموں پر راضی نہیں۔ اور ابو قلابہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے انھیں کہا: ''تم پچاس آدمی قسمیں کھاتے ہو کہ واقعی تمھارے ساتھی کو یہود نے قتل کیا ہے؟'' انھوں نے کہا، ہم تو ایسی قسمیں نہیں کھا سکتے۔ آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کا خون رائگاں جائے۔ چنانچہ آپ نے زکوٰۃ کے اونٹوں میں سے سو اونٹ اس کے وارثوں کو دلوا دیے۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب القسامة : ٦٨٩٨]

یہودیوں کی تاریخ اور ان کے موجودہ حالات جاننے والے ہر شخص کو معلوم ہے کہ کس طرح ہر لڑائی کے پیچھے یہودیوں کا خفیہ ہاتھ ہوتا ہے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ وہ ان کے منصوبے پورے نہیں ہونے دیتا۔ افسوس! اب مسلمانوں کے اکثر علماء و عوام کا بھی تقریباً یہی حال ہے کہ انھوں نے اللہ کے دین پر عمل چھوڑ رکھا ہے، بلکہ جب بھی موقع ملتا ہے اسلام کے کسی نہ کسی حکم سے انکار یا اس کی گستاخی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یہ یہودانہ خصلت ہے، جس کی وجہ سے وہ مسلمان ملکوں کے مالک ہو کر بھی کفار کے محکوم ہیں اور ان برکات سے محروم ہیں جو کتاب و سنت پر عمل کرنے اور برائیوں کو روکنے کے لیے جہاد کرنے کی صورت میں انھیں حاصل ہوتیں۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۹ / ۱۴

”اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔“

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ ...... اَرْجُلِهِمْ : ”اقامت تورات و انجیل“ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے احکام و حدود کو نافذ کرتے اور نبی آخر الزمان ﷺ کے جو اوصاف ان دونوں کتابوں میں مذکور ہیں ان پر ایمان لے آتے، جو ان کے اسلام میں داخل ہونے پر منتج ہوتا اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے پر ایمان لے آتے، تو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین سے اپنی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیتا اور روزی کے تمام اسباب مہیا کر دیتا۔ یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت روزی میں وسعت کا سبب ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٩٦] ”اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔“

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب کہ وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی و اعلیٰ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔“ [بخاري، كتاب العلم، باب تعليم الرجل أمته و أهله : ٩٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد ﷺ : ١٥٤]

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ : اہل کتاب میں سے جو لوگ نبی ﷺ پر ایمان لے آئے، جیسے عبد اللہ بن سلام، نجاشی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم، انھیں اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت میں شمار کیا جو ایمان لائی اور سیدھی راہ پر گامزن ہو گئی، لیکن ان کی تعداد تھوڑی تھی۔ اہل کتاب میں سے اکثر و بیشتر نے برے اعمال کا ارتکاب کیا، حق کو بدل دیا، اس سے اعراض کیا اور اسلام اور مسلمانوں کی عداوت مین حد سے تجاوز کر گئے۔ افراط و تفریط سے بچ کر

چلنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٩] ''اور موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ؕ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴾ [فاطر: ٣٢، ٣٣] ''پھر ہم نے اس کتاب کے وارث اپنے وہ بندے بنائے جنھیں ہم نے چن لیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی میانہ رو ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، اللہ کے حکم سے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔ ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا۔''

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۶۷

''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو لفظ ''الرَّسُوْلُ'' کے ساتھ اس لیے مخاطب کیا کہ انھیں اس بات کی یاد دہانی کرائی جائے کہ منصب رسالت اس امر کا متقاضی ہے کہ انھیں جس پیغام کے پہنچانے کا مکلف کیا گیا ہے، اسے پوری ذمہ داری سے ادا کریں اور اس میں کوئی تقصیر نہیں ہونی چاہیے۔ ﴿ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ﴾ کے عموم سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر اللہ کی طرف سے واجب تھا کہ ان پر جو وحی نازل ہو رہی ہے اسے لوگوں تک بے کم و کاست پہنچائیں، اس میں سے کچھ بھی نہ چھپائیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ کے دین کا کوئی حصہ خفیہ طور پر کسی خاص شخص کو نہیں بتایا جو کسی اور کو نہ بتایا ہو، اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وحی الٰہی میں سے کچھ چھپا لیا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ''اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك ﴾ : ٤٦١٢۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل : ﴿ ولقد رءاه نزلة أخرى ﴾ ...... الخ : ١٧٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی آیت کو چھپانا ہی ہوتا تو وہ اس آیت کریمہ کو تو ضرور چھپا لیتے : ﴿ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ﴾ [الأحزاب : ٣٧] ''اور تو

اپنے دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿وكان عرشه على الماء﴾ : ۷۴۲۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول الله عزوجل : ﴿ ولقد رءاه نزلة أخرى ﴾ ...... الخ : ۱۷۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، آپ ایک چمڑے کے خیمہ سے پیٹھ لگائے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ''خبردار ہو جاؤ! جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا، سوائے مسلمان شخص کے، اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا نہیں دیا؟ اے اللہ! گواہ رہ! (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا)۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون هذه الأمة نصف أهل الجنة : ۲۲۱/۳۷۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی (اپنے گھر کا) پردہ ہٹایا، آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی (کچھ ہدایات دینے کے بعد) آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا نہیں دیا؟'' یہ جملہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب النهی عن قراءة القرآن فی الرکوع والسجود : ۴۷۹/۲۰۸]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع) کے دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟'' لوگوں نے جواب دیا، ہم سب یہ گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے پیغام رسالت کو پہنچا دیا، (اور نہایت خوش اسلوبی سے) ادا فرما دیا اور یہ کہ امت کی ہمدردی اور خیر خواہی فرمائی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور پھر صحابہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ ہو جا، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸۔ بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة أيام منى : ۱۷۳۹]

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ : یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام میں سے اگر کچھ بھی چھپا لیا، یا پہنچانے میں سستی کی تو گویا سرے سے اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں۔

اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ آپ نے قرآن کی بعض آیات مسلمانوں تک نہیں پہنچائیں، بلکہ صرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کو بتائیں۔ خود علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اس باطل عقیدے کی تردید فرمائی۔ چنانچہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ (یعنی اہل بیت) کے پاس کوئی اور کتاب ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، نہیں! مگر اللہ کی کتاب یا کتاب اللہ کی وہ سمجھ ہے جو کسی مسلمان آدمی کو عطا کی جائے، یا جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا، اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا، دیت، قیدیوں کو چھڑانے کے متعلق احادیث اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ [بخاری، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۱۱۱]

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ : یعنی تم میرے پیغام کو پہنچا دو، میں تمھارا حافظ و ناصر ہوں، آپ کے دشمنوں میں سے

کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ اس آیت کے نزول سے قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطور محافظ رہتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو نہیں رہے تھے، میں بھی آپ کے پاس ہی لیٹی ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اے کاش! کوئی نیک صحابی آج رات میری حفاظت کرتا۔“ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ میں نے ہتھیار چھنکنے کی آواز سنی۔ آپ نے دریافت فرمایا: ”کون ہے؟“ آنے والے نے عرض کی، سعد بن ابی وقاص ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیسے آنا ہوا؟“ اس نے جواب دیا، اے اللہ کے رسول! میں آیا ہوں کہ (آج رات) آپ کا پہرا دوں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام سے سو گئے، حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔ [بخاری، كتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله : ٢٨٨٥۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : ٢٤١٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پہرے کا انتظام کیا جاتا تھا، حتیٰ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ”اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبے سے سر مبارک نکال کر فرمایا: ”لوگو! تم چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ مجھے (دشمن سے) بچائے گا۔“ [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المائدة : ٣٠٤٦۔ مستدرك حاكم : ٢/٣١٣، ح : ٣٢٢١]

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

”کہہ دے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پر نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل کو قائم کرو اور اس کو جو تمھارے رب کی جانب سے تمھاری طرف نازل کیا گیا اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھا دے گا، سو تو کافر لوگوں پر غم نہ کر۔“

یعنی تم کچھ بھی دین پر نہیں ہو سکتے جب تک تم تورات و انجیل کو قائم نہ رکھو، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی تمام کتابوں کے ساتھ ایمان نہ لاؤ اور ان کے مطابق عمل نہ کرو اور انھی کتابوں میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو، ان پر ایمان لاؤ اور ان کی شریعت کی اقتدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر پورے طور پر ان کتابوں پر عمل نہ کرو گے تو نہ تمھاری کوئی حیثیت ہے اور نہ تمھاری کوئی دین داری۔

یہی بات مسلمانوں پر بھی صادق آتی ہے کہ اگر وہ قرآن پر پوری طرح عمل نہیں کریں گے تو ان کی کچھ حیثیت ہو گی نہ کوئی دین داری۔

﴿ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظّٰلِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور صابی اور نصاریٰ، جو بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

مقصود یہ ہے کہ ہر وہ فرقہ جو اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے اور ایسا اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث پیغمبر سیدنا محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق عمل نہ کیا جائے، تو جو شخص بھی ان اوصاف سے متصف ہوگا اسے نہ مستقبل میں کوئی خوف ہوگا اور نہ اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی دنیا کا کوئی غم ہوگا۔

﴿ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾ : اس آیت میں ﴿ آمَنَ بِاللَّهِ ﴾ سے مراد مسلمان ہونا ہے، یا یہ کہ اپنے اپنے زمانے میں ان میں جو بھی آسمانی دین تھا، اس پر ایمان لا کر عمل کرنے والے مراد ہیں، مگر رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد کوئی شخص کتنا بھی اللہ پر یا یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اگر آپ ﷺ کی آمد سے مطلع ہونے کے باوجود کلمہ نہیں پڑھتا تو وہ جہنمی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت میں جو شخص بھی ہے، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر گیا، وہ جہنمی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس : ۱۵۳]

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف کئی رسول بھیجے، جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے ان کے دل نہیں چاہتے تھے تو انھوں نے ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔ اور انھوں

نے سمجھا کہ کوئی فتنہ واقع نہ ہوگا تو وہ اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے، پھر اللہ ان پر مہربان ہوگیا، پھر ان میں بہت سے اندھے ہوگئے اور بہرے ہوگئے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل سے یہ عہد و پیمان لیا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت بجا لائیں گے مگر انھوں نے اس عہد و پیمان کو توڑ کر اپنی آراء و خواہشات کی پیروی کی اور انھیں اللہ کی شریعتوں سے مقدم قرار دیا، شریعتوں کی جو بات ان کی خواہشات کے مطابق تھی اسے لے لیا اور جو مطابق نہ تھی اسے بلا دریغ رد کر دیا۔

اگلی آیت میں بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا کہ انھوں نے سمجھا کہ ہم کیسے ہی گناہ کر لیں، خواہ انبیاء تک کو قتل کریں، چونکہ ہم اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں، اس لیے دنیا میں کسی قسم کی بدبختی و نحوست یا غلبۂ دشمن جیسی کوئی بلا ہم پر نازل نہیں ہوگی۔

كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ : یعنی خواہشِ نفس کی پیروی میں وہ اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ وہ انبیاء کو نہ صرف جھٹلاتے تھے، بلکہ انھیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ٨٧] ''پھر کیا جب کبھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔''

فَعَمُوْا وَ صَمُّوْا : یعنی حق سے اندھے اور بہرے ہونے کی وجہ سے ان پر بلا نازل ہوئی۔ پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا، جس نے ان کی مسجد اقصیٰ کو جلا ڈالا، ان کے اموال لوٹے اور ان کی اکثریت کو غلام اور لونڈی بنا کر بابل لے گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں بخت نصر کی غلامی سے نجات دی اور انھوں نے اپنی حالت سدھاری اور کچھ عرصہ کے لیے ٹھیک رہے، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ان کی دینی حالت بگڑتی گئی، یہاں تک کہ اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا تو وہ حق کو قبول کرنے سے پھر اندھے اور بہرے ہو گئے اور انھیں قتل کرنے کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اٹھا لیا اور رومانیوں کے ہاتھوں ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہودیوں کا سرکشی میں دو مرتبہ اندھے اور بہرے ہونے کا ذکر کیا ہے، ان دونوں سرکشیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضَيْنَاۤ اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۙ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ

اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡٓءٗا وُجُوۡهَكُمۡ وَ لِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ ۚ وَ اِنۡ عُدۡتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَ جَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا ﴾

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور سرکشی کرو گے، بہت بڑی سرکشی۔ پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جو (پورا) کیا ہوا تھا۔ پھر ہم نے تمھیں دوبارہ ان پر غلبہ دیا اور تمھیں مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمھیں تعداد میں زیادہ کر دیا۔ اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانوں کے لیے بھلائی کی اور اگر برائی کی تو انھی کے لیے، پھر جب آخری بار کا وعدہ آیا (تو ہم نے اور بندے تم پر بھیجے) تاکہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور تاکہ وہ مسجد میں داخل ہوں، جیسے وہ پہلی بار اس میں داخل ہوئے اور تاکہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے برباد کر دیں، بری طرح برباد کرنا۔ تمھارا رب قریب ہے کہ تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم (بھی) دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔'' [بنی إسرائیل : ٤ تا ٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ٣٣٣٤]

لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ وَ قَالَ الۡمَسِيۡحُ يٰبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَ رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ وَ مَاۡوٰٮهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ۝

''بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

اس آیت کریمہ میں نصاریٰ کی ان جماعتوں پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے جنھوں نے کہا کہ اللہ عیسیٰ کی ذات میں داخل ہو گیا اور وہ دونوں متحد ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی تردید عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کرائی کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ یعنی میں اس کا بندہ ہوں، میں اللہ کیسے ہو سکتا ہوں؟ اور کہا جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ : ان لوگوں سے نصرانیوں کا وہ فرقہ مراد ہے جنھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ اللہ اور مسیح کو ایک کہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکیدی الفاظ کے ساتھ کافر قرار دیا۔

مسلمان کہلانے والوں میں بھی کئی لوگ یہ کہنے والے ہیں کہ احد اور احمد میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں، یا اللہ تعالیٰ بشری جامہ پہن کر آ گیا ہے۔ پھر کئی اپنے بزرگوں کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ عبادت کرتے کرتے اللہ میں فنا ہو کر ایک ہو گئے اور بعض ان کے متعلق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان میں اتر آیا، پہلا عقیدہ اتحاد اور دوسرا حلول کہلاتا ہے۔ اگر مسیح کو عین اللہ تعالیٰ کہنے والے کافر ہیں تو یہ نام نہاد مسلمان کیوں کافر نہیں؟ معلوم ہوا حلول اور اتحاد کا عقیدہ واضح کفر ہے، جسے بعض ملحد لوگوں نے تصوف کے پردے میں معرفت قرار دے دیا۔

﴿يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ﴾ : یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی نہیں کہا کہ میں اللہ ہوں، بلکہ انھوں نے تو اللہ کو اپنا رب تسلیم کیا اور لوگوں کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ [آل عمران : ٥١] ”بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔“

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ﴾ : یعنی اتحاد، حلول یا شرک کی کسی دوسری قسم کا عقیدہ و عمل رکھنے والوں پر جنت حرام اور جہنم واجب ہے، کیونکہ جب شرک معاف ہی نہیں ہوتا تو جنت کیسے مل سکتی ہے ؟ ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ [النساء : ٤٨] ”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان : ١٣] ”بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [الأعراف : ٥٠] ”اور آگ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو، یا اس میں سے کچھ جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ وہ کہیں گے بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔“

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

”بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ کوئی بھی معبود نہیں مگر ایک

معبود، اور اگر وہ اس سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔"

یہاں ان نصاریٰ کی تکذیب کی جارہی ہے جو اقانیم ثلاثہ کا عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تین کے مجموعے میں سے ایک ہے، یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس، یا باپ، بیٹا اور ماں۔ تینوں مل کر ایک معبود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر ٹھہرایا اور کہا کہ معبود تو صرف ایک ہے، اس لیے اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ اللہ کی وحدانیت پر قطعی دلائل ہونے کے باوجود اگر وہ اپنی افترا پردازی اور کذب بیانی پر اڑے رہے تو قیامت کے دن انھیں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ : یعنی اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک قرار دینے والے بھی کافر ہو گئے، جب کہ معبود تو ایک ہی ہے، اب خواہ وہ تین اقانیم، باپ، بیٹا، روح القدس کو الگ الگ معبود قرار دیں، یا کہیں یہ تین الگ الگ نہیں بلکہ مل کر ایک ہی الٰہ ہیں، بہر حال یہ عقیدہ رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کافر قرار دیا۔ پھر نیکی کا لبادہ اوڑھ کر شرک پھیلانے والے وہ ظالم جو یہ کہیں کہ ہر چیز ہی اللہ ہے اور اسے وحدت الوجود کا نام یا کوئی اور نام دیں، ان کے کافر ہونے میں بھی کیا شک ہے؟ بلکہ اس عقیدے سے تو قرآن و سنت اور اسلام کی ہر بات اور ہر حکم ہی باطل ٹھہرتا ہے کہ حکم دینے والا بھی وہی ہے اور جسے حکم دیا گیا وہ بھی وہی ہے۔ جنت و دوزخ بھی اور ان میں جانے والے بھی سب ایک ہیں، غرض یہ عقیدہ اسلام کی جڑ اکھاڑ دینے کے لیے بنایا گیا ہے۔ پھر کیسی توحید اور کہاں کی نماز؟ غرض سب کچھ ایک ہے تو دین کی کون سی چیز باقی رہ جاتی ہے؟

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

"تو کیا وہ اللہ کی طرف توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے، اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور اپنے بندوں کے ساتھ فضل و رحمت کا معاملہ ہے کہ اس گناہ عظیم اور افک مبین کے باوجود انھیں توبہ و استغفار کی طرف بلاتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ جو توبہ کرے گا اللہ اسے معاف کر دے گا اور اس کے حال پر رحم کرے گا۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

"نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھ ان کے لیے ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، پھر دیکھ کس طرح پھیرے جاتے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں تین واضح دلائل پیش کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں: ① عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، اللہ نہیں تھے، یہ ناممکن ہے کہ ایک ہی ذات اللہ بھی ہو اور اللہ کا رسول بھی۔ علاوہ ازیں یہ کہ ان سے پہلے کئی رسول انھی جیسے گزر چکے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان رسولوں کے بعد آئے۔ بالفاظ دیگر وہ حادث تھے قدیم نہ تھے، جبکہ اللہ کی ذات قدیم، ازلی، ابدی اور حوادثِ زمانہ یا اس کے تغیرات سے ماورا ہے۔ لہٰذا جو چیز یا جو ذات حادث ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہوسکتی۔ ② دوسری دلیل یہ ہے کہ ''ان کی ماں صدیقہ ہے'' اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو یہودی ان پر زنا کا الزام لگاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور دوسرے یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ماں بھی تھی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا۔ آپ اس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، آپ علیہ السلام اسی فطری اور عام طریقہ سے پیدا ہوئے ہیں جیسے عام انسان پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نہ خود الٰہ ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی والدہ، کیونکہ اس قسم کی باتیں اللہ کی شایان شان نہیں۔ ③ تیسری دلیل یہ ہے کہ ''وہ دونوں کھانا کھاتے تھے'' یعنی وہ اپنی زندگی کو قائم اور باقی رکھنے کے لیے کھانے کے محتاج تھے اور جو خود محتاج ہو وہ الٰہ یا اللہ نہیں ہوسکتا۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾

''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ الوہیت مسیح کی تردید میں چوتھی دلیل ہے، یعنی وہ دونوں اپنے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ یہود نے انھیں ایذائیں اور دکھ پہنچائے، وہ ازخود ان کی مدافعت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ یہود نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کی تہمت لگائی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی بھر ان کے درپے رہے، حتیٰ کہ حکومت سے ساز باز کر کے انھیں سولی پر چڑھوانے کی کوشش کی، لیکن یہ دونوں نہ اپنے آپ کی مدافعت کر سکے، نہ یہود کا کچھ بگاڑ سکے، پھر کیا وہ الوہیت میں شریک قرار دیے جا سکتے ہیں؟

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا : نفع ونقصان کا اختیار رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل: ٥٦] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [یونس: ١٠٦] ''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ

هُدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي... هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۷۱] ''کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹۴] ''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۝۷۷ ع ۱۰/۱۴

''کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔''

عقائد نصاریٰ کے بطلان کی توضیح کے بعد انھیں حق کی اتباع اور باطل سے دور رہنے کی نصیحت کی جا رہی ہے کہ اے اہل کتاب! حد سے تجاوز نہ کرو اور جن کی تعظیم کا تمھیں حکم دیا گیا ہے ان کے بارے میں اتنا غلو نہ کرو کہ انھیں مقام نبوت سے ہٹا کر مقام الوہیت تک پہنچا دو، جیسا کہ تم نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا اور اپنے ان گمراہ علماء کی اتباع نہ کرو جو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی راہ حق سے بھٹکا دیا۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ : اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں بہت آگے بڑھ گئے تھے، عقائد کے معاملہ میں کسی نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اور کسی نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا، یہی حال دیگر عقائد و اعمال کا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ا۟بْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۰] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴾ [المائدة : ۱۸] ''اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، کہہ دے پھر وہ تمھیں تمھارے گناہوں کی وجہ سے سزا کیوں دیتا ہے، بلکہ تم اس (مخلوق) میں سے ایک بشر

ہو جو اس نے پیدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۱۱] "اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔"

حقیقت یہ ہے کہ دین میں جو بھی خرابی آئی ہے وہ اسی غلو (راہ اعتدال کو چھوڑنے) کی وجہ سے ہے، اسی لیے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اتنا نہ بڑھانا جتنا نصاریٰ نے ابن مریم کو بڑھایا ہے، میں تو اللہ کا بندہ ہوں، لہٰذا تم میرے متعلق بس یہی کہا کرو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ﴿ واذکر فی الکتب مریم ﴾ : ۳٤٤٥]

مگر مسلمانوں نے بھی اس قدر غلو کیا کہ اپنے ائمہ کو نبی کا درجہ دے کر ان کی بے دلیل بات پر عمل کو بھی واجب قرار دیا۔ اسی طرح جو ایسا نہ کرے اسے لا مذہب قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ والی صفات ہونے کا عقیدہ اپنا لیا کہ وہ بھی ہر بات سنتے اور جانتے ہیں اور کائنات میں ان کا حکم بھی چلتا ہے، بعض نے تو اللہ اور رسول کو ایک ہی ذات قرار دے دیا۔ اگر کوئی ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کرے تو کہتے ہیں، یہ اولیاء کو، نبی کو اور اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے، حالانکہ ہم اللہ کو اپنا معبود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور اولیاء کو اللہ کے مقرب بندے مانتے ہیں، مگر اولیاء کو نبی نہیں مانتے اور رسول کو اللہ نہیں مانتے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مبالغہ و بے فائدہ موشگافیاں کرنے والے (یعنی بال کی کھال نکالنے والے) ہلاک ہوگئے۔" [مسلم، کتاب العلم، باب ہلك المتنطعون : ۲٦٧٠]

غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۰] "اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔"

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝٧٨ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٩

’’وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

ان آیات میں خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم سے داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت بھیج دی ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کر گئے، انبیاء کو قتل کیا اور سیئات و معاصی کو اپنے لیے حلال سمجھا۔ ایک بڑا گناہ یہ بھی کیا کہ انھوں نے ایک دوسرے کو ارتکاب معاصی سے روکنا چھوڑ دیا۔ ان کے اس فعل بد پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے کرتوت بڑے ہی برے تھے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ : یعنی وہ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہیں کرتے۔ ان کے نیک لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اگر کچھ لوگ برے کام کر رہے ہیں تو کرتے رہیں، ان کا وبال خود ان پر ہوگا، ہم تو اپنی جگہ نیک ہیں۔ حالانکہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو تو ایمان کا آخری درجہ یعنی کمزور ترین ایمان بھی نہیں رہتا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹا دے، اگر استطاعت نہ ہو تو زبان سے (سمجھا دے) اور اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهي عن المنکر من الإیمان : ٤٩]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات گرامی کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، یا پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے ہاں سے عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعا کرو گے تو وہ تمھاری دعا بھی قبول نہیں فرمائے گا۔‘‘ [مسند أحمد : ٣٨٨/٥، ح : ٢٣٣٦٣۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر: ٢١٦٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا، اے اللہ کے رسول! ہم (مسلمان) کب نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ بیٹھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تمھارے اندر وہ چیزیں (یعنی خرابیاں) ظاہر ہو جائیں گی جو تم سے پہلی قوموں میں ظاہر ہوئی تھیں۔‘‘ ہم نے کہا، اللہ کے رسول! ہم سے پہلی امتوں میں کیا ظاہر ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا: ’’حکومت کم عمر (یا بچگانہ ذہن رکھنے والے) افراد میں اور بے حیائی بڑوں میں (جوان تو بدکاری میں ملوث ہوں گے ہی، بوڑھے بھی باز نہیں آئیں گے) اور علم تمھارے ذلیل لوگوں میں (یعنی بدکردار اور فاسق لوگ علم تو حاصل کریں گے، لیکن اس پر عمل نہیں کریں گے)۔‘‘ [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب قوله تعالٰی : ﴿ یأیها الذین امنوا علیکم أنفسکم ﴾ : ٤٠١٥]

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ

عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾

”تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ یقیناً برا ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لیے آگے بھیجا کہ اللہ ان پر غصے ہوگیا اور عذاب ہی میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور اگر وہ اللہ اور نبی پر اور اس پر ایمان رکھتے ہوتے جو اس کی طرف نازل کیا گیا ہے تو انھیں دوست نہ بناتے اور لیکن ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔“

یہ آیات یہودِ مدینہ کے بارے میں ہیں کہ وہ مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے منافقین کے ساتھ دوستی گانٹھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں، یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لوگ تورات کی تعلیمات کے مطابق کافر ہیں اور ان سے دوستی کرنا حرام ہے۔ اس لیے اللہ نے ان کے اس فعل شنیع کا انجام یہ بتایا کہ اللہ ان سے ناراض ہوگیا اور روزِ قیامت وہ دائمی عذاب میں ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ نے ان کے فعلِ شنیع پر مزید نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ اپنے ایمان میں صادق ہوتے تو کافروں اور منافقوں کو اپنا دوست نہ بناتے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

”یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقیناً تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا بے شک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خبر دی ہے کہ یہود اور مشرکین دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کی عداوت میں زیادہ سخت ہیں۔ یہود نے ان سے اس لیے عداوت کی کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ دونوں پر ایمان لے آئے اور اس لیے بھی کہ حق کا انکار اور دعوت الی اللہ سے دشمنی انھیں وراثت میں ملی تھی۔ بہت سے انبیاء کو قتل کیا اور کئی بار نبی اکرم ﷺ کو بھی قتل کرنے کی سازش کی، آپ پر جادو بھی کیا اور ہر طرح نقصان پہنچانے کی مذموم کوشش کی اور مشرکین نے اس لیے دشمنی کی کہ مسلمانوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوتوں پر ایمان لے آئے، جبکہ وہ کفر و شرک

کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے رہے۔ جبکہ نصاریٰ مسلمانوں سے زیادہ قریب اس لیے بھی ہیں کہ ان کے اندر حصولِ علم اور زہد فی الدنیا کی رغبت پائی جاتی ہے اور پھر ان میں علماء اور عباد و زہاد ہوتے ہیں، جو تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرح کبر وغرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔

یہ واقعی حقیقت ہے جس کا اس زمانہ میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ آج بھی جو دشمنی یہودیوں اور مشرکوں (گائے اور بتوں کے پجاری ہندوؤں اور دہریوں، کمیونسٹوں) کو مسلمانوں سے ہے وہ بہر حال نصرانیوں کو نہیں ہے۔ ہاں جن نصرانیوں پر یہودیت غالب ہے، وہ حقیقتاً مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ : یعنی جن لوگوں نے کہا، ہم نصاریٰ ہیں اور جو حقیقتاً عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ نسبتاً مسلمانوں کے قریب ہیں، کیونکہ ان میں علم اور دنیا سے زہد کی رغبت پائی جاتی ہے اور دین مسیحی میں نرمی اور عفو و درگزر کی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، پھر ان میں عبادت گزار علماء اور زاہد لوگ بھی ہوتے ہیں، جو تواضع اختیار کرتے ہیں اور یہودیوں کی طرح کبر وغرور میں مبتلا نہیں ہوتے۔ نصرانیوں میں رہبانیت (دنیا سے کنارہ کشی) کی بدعت رائج تھی۔ «لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ» فرما کر اسے ممنوع قرار دے دیا۔ رہبانیت بے شک یہودیوں کی شقاوت اور سنگ دلی کے مقابلے میں قابل تعریف تھی، مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رہبانیت ہر لحاظ سے قابل تعریف اور اچھی چیز ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر یہود اور مشرکین کی بہ نسبت نصرانیوں کو مسلمانوں کے زیادہ قریب قرار دیا، ورنہ جہاں تک خود اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کا تعلق ہے وہ عناد نصرانیوں میں بھی موجود ہے، جیسا کہ صلیب و ہلال کی صدیوں پر محیط لڑائیوں سے واضح ہے اور جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اب تو اسلام کے خلاف مشرکین کے ساتھ یہودی اور نصرانی دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں، اسی لیے قرآن نے مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ ساتھ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے بھی منع فرمایا ہے۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا
مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا
جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ
بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

”اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ (پر) اور اس چیز پر ایمان نہ لائیں جو حق میں سے ہمارے پاس آئی ہے اور یہ طمع نہ رکھیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرلے گا۔ تو اللہ نے اس کے بدلے میں جو انھوں نے کہا، انھیں ایسے باغات دیے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔“

مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیات نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے ایمان اور ان کی صفات بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی تھیں۔ جب انھوں نے جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زبانی قرآن سنا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ان آیات میں قرآن کریم سن کر ان پر جو اثر ہوا اس کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور ان کے ایمان لانے کا تذکرہ ہے۔ شاہ حبشہ نجاشی اگرچہ آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا، تاہم مسلمان ضرور ہو چکا تھا اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ جب وہ فوت ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو اس کی وفات کی خبر دی، پھر اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنازۃ : ۱۳۱۸]

نیز قرآن کریم میں بعض اور مقامات پر اس قسم کے نصرانیوں کا ذکر کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] ”اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ ﴾ [القصص: ۵۲ تا ۵۵] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی

ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔ یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔"

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ : یعنی ہم کیوں ایمان نہ لائیں حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں اپنے نیک بندوں کے ساتھ داخل کرے، یعنی ہمیں ضرور ایمان لانا چاہیے۔ ایمان لائے بغیر قیامت کے دن نیک بندوں کے ساتھ داخل ہونے کی توقع اور طمع سراسر جہالت اور حماقت ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۹] "اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں۔"

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین شخص ایسے ہیں کہ جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور پھر محمد (ﷺ) پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔" [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷]

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۸۶ ع ۱۱

"اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی لوگ بھڑکتی آگ والے ہیں۔"

الْجَحِيْمِ : جہنم کی آگ کی شدت بیان کرتے ہوئے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔" صحابہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو دنیا کی) یہی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا: "لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۵۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٨٧﴾ وَ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِيٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“

نصاریٰ کے راہبوں کی تعریف کے بعد پاکیزہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے سے منع کرنا اس لیے بھی مناسب تھا کہ انھوں نے ان باتوں کو نیکی میں داخل کر رکھا تھا، لہٰذا مومنین کو ان سے منع فرما دیا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٦] ”اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔“

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نعمان بن قوقل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کا کیا خیال ہے، اگر میں فرض نمازیں پڑھوں، حرام چیزوں کو حرام جانوں اور حلال چیزوں کو حلال جانوں، تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں!“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان الإيمان الذي يدخل ...... الخ : ١٥]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے جایا کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم خصی نہ ہو جائیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما دیا، تاہم بعد میں ہمیں اس بات کی اجازت دے دی کہ (محض) کپڑا (وغیرہ) مہر میں دے کر کسی عورت سے نکاح کر لیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [المائدة : ٨٧] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! وہ پاکیزہ چیزیں حرام مت ٹھہراؤ جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ يأيها الذين امنوا لا تحرموا طيبٰت ﴾ : ٤٦١٥]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: ”آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھلاؤں جو تمھیں معلوم نہیں ہیں، ان باتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے دن بتائی ہیں، وہ یہ کہ جو مال میں اپنے بندے کو دوں وہ اس کے لیے حلال ہے (یعنی جو چیز شرع میں حرام نہیں وہ

حلال ہے، چاہے لوگوں نے اسے حرام کر رکھا ہو، جیسے سائبہ، وصیلہ اور بحیرہ وغیرہ) اور میں نے اپنے سب بندوں کو مسلمان پیدا کیا ہے، پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا (یا ان کے دین سے روک دیا) اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں وہ حرام کیں اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا، جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸٦٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے ازواج مطہرات سے نبی ﷺ کی سری (یعنی رات کی) عبادت کے بارے میں سوال کیا، پتا چلنے پر بعض نے کہا کہ میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا اور بعض نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور بعض نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ جب نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ یہ باتیں کرتے ہیں؟ حالانکہ میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔'' [مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه و وجد مؤنة ...... الخ : ۱٤۰۱۔ بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ٥٠٦٣]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز اللہ نے کتاب میں حلال کر دی، وہ حلال ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی وہ حرام ہے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی وہ عافیت ہے، لہٰذا تم اللہ کی دی ہوئی عافیت قبول کر لو، کیونکہ اللہ بھولتا نہیں۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ [مریم : ٦٤] ''اور تیرا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔'' [مستدرك حاكم : ۳۷٥/۲، ح : ۳٤۱۹]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں میں جرم کے لحاظ سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کرے جو حرام نہیں کی گئی تھی، لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کر دی گئی۔'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال : ۷۲۸۹۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وترك إكثار سؤاله : ۲۳٥۸]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ایک گروہ شراب پیے گا اور وہ اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ۳۱۸/٥، ح : ۲۲۷۷٥۔ ابن ماجه، كتاب الأشربة، باب الخمر يسمونها بغير اسمها : ۳۳۸٥۔ مستدرك حاكم : ۱٤۷/٤، ح : ۷۲۳۷]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگ شراب پییں گے مگر اس کا نام تبدیل کر دیں گے، ان کے پاس بینڈ باجے بجائے جائیں گے اور کنجریاں کھیلیں گی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو زمین

میں دھنسا دے گا اور ان میں سے کچھ (کی شکلوں) کو بندر اور خنزیر (کی) بنا دے گا۔" [ابن حبان : ٦٧٥٨]

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَ احْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

"اللہ تم سے تمھاری قسموں میں لغو پر مؤاخذہ نہیں کرتا اور لیکن تم سے اس پر مؤاخذہ کرتا ہے جو تم نے پختہ ارادے سے قسمیں کھائیں۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، درمیانے درجے کا، جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انھیں کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم شکر کرو۔"

اس مقام پر یہ دوسرا حکم ہے کہ اگر کوئی طیب و پاکیزہ چیزیں چھوڑنے کی قسم کھالے تو وہ کیا کرے۔ قسم کی تین قسمیں ہیں، لغو، غموس اور معقدہ۔ لغو وہ قسم ہے جو انسان بات بات میں عادتاً بغیر ارادہ اور نیت کے کھاتا رہتا ہے، اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں۔ غموس وہ جھوٹی قسم ہے جو انسان دھوکا اور فریب دینے کے لیے کھائے۔ یہ کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اکبر الکبائر ہے، لیکن اس پر کفارہ نہیں اور معقدہ وہ قسم ہے جو انسان اپنی بات میں تاکید اور پختگی کے لیے ارادتاً اور نیتاً کھائے، ایسی قسم اگر توڑے گا تو اس کا وہ کفارہ ہے جو آیت میں بیان کیا جا رہا ہے کہ تین کاموں میں سے جو چاہے اسے اختیار کرے۔ دس مسکینوں کو اوسط (درمیانے) درجے کا کھانا کھلانا یا انھیں کپڑا پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا، اگر ان تینوں ہی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے، یہ تین روزے خواہ پے در پے رکھے یا الگ الگ دونوں طرح درست ہے۔

<u>لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٢٥] "اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا، بلکہ تمھیں اس پر پکڑتا ہے جو تمھارے دلوں نے کمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ایسے آدمی کے بارے میں اتری، جو (بات بات پر بغیر ارادۂ قسم کے) کہتا ہے، اللہ کی قسم! کیوں نہیں، اللہ کی قسم! [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ﴾ : ٤٦١٣]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے، ورنہ خاموش رہے۔“ [مسلم، كتاب الأيمان، باب النهي عن الحلف بغير الله : ١٦٤٦/٣]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“ [أبو داوٗد، كتاب الأيمان والنذور، باب كراهية الحلف بالآباء : ٣٢٥١۔ ترمذى، كتاب النذور، باب ما جاء فى أن من حلف بغير الله فقد أشرك : ١٥٣٥]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں کبھی اگر کوئی قسم کھالوں گا اور اس کے سوا دوسری چیز میں بھلائی دیکھوں گا تو وہی کروں گا جس میں بھلائی ہوگی اور قسم توڑ (کر اس کا کفارہ دے) دوں گا۔“ [بخارى، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين فى ما لا يملك و فى المعصية والغضب : ٦٦٨٠]

اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ : معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی لونڈی کو آزاد کرنا چاہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ چنانچہ میں اسے آپ کی خدمت میں لایا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”اللہ کہاں ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں۔ آپ نے فرمایا: ”میں کون ہوں؟“ اس نے جواب دیا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اسے آزاد کردو، یہ مومنہ ہے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب تحريم الكلام فى الصلوة : ٥٣٧۔ الموطأ إمام مالك ، كتاب العتق والولاء ، باب ما يجوز من العتق فى الرقاب الواجبة : ٨]

وَ احْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ : یعنی حتی المقدور قسم کھانے سے پرہیز کرو، لیکن قسم کھا لو اور پھر اسے توڑ دو تو اس کا کفارہ ادا کرو۔ ہاں اگر وہ قسم کوئی ناجائز کام کرنے کی ہے تو وہ ہرگز پوری نہ کرے بلکہ توڑ دے۔ اس کا کفارہ ہے یا نہیں اہل علم کا اس میں اختلاف ہے، بہتر ہے کہ ادا کر دے۔

اور اگر یہ قسم کسی بہتر کام کے چھوڑنے کی ہے تو اسے توڑ کر کفارہ ادا کرے، جیسا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی کام پر قسم کھاؤ اور اس کے علاوہ دوسرے کام کو بہتر سمجھو تو بہتر کام کر لو اور قسم کا کفارہ ادا کر دو۔“ [بخارى، كتاب الأيمان والنذور، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ لا يؤاخذكم الله باللغو فى أيمانكم ...... الخ ﴾ : ٦٦٢٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے شریکوں کی قسم کھاؤ، اللہ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھاؤ اور اللہ کی قسم بھی نہ کھاؤ مگر اس حال میں کہ تم سچے ہو۔“ [أبو داوٗد، كتاب الأيمان والنذور ، باب كراهية الحلف بالآباء : ٣٢٤٨۔ نسائى، كتاب الأيمان والنذور ، باب الحلف بالأمهات : ٣٨٠٠]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی شخص کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور ، باب الیمین الغموس : ٦٦٧٥]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچنے کا حکم دیا، لہٰذا شراب حرام ہے، نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں یعنی شراب، جوا، شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی حرمت کے لیے چار کلمات استعمال کیے ہیں، یہ چاروں کلمات ان کی حرمت پر دال ہیں: ① ''رِجْسٌ'' یعنی ناپاک اور گندے۔ ② ''مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ'' یعنی یہ شیطان کے کام سے ہیں۔ ③ ''فَاجْتَنِبُوْهُ'' لہٰذا ان کاموں سے بچو۔ ④ ''لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اَلْخَمْرُ : ''خمر'' کی تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔'' [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر و أن کل خمر حرام : ۲۰۰۳]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے شراب حرام کر دی ہے، لہٰذا جس شخص تک یہ حکم پہنچ جائے اور اس کے پاس شراب موجود ہو تو وہ اسے نہ پیے اور نہ اسے فروخت کرے۔'' [مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر : ۱۵۷۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، اے لوگو! جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو اس وقت یہ پانچ چیزوں انگور، کھجور، گندم، جو اور شہد سے تیار کی جاتی تھی، (یاد رکھو کہ) شراب ہر وہ چیز ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے۔ [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فی أن الخمر ما خامر العقل من الشراب : ۵۵۸۸۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی نزول تحریم الخمر : ۳۰۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شراب پر دس وجوہ سے لعنت ہے، شراب بذات خود ملعون ہے، اس کا پینے والا، پلانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، نچوڑنے والا، جس کے لیے نچوڑی جائے، اٹھانے والا، جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والا، یہ سب کے سب ملعون ہیں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۵، ح : ٤٧٨٦۔ أبو داوٗد، کتاب الأشربة ، باب العصیر للخمر : ۳٦٧٤۔ ابن ماجه ، کتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر علی عشرة أوجه : ۳۳۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص دنیا میں شراب پیے اور پھر اس سے توبہ نہ کرے تو وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔“ [بخاري، كتاب الأشربة، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ إنما الخمر والميسر ...... الخ ﴾ : ٥٥٧٥۔ مسلم، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر : ٢٠٠٣]

وَالْمَيْسِرُ : جس چیز میں ہار جیت پر شرط باندھی جائے وہ جوا ہے اور جوا کھیلنا حرام ہے، اگر کوئی اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں تو اس کے کفارہ کے لیے کچھ صدقہ دے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ میں تمھارے ساتھ جوا کھیلوں تو اسے چاہیے کہ صدقہ کرے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب من لم ير إكفار من قال ذلك متأولا أو جاهلا : ٦١٠٧ ۔ مسلم ، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزىٰ : ١٦٤٧]

گھڑ دوڑ میں اپنے گھوڑے کو اس حال میں شامل نہ کرے کہ اس کے جیتنے کا یقین ہو، ایسا کرنا جوا ہے، یعنی اگر مقابلہ برابر کا نہ ہو تو اپنے گھوڑے کو گھڑ دوڑ میں شامل نہ کرے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کرے اور اسے جیت جانے کا یقین نہ ہو تو ایسا کرنا جوا نہیں، لیکن جو شخص اپنے گھوڑے کو دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور اسے جیت جانے کا یقین ہو (یعنی اس کا ہارنا غیر یقینی ہو) تو ایسا کرنا جوا ہے۔“ [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في المحلل : ٢٥٧٩]

وَالْاَنْصَابُ : غیر اللہ کے آستانوں پر قربانی کرنا، نذر و نیاز کرنا اور منتیں ماننا یہ سب شرک ہیں۔ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ پر ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا، بے شک میں نے بوانہ میں اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”کیا وہاں جاہلیت کا کوئی بت تھا جس کی عبادت ہوتی رہی ہو؟“ صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے پوچھا: ”کیا وہ جگہ ان کی میلہ گاہ تھی؟“ صحابہ نے کہا، نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کر لے، یقیناً ایسی نذر کی کوئی وفا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اور نہ اس کی جو انسان کی ملکیت میں نہ ہو۔“ [أبو داوٗد، كتاب الأيمان والنذور، باب ما يؤمر به من وفاء النذر : ٣٣١٣]

وَالْاَزْلَامُ : کفار مکہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تو تیروں کے ذریعے فال نکال کر معلوم کرتے کہ وہ کام ان کے لیے مناسب ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فال نکالنے کو بھی حرام کر دیا۔ فال سے آئندہ کی خبریں معلوم کرنا صرف وہم ہے، حقیقت کچھ نہیں۔ آئندہ کی خبریں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ

تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

”شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔“

یہ شراب اور جوا کے مزید معاشرتی اور دینی نقصانات ہیں کہ شیطان ان دونوں کے ذریعے تمھارے دلوں میں عداوت اور بغض ڈلوانا چاہتا ہے اور شیطان یہ بھی چاہتا ہے کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں نماز بھی شامل ہے، اس کے باوجود نماز کا علیحدہ ذکر اس کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ : سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مہاجرین و انصار کی ایک مجلس میں گیا تو وہ کہنے لگے، کبھی آؤ تمھیں کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک دن میں ان کے ہاں ایک باغ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اونٹ کی بھنی ہوئی سری اور شراب کا ایک مشکیزہ رکھا ہوا ہے، سو میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور پیا۔ پھر میں نے ان سے مہاجرین و انصار کا ذکر کیا اور کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں۔ یہ سن کر ایک آدمی نے سری کا ایک جبڑا اٹھا کے مجھے مارا اور میری ناک زخمی کر دی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر انھیں یہ بات بتائی تو اللہ عزوجل نے میرے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ﴾ [المائدة : ۹۰، ۹۱] ”بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے۔“ [مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص : ١٧٤٨، بعد الحديث : ٢٤١٢]

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا : یعنی شراب اور جوئے سے باز رہنا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے ڈرو۔ یاد رہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مراد قرآن و سنت کی پیروی ہے اور سنت بھی قرآن کی طرح ایک مستقل ماخذ ہے۔ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سن رکھو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔“ [مسند أحمد : ١٣١/٤، ح : ١٧١٧٩۔ أبو داوٗد، كتاب السنة، باب في لزوم السنة : ٤٦٠٤]

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ : اس میں وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو حکم قطعی کے باوجود

شراب اور قمار بازی سے باز نہیں آتے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۲

”ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ وہ متقی بنے اور ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، پھر وہ متقی بنے اور ایمان لائے، پھر وہ متقی بنے اور انھوں نے نیکی کی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

حرمت شراب کے بعد بعض صحابہ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارے کئی ساتھی جنگوں میں شہید یا ویسے ہی فوت ہو گئے، جب کہ وہ شراب پیتے رہے ہیں، تو اس آیت میں اس شبہ کا ازالہ کر دیا گیا کہ ان کا خاتمہ ایمان و تقویٰ ہی پر ہوا ہے، کیونکہ شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا، میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں ساقی کے فرائض سرانجام دے رہا تھا اور ان دنوں کچی پکی کھجوروں کی شراب استعمال ہوا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ شراب کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور اس شراب کو بہا دو، چنانچہ میں نے اسے بہا دیا اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فلاں فلاں اشخاص جو فوت ہو گئے ہیں، ان کے پیٹوں میں تو شراب تھی؟ سو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ﴾ [المائدۃ : ۹۳] ”ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب صب الخمر فی الطریق : ۲۴۶۴۔ مسلم، کتاب الأشربۃ، باب تحریم الخمر : ۱۹۸۰]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ
اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ تمھیں شکار میں سے کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائے گا، جس پر تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ جان لے کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر جو اس کے بعد حد سے بڑھے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وہ انھیں آزمائے گا، تاکہ فرماں بردار

اور غیر فرماں بردار دونوں طرح کے لوگوں کا پتا لگ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر حالتِ احرام میں شکار کرنے کو حرام قرار دیا۔ پھر حالت ایسی کر دی کہ چھوٹے بڑے شکار ان کے دائیں بائیں پھرنے لگے، تا کہ اللہ دیکھ لے کہ کون اس کا حکم مان کر انھیں نہیں چھیڑتا اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴾ [یٰسٓ : ۱۱] ”تو تو صرف اسی کو ڈراتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرے اور رحمان سے بن دیکھے ڈرے۔ سو اسے بڑی بخشش اور باعزت اجر کی خوش خبری دے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴾ [قٓ : ۳۱ تا ۳۵] ”اور جنت پرہیز گاروں کے لیے قریب کر دی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی ۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو مت قتل کرو، اس حال میں کہ تم احرام والے ہو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کرے تو چوپاؤں میں سے اس کی مثل بدلہ ہے جو اس نے قتل کیا، جس کا فیصلہ تم میں سے دو انصاف والے کریں، بطور قربانی جو کعبہ میں پہنچنے والی ہے، یا کفارہ ہے مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اس کے برابر روزے رکھنا، تا کہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے معاف کر دیا جو گزر چکا اور جو دوبارہ کرے تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ : اللہ تعالیٰ نے حالتِ احرام میں شکار کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، ہاں البتہ ان موذی جانوروں کا قتل جائز ہے، جن کا استثنا احادیث میں آیا ہے، سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال (عمرہ ادا کرنے کے لیے) سفر پر روانہ ہوئے، تمام صحابہ احرام باندھ چکے تھے،

صرف میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ (دوران سفر میں) ہمیں خبر ملی کہ دشمن غیقہ کے مقام پر ہے، سو ہم نے ادھر ہی کا رخ کیا۔ اب میرے ساتھیوں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے، میں اس وقت اپنی جوتی سینے میں مشغول تھا، لیکن انھوں نے مجھے بتایا نہیں، اگرچہ وہ یہ چاہتے تھے کہ میں اسے دیکھ لوں، اچانک جو میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے اس گدھے کو دیکھ لیا، سو میں گھوڑے کی طرف گیا، اس پر زین کسی اور پھر اس پر سوار ہو گیا، اپنا نیزہ پکڑ لیا، لیکن میرا کوڑا گر گیا۔ میں نے ان سے کہا مجھے کوڑا اٹھا کر پکڑا دو۔ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم تو اس کام میں تیری کچھ مدد نہیں کریں گے۔ مجھے غصہ تو آیا، بہر حال میں اترا اور کوڑا لے کر سوار ہو گیا۔ پھر میں گھوڑے کے ذریعے اس پر حملہ آور ہوا اور نیزہ چبھو کر اسے روک دیا۔ اب میں نے پھر ان سے مدد طلب کی تو انھوں نے پھر میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ الغرض (بعد میں) سبھی نے اس میں سے کھایا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ سے جا ملا ...... تو میں نے عرض کی کہ ہم نے ایک جنگلی گدھا شکار کیا ہے اور اس میں سے کچھ ہمارے پاس موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے شکار کیا تھا، یا اس پر حملہ کرنے کے لیے تم میں سے کسی نے کچھ کہا ہو؟'' صحابہ نے کہا، نہیں۔ آپ نے صحابہ سے، جو احرام باندھے ہوئے تھے، فرمایا: ''جو بچا ہے وہ تم بھی کھا سکتے ہو اور تمھارے پاس اس میں سے کچھ ہے؟'' چنانچہ میں نے اس کا بازو پیش کیا تو آپ نے اس میں سے تناول فرمایا۔ [بخاری، کتاب جزاء الصید، باب إذا رأی المحرمون صیدًا فضحکوا ففطن الحلال : ۱۸۲۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب تحریم الصید المأکول البری...... الخ : ۱۱۹۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ موذی جانور ایسے ہیں جنھیں حرم میں قتل کیا جا سکتا ہے، کوا، چیل، بچھو، چوہیا اور باؤلا کتا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب فی شراب أحدکم فلیغمسه : ۳۳۱۴۔ مسلم، کتاب الحج، باب ما یندب للمحرم وغیرہ : ۱۱۹۸/۶۸]

وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ : یعنی احرام کی حالت میں جیسا شکار مارے اسی کے مطابق نذرانہ دے، خواہ وہ شکار بھول کر ہی کیوں نہ مارا ہو، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص احرام کی حالت میں شکار مار ڈالے اس کے ذمے ایک مینڈھے کی قربانی ہے۔'' [أبو داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الضبع : ۳۸۰۱۔ ابن حبان : ۳۹۶۴۔ مستدرك حاکم : ۴۵۳/۱، ح : ۱۶۶۳]

هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ : یعنی اس جانور کو مکہ معظمہ میں لے جا کر ذبح کیا جائے اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم کیا جائے۔

اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ : اس آیت میں ''اَوْ'' تخییر کے لیے ہے، یعنی شکار کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو کفارہ چاہے ادا کرے۔ شکار کردہ جانور کی مثل جو کعبہ یعنی حرم میں لے جا کر قربان کیا جائے، یا اس کی مثل کے مساوی قیمت کا غلہ بطور کفارہ مسکینوں میں تقسیم کیا جائے، یا اس کے برابر

روزے رکھے جائیں۔ یعنی ہر دو مد غلے (ایک کلو) کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

''تمھارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا اور اس کا کھانا بھی، اس حال میں کہ تمھارے لیے سامان زندگی ہے اور قافلے کے لیے اور تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے، جب تک تم احرام والے رہو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔''

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ : حالتِ احرام میں شکار کی حرمت اور اس کا کفارہ بیان کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطور احسان یہ بتایا ہے کہ محرم کے لیے سمندر کی زندہ مچھلیوں کا شکار اور ان مردہ مچھلیوں کا کھانا بھی حلال ہے جو موجوں کی زد میں آ کر ساحل سمندر پر آ جاتی ہیں، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر فرما دیا۔ دراصل ہمیں قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کرنا تھا، آپ نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں زاد راہ کے طور پر دیا تھا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اس میں سے ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی نے جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ تب تم ان کھجوروں کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم اس طرح ان کو چوسا کرتے تھے جیسے بچے چوستے ہیں، پھر اوپر سے پانی پی لیتے اور یوں صبح سے شام تک ایک ہی کھجور سے گزارہ کر لیتے اور کبھی درختوں کے پتوں کو ڈنڈے مار کر گراتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ بہرحال چلتے چلتے ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں ایک بڑا ٹیلا نظر آیا۔ جب ہم اس کے قریب آئے تو وہ عنبر نامی مچھلی نکلی۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے (دیکھ کر) کہا یہ تو مری ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ نہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں، اللہ کے رستے میں نکلے ہیں اور تم لوگ اس وقت اضطراری کیفیت میں ہو، لہٰذا اسے کھا سکتے ہو۔ ہم کل تین سو آدمی تھے جو اسے مسلسل ایک مہینا تک کھاتے رہے، یہاں تک کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے تیل کے مٹکے بھرتے تھے اور بیل کے برابر اس کی بوٹیاں کاٹتے تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اکٹھا کیا اور انھیں اس کی آنکھ کے خول میں بٹھا دیا، پھر اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ہمارے سب سے بڑے اونٹ کے اوپر کجاوا رکھا اور اسے اس کے نیچے سے گزارا تو وہ آسانی سے گزر گیا۔ ہم نے اس کے باقی ماندہ گوشت میں سے وشائق (وہ ابلا ہوا گوشت جو سفر کے لیے ساتھ رکھتے ہیں) بنا لیے، پھر جب ہم واپس مدینہ پہنچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو یہ سارا واقعہ ہم نے آپ کو کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: ''(دراصل) اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ رزق فراہم کیا تھا، اگر تمھارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ باقی ہے تو ہمیں بھی کھانے کے لیے دو۔'' چنانچہ ہم نے کچھ

گوشت آپ کی طرف بھیجا تو آپ نے اسے تناول فرمایا۔[مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب إباحة میتات البحر : ۱۹۳۵]
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اب اگر اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں، تو کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔'' [الموطأ إمام مالك، كتاب الطهارة، باب الطهور للوضوء : ۱۲ـ أبو داؤد، كتاب الطهارة، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳ـ ترمذی، كتاب الطهارة، باب ما جاء في ماء البحر أنه طهور : ۶۹]

وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا : حالتِ احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے، لہٰذا جب کوئی مُحرم قصد و ارادے سے شکار کرے تو وہ گناہ گار ہوگا اور اسے تاوان ادا کرنا ہوگا، اگر غلطی سے شکار کرے تو بھی اسے تاوان ادا کرنا ہوگا۔ بہرحال شکار جس طرح بھی کیا ہو، اس کا کھانا اس کے لیے حرام ہے، کیونکہ یہ مردار کی طرح ہے۔ اس شکار کا کھانا محرم اور غیر محرم سب لوگوں کے لیے حرام ہے۔ اگر کسی غیر محرم نے شکار کیا ہو اور وہ محرم کو بطور ہدیہ دے تو اگر غیر محرم نے محرم کو ہدیہ دینے کی نیت ہی سے شکار کیا ہوگا تو پھر محرم کے لیے جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ سیدنا صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مقام ابوا یا ودان میں ایک نیل گائے پیش کی تو آپ نے اس کے ہدیے کو لوٹا دیا اور جب اس کے چہرے کو (پژمردہ ہوتے ہوئے) ملاحظہ کیا تو فرمایا: ''دراصل ہم نے ہدیہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔'' [بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب إذا أهدى للمحرم حمارًا وحشيًا حيا لم يقبل : ۱۸۲۵ـ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد المأكول البرى ...... الخ : ۱۱۹۳]
اس سے استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ سمجھا کہ اس نے یہ شکار شاید میرے ہی لیے کیا ہے، اس لیے آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور اگر اس نے شکار محرم کو ہدیہ دینے کی نیت سے نہ کیا ہو تو پھر اسے کھانا جائز ہے، جیسا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ حلال تھے، محرم نہیں تھے، انھوں نے ایک نیل گائے کو شکار کیا، ان کے دیگر ساتھی محرم تھے تو انھوں نے اس شکار کے کھانے میں توقف کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کسی نے اس شکار کی طرف اشارہ کیا تھا، یا اسے شکار کرنے میں کوئی مدد دی تھی؟'' صحابہ نے جواب دیا، نہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب تم اسے کھا سکتے ہو۔'' اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے تناول فرمایا۔[بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب لا يشير المحرم إلى الصيد : ۱۸۲۴ـ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم الصيد المأكول البرى ...... الخ : ۱۱۹۶]

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۹۷

’’اللہ نے کعبہ کو، جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے اور حرمت والے مہینے کو اور قربانی کے جانوروں کو اور پٹوں (والے جانوروں) کو۔ یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔‘‘

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ : اوپر کی آیت میں محرم کے لیے شکار کو حرام قرار دیا، اب اس آیت میں بتایا کہ جس طرح حرم کو اللہ تعالیٰ نے وحشی جانوروں اور پرندوں کے لیے سبب امن قرار دیا ہے، اسی طرح اسے لوگوں کے لیے بھی جائے امن بنایا ہے اور دنیوی اور اخروی سعادتوں کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ﴾ [آل عمران : ۹۷] ’’اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہوگیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القصص : ۵۷] ’’اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ﴾ [البقرۃ : ۱۲۵] ’’اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے لوٹ کر آنے کی جگہ اور سراسر امن بنایا۔‘‘

اہل مکہ کی معاش (روزی) کا مدار اسی پر ہے کہ لوگ دور دراز سے حج اور تجارت کے ارادے سے یہاں پہنچتے ہیں اور ہر قسم کی ضروریات ساتھ لاتے ہیں جس سے اہل مکہ رزق حاصل کرتے ہیں اور لوگ یہاں پہنچ کر امن و امان پاتے ہیں، حتیٰ کہ جاہلیت میں بھی حرم کے اندر کوئی شخص اپنے باپ یا بیٹے کے قاتل تک کو کچھ نہ کہتا تھا۔ یہ عبادت و ثواب کے اعتبار سے بھی بہترین جگہ ہے۔ الغرض یہ تمام چیزیں لوگوں کے قیام کے باعث ہیں۔ لوگوں کے قائم رہنے کے ذرائع میں یہ بھی شامل ہے کہ قیامت کے قریب جب ایک حبشی کعبۃ اللہ کو گرا دے گا تو اس کے بعد بہت جلد قیامت آ جائے گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کعبہ کو دو پتلی پنڈلیوں والا حبشی گرائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الحج، باب هدم الكعبة : ۱۵۹۶]

وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ : حرمت والے مہینے چار ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔ ان چار مہینوں میں لوگ امن سے سفر اور تجارت کرتے اور اپنے سال بھر کا سامان جمع کر لیتے۔ اس اعتبار سے یہ مہینے بھی گویا لوگوں کی زندگی قائم رہنے کا ذریعہ ہیں، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عبد القیس کا وفد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا...... تو (وفد کے لوگوں نے) کہا، اے اللہ کے رسول! ہم سوائے حرمت والے مہینے کے اور کسی ماہ میں آپ کے پاس نہیں آ سکتے، اس لیے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر قبیلہ کے کفار حائل ہیں۔ [بخاری، کتاب الإيمان، باب أداء الخمس من الإيمان : ۵۳۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الأمر بالإيمان بالله ورسوله : ۱۷]

وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ : ''ھدی'' کے جانور اور قلادہ پہنائے ہوئے اونٹوں کو بھی اللہ نے ان کے لیے امن کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ اس لیے کہ جو شخص ''ھدی'' کا عام جانور یا قلادہ پہنایا ہوا اونٹ لے کر، حرم کی طرف روانہ ہو جاتا تھا تو راستے میں کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَ لَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْهَدْيَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَاۤ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا ﴾ [المائدة : ٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کی قربانی کی اور نہ پٹوں (والے جانوروں) کی اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کرنے والوں کی، جو اپنے رب کا فضل اور خوش نودی تلاش کرتے ہیں۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) بنو کنانہ کے ایک شخص نے (اہل مکہ سے) کہا، مجھے اجازت دو کہ میں ان (یعنی رسول اللہ ﷺ) کے پاس جاؤں، (اہل مکہ نے) کہا، ٹھیک ہے، تم ان کے پاس جاؤ۔ چنانچہ جب وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے پاس آیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ فلاں شخص ہے اور یہ اس قوم کا فرد ہے جو قربانی کے جانوروں کی بہت تعظیم کرتے ہیں، سو تم قربانی کے جانور اس کے سامنے لا کر کھڑے کر دو۔'' چنانچہ صحابہ نے قربانی کے جانور لا کر کھڑے کر دیے اور لبیک کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا، سبحان اللہ! ان لوگوں کو کعبہ جانے سے روکنا مناسب نہیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور اس نے ان سے کہا، میں نے (ان کے پاس) قربانی کے جانور دیکھے ہیں، یوں کہ ان کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہیں اور ان کا اشعار کیا جا چکا ہے، سو میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ انھیں کعبہ سے روکا جائے۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد : ٢٧٣١، ٢٧٣٢]

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ : یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی تمام اشیا کو ان کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا اسے بھی جانتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

''جان لو! بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے اور بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بات کو خوب جان لو کہ تمھارا رب جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور جس سے

تمھارے ظاہری اور باطنی اعمال کی کوئی چیز بھی مخفی نہیں، وہ اپنی نافرمانی کرنے والوں کو سخت سزا دیتا ہے اور اطاعت کرنے والوں اور اپنی طرف رجوع کرنے والوں کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اسے لکھا اور اس نے اپنی ذات سے متعلق بھی لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش پر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [بخاري، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰى : ﴿ و يحذركم الله نفسه ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالٰى ...... الخ : ۲۷۵۱]

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

''رسول پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لیے سرزنش اور وعید ہے کہ ہمارے اس رسول کے ذمے، جسے ہم نے تمھاری طرف بھیجا ہے، یہ ہے کہ وہ تم تک ہمارے پیغام کو پہنچا دے۔ پھر اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب دینا ہمارا کام ہے اور ہم سے نہ وہ شخص مخفی ہے جو اطاعت کرے اور ہمارے پیغام کو قبول کرے اور نہ وہ جو نافرمانی کرے اور پیغام قبول کرنے سے انکار کر دے، کیونکہ ہم تم میں سے ہر شخص کے عمل کو جانتے ہیں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۳

''کہہ دے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔ پس اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اللہ کی نگاہ میں اشخاص، اعمال اور اموال میں اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ہمیشہ صالح اعمال اور حلال مال کے حصول کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے۔ خبیث کی کثرت اگرچہ بعض اوقات انسان کو متاثر کرتی ہے، لیکن اللہ کے نزدیک ہمیشہ اعتبار صالحیت اور عمدگی کا ہوتا ہے، قلت و کثرت کا نہیں۔ اگر افراد یا مال یا عمل، صالح ہے تو تھوڑا بھی مذموم و خبیث کی کثرت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس لیے مومنوں کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ خبیث سے احتراز کریں اور

طیب وصالح کو ترجیح دیں، چاہے وہ کم ہو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو کوئی ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ حلال کمائی ہی سے صدقہ قبول کرتا ہے، تو (حلال کمائی سے کیا گیا صدقہ) اللہ تعالیٰ دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کے مالک کے لیے اسے پالتا (بڑھاتا) رہتا ہے، جس طرح کوئی تم میں سے اپنا بچھیرا پالتا ہے، یہاں تک کہ وہ (صدقہ) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب : ۱٤۱۰۔ مسلم، کتاب الزکاۃ ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا : ۱۰۱٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو جو اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ بے شک تم سے پہلے ان کے بارے میں کچھ لوگوں نے سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔“

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ادب سکھایا ہے اور انھیں ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرما دیا ہے جن کے بارے میں سوال کرنے اور کرید کرنے میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سوال کے جواب میں اگر ان باتوں کو ظاہر کر دیا جائے تو انھیں بری لگیں اور ان کا سننا ان کے لیے گراں ہو۔

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ : یعنی بلا ضرورت سوال کرو گے اور اس کا جواب تمھاری آسانی کے خلاف اتر آیا تو خواہ مخواہ مشکل میں پڑ جاؤ گے اور پھر نہ ماننے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان قرار پاؤ گے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے اس طرح کا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا تھا: ”اگر تم اسے جان لو جسے میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔“ صحابہ نے یہ سن کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا اور زار و قطار رونے لگے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ میرے والد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تیرا باپ فلاں شخص ہے۔“ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۱] [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ لا تسئلوا عن أشیاء إن تبدلکم تسؤکم ﴾ : ٤٦٢۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی کثرت سے سوال پوچھے تو ایک دن آپ تشریف لائے اور منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے: ''آج تم مجھ سے جو بھی سوال پوچھو گے تو میں تمھیں اس کا جواب دوں گا۔'' یہ سن کر صحابہ ڈر گئے کہ شاید کوئی معاملہ پیش نہ آنے والا ہو، میں نے دائیں بائیں دیکھا تو محسوس ہوا کہ ہر شخص اپنے کپڑے میں سر چھپائے رو رہا ہے۔ ایک شخص نے خاموشی توڑی، اس کا جب کسی سے جھگڑا ہوتا تو اسے اس کے غیر باپ کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، اس نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تمھارا باپ حذافہ ہے۔'' پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی، ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں اور برے فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے خیر و شر کا جیسا منظر آج دیکھا ہے کبھی اس طرح کا اچھا یا برا منظر نہیں دیکھا۔ مجھے آج جنت اور جہنم کا منظر دکھایا گیا ہے، حتیٰ کہ میں نے انھیں دیوار سے بھی قریب دیکھا ہے۔'' [بخاری، کتاب الفتن، باب التعوذ من الفتن : ۷۰۸۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب توقیره ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه : ۲۳۵۹/۱۳۶]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہ مذاق سوال پوچھا کرتے تھے، کوئی کہتا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی کی اونٹنی گم ہو جاتی تو وہ پوچھتا کہ میری اونٹنی کہاں ہے؟ تو ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ لا تسئلوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم ﴾ : ٤٦٢٢]

وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ : مراد یہ ہے کہ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو، ممکن ہے کہ تمھارے سوال کی وجہ سے کوئی ایسا حکم نازل ہو جائے جس میں تمھارے لیے سختی اور تنگی ہو، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی، مگر اس کے سوال کرنے کے باعث حرام قرار دے دی گئی۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب ما یکره من کثرة السؤال : ۷۲۸۹۔ مسلم، کتاب الفضائل ، باب توقیره ﷺ وترك إكثار سؤاله عما لا ضرورة إليه : ۲۳۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرتِ سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۸۔ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷]

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ : یہ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ

اپنے انبیاء سے ایک چیز خواہ مخواہ کرید کرید کر دریافت کرتے اور جب وہ حرام قرار دے دی جاتی تو بجا نہ لاتے، اس طرح دونوں حالتوں میں نافرمان ٹھہرتے۔ یہ ساری آفت بلاضرورت کثرتِ سوال سے پیش آتی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ﴾ [آل عمران : ٩٧] ''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے۔'' تو صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے۔ انھوں نے پھر پوچھا، کیا یہ ہر سال فرض ہے؟ آپ پھر بھی خاموش رہے۔ انھوں نے سہ بار پوچھا، کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! ہر سال فرض نہیں ہے اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا، جبکہ تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔'' چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾
[مسند أحمد : ١/ ١١٣، ح : ٩٠٨ مسلم ، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر : ١٣٣٧]

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآىِٕبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

''اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

اوپر کی آیتوں میں ایسی باتوں سے کرید کرنے اور سوال کرنے سے منع فرمایا جو لوگوں پر لازم نہیں کی گئیں۔ اب اس آیت میں ایسے کام اپنے اوپر لازم کر لینے سے منع فرمایا جو اللہ کی طرف سے لازم نہ ہوں۔

یہ ان جانوروں کی قسمیں ہیں جو اہل عرب اپنے بتوں کی نذر کر دیا کرتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو اس طرح مشروع نہیں کیا ہے، کیونکہ اس نے تو نذر و نیاز صرف اپنے لیے خاص کر رکھی ہے۔ بتوں کے لیے یہ نذر و نیاز کے طریقے مشرکوں نے ایجاد کیے ہیں۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دودھ کو بتوں کے لیے وقف کر دیا جاتا تھا اور کوئی آدمی اس کا دودھ نہیں دوہتا تھا اور سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے وہ اپنے معبودوں کے لیے وقف کر دیتے تھے اور ان پر کوئی بوجھ نہیں لادا جاتا تھا۔ فرماتے ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو جہنم میں گھسیٹ رہا تھا، یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم کی داغ بیل ڈالی تھی۔'' اور وصیلہ اس جوان اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی اور دوسری بار مادہ کو جنم دیتی، اگر اس نے پہلی اور دوسری بار مادہ ہی کو جنم دیا ہوتا اور اس درمیان کوئی نر نہ ہوتا تو وہ لوگ اسے بتوں کے نام پر وقف کر

دیتے تھے، حام اس سانڈ اونٹ کو کہتے تھے جو ایک مخصوص تعداد میں اونٹنیوں کو حاملہ کر دیتا تو اسے بتوں کے نام پر وقف کر دیتے، اس پر کوئی بوجھ نہ لادتے اور اسے حامی کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ما جعل الله من بحيرة و لا سائبة ...... الخ ﴾ : ۴۶۲۳۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ۲۸۵۶/۵۱]

غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کا یہ سلسلہ اب بھی کفار کے علاوہ نام نہاد مسلمانوں میں جاری ہے، مثلاً پیروں کی گائیں جہاں چاہیں پھریں انھیں کچھ نہیں کہا جاتا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جس نے سب سے پہلے جانوروں کو سائبہ بنانے کی رسم ڈالی اور سب سے پہلے بتوں کی عبادت کی وہ ابوخزاعہ عمرو بن عامر تھا اور میں نے اسے دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیوں کو گھسیٹ رہا تھا۔“[مسند أحمد : ۴۴۶/۱، ح : ۴۲۵۷۔ بخاری، کتاب المناقب، باب قصة خزاعة : ۳۵۲۱]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ۝۱۰۴

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔“

جو مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے باپ دادا کی تقلید چھوڑ دو، جنھوں نے اللہ کے بارے میں افترا پردازی سے کام لیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے باپ دادا ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادا کی تقلید ان کے لیے کافی ہو گی، چاہے ان کے وہ باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں، اس آیت میں اگرچہ عرب کے مشرکین کی بات ہو رہی ہے، مگر لفظ عام ہیں جن میں ان تمام لوگوں کی مذمت کی جا رہی ہے جو حق بات پر غور و فکر کرنے اور اسے مان لینے کی بجائے اپنے باپ دادا کے رسم و رواج یا مذہبی پیشواؤں کی تقلید کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷۰] ”اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔“

تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ہدایت اور علم کی مثال، جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، مثل تیز بارش کے ہے، جو زمین پر برسے۔ تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے، پھر اس سے بہت سارا چارا اور گھاس اگتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ (اس کو) پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں اور کچھ بارش (زمین کے) دوسرے حصے کو پہنچی کہ جو بالکل چٹیل میدان ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔ پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، وہ چیز اسے فائدہ دے اور وہ (اس کو) پڑھے اور پڑھائے اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو، جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے نفسوں کی اصلاح کریں اور مقدور بھر کوشش کر کے نیک کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی اصلاح کر لے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ حتی المقدور ادا کرے تو دوسروں کی گمراہی کا وبال اس کے سر نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ روز قیامت کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور ہر شخص کو اس کے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔ دوسروں کا گناہ اس کے سر نہیں ڈالا جائے گا۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے یہ سمجھ لیا کہ انسان بس اپنی نجات کی فکر کرے دوسروں کی اصلاح ضروری نہیں، چنانچہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے سیدنا قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبے کے لیے کھڑے ہوئے اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے'' اور تم اس سے غلط استدلال کرتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بے شک لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو

قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے۔" اور اسی روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب کسی قوم میں کچھ لوگ برائی کریں اور دوسرے لوگ اسے ختم کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور وہ اسے ختم نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوتاہی کی وجہ سے ان سب کو عذاب میں شامل کرے۔" [أبو داوٗد، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي : ٤٣٣٨۔ ترمذی، كتاب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر : ٢١٦٨۔ مسند أحمد : ٥/١، ح : ١٧]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰى ۙ وَ لَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ
اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ
اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَ مَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖؗ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا
بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اسْمَعُوْا ؕ
وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ ۱۴ ع ۳

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھاری آپس کی شہادت، جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچے، وصیت کے وقت، دو عدل والے آدمی ہوں گے، جو تم میں سے ہوں، یا دو اور تمھارے غیر سے ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، پھر تمھیں موت کی مصیبت آپہنچے، تم ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو گے، اگر تم شک کرو، پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہم اس کے ساتھ کوئی قیمت نہیں لیں گے، اگرچہ وہ قرابت والا ہو اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گنہگاروں سے ہوں گے۔ پھر اگر اطلاع پائی جائے کہ بے شک وہ دونوں کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو دو اور ان کی جگہ کھڑے ہوں گے، ان میں سے جن کے خلاف گناہ کا ارتکاب ہوا ہے، جو زیادہ قریب ہوں، پس وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں گے کہ یقیناً ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ سچی ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی، بے شک ہم اس وقت یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہی کو اس کے طریقے پر ادا کریں، یا اس سے ڈریں کہ (ان کی) قسمیں ان (قرابت داروں) کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! جب تم حالت سفر میں ہو اور تمھاری وفات کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور تمھارے پاس مال واثاثہ ہو، تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ مسلمانوں یا غیر مسلموں میں سے دو اصحاب عدل وصدق کو اس پر گواہ بنا دو۔ اگر ان دونوں گواہوں کے بارے میں میت کے ورثا کو شبہ ہو کہ شاید انھوں نے خیانت کی ہے اور میت کا کچھ مال چھپا لیا ہے تو انھیں عصر کی نماز کے بعد حلف اٹھانے کے لیے روک لیا جائے گا۔ پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں گے اور کہیں گے کہ ہم مال کی وجہ سے اللہ کی جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے، چاہے جس کے لیے ہم قسم کھا رہے ہیں وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور جس گواہی کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے چھپا کر ہم گناہ گار نہیں ہوں گے اور اگر ان دونوں کے قسم کھا لینے کے بعد پتا چل جائے کہ انھوں نے خیانت کی ہے تو میت کے رشتہ داروں میں سے دو قریبی رشتہ دار آگے بڑھیں گے اور حلف اٹھائیں گے کہ ہم دونوں کی گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ قابل قبول ہے کہ انھوں نے خیانت کی ہے اور کذب بیانی سے کام لیا ہے اور یہ کہ ہم نے جو ان پر خیانت کی تہمت دھری ہے تو اس میں ہم نے ان پر زیادتی نہیں کی، اگر ہم نے زیادتی کی ہوگی تو ظالموں میں سے ہوں گے اور اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرح حلف لینے کی حکمت و مصلحت بیان کی کہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گواہان آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہوئے امر واقعہ میں بغیر کوئی تبدیلی لائے گواہی دیں گے اور خیانت کی شکل میں دو قریبی رشتہ داروں سے حلف لینے کی حکمت یہ ہے کہ حالتِ سفر کے گواہان ڈریں گے کہ اگر ہم نے کذب بیانی کی تو ہماری قسم رد کر دی جائے گی اور قریبی رشتہ دار قسم کھائیں گے اور ہمارا جھوٹ لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جائے گا۔

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، بنو سہم قبیلہ کا ایک (مسلمان) شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ساتھ سفر کے لیے نکلا۔ سہمی کو ایسی سرزمین پر موت آئی کہ وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جس کو وہ وصیت کرتا اور سامان اس کے حوالے کرتا، لہٰذا اس نے اپنے سامان کو تمیم اور عدی کے حوالے کر دیا۔ پھر جب وہ دونوں اس کے ترکہ کے ساتھ واپس آئے تو ورثا نے دیکھا کہ چاندی کا ایک جام جس پر سونے کے نقش ونگار بنے ہوئے تھے، غائب ہے۔ (مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا) آپ نے تمیم اور عدی سے قسم لی (اور ان کو چھوڑ دیا)، بعد میں وہ جام مکہ میں ملا، ان لوگوں نے (جن کے پاس سے جام ملا تھا) کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ پھر اس سہمی کے ورثا میں سے دو آدمی کھڑے ہوئے اور انھوں نے گواہی دی کہ یہ انھی کے ساتھی (یعنی سہمی) کا جام ہے، چنانچہ یہ آیت انھی کے سلسلہ میں نازل ہوئی: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ﴾ [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول الله تعالیٰ : ﴿ یأیها الذین آمنوا شهادة بینکم ﴾ : ۲۷۸۰]

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾

''جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

...یں سے کچھ مسائل و احکام بیان کرنے کے بعد اب قیامت کے بعض احوال ذکر فرما دیے، تاکہ نافرمانی کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ قیامت کے دن انبیاء سے مخاطب ہو کر یہ پوچھے گا کہ ان کی ان امتوں نے، جن کی طرف انھیں مبعوث کیا گیا تھا، انھیں کیا جواب دیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٦] ''تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَوَ رَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الحجر : ٩٢، ٩٣] ''سو تیرے رب کی قسم ہے! یقیناً ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ اس کے بارے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔''

قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ : انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کی قوموں نے اچھا یا برا جو بھی معاملہ کیا، اس کا علم تو یقیناً انھیں ہو گا لیکن وہ اپنے علم کی نفی یا تو محشر کی ہولناکیوں اور اللہ عز و جل کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے کریں گے، یا اس کا تعلق ان کی وفات کے بعد کے حالات سے ہو گا جس کی طرف درج ذیل حدیث میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں حوض پر تمھارا میر سامان ہوں گا، تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے، پھر مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے، میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔ جواب میں کہا جائے گا، آپ نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دیں۔'' [بخاري، كتاب الفتن، باب ما جاء في قول الله تعالٰى : ﴿ واتقوا فتنة لا تصيبن ...... الخ ﴾ : ٧٠٤٩]

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

''جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل

سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔"

یعنی پہلے تمام انبیاء سے اجتماعی طور پر پوچھا جائے گا کہ ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا تھا، یا ان کی دعوت کو کس حد تک قبول کیا تھا؟ پھر ہر نبی سے الگ الگ یہی سوال ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام سے سوال و جواب کو بالخصوص اس لیے ذکر کیا گیا کہ آپ کی امت نے مستقلاً کئی الٰہ بنا لیے تھے۔ سوال و جواب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ احسانات قرآن کریم میں جا بجا مذکور ہیں۔ ان میں سے اکثر اس مقام پر یکجا کر کے ذکر کیے گئے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں: ① عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ آپ بغیر باپ کے جبریل علیہ السلام کے روح پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے، آپ کی پیدائش فطری طریق سے ہٹ کر خرق عادت اور معجزانہ طور پر ہوئی تھی۔ اسی لیے آپ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے۔ ② آپ کی والدہ مریم علیہا السلام پر اللہ کا یہ احسان تھا کہ آپ کو یہودیوں کی تہمت سے بری قرار دیا۔ ③ عیسیٰ علیہ السلام بالکل چھوٹی عمر میں، جب بچہ بولنا سیکھتا بھی نہیں، اس طرح کلام کرتے تھے جیسے ایک پختہ عقل والا آدمی گفتگو کرتا ہے۔ ④ آپ تورات کی عبارتیں فر فر سنا دیا کرتے تھے، جس سے یہود کے بڑے بڑے علماء دنگ رہ جاتے تھے، پھر تیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت عطا ہوئی اور آپ پر انجیل نازل ہوتی رہی۔ ⑤ آپ مٹی کا کوئی پرندہ بناتے پھر اس میں پھونک مارتے تو وہ پرندہ اللہ کے حکم سے سچ مچ کا جان دار پرندہ بن کر اڑنے لگتا تھا۔ ⑥ اسی طرح مادر زاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے بینا بن جاتا تھا اور اس کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو جاتی تھیں۔ ⑦ اگر آپ کسی برص والے یعنی کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرتے تو وہ اللہ کے حکم سے بالکل تندرست ہو جاتا تھا۔ ⑧ اور آپ کسی قبر میں پڑے ہوئے مردے کو زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونے کو کہتے تو وہ اللہ کے حکم سے قبر سے نکل کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اتنے ڈھیر سارے معجزات کے باوجود بنی اسرائیل نے آپ کو جھٹلا دیا اور کہنے لگے کہ تم جادوگر ہو اور تمھارے یہ کارنامے سب کچھ جادو ہی کا کرشمہ ہیں۔

وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

"اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور

گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔‘‘

یہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان ہے کہ اللہ نے حواریوں کو ان کے اصحاب و انصار بنا دیا، یہاں ’’أَوْحَيْتُ‘‘ وحی سے مراد الہام اور دل میں القا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ﴾ [القصص: ٧] ’’اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ﴾ [النحل: ٦٨، ٦٩] ’’اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ کچھ پہاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپر بناتے ہیں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا، پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو مسخر کیے ہوئے ہیں۔‘‘ ان آیات میں وحی کا لفظ الہام کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ
السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١١٢ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ
قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝١١٣ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ الربع
اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً
مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝١١٤ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ
فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝١١٥ ع ١٥

’’جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتارے؟ اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ واقعی تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہوں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار، جو ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہمیں رزق دے اور تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں اسے تم پر اتارنے والا ہوں، پھر جو اس کے بعد تم میں سے ناشکری کرے گا تو بے شک میں اسے عذاب دوں گا، ایسا عذاب کہ وہ جہانوں میں سے کسی ایک کو نہ دوں گا۔‘‘

ان آیات میں ’’مائدہ‘‘ کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اسی مائدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے سورت کا نام ’’مائدہ‘‘

ہے۔نزولِ مائدہ بھی اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان تھا اور یہ چیز ان کی نبوت و رسالت پر قطعی دلیل تھی۔ حواری جو اسلام لا چکے تھے وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھنے لگے کہ کیا تمھارے پروردگار میں اتنی قدرت ہے کہ ہم پر آسمان سے تیار شدہ کھانا نازل کر دے، تاکہ وہ اسے کھائیں اور ان کے دل کو مزید اطمینان وسکون نصیب ہو اور جس دن اس دستر خوان کا نزول ہو ہم اس دن جشن اور عید منائیں اور آئندہ بھی اس دن عید مناتے رہیں۔ حواریوں کے اس مطالبہ سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین آپ کو اللہ یا الٰہ یا تین معبودوں میں سے ایک نہیں سمجھتے تھے، بلکہ انھیں محض اللہ کا بندہ اور اس کا رسول سمجھتے تھے، ورنہ ان کے مطالبے کا انداز یہ ہوتا کہ کیا تم میں یہ قدرت ہے کہ ہمارے لیے آسمان سے دستر خوان اتار کر دکھاؤ؟ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا امتحان نہ لو، اس سے ڈرتے رہو اور اس کے فرماں بردار بن کر رہو اور فرماں برداروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ اپنے آقا کا امتحان لینا شروع کر دیں۔ لیکن جب عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کا مقصد صحیح ہے اور اپنے سوال پر مصر ہیں تو انھوں نے اللہ سے اس کے لیے دعا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور نہایت خشوع و خضوع سے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! ہمارے لیے آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے، جس میں اس جنت کی نعمتیں ہوں جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اور وہ دن ہمارے لیے اور ہمارے بعد آنے والی نسلوں کے لیے عید کا دن ہو اور تیری کمال قدرت، صدق وعدہ اور تیری طرف سے میری نبوت کی تصدیق کی نشانی ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم تمھاری دعا قبول کرتے ہوئے اسے تمھارے لیے اتاریں گے، لیکن اس کے بعد اگر ان میں سے کسی نے کفر کا ارتکاب کیا تو اسے میں تمام جہان والوں سے بڑھ کر عذاب دوں گا۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕؔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

”اور جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا تو پاک ہے، میرے لیے بنتا ہی نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں، اگر میں نے یہ بات کہی تھی تو یقیناً تو نے اسے جان لیا، تو جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے نفس میں ہے، یقیناً تو ہی سب چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ میں نے انھیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی

عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مذکورہ احسانات یاد دلانے کے بعد ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے بجائے مجھے اور میری ماں کو الٰہ بنا لینا اور تمام حاجات ہم سے طلب کرنا، کیا میرے احسانات کا یہی بدلہ تھا؟ عیسیٰ علیہ السلام نہایت عاجزی سے جواب دیں گے کہ یا اللہ! میں ایسی بات کیونکر کہہ سکتا تھا جو میرے لائق ہی نہ تھی۔ علاوہ ازیں تو تو چھپی اور علانیہ سب باتوں کو جانتا ہے، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو یقیناً تیرے علم میں ہوتی۔ واضح رہے کہ قیامت کے دن کا یہ مکالمہ اس لیے بیان نہیں کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہو جائے، بلکہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کی تہدید اور سرزنش کے لیے بیان کیا جا رہا ہے، جنھوں نے آپ کے بعد انھیں اور ان کی والدہ کو الٰہ بنا لیا تھا، تاکہ ان کے لیے ان کے رسول ہی کی شہادت قائم ہو جائے جس کی وہ پرستش کرتے رہے، اس کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ اے اللہ! تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں خود بھی تیری بندگی اور عبادت کروں اور لوگوں سے بھی تیری بندگی اور عبادت کراؤں، تو اسے میں بجا لاتا رہا اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا اس وقت تک تو میں نے تیرے حکم کا پوری طرح دھیان رکھا، البتہ میرے بعد کے حالات کا مجھے کچھ علم نہیں۔ بعد کے حالات تو تو ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں نے کب، کس طرح اور کیوں یہ غلط روش اختیار کی تھی؟

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ : یعنی ہر چیز اور ہر شخص کی ہمہ وقت خبر رکھنے والا فقط ایک اللہ ہی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! بے شک تم سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون حالت میں اکٹھے کیے جاؤ گے۔“ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۰۴] ”جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ پورا کرنے والے ہیں۔“ آخر آیت تک، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار! بے شک روز قیامت سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ خبردار! آگاہ رہو کہ میری امت کے کچھ آدمیوں کو لایا جائے گا تو انھیں بائیں طرف کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی (پیروکار) ہیں، تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کتنی نئی باتوں کو ایجاد کر لیا تھا۔ تب میں بھی اسی طرح کہوں گا کہ جس طرح اللہ کے نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) جواب دیں گے: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۷، ۱۱۸] ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' تو مجھے جواب دیا جائے گا کہ جب آپ ان سے جدا ہوئے تو یہ لوگ مرتد ہو گئے (یعنی اسلام سے پھر گئے)۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ وكنت عليهم شهيدًا ما دمت فيهم ﴾ : ۴۶۲۵۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۶۰]

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

''اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں عیسیٰ علیہ السلام نہایت حکیمانہ انداز میں ان کی سفارش کریں گے۔ پہلے اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر تو انھیں عذاب دے گا تو یہ تیرے بندے ہی ہیں، نہ دم مار سکتے ہیں، نہ بھاگ کر کہیں جا سکتے ہیں اور اگر تو انھیں معاف ہی فرما دے تو تیری شانِ غفاری کے کیا کہنے۔ بہر حال تو ہر چیز پر اور ہر کام پر غالب ہے اور تیرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے رہے تھے۔ [نسائی، كتاب الافتتاح، باب ترديد الآية : ۱۰۱۱۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء في القراءة : ۱۳۵۰]

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾

''اللہ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے آج عدل و انصاف کا دن ہے، آج تو سچ اور سچی بات ہی کچھ فائدہ دے سکتی ہے اور سب سے سچی بات کلمہ توحید ہے، یعنی جن لوگوں نے کسی کو اللہ کا شریک نہ سمجھا ہو، پھر زندگی بھر راست بازی سے اس پر قائم رہے ہوں، انھی کی نجات ہو سکتی ہے، انھیں ہی جنت میں داخل کیا جائے گا اور طرح طرح کے انعامات سے نوازا جائے گا۔ ایسے لوگوں سے اللہ راضی اور وہ اللہ سے راضی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سب سے بڑا ظلم اور جھوٹ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور کفر ہے اور سب سے بڑا سچ اور انصاف اللہ کی توحید اور ایمان ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا، یعنی مشرکین کی معافی اور بخشش کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ البتہ توحید والوں کو ان کی توحید ضرور نفع پہنچائے گی، خواہ وہ کتنے ہی گناہ گار ہوں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ صبح تک اس آیت کو نماز میں پڑھتے رہے: ﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [المائدة : ۱۱۸] سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''اس آیت کو بار بار پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی التجا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری التجا قبول کر لی ہے۔ میری امت میں سے جو شخص بغیر شرک کی حالت کے مرے گا اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۱۷۰، ۱۵۶، ح : ۲۱۵۵۱، ۲۱۴۴۶]

ع ۱۶ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۲۰ۧ

''اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم علیہما السلام دونوں کی الوہیت کی تردید کی دلیل ہے، کیونکہ جو چیز کسی کی ملکیت ہو وہ اس کی مملوک یا غلام تو ہو سکتی ہے، اس کی شریک نہیں ہو سکتی اور نہ اسے اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک سمجھا جا سکتا ہے۔

سورة الانعام مكية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ۬ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیروں اور روشنی کو بنایا، پھر (بھی) وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تنہا وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس لیے صرف وہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے، کیونکہ جس ذات نے زمین و آسمان جیسی چیزوں کو پیدا کیا ہے درحقیقت وہی حمد و ثنا کے لائق ہے اور جس ذات نے ظلمت و نور جیسی چیزیں پیدا کی ہیں، یقیناً وہی تمام تعریفوں کی حق دار ہے۔ ان تمام کائناتی دلائل کے ہوتے ہوئے، جو اللہ تعالیٰ کے تنہا خالق و مالک ہونے پر دلالت کرتے ہیں، شرک کرنا عقلی طور پر بھی مستبعد ہے، لیکن ان مشرکوں کا حال یہ ہے کہ ان قطعی کائناتی دلائل کے باوجود اللہ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ : جو ذات آسمانوں اور زمین کی خالق ہے وہی مالک ہے، وہی کارساز ہے، وہی معبود ہے، وہی حاکم ہے، ہر قسم کی تعریف اسی کو زیبا اور سزاوار ہے، ارشاد فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ''اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی

میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ‌ ۚ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۞ اَللّٰهُ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ لَهٗ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۞ وَلَىِٕنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِهَا لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ‌ ؕ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ‌ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴾ [العنكبوت : ٦١ تا ٦٣] ''اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔ اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیا تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے، کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

ثُمَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ : یعنی جب ہر چیز کا مالک و خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ مشرکین اسے اپنا رب (پالنے والا) بھی تسلیم کرتے ہیں تو ان پر لازم تھا کہ عبادت بھی اسی کی کرتے، مگر یہ پھر بھی دوسروں کو اس کے برابر گردانتے ہیں، ان کے سامنے سجدے کرتے ہیں، ان کے نام کی نذریں چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں اور مشکلات میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہ کس قدر بے عقلی ہے کہ پیدا اللہ تعالیٰ کرے، روزی بھی وہی دے، پھر مانگا غیر سے جائے اور اس کو اپنے رب کے برابر ٹھہرایا جائے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اذیت کی بات کو سن کر صبر کرنے والا اللہ سے زیادہ کوئی نہیں ہے، لوگ اس کے لیے بیٹا بناتے ہیں اور وہ پھر بھی ان کو عافیت سے رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ إن الله هو الرزاق ذو القوة المتين ﴾ : ٧٣٧٨۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب في الكفار : ٢٨٠٤]

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا‌ ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنۡدَهٗ‌ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ۞

''وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک مدت مقرر کی اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، پھر (بھی) تم شک کرتے ہو۔''

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِيۡنٍ : یعنی آدم علیہ السلام کو جو تمھاری اصل ہیں اور جن سے تم سب نکلے ہو، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے، جو تمام زمین سے چنیدہ تھی، بنایا۔ اسی لیے ہر جگہ کی مٹی ہونے کے اثر سے انسانوں کی نسل کے رنگ اور طبیعتیں مختلف ہیں، کوئی گورا ہے، کوئی کالا تو کوئی سانولا۔ طبیعت کے لحاظ سے کوئی بدمزاج، سخت خو ہے تو کوئی نیک مزاج اور نرم خو۔'' [أبو داود، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦٩٣۔ ترمذي، كتاب التفسير، باب ومن سورة البقرة : ٢٩٥٥]

ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ : پھر ایک مدت مقرر کی، یعنی موت کا وقت اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، یعنی قیامت کا وقت کہ وہ کب آئے گی؟ صرف وہی جانتا ہے، اس کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ''وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔''

ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ : یعنی قیامت کے وقوع میں، جیسا کہ کفار و مشرکین کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل جائیں گے تو کس طرح ہمیں دوبارہ زندہ کیا جا سکے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جس نے تمھیں پہلی مرتبہ زندہ کیا دوبارہ بھی وہی اللہ تمھیں زندہ کرے گا۔

وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

''اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہے، تمھارے چھپے اور تمھارے کھلے کو جانتا ہے اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو۔''

یعنی وہی ہستی ہے جس کو آسمانوں میں اور زمین میں اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ آیت تقریباً اس آیت کے ہم معنی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٤، ٨٥] ''اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

یعنی آسمانوں اور زمین میں ایک ہی ذات ہے جسے اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے، جس کی آسمانوں اور زمین دونوں میں حکومت ہے اور دونوں میں اس اکیلے ہی کی عبادت کی جاتی ہے، کیونکہ وہ تمھاری ہر چھپی اور کھلی بات کو اور تمھارے ہر عمل کو جانتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا کمال ثابت ہوتا ہے اور یہ کمال اس کے معبودِ برحق ہونے کی ایک دلیل ہے۔

بعض لوگ اس آیت کو اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ ہے اور کوئی عرش وغیرہ نہیں جس پر اللہ تعالیٰ بلند ہو، حالانکہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے عرش کا اور اللہ تعالیٰ کے اس کے اوپر ہونے کا واضح بیان ہے۔ قرآن کریم میں تقریباً اٹھارہ جگہ اللہ تعالیٰ کے عرش کا ذکر ہے، اس لیے اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عرش کے اوپر ہے۔ البتہ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے وہ ہر جگہ ہے۔

وَمَا تَأۡتِيهِم مِّنۡ ءَايَةٖ مِّنۡ ءَايَٰتِ رَبِّهِمۡ إِلَّا كَانُواْ عَنۡهَا مُعۡرِضِينَ ۝٤

”اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔“

ان آیات سے مراد وہ احکام بھی ہیں جو آیات کی صورت میں انبیاء علیہم السلام پر اترتے رہے اور وہ معجزات بھی جو نبوت کی دلیل کے طور پر اترتے رہے۔ اس کے علاوہ کائنات میں بے شمار نشانیاں ایسی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کی طرف دعوت دیتی ہیں، لیکن یہ ان سے اعراض کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَأَيِّن مِّنۡ ءَايَةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ يَمُرُّونَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُونَ ﴾ [یوسف : ۱۰۵] ”اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَءَايَةٞ لَّهُمُ ٱلۡأَرۡضُ ٱلۡمَيۡتَةُ أَحۡيَيۡنَٰهَا وَأَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبّٗا فَمِنۡهُ يَأۡكُلُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۳] ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَءَايَةٞ لَّهُمُ ٱلَّيۡلُ نَسۡلَخُ مِنۡهُ ٱلنَّهَارَ فَإِذَا هُم مُّظۡلِمُونَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۷] ”اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔“

فَقَدۡ كَذَّبُواْ بِٱلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ فَسَوۡفَ يَأۡتِيهِمۡ أَنۢبَٰٓؤُاْ مَا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ۝٥

”پس بے شک انھوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آجائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔“

اوپر کی آیات میں توحید اور آخرت کو ثابت کیا گیا ہے، اب اس آیت میں تقلید کا باطل ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ حق سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی۔ ان دونوں کا دعویٰ یہ تھا کہ اسلام ہی بالآخر غالب آکے رہے گا، کفار مکہ بالخصوص اس بات کا مذاق اڑاتے تھے کہ یہ کمزور سی مٹھی بھر جماعت ہے جسے کھانے پینے کی چیزیں بھی میسر نہیں آتیں۔ وہ اگر محلوں کے خواب دیکھے تو یہ دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو یہ کفار اس وعدہ کو محض مذاق سمجھتے ہوئے اس پر ہنستے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، لیکن عنقریب مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا جائے گا اور پھر ایسے واقعات پیش آئیں گے جن سے یہ وعدہ حقیقت بن کر ان کے سامنے آجائے گا اور آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے کہ آخرت بھی، جس کا وہ مذاق اڑاتے ہیں، ان کے سامنے آجائے گی، جیسا کہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ”اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے

فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبي جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت : ۲۸۷۳، ۲۸۷۵]

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

''کیا انھوں نے نہیں دیکھا ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جنھیں ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمھیں نہیں دیا اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش برسائی اور ہم نے نہریں بنائیں، جو ان کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسرے زمانے کے لوگ پیدا کر دیے۔''

کفار مکہ کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ کیا ان لوگوں نے ان قوموں کا حال نہیں جانا ہے جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں، جیسے قوم عاد، قوم نوح اور آل فرعون وغیرہ، بے شمار ایسی اقوام ہیں جنھیں تم سے بڑھ کر اقتدار بخشا گیا تھا، وہ تم سے طاقتور اور زور آور بھی زیادہ تھے، سرسبز باغ، کھیت اور نہریں سب کچھ موجود تھا، لیکن جب انھوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور کفر اور نافرمانیوں میں حد سے تجاوز کر گئے تو اپنے کرتوتوں کی پاداش میں انھیں ہلاک کر دیا گیا، پھر کسی دوسری قوم کو ان کا جانشین بنا دیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ جب ان قوموں کا یہ حال ہوا تو اللہ کفار مکہ کو بھی ہلاک کر سکتا ہے۔ اس لیے انھیں چاہیے کہ گزشتہ قوموں سے عبرت حاصل کریں اور عذاب الٰہی کو دعوت نہ دیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ [الأحقاف : ۲۶، ۲۷] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارے اردگرد کی بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ہم نے پھیر پھیر کر آیات بیان کیں، شاید وہ لوٹ آئیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴾ [الحج : ۴۵] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم

نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔‘‘

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷

’’اور اگر ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی چیز اتارتے، پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

یہ کفار مکہ کے ایک اعتراض کا جواب ہے، جو کہتے تھے کہ ہم تو تب ہی ایمان لائیں گے جب ہمارے سامنے محمد (ﷺ) پر کتاب نازل ہو اور ساتھ فرشتے بھی ہوں، جو اس بات کی گواہی دیں کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ کافر اس قدر ہٹ دھرم واقع ہوئے ہیں کہ اگر ہم ان کا مطالبہ پورا کر بھی دیں اور وہ کتاب کو چھو کر دیکھ بھی لیں کہ یہ محض نظر بندی کا چکر نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے، تب بھی وہ یہ کہہ دیں گے کہ یہ سب کچھ جادو ہے اور تم جادوگر ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾ [القمر : ۱، ۲] ’’قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔‘‘

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

’’اور انھوں نے کہا اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو ضرور کام تمام کر دیا جاتا، پھر انھیں مہلت نہ دی جاتی۔‘‘

یہ کفار کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے کہ محمد (ﷺ) پر فرشتہ اپنی اصل شکل میں کیوں نازل نہیں ہوتا جسے ہم دیکھ سکیں اور ہمیں یقین آ جائے۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس حالت میں ان کے پاس فرشتے نازل ہوتے تو وہ ان کے پاس عذاب لے کر آتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝۶ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴾ [الحجر : ۶ تا ۸] ’’اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔ تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔‘‘

﴿ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹ ﴾

''اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو یقیناً اسے آدمی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈالتے جو وہ شبہ ڈال رہے ہیں۔''

یعنی اگر ہم انسانوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے تو اسے انسانی شکل وصورت ہی میں بھیجتے، تاکہ انسانوں کے لیے اس سے مخاطب ہونا اور دین سیکھنا ممکن ہوتا اور اگر ہم ایسا کرتے تو یہ پھر بھی اپنے انھی شبہات میں مبتلا رہتے جن میں اب یہ بشر کی رسالت ونبوت قبول کرنے کے سلسلے میں شبہات میں مبتلا ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٩٥] ''کہہ دے اگر زمین میں فرشتے ہوتے، جو مطمئن ہو کر چلتے (پھرتے) تو ہم ضرور ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام پہنچانے والا اتارتے۔''

﴿ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ﴾ ع

''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ آپ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے ایسا ہی برتاؤ کیا تھا، لہٰذا آپ ان کی پروا نہ کیجیے اور انجام کار انھیں اسی قسم کے عذاب سے ہلاک کیا گیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

﴿ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱ ﴾

''کہہ دے زمین میں چلو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اگر کفار مکہ قرآن میں مذکور ہلاک شدہ قوموں کے واقعات میں شبہ کرتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ زمین میں گھوم کر انبیاء کو جھٹلانے والی قوموں کا حال معلوم کر لو کہ کس طرح اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ گزشتہ آیت میں نبی کریم ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، یہ تتمہ ہے اور اس بات کی تاکید ہے کہ ان کافروں کا انجام بھی پہلوں جیسا ہوگا، جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٥، ٤٦]

''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے

ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴾ [محمد : ۱۰] ''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ میدانِ بدر میں پورا ہوا۔ چنانچہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت : ۲۸۷۳، ۲۸۷۵]

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲

''کہہ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ کہہ اللہ کا ہے، اس نے اپنے آپ پر رحم کرنا لکھ دیا ہے، یقیناً وہ تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) ضرور جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہی ایمان نہیں لاتے۔''

وعظ و نصیحت اور ڈرانے کے بعد انھی تین اصولوں یعنی کائنات کی ابتدا، اسے دوبارہ زندہ کرنے اور انبیاء کی نبوت کو ثابت کرنے پر دلیل قائم کی ہے۔ نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کافروں سے پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین کا مالک کون ہے؟ اور اس سوال کا مقصد ڈانٹ اور پھٹکار ہے۔ پھر اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ خود ہی جواب دے دیجیے کہ اللہ کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی کہہ دیجیے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے، توبہ و استغفار کو قبول کرتا ہے اور سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی صفت رحمت کا تقاضا ہے کہ اللہ انھیں دنیا میں مہلت دے گا اور انھیں بالکل ختم نہیں کرے گا، لیکن قیامت کے دن ان سب کو اکٹھا کرے گا اور ان کے کرتوتوں پر ان کا محاسبہ کرے گا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸۴ تا ۸۷] ''کہہ یہ زمین اور اس میں جو کوئی بھی ہے کس کا ہے، اگر تم جانتے ہو؟ ضرور کہیں گے اللہ کا ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ کہہ ساتوں آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہہ دے پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟''

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں اسے لکھا، جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے اور اپنے متعلق بھی یہ لکھا، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ويحذركم الله نفسه ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، كتاب التوبة ، باب في سعة رحمة الله وأنها تغلب غضبة : ۲۷۵۱]

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳

''اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں ٹھہرا ہوا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

گزشتہ آیت میں بتایا گیا کہ آسمانوں اور زمین کا مالک صرف اللہ ہے اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ لیل و نہار میں جو کچھ پایا جاتا ہے اس کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس لیے معلوم ہوا کہ مکان اور اس کے تمام موجودات اور زمان اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے تمام حوادث کا مالک صرف اللہ ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے، اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴

''کہہ دے کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوست بناؤں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے، حالانکہ وہ کھلاتا ہے اور اسے نہیں کھلایا جاتا۔ کہہ بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا شخص بنوں جو فرماں بردار بنا، اور تو ہرگز شریک بنانے والوں سے نہ ہو۔''

مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کو کہا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے

کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنالوں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جو تمام مخلوقات کو روزی دینے والا ہے اور وہ ان کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں وہ پہلا شخص بنوں جو اللہ کے سامنے مخلصانہ طور پر اپنا سر جھکا دے، تاکہ دوسروں کے لیے خیر کا نمونہ بنوں اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم مشرکوں میں سے نہ بنوں اور آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو قیامت کے دن کا عذاب مجھے خائف کر رہا ہے، اس سے جو آدمی اس دن بچا لیا جائے گا، گویا کہ اللہ نے اس پر رحم کر دیا اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴾ [الزمر : ٦٤] ”کہہ دے پھر کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں اے جاہلو!“

وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ : یعنی وہ اپنی ساری مخلوق کو تو رزق عطا فرماتا ہے، مگر وہ خود اپنے بندوں کا قطعاً محتاج نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴾ [الذاریات : ٥٦ تا ٥٨] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل قبا میں سے ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلے گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمالیا اور ہاتھ دھو لیے تو یہ دعا پڑھی: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ، وَمَنَّ عَلَيْنَا فَهَدَانَا، وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا، وَكُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُكَافَئٍ وَلَا مَكْفُوْرٍ، وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ، وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ، وَكَسَانَا مِنَ الْعُرْیِ، وَهَدَانَا مِنَ الضَّلَالَةِ، وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰی وَفَضَّلَنَا عَلٰی كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)) ”سب تعریف اسی اللہ کے لیے ہے، جو اپنے بندوں کو تو کھلاتا ہے مگر خود نہیں کھاتا، اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت سے نوازا اور کھلایا اور پلایا اور ہر اچھی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس کو کبھی خیر باد نہیں کہا جا سکتا، نہ اس کا بدلہ دیا جا سکتا ہے، نہ ناشکری کی جا سکتی ہے اور نہ بے نیازی اختیار کی جا سکتی ہے۔ سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور زیب تن کرنے کے لیے لباس عطا فرمایا اور ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت سے نوازا اور ہمیں اندھے پن سے محفوظ فرما کر (ایمان کی) بینائی سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوق کے مقابلے میں ہمیں شرف و فضل سے سرفراز فرمایا۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کی ذات کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“ [السنن الکبریٰ للنسائی : ۸۲/٦، ح : ۱۰۱۳۲۔ مستدرك حاكم : ۵٤٦/۱، ح : ۲۰۰۳]

قُلۡ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵﴾

”کہہ دے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ اعلان کروا کر دوسرے سب لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اگر بفرض محال ہمارے معصوم اور سب سے زیادہ نیک بندے سے بھی کسی نافرمانی کا ارتکاب ہو جائے تو وہ بھی ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکتا، پھر دوسروں کے لیے کیسے ممکن ہے کہ انبیاء کو جھٹلانے جیسے جرائم کرنے کے باوجود ہمارے عذاب سے بے فکر ہو کر بیٹھ رہیں؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ لِیَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۙ﴿۵﴾ یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [المطففين : ٤ تا ٦] ”کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“ اس یوم عظیم کی مقدار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡکٰفِرِیۡنَ لَیۡسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الۡمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ اِلَیۡہِ فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ ﴾ [المعارج : ١ تا ٤] ”ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں، (وہ عذاب) ایک ایسے دن میں (ہوگا) جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر سونے اور چاندی کے مالک کے لیے، جو ان میں سے ان کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن آگ سے تختیاں بنائی جائیں گی، پھر ان تختیوں کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر ان تختیوں سے اس کے پہلو پر، اس کی پیشانی پر اور اس کی پیٹھ پر داغ دیا جائے گا۔ جب کبھی یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انھیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا، (یہ سزا اسے) اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے (برابر ملتی رہے گی) یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا، پھر اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا، یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ٩٨٧]

مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡہُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَہٗ ؕ وَ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾

”جس شخص سے اس دن وہ ہٹا لیا جائے گا تو یقیناً اس نے اس پر رحم کر دیا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔“

یعنی بلند مراتب حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے، اگر کسی سے آخرت کا عذاب ہی ٹل جائے تو اپنی جگہ یہی بہت واضح کامیابی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۬ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡکَبِیۡرُ ﴾ [البروج : ١١] ”بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے ایسے

باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۵] "پھر جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا۔"

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱۸

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔"

اس آیت سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے، کیونکہ جس انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہو جائے کہ دکھ درد کو دور کرنے والا اور فائدہ پہنچانے والا صرف اللہ ہی ہے تو پھر دوسروں کے آگے سجدے کرنا اور ان کی قبروں پر نذرانے چڑھانا اور سمجھنا کہ وہ حاجات پوری کر سکتے ہیں، بہت بڑی حماقت ہے۔ قرآن نے اس بات پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا ہے کہ ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر عقیدہ پختہ ہو تو انسان شرک میں مبتلا نہیں ہوتا۔

<u>وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚۖ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۸۸] "کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: "اے لڑکے! جب تو سوال کرے تو ایک اللہ سے کر اور جب تو مدد مانگے تو ایک اللہ سے مانگ اور جان لے کہ اگر ساری امت تمھیں نفع پہنچانے پر جمع ہو جائے تو وہ نفع نہیں پہنچا سکتی، مگر وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا اور اگر ساری امت تمھیں نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو نقصان نہیں پہنچا سکتی، مگر وہی جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا، قلمیں اٹھا لی گئیں اور صحیفے خشک ہو چکے۔" [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث حنظلة : ۲۵۱۶]

<u>اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [فاطر : ۲] "جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند

کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٢] ''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا فرمایا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ''اے اللہ! جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جو تو عطا نہ فرمائے اس کو کوئی دے نہیں سکتا اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تجھ سے بچا نہیں سکتی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلاۃ : ٨٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفته : ٥٩٣]

اگلی آیت میں فرمایا کہ سب لوگ، خواہ بڑے سے بڑا جابر ہو، اس کے سامنے بے بس ہیں۔ تمام گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں، وہ ہر ایک پر غالب ہے اور ساری کائنات اس کی مطیع ہے۔ صفات کمال دو ہیں، قدرت اور علم۔ پہلے جملہ ﴿ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ﴾ میں کمال قدرت کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے جملہ ﴿ اَلْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴾ سے کمال علم ثابت ہوتا ہے، یعنی وہ اپنے احکام میں کمال حکمت والا اور اپنے بندوں کے معاملات کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿١٩﴾

''کہہ کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ کہہ اللہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے، تاکہ میں تمھیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ پہنچے، کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔''

کفار مکہ کے بعد جب یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیا تو کفار کہنے لگے کہ بتاؤ اب تمھاری رسالت کی گواہی کون دیتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کافروں سے کہیے کہ اللہ سے بڑھ کر کون گواہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کی خبر میں جھوٹ کا احتمال نہیں ہو سکتا اور یہ قرآن بھی میری نبوت کی تصدیق کرتا ہے، جس کی مثل تم لوگ لانے سے عاجز ہو اور یہ قرآن اس لیے نازل کیا گیا ہے اے اہل مکہ! کہ میں تمھیں اور تمام بنی نوع انسان

کو ڈراؤں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین کے شرک کا انکار کریں اور کہیں کہ تم لوگ تو اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کے ہونے کی گواہی دیتے ہو، لیکن میں انکار کرتا ہوں اور صرف اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتا ہوں اور تمھارے جھوٹے معبودوں سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ : اللہ کی گواہی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، لہٰذا اب مزید کسی گواہی کی ضرورت نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ۷۹] ''اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [الفتح : ۲۸] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔''

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ : یعنی میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ میں تمھیں اس سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ پہنچے۔ اس سے مراد قیامت تک آنے والے تمام عرب و عجم اور جن و انسان ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ میری رسالت عالمگیر اور قیامت تک کے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو میرے علاوہ کسی کو نہیں دی گئیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے (دشمن پر) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاکی کے لائق بنا دی گئی ہے، جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے میری امت کے ہر فرد کے لیے وہیں نماز جائز ہے۔ ③ میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی گئیں۔ ④ میں تمام مخلوق کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ ⑤ اور مجھے سفارش کا اختیار دیا گیا ہے جو میں قیامت کے دن اللہ کے حکم سے کروں گا۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف سے پہنچا دو چاہے ایک آیت (یعنی ایک مسئلہ) ہی کیوں نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۶۱]

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری بات سننے والوں میں سے ہر ایک اسے جو یہاں موجود نہیں، میری بات پہنچا دے۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب خطبة أیام منی : ۱۷۴۱]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہر اس بندے کے چہرے کو تروتازہ رکھے جو میری بات یاد کر کے آگے پہنچاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع : ۲۶۵۶]

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے احکام تمام لوگوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہیں۔ ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ہر زمانے کے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اسے اگلے زمانے کے لوگوں تک پہنچائیں، قرآن کے احکام کو صرف نبی ﷺ کے زمانے تک محدود رکھنا اور حالات کی تبدیلی کے بہانے قرآن وحدیث کے احکام میں تبدیلی کرنا، قرآن کے احکام سے جان چھڑانے کی کوشش ہے اور صریح تحریف ہے کہ جس کی وجہ سے یہودی ملعون ٹھہرے۔

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ : یعنی قرآن میں مذکور توحید کے واضح اور قطعی دلائل کے باوجود کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ تم جو چاہو کہو، میں تو یہ شہادت کبھی نہیں دے سکتا اور صاف کہتا ہوں کہ میں ان تمام ہستیوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو، بری ہوں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴾ [الزخرف : ۸۴] ”اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ [الأنبياء: ۲۵] ”اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرۃ : ۱٦۳] ”اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲/۸

”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔“

گزشتہ آیتوں میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور مشرکین مکہ کی تردید میں جو بات کہی گئی ہے اس کی تفصیل ہے کہ تم لوگ جو کہتے ہو کہ اہل کتاب نے میرے نبی ﷺ کی نبوت کی گواہی نہیں دی تو یہ ان اہل کتاب کی کذب بیانی اور بدقسمتی ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے انکار کر رہے ہیں، وہ تو میرے نبی ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنی صلبی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ تمام انبیاء نے محمد (ﷺ) کی صفات، ان کا ملک، ان کا دار الہجرت اور ان کی امت کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے اس کے بعد فرمایا کہ ان تمام نشانیوں کے باوجود نبی کریم ﷺ کی نبوت پر جان بوجھ کر وہی لوگ ایمان نہیں لائیں گے جن کی قسمت میں نقصان و خسارہ لکھ دیا گیا ہے اور ان کا ایمان نہ لانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ محمد (ﷺ) نبی نہیں ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ''وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸۹] ''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ باندھا، یا اس کی آیات کو جھٹلایا، بے شک حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

یعنی جس طرح اللہ پر جھوٹ گھڑنے والا یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے، اسی طرح وہ بھی بڑا ظالم ہے جو اللہ کی آیات اور اس کے سچے رسول کی تکذیب کرے۔ جھوٹے دعوائے نبوت پر اتنی سخت وعید کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ متعدد لوگوں نے ہر دور میں نبوت کے جھوٹے دعوے کیے ہیں۔ یوں نبی کریم ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہو گئی جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیس جھوٹے نبی ہوں گے، ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں (مگر وہ نبی نہیں ہوگا)۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتی یمر الرجل......الخ : ۱۵۷، قبل الحدیث : ۲۹۲۴]

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾

''اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرک و کافر انسانوں، جنوں اور شیطانوں کو جمع کرے گا اور ان سے ان بتوں اور غیر اللہ کے بارے میں پوچھے گا جنھیں وہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے تھے کہ کہاں گئے وہ جنھیں تم اللہ کا شریک سمجھتے تھے؟ جب وہ قیامت کے دن مشکل ترین حقائق کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو شرک سے اپنی براءت کا اعلان کر دیں گے

اور اپنے اس جھوٹ پر قسم بھی کھا جائیں گے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

’’دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔‘‘

یعنی اس دن کی دہشت اور اپنی بے بسی اور درماندگی کی بنا پر اپنے بچاؤ کی یہی راہ انھیں سجھائی دے گی کہ اس سے صاف مکر جائیں اور دنیا میں جو افترا پردازیاں انھوں نے کی تھیں وہ سب ان سے گم ہو جائیں گی۔ جن باتوں کو انھوں نے خود اختراع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا تھا اب وہ سب باتیں غائب ہو جائیں گی۔

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : مشرکین کی بعض افترا پردازیوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [يونس : ٥٩] ’’کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [النحل : ٥٦] ’’اور وہ ان (معبودوں) کے لیے جن کے بارے میں وہ نہیں جانتے، ایک حصہ اس میں سے مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انھیں دیا ہے۔ اللہ کی قسم! تم اس کے بارے میں ضرور ہی پوچھے جاؤ گے جو تم جھوٹ باندھتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٣٧] ’’اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٧٣، ٧٤] ’’پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔‘‘

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ وَ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَ اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَ هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں، اس سے کہ وہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ (رکھ دیا ہے) اور اگر وہ ہر نشانی دیکھ لیں، اس پر ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ جب تیرے پاس جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کہتے ہیں یہ پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے سوا کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور نہیں سمجھتے۔''

یعنی بعض مشرکین آپ کے پاس آ کر قرآن سنتے تو تھے لیکن اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا، اس لیے کہ وہ اس میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے تھے اور نہ ان کی نیت رشد و ہدایت حاصل کرنے کی ہوتی تھی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیا تھا، تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ ڈال دیا تھا، تاکہ خیر کی باتوں کو سن ہی نہ سکیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ہے وہ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ تمام نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور یہی کہیں گے کہ یہ سب جادوگری ہے۔ اس لیے کہ ان کے اندر قوتِ فہم ہے نہ مادۂ انصاف اور اللہ کی نشانیاں اور حق کو جھٹلانے میں تو وہ اس قدر آگے ہیں کہ وہ باطل کا ہر سہارا لے کر آپ سے مناظرہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ماضی بعید کے لوگوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اخلاق، حکمت اور شریعت کی باتیں ہیں اور اس میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں، وہ سب سچے واقعات ہیں اور صرف عبرت و نصیحت کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ : یعنی صرف قرآن پر طعن کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ قرآن سننے سے اور لوگوں کو آپ کے پاس جانے سے بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں۔ آج کل مسلمانوں میں سے بہت سے شرک و بدعت میں مبتلا نام نہاد علماء بھی اہل توحید کی تقریریں سننے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں اور خود بھی نہیں سنتے، بلکہ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ کہیں حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کر کے ہمارے چنگل سے نہ نکل جائیں۔ لیکن ایسا کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، بلکہ اپنی ہی ہلاکت کا سامان کر رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہی نہیں کہ ایسا کرنے سے ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ تَرٰۤى
اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا
كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

ع ۹

''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اور انھوں نے کہا نہیں ہے یہ (زندگی) مگر ہماری دنیا کی زندگی اور ہم ہرگز اٹھائے جانے والے نہیں۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم! فرمائے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔''

مشرکین مکہ اپنے آپ کو کس طرح ہلاک کر رہے ہیں، اس کی کیفیت بیان کی جا رہی ہے، وہ دنیا میں تو قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں، لیکن آخرت میں انھیں اپنے فعل بد پر ندامت اور شدید افسوس ہو گا اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیے جاتے تو قرآن کی تکذیب نہ کرتے، بلکہ اس پر ایمان لے آتے۔ ان کی یہ تمنا عزم صادق اور خلوص اعتقاد کی بنیاد پر نہیں ہو گی، بلکہ انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ اپنے شرک کی وجہ سے ہلاک ہو کر رہیں گے، اسی لیے پریشانی کے عالم میں اپنی جھوٹی تمنا کا اظہار کریں گے۔ لیکن اللہ جانتا ہے کہ اگر وہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹا دیے جائیں اور عذاب آخرت کا جو منظر ابھی ان کی آنکھوں کے سامنے ہے وہ پسِ منظر میں چلا جائے تو وہ پھر اپنے کفر و شرک کی طرف لوٹ جائیں گے، اس لیے کہ ہر حال میں جھوٹ بولنا ان کی فطرت میں داخل ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ لوگ بعث بعد الموت اور قیامت کے مناظر دیکھ لینے کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیج دیے جائیں تو اللہ جانتا ہے کہ وہ اپنے تمرّد و عصیان کی وجہ سے یہی کہیں گے کہ اس دنیاوی زندگی کے بعد اب کوئی دوسری زندگی نہیں ہے اور موت کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے۔ پھر قیامت کے دن کا ایمان تو انھیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، جب وہ ہر منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اس دن تو ان کے لیے اعلان ہو گا کہ اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہو گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن اس روز ایمان لانا کسی ایسے شخص کے لیے نفع بخش نہیں ہو گا جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان کے ساتھ اچھا عمل نہیں کیا۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذى لا يقبل فيه الإيمان : ۱۵۷]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے جب تک نزع کا عالم طاری نہ ہو۔“ [ابن ماجه، کتاب الزهد، باب ذكر التوبة : ۴۲۵۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب إن الله يقبل توبة العبد ما لم يغرغر : ۳۵۳۷]

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾

”یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آپہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خسارے کا حال بیان کیا ہے جو اللہ کے حضور جواب دہ ہونے اور بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر خسارے اور گھاٹے کی بات اور کیا ہو سکتی ہے اور وہ اسی حال میں رہیں گے کہ اچانک موت انھیں آ دبوچے گی، تو بلند آواز سے اپنی حسرت و ندامت کا اعلان کریں گے کہ افسوس صد افسوس! ہم دنیاوی زندگی میں تقصیر سے کام لیتے رہے اور آج حقیقی خسارے کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ ہو گا کہ وہ اپنے گناہوں کو اپنی پشتوں پر ڈھو رہے ہوں گے۔

وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

”اور دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں اور یقیناً آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے۔“

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی کامیابی کے لیے کوشش کرنے کا درس دیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! دنیا کی زندگی لہو و لعب سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ گویا آخرت کی حقیقی اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اور اس کی لذتیں ایسی ہی ہیں جیسے بچوں کا کھیل تماشا، جو تھوڑی دیر میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی لذتوں کے اسیر نہ بنو اور اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگے رہو کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحديد : ۲۰] ”جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور

اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں صبح کو نکلنا یا شام کو، دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کی کمان یا ڈنڈے کے برابر جنت میں جگہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین پر جھانک دے تو زمین و آسمان کا درمیان روشن ہو جائے اور اس کے سر کا دوپٹہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العين وصفتهن : ۲۷۹۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله : ۱۸۸۵]

وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ : یعنی آخرت کا گھر دنیا سے کہیں بہتر ہے، مگر ان کے لیے جو کفر و شرک، نفاق اور کبائر سے بچتے ہیں، ورنہ کافر کے لیے تو دنیا کی زندگی ہی بہتر ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹۵۶]

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

''بے شک ہم جانتے ہیں کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ یقیناً تجھے وہ بات غمگین کرتی ہے جو وہ کہتے ہیں، تو بے شک وہ تجھے نہیں جھٹلاتے اور لیکن وہ ظالم اللہ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا آپ کی قوم کے تمام لوگ آپ کو صادق و امین کہتے تھے، لیکن جونہی آپ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی آیات سنانا شروع کیں تو ان میں سے اکثر آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور آپ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا قرار دینے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے اپنی اس تکذیب کی وجہ سے جو غم و حزن پہنچتا تھا اس کے ازالے اور آپ کی تسلی کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ تکذیب آپ کی نہیں، آپ کو تو وہ صادق و امین مانتے ہیں، دراصل یہ آیاتِ الٰہی کی تکذیب ہے اور یہ ایک ظلم ہے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان سے مراد دراصل وہ کفار ہیں جو بشر کے نبی اور رسول ہونے کو محال سمجھتے تھے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ۳۲] ''اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی

تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔" اور فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ [فاطر : ۸] "سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ﴾ [الکھف : ٦] "پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔"

وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

"اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ یقیناً تیرے پاس ان رسولوں کی کچھ خبریں آئی ہیں۔"

نبی ﷺ کی مزید تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں ہے کہ کافر اللہ کے پیغمبر کا انکار کر رہے ہیں، بلکہ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں جن کی تکذیب کی جاتی رہی ہے، پس آپ بھی ان کی اقتدا کرتے ہوئے اسی طرح صبر اور حوصلے سے کام لیں جس طرح انھوں نے تکذیب اور ایذا پر صبر سے کام لیا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس بھی اسی طرح ہماری مدد آ جائے، جس طرح ہم نے پہلے رسولوں کی مدد کی اور ہم اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے، ہم نے وعدہ کیا ہوا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] "بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔" اور فرمایا: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [المجادلة : ٢١] "اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۷۱ تا ۱۷۳] "اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہماری بات پہلے طے ہو چکی۔ کہ بے شک وہ، یقیناً وہی ہیں جن کی مدد کی جائے گی۔ اور بے شک ہمارا لشکر، یقیناً وہی غالب آنے والا ہے۔"

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگوں کو زمین میں گڑھا کھود کر اس میں انھیں ڈال دیا جاتا، پھر انھیں سر سے لے کر پاؤں تک آرے سے چیر دیا جاتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت پوست کو نوچا جاتا، لیکن یہ ظلم و تشدد بھی ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ اس معاملے کو مکمل فرمائے گا (یعنی اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء شہر سے حضر موت تک تنہا سفر کرے گا اور

اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہو گا۔" [بخاری، کتاب الإکراہ، باب من اختار الضرب والقتل والهوان على الكفر : ۶۹۴۳]

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ : اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مواقع پر گزشتہ رسولوں کے ساتھ جو استہزا ہوتا رہا ہے، اس سے اپنے رسول ﷺ کو مطلع کیا، تاکہ آپ کو یہ اطمینان رہے کہ تمام رسولوں کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الحجر : ۱۰، ۱۱] "اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں رسول بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ [الحج : ۴۲ تا ۴۴] "اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو بے شک ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔ اور مدین والوں نے۔ اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟"

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵ النصف

"اور اگر تجھ پر ان کا منہ پھیرنا بھاری گزرا ہے تو اگر تو کر سکے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈ نکالے، پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے آئے (تو لے آ) اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً انھیں ہدایت پر جمع کر دیتا۔ پس تو جاہلوں میں سے ہرگز نہ ہو۔"

نبی ﷺ کو معاندین و کافرین کی تکذیب سے جو گرانی اور مشقت ہوتی تھی اسی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اور تقدیر سے ہونا ہی تھا اور اللہ کے حکم کے بغیر آپ ان کو قبولِ اسلام پر آمادہ نہیں کر سکتے، حتیٰ کہ اگر آپ کوئی سرنگ کھود کر یا آسمان پر سیڑھی لگا کر بھی کوئی نشانی ان کو لا کر دکھا دیں، تو اول تو آپ کے لیے ایسا کرنا محال ہے اور اگر بالفرض آپ ایسا کر دکھائیں بھی تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ انجام کار ہم پر چھوڑتے ہوئے، پورے اطمینان اور پورے سکون کے ساتھ اپنی دعوت کے کام میں لگے رہیں۔ کفار کس طرح کے معجزات کا تقاضا کرتے تھے؟ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾

[بنی إسرائیل : ۹۰ تا۹۴] ''اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔ اور لوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اس بات نے کہ انھوں نے کہا کیا اللہ نے ایک بشر کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے؟''

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى : یعنی ایسا مت خیال کیجیے کہ کوئی نشانی یعنی معجزہ لانے سے یہ راہ ہدایت پر ضرور ہی آ جائیں گے، کیونکہ ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے قوانین ہدایت پر موقوف ہے، جو شخص ان قوانین ہدایت کے مطابق ہدایت کو تلاش کرے گا وہ ہدایت پا لے گا اور جو شخص ان قوانین کی خلاف ورزی کرے گا اسے ہدایت نہیں مل سکتی، خواہ اسے کتنے ہی معجزے دکھائے جائیں، اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں اور ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر ہرگز کوئی غم یا افسوس نہ کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوتی کہ سب لوگ ایمان لے آئیں تو اسے یہ کام کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نے صرف ''کُنْ'' کہنا تھا کہ سب لوگ ایمان لے آتے اور ہدایت پر جمع ہو جاتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ ﴾ [یونس : ۹۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا۔''

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

''قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور جو مردے ہیں انھیں اللہ اٹھائے گا، پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو مردوں کے مشابہ قرار دیا ہے، جن کو جتنا بھی پکارا جائے وہ کوئی جواب نہیں دے سکتے، لہٰذا ان سے ایمان کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟ ایمان تو وہ لوگ لائیں گے جو زندہ ہوں گے اور جو اللہ اور رسول کی باتیں غور سے سنیں گے اور ان سے عبرت حاصل کریں گے۔ کافروں کو زندگی تو ملی ہے، لیکن ان کے دل عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ کے زہر سے مر چکے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ یہ کفار چونکہ نہ سنتے ہیں اور نہ جواب دیتے ہیں، اس لیے مردہ ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے گا اور وہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے، اس وقت وہ ان کے اعمال کا بدلہ چکائے گا۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ : یعنی اے محمد! آپ کی دعوت کو صرف وہی لوگ قبول کریں گے جو آپ کی بات کو

سنیں گے اور سمجھیں گے۔ ان کافروں کی حالت تو بالکل مردوں کی سی ہے، جس طرح مردے نہیں سنتے یہ بھی نہیں سنتے، مردوں کو سنانا انسان کے اختیار میں نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [النمل : ۸۰، ۸۱] ”بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں۔ اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔“

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷

”اور انھوں نے کہا اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ کہہ دے بے شک اللہ اس پر قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“

وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ : اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی کھلی نشانیاں دیکھ لینے کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی خرق عادت نشانی کیوں نہیں بھیج دیتا؟ جیسا کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹۰ تا ۹۲] ”ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔“

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے پر تو قادر ہے، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اسے مؤخر کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کے مطالبے پر نشانی نازل فرما دے اور یہ پھر بھی ایمان نہ لائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں جلد دنیا ہی میں سزا دے گا، جس طرح اس نے سابقہ قوموں کو دنیا ہی میں سزا دی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۹] ”اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ

اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٤] ”اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔“

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

”اور زمین میں نہ کوئی چلنے والا ہے اور نہ کوئی اڑنے والا، جو اپنے دو پروں سے اڑتا ہے مگر تمھاری طرح امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام چوپائے جو زمین پر چلتے ہیں اور تمام پرندے جو اپنے دو پروں کے ذریعے اڑتے ہیں، سب اللہ کی مخلوقات کی الگ الگ قسمیں ہیں۔ ان تمام کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔ وہ کسی بھی چیز سے غافل نہیں ہے، سب کی نگرانی کرتا اور سب کو روزی دیتا ہے۔ لوحِ محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم محفوظ ہے اور قیامت کے دن سبھی اللہ کے حضور جمع ہوں گے اور سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۱] ”کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔“

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ : ”اَلْكِتٰبِ“ سے مراد لوح محفوظ ہے جو کہ مخلوقات کے تمام احوال پر حاوی ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے بیان کی اس میں کمی رہ گئی ہو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قلم خشک ہو چکا ہے اس پر جو تم کرنے والے ہو۔“ [بخاري، كتاب القدر، باب جف القلم على علم الله، قبل الحديث : ٦٥٩٦]

”اَلْكِتٰبِ“ سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں دین کے متعلق تمام اصول یعنی بنیادی امور بیان کر دیے ہیں اور جن جزئیات کا ذکر نہیں وہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے بیان فرما دی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾ [النحل : ۸۹] ”اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل کی، اس حال میں کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [ھود : ٦] ”اور زمین میں کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں مگر اس کا رزق اللہ ہی پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، سب کچھ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔“

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ : کفار کو متنبہ کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین کے کسی جانور یا پرندے کے حالات سے

ناواقف نہیں ہے اور اس کا نامۂ اعمال محفوظ ہے اور اس کا بدلہ بھی اسے ملے گا، تو تم اپنے بارے میں یہ کیوں سمجھ رہے ہو کہ تمھیں تمھارے اعمال کا بدلہ نہیں دیا جائے گا، نیز اس آیت اور ﴿ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ﴾ [التکویر : ٥] ''اور جب جنگلی جانور اکٹھے کیے جائیں گے۔'' سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کا بھی قیامت کے دن حشر ہوگا، ان سے کفر و شرک اور ایمان و اعمال کا محاسبہ تو نہیں ہوگا مگر جو ظلم کسی جانور نے دوسرے پر کیا ہوگا اس کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ کیونکہ اتنی عقل انھیں بھی بخشی گئی ہے، جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضرور بالضرور تم سے قیامت کے دن حق داروں کے حقوق ادا کرائے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٢]

بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بات بطور تمثیل بیان کی گئی ہے، کیونکہ جانور تو مکلف ہی نہیں ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٩﴾

''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں، جسے اللہ چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے پر لگا دیتا ہے۔''

جو شخص اللہ کی آیات کو جھٹلا دے، اس پر ہدایت کی سب راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گونگا، بہرا شخص گھرے اندھیروں میں ہو۔ وہ اندھیروں کی وجہ سے خود کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ بہرا ہونے کی وجہ سے ہدایت کی بات سن نہیں سکتا اور گونگا ہونے کی وجہ سے کسی سے پوچھ نہیں سکتا۔ ایسا شخص گمراہ نہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنا رویہ بدل لے اور آیاتِ الٰہی میں غور کرنا شروع کر دے تو پھر اللہ اسے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ : یعنی ہماری آیات کو جھٹلانے والے، چونکہ نہ حق بات سنتے ہیں اور نہ ان کی زبانوں سے حق بات نکلتی ہے، اس لیے وہ بہرے اور گونگے ہیں اور کفر و شرک اور نفس کی بے جا خواہشوں کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٧، ١٨] ''ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے ارد گرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ [النور : ٤٠] ''یا ان

اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو قریب نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔“

﴿مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَ مَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ : تمام اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھی راہ پر لگا دے۔ لیکن اس کا فیصلہ یوں ہی نہیں ہو جاتا، بلکہ عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہوتا ہے، گمراہ اس کو کرتا ہے جو خود گمراہی میں پھنسا ہوتا ہے اور اس سے نکلنے کی نہ وہ سعی کرتا ہے اور نہ نکلنے کو پسند ہی کرتا ہے۔ الغرض ہدایت اور گمراہی انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [النساء : ۱۱۵] ”اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [یونس : ۱۰۰] ”اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [العنکبوت : ۶۹] ”اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بلاشبہ اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾
بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۴ ۱۱ ۱۰

”کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے، یا تم پر قیامت آ جائے تو کیا اللہ کے سوا غیر کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، تو وہ دور کر دے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اگر اس نے چاہا اور تم بھول جاؤ گے جو شریک بناتے ہو۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے زمانے کے مشرکین کا طرز عمل بیان فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ توحید انسان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ وہ ماحول کے اثر سے یا آباو اجداد کی تقلید سے شرک میں گرفتار ہوتا ہے اور غیر اللہ کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے، نذر و نیاز بھی ان کے نام کی نکالتا ہے، لیکن جب آزمائش سے دو چار ہوتا ہے تو پھر سب کو بھول جاتا ہے اور فطرت ان سب پر غالب آ جاتی ہے اور پھر اسی ایک ذات کو پکارتا ہے جسے پکارنا چاہیے۔ یہاں

بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی طرز عمل کو توحید کی دلیل کے طور پر بیان کیا، یعنی اگر اپنے اس دعویٰ میں کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم پر آئی ہوئی بلا ٹال سکتا ہے تو یہ بتاؤ کہ اللہ کا عذاب آنے کی صورت میں یا قیامت آنے پر بھی کیا تم غیر اللہ کو پکارو گے؟ نہیں! بلکہ تم صرف اسی کو پکارو گے، اس وقت تمھیں باقی سب مشکل کشا بھول جائیں گے۔

یہ تو ان کفار و مشرکین کا حال تھا، لیکن آج خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کی فطرت اس قدر مسخ ہو چکی ہے کہ وہ سخت سے سخت مصیبت میں بھی فریاد کرتے ہیں تو اپنے کسی خود ساختہ داتا سے، یا علی رضی اللہ عنہ سے یا شیخ عبد القادر جیلانی سے، انھیں غوث اعظم یعنی سب سے بڑا مددگار کہہ کر، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، یا فاطمہ، حسین اور حسن رضی اللہ عنہم سے، نعرے بھی ان سے مدد مانگنے کے الفاظ کے ساتھ لگاتے ہیں، گویا ان کی حالت عملی طور پر ان پہلے کفار و مشرکین سے بھی بدتر ہے۔

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ : یعنی بوقتِ شدید ضرورت تم اس کے سوا اور کسی کو نہیں پکارتے ہو اور اس وقت تمھارے بت اور جھوٹے معبود ختم ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد : ۱۱] ”اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٧] ”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴾ [الزمر : ۳۸] ”اور یقیناً اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور ہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ تو کیا تم نے دیکھا کہ وہ ہستیاں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پر کوئی مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اسی پر بھروسا کرنے والے بھروسا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۷] ”اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَا
إِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا
نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم
بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تا کہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ پہلی امتوں کے پاس بھی ہم نے انبیاء بھیجے، جن کو انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کو سختی، قحط سالی، امراض اور جان و مال کے خسارہ میں مبتلا کر دیا، تا کہ شاید وہ ان آزمائشوں کے بعد اللہ کی طرف رجوع کریں، لیکن ان کے دل کی سختی کا حال یہ تھا کہ پھر بھی انھوں نے اللہ کے سامنے گریہ وزاری نہیں کی اور اپنے گناہوں سے تائب نہیں ہوئے، بلکہ شیطان نے ان کے شرکیہ اعمال کو ان کے لیے مزید خوبصورت اور مزین بنا دیا۔ آگے فرمایا کہ ان قوموں نے جب تکلیف و مصیبت والی آزمائشوں سے عبرت حاصل نہیں کی تو پھر اللہ تعالیٰ نے دنیاوی نعمتوں سے انھیں مالا مال کر دیا اور یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور ایک خطرناک آزمائش تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنے شرکیہ اعمال کے ساتھ ان نعمتوں میں ڈوب گئے اور خوشی میں مگن ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اچانک پکڑ لیا اور ان کا وجود ہی ختم کر دیا، تو جو کچھ ان کے ساتھ ہوا اس پر اللہ کا شکر ہی ادا کرنا چاہیے، کیونکہ کافروں اور اللہ کے سرکش بندوں کے فاسد عقائد و اعمال سے اہل زمین کا نجات پانا ایک بڑی نعمت ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ : اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ مجرموں کو فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا، بلکہ ان کو ڈھیل دیتا ہے، تا کہ اس مہلت کے زمانے میں یا تو توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں، یا گناہوں میں اور زیادہ آگے بڑھ جائیں تو پھر ان کو پکڑ لے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم

مَعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح : ٢٥] ''یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [آل عمران : ١٧٨] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶

''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔''

آنکھیں، کان اور دل، یہ انسان کے نہایت اہم اعضا و جوارح ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان کی وہ خصوصیات سلب کر لے جو اللہ نے ان کے اندر رکھی ہیں، یعنی سننے، دیکھنے اور سمجھنے کی خصوصیات، یا اگر وہ چاہے تو اعضا کو ویسے ہی ختم کر دے۔ وہ دونوں ہی باتوں پر قادر ہے۔ اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا، مگر یہ کہ وہ خود کسی کو بچانا چاہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آپ دیکھ لیجیے کہ کس طرح ہم نشانیوں کو مختلف انداز میں بیان کرتے ہیں، لیکن یہ مشرکین انھیں دیکھنے کے باوجود اعراض کرتے ہیں اور حسد و عناد اور کبر و غرور کی وجہ سے ان میں غور نہیں کرتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الملك : ٢٣] ''کہہ دے وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، تم کم ہی شکر کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الٓمٓ تنزيل : ٧ تا ٩] ''جس

نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱، ۳۲] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آجائے، کیا ظالم لوگوں کے سوا کوئی ہلاک کیا جائے گا؟''

﴿ بَغْتَةً ﴾ سے مراد وہ عذاب ہے جو اچانک اور کسی پیشگی اطلاع کے بغیر آئے اور ﴿ جَهْرَةً ﴾ سے مراد وہ عذاب جو کسی سابقہ اشارہ اور اطلاع کے بعد آئے، یا ان دونوں سے مراد رات اور دن ہے۔ اس لیے کہ کافر قوموں کو ہلاک کرنے والا عذاب یا تو رات کو اچانک یا پھر دن میں کھلے عام آتا ہے اور ﴿ اَلْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ میں عذاب کے سبب کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا سبب ان کا ظلم وطغیان اور اللہ سے بغاوت ہے۔

پہلی آیت میں صرف ان کے کانوں، آنکھوں اور دلوں کو لے جانے یا مہر لگا کر بند کر دینے کی بات کی تھی۔ اب اس آیت میں عام عذاب کے ساتھ ڈرایا جا رہا ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو تم کسی صورت بچ نہیں سکو گے۔ باقی رہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی تو اللہ تعالیٰ انھیں ضرور بچا لے گا، کیونکہ پہلے جتنی قومیں تباہ کی گئیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا مستقل طریقہ یہی رہا ہے کہ پہلے رسول اور اس کے پیروکاروں کو ظالم قوم کی بستی سے نکل جانے کا حکم دیا گیا، جب وہ نکل گئے تو ظالم لوگوں کو تباہ کر دیا گیا۔

هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ : یعنی عذاب آئے گا تو ان لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہوں گے اور صرف وہی لوگ نجات پائیں گے جو اللہ وحدہٗ لا شریک لہ کی عبادت کرتے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے ہوں گے، ایسے لوگوں کو کوئی خوف ہوگا نہ غم، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔''

وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾

''اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا انھیں عذاب پہنچے گا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

انبیاء ورسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں، جنت کی خوش خبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں۔ ان کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کے منشا کے مطابق اللہ سے نشانیاں بھیجنے کی دعا کرتے رہیں۔ تو جو شخص انبیاء ورسل کی اتباع کرتے ہوئے ایمان لائے گا اور عمل صالح کرے گا اس کا ٹھکانا جنت ہوگا، نہ انھیں ماضی کا کوئی غم ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف اور جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے گا، اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور یہ اللہ سے ان کی سرکشی کا انجام ہوگا۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع٥

''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔''

مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ تم اللہ کے پیغمبر ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ہمیں دنیا کا ساز وسامان اور فراوانی حاصل ہو جائے۔ کبھی کوئی اور سوال کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ نے روزی کے خزانے میرے حوالے نہیں کر دیے کہ میں اس میں سے تمھاری خواہش کے مطابق تمھیں دیتا رہوں اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ قیامت یا نزول عذاب وغیرہ کا وقت بتا دوں اور نہ میں فرشتہ ہوں کہ مافوق العادۃ کام کرتا رہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو اللہ کی طرف سے مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ نابینا اور بینا یعنی گمراہ اور ہدایت یافتہ برابر نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اے مشرکینِ مکہ! تم لوگ اللہ کی نشانیوں میں غور کر کے رشد و ہدایت کی راہ کیوں اختیار نہیں کر لیتے؟

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ : خزانوں کا مالک صرف اللہ ہے اور کوئی مالک و مختار نہیں، ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لِلّٰهِ خَزَآىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ﴾ [المنافقون : ۷] ’’حالانکہ آسمانوں کے اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴾ [الحجر : ۲۱] ’’اور کوئی بھی چیز نہیں مگر ہمارے پاس اس کے کئی خزانے ہیں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔‘‘

وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ : اور نہ میں غیب جانتا ہوں کہ آئندہ کی جو بات مجھ سے پوچھتے جاؤ، میں تمھیں بتلاتا جاؤں۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ’’کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ’’بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔‘‘

ایک طویل حدیث میں ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس نے تین باتوں کا عقیدہ رکھا، اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا: ① یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھا ہے۔ ② یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری شریعت نہیں پہنچائی، بلکہ بعض خاص باتیں لوگوں کو نہیں بتائیں۔ ③ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات بھی جانتے ہیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب معنی قول اللہ تعالٰی : ﴿ ولقد رءاہ نزلۃ أخرٰی ﴾ ...... الخ : ۱۷۷]

اس سے ثابت ہوا کہ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ انبیاء کو علم غیب ہوتا ہے تو وہ مشرک ہے، جب سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ ہوا تو دوسروں کا ذکر کیا ہے؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ ٹھہرے تو پھر کوئی پیر، شہید، ولی، مجذوب، سالک یا عالم و عابد کیسے غیب دان ہوسکتا ہے اور کاہن، نجومی اور رمل والے کس شمار و قطار میں ہیں؟

وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ : یعنی میں تم ہی جیسا انسان ہوں، کوئی فرشتہ نہیں، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور تمھارے پاس نہیں آتی، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ۱۱۰] ’’کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے میرے مقام و مرتبہ سے نہ بڑھانا،

جیسا کہ نصاریٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام و مرتبہ سے بڑھا دیا تھا۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قوله تعالٰی : ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ...... الخ ﴾ : ٣٤٤٥]

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ : یعنی میں تمھی جیسا انسان ہوں فرشتہ نہیں، البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے جو تمھارے پاس نہیں آتی اور میں کسی معاملے میں اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بندوں تک جتنے احکام پہنچائے، چاہے قرآن کی شکل میں ہوں یا احادیث کی صورت میں، وہ سب اللہ کی طرف سے تھے، لہٰذا قرآن کی طرح سنت کی پیروی بھی ضروری ہے، بلکہ سنت کے بغیر قرآن کی پیروی ممکن نہیں ہے۔ جو لوگ سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن کی پیروی پر زور دیتے ہیں وہ دراصل اپنی من مانی تاویلات کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان کی راہ میں حدیث حائل ہے۔

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ : بظاہر سوال ہے مگر حقیقت میں اس بات کا انکار ہے کہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں، اسے استفہام انکاری کہتے ہیں، اندھے اور دیکھنے والے سے مراد باطل پرست اور حق پرست یا کافر اور مسلمان یا جاہل و عالم ہیں۔

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّ لَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾

"اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرا جو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کی طرف (لے جا کر) اکٹھے کیے جائیں گے، ان کے لیے اس کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا، تاکہ وہ بچ جائیں۔"

اوپر کی آیتوں میں پیغمبروں کے متعلق فرمایا کہ وہ مبشرین (خوش خبری دینے والے) اور منذرین (ڈرانے والے) ہوتے ہیں، اب اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انذار (ڈرانے) کا حکم دیا۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو نصیحت کرو: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٧] "جو لوگ اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔" اور ان لوگوں کو: ﴿ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴾ [الرعد : ٢١]
"جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔"

یعنی ڈرانے کا فائدہ انھی کو ہو سکتا ہے جنھیں دوبارہ زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونے کا خوف ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ ان کی حمایت کرنے والا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی۔ جو لوگ حشر و قیامت کو مانتے ہی نہیں اور انکار پر اڑے ہوئے ہیں، انھیں آپ کے ڈرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس آیت سے ان کافروں کا رد بھی مقصود ہے جو یہ گمان رکھتے تھے کہ ان کے معبود اور ٹھاکر وغیرہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے ان کو بچالیں گے۔ اسی طرح ان لوگوں کے لیے بھی اس میں عبرت ہے جو اپنے بزرگوں کی سفارش پر تکیہ کر کے بے فکر ہو کر بے کھٹکے گناہ کرتے رہتے ہیں، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی سفارش نہیں چل سکے گی۔

وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۵۲﴾

''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں، تجھ پر ان کے حساب میں سے کچھ نہیں اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر کچھ ہے کہ تو انھیں دور ہٹا دے، پس تو ظالموں میں سے ہو جائے۔''

بعض معززین قریش آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارا آپ کی مجلس میں آنے کو جی تو چاہتا ہے، مگر آپ کے گرد یہ کچھ حقیر قسم کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں، لہٰذا ہم جھجک محسوس کرتے ہیں۔ البتہ اگر آپ انھیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ کے پاس آنے کو تیار ہیں۔ آپ چونکہ ان بڑے بڑے قریشیوں کے ایمان لانے پر بڑے حریص تھے، لہٰذا دل میں کوئی ایسی ترکیب سوچ ہی رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ : یعنی ان اوصاف سے متصف لوگوں کو اپنے سے دور نہ کیجیے، بلکہ انھیں اپنے دوست اور ہم نشین بنا لیجیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴾ [الكهف : ۲۸] ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں ان سے آگے نہ بڑھیں کہ تو دنیا کی زندگی کی زینت چاہتا ہو اور اس شخص کا کہنا مت مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام ہمیشہ حد سے بڑھا ہوا ہے۔''

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا، ان لوگوں کو آپ اپنی مجلس سے نکال دیجیے، تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کر سکیں، ان لوگوں میں میں تھا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلے ہذیل کا ایک آدمی، بلال رضی اللہ عنہ اور دو آدمی اور تھے جن کا نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو خیال اللہ نے چاہا وہ آیا۔ آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الأنعام : ۵۲] ''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر

پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : ۲۴۱۳/۴۶]

مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ : یعنی نہ ان کا حساب آپ کے ذمے ہے اور نہ آپ کا ان کے ذمے، تو انھوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے کہ آپ انھیں اپنے سے دور کریں جس کے نتیجے میں آپ ظالم ٹھہریں۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کے جواب میں کہا جنھوں نے یہ کہا تھا: ﴿ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ قَالَ وَ مَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴾ [الشعراء: ۱۱۱ تا ۱۱۳] ''کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔ اس نے کہا اور مجھے کیا علم کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، اگر تم سمجھو۔''

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳

''اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کی بعض کے ساتھ آزمائش کی ہے، تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟ کیا اللہ شکر کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟''

دراصل بعثت کے آغاز میں جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ان میں غالب اکثریت کمزور مردوں، عورتوں، لونڈیوں اور غلاموں کی تھی، دولت مندوں میں سے بہت کم لوگ تھے۔ اس لیے یہی چیز رؤسائے کفار کی آزمائش کا ذریعہ بن گئی اور وہ ان غریبوں کا مذاق بھی اڑاتے اور جن پر ان کا بس چلتا، انھیں تعذیب و اذیت سے بھی دوچار کرتے اور کہتے کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ مقصد ان کا یہ تھا کہ ایمان اور اسلام اگر واقعی اللہ کا احسان ہوتا تو یہ سب سے پہلے ہم پر ہوتا، یعنی ان غریبوں اور کمزوروں کے مقابلے میں ہم پہلے مسلمان ہوتے۔

لِيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا : جیسے قوم نوح نے بھی سیدنا نوح علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ﴾ [هود: ۲۷] ''اور ہم تجھے نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں کے سوا کسی نے تیری پیروی کی ہو جو ہمارے سب سے رذیل ہیں، سطحی رائے کے ساتھ۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان میں سے ایک سوال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بھی تھا کہ دولت مند لوگ اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے

پیروکار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کتب النبی ﷺ إلی هرقل : ۱۷۷۳]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ وہ پریشان حال اور غبار آلود بالوں والے ہیں، دروازوں پر سے انھیں دھکیل دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، گو دنیا داروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الضعفاء والخاملین : ۲۶۲۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’محتاج و فقیر مسلمان مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء أن فقراء المهاجرین ...... الخ : ۲۳۵۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمھارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم، وخذله و احتقاره وعرضه وماله : ۲۵٦٤/۳۳]

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

’’اور جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو کہہ سلام ہے تم پر، تمھارے رب نے رحم کرنا اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص جہالت سے کوئی برائی کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

پہلی آیت میں کمزور اہل ایمان کو اپنے پاس سے دور ہٹانے سے منع فرمایا، اب اس آیت میں ان کے اکرام اور عزت افزائی کا حکم دیا۔ یعنی جو لوگ کفر و شرک کے غلبہ کے باوجود اس پر آشوب دور میں آپ کی دعوت قبول کر کے مسلمان ہو رہے ہیں انھیں امن و سلامتی کی خوش خبری دے دیجیے۔ یعنی یہ کہ اسلام لانے کے بعد وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو گئے، اب ان سے ان اعمال کا مؤاخذہ نہیں ہو گا جو وہ کفر کی زندگی میں کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کا احترام کرنا چاہیے اور انھیں ناراض نہیں کرنا چاہیے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ : اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے، وہ تو ہر ایک پر رحمت کرنا چاہتا ہے، اگر انسان اللہ کے بھیجے ہوئے نمونہ کے مطابق (یعنی اتباع رسول میں) اپنی زندگی گزاریں تو اللہ کی وسیع رحمت کے مستحق ہو سکتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [الأعراف : ۱۵٦، ۱۵۷] ”اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میرا عذاب، میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۱۔ بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ : ﴿ بل هو قرآن مجيد ﴾ : ۷۵۵۳]

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے آدمی ناحق قتل کیے تھے، پھر وہ اپنے متعلق مسئلہ پوچھنے نکلا۔ اس نے ایک راہب کے ہاں جا کر اس سے پوچھا کہ کیا میرے لیے توبہ (کی گنجائش) ہے؟ راہب نے کہا، نہیں۔ اس پر اس نے راہب کو بھی مار ڈالا (اور یوں سو پورے کر دیے)، پھر وہ لوگوں سے یہی مسئلہ پوچھتا رہا۔ کسی آدمی نے اسے کہا کہ فلاں بستی میں (توبہ کے لیے) چلے جاؤ، مگر راستہ ہی میں اسے موت نے آن لیا۔ اس نے اپنا سینہ بستی کی طرف جھکا دیا۔ اب رحمت کے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے۔ جس بستی کو وہ جا رہا تھا اسے اللہ نے حکم دیا کہ نزدیک ہو جا اور جس بستی سے وہ جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ دور ہو جا اور فرشتوں سے فرمایا، فاصلہ ماپ لو۔ چنانچہ جہاں اسے جانا تھا وہ بستی بالشت بھر قریب نکلی اور اسے بخش دیا گیا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳٤۷۰]

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵ ع ۶ ۱۲

”اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا راستہ خوب واضح ہو جائے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم یہ تفصیلات اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ ایسے ہٹ دھرم مجرموں کی صفات کھل کر سامنے آ جائیں تاکہ ان سے اجتناب کیا جا سکے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دعوت و تبلیغ کا کام کرتے ہیں ان کو مخالفین (یعنی مجرمین کے) ہتھکنڈوں اور دلائل سے بھی پوری طرح باخبر ہونا چاہیے، تاکہ ان کی تردید ہو سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہی خوبی تھی کہ ایک طرف تو وہ اسلام کو خوب سمجھتے تھے اور دوسری طرف جاہلیت کے رسم و رواج اور قوانین سے پوری واقفیت رکھتے تھے، کیونکہ وہ جاہلیت سے گزر کر آئے تھے۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾

’’کہہ دے بے شک مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کہہ دے میں تمھاری خواہشوں کے پیچھے نہیں چلتا، یقیناً میں اس وقت گمراہ ہو گیا اور میں ہدایت پانے والوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘

اوپر کی آیت میں تو یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ آیات کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں، تاکہ حق واضح ہو اور مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ اب اس آیت میں مجرموں کے راستے پر چلنے سے منع فرمایا، جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مجرموں کا راستہ کیا ہے جس پر چلنے سے تمھیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے علاوہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، میں ان کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اگر میں بھی تمھاری طرح اللہ کی عبادت کرنے کے بجائے تمھاری خواہشات کے مطابق غیر اللہ کی عبادت شروع کر دوں تو یقیناً میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

’’کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔‘‘

مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ سے بطور استہزا کہتے تھے کہ اگر آپ سچے ہیں تو وہ عذاب جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، وہ آ کیوں نہیں جاتا؟ اس کے جواب میں اللہ نے کہا، اے میرے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ اللہ نے جو شریعت بذریعہ وحی میرے پاس بھیجی ہے اس کی حقانیت کا مجھے پورا یقین ہے اور تم لوگ اسے جھٹلا رہے ہو۔ تم جس عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہو وہ میری قدرت و اختیار میں نہیں ہے کہ میں اسے فوراً لے آؤں۔ اس میں تعجیل یا تاخیر کا تعلق اللہ

کے فیصلہ سے ہے، اس نے کسی عظیم حکمت کے پیش نظر ہی اسے مؤخر کیا ہے، لیکن اس کا واقع ہونا حق ہے۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ : مراد وہ شریعت ہے جو وحی کے ذریعے آپ پر نازل کی گئی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَ اتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۵ تا ۱۵۷] ”اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔“

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ : یعنی تمام کائنات پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لیے تم جو چاہتے ہو کہ جلد ہی اللہ کا عذاب تم پر آ جائے، تاکہ تمھیں میری صداقت یا کذب کا پتا چل جائے، تو یہ بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے، وہ اگر چاہے تو تمھاری خواہش کے مطابق جلدی عذاب بھیج کر تمھیں متنبہ یا تباہ کر دے۔ نہ میرے چاہنے سے کچھ ہو گا اور نہ تمھارے چاہنے سے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ ٚ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۰] ”اور وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے دنیا اور آخرت میں سب تعریف ہے اور اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۵۸

”کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔“

یعنی اگر اللہ تعالیٰ میرے طلب کرنے پر فوراً عذاب بھیج دیتا، یا اللہ تعالیٰ میرے اختیار میں یہ چیز دے دیتا تو پھر تمھاری خواہش کے مطابق عذاب بھیج کر جلد ہی فیصلہ کر دیا جاتا، لیکن یہ معاملہ چونکہ کلیتاً اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اس لیے اس نے نہ مجھے اس کا اختیار دیا ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ میری درخواست پر فوراً عذاب نازل کر دے۔ طائف کے دن اللہ تعالیٰ کے فرشتے کا یہ کہنا کہ آپ حکم دیں تو ساری آبادی کو دونوں پہاڑوں کے درمیان کچل دوں، یہ حدیث

آیت زیر تفسیر کے خلاف نہیں۔ اس لیے کہ آیت میں عذاب طلب کرنے پر عذاب دینے کا اظہار ہے، جبکہ اس حدیث میں مشرکین کے طلب کیے بغیر صرف ان کی ایذا دہی کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا ہے، جسے آپ نے پسند نہیں فرمایا۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

’’اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے غیبی امور کو ان قیمتی اور اہم اشیاء سے تشبیہ دی ہے جنھیں صندوقوں میں بند کر کے غایت احتیاط کے طور پر تالا ڈال دیا جاتا ہے، ان غیبی امور کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم لوگ جس عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہو، وہ میری قدرت سے باہر کی بات ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہی ہے کہ میں تمھیں اس کے آنے کا وقت بتاؤں۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم سے ہے، اس کی مشیت جب چاہے گی عذاب آئے گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض مشاہدات کا ذکر کر کے مزید تاکید فرمائی کہ تمام غیبی امور کا علم صرف اللہ کو ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ بحر و بر میں جو کچھ ہے اس کا علم صرف اللہ کو ہے اور اس حقیقت کے بیان میں مزید مبالغہ کے طور پر کائنات کی ان گنت جزئیات کے بارے میں فرمایا کہ ان سب کا علم صرف اللہ کو ہے۔

اس آیت سے کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں کی تردید ہوتی ہے، جو کشف والہام کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ’’بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها إلا هو ﴾ : ٤٦٢٧]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، انھیں اللہ کے سوا

کوئی نہیں جانتا: ① اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر کیا سکیڑ تے ہیں۔ ② اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا۔ ③ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب ہو گی۔ ④ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اس کی موت آئے گی اور ⑤ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه أحدًا ﴾ : ۷۳۷۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لے آئے...... جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا: "قیامت کب آئے گی؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ اس بات کا علم نہیں رکھتا۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبرائیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو؟ و بیان خصاله : ۹]

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : "کتاب مبین" سے مراد لوح محفوظ ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ لی تھیں اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔" [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی علیھما السلام : ۲۶۵۳]

هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۴

"اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔"

اس آیت میں نیند کو "موت" سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ دونوں میں احساس اور قوتِ تمیز جاتی رہتی ہے اور موت کی مناسبت سے بیداری کو "بعث" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان نیند کا محتاج ہوتا ہے، پھر بیدار ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کی زندگی کے ایام گزرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی دنیاوی زندگی کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور اسے موت آ دبوچتی ہے، جب قیامت آئے گی تو ہر انسان اپنے خالق و مالک کے ہاں پیش ہو گا اور زندگی میں جو کچھ بھی عمل کیا ہو گا اس کا اسے بدلہ دیا جائے گا۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ رات کو اپنے بندوں کی روح ان کے سونے کی حالت میں قبض کر لیتا ہے، تو نیند گویا موت اصغر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ [الزمر : ۴۲] "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس

نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر کی طرف آئے تو ’’بسم اللہ‘‘ پڑھ کر اپنے کپڑے کے کونے سے اسے تین مرتبہ جھاڑ لے، اس لیے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے اٹھ جانے کے بعد اس پر کون آیا ہے، پھر یہ دعا پڑھے: « بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهُ، اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ » ’’اے میرے رب! میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنا پہلو رکھا اور تیری توفیق ہی سے اسے اٹھا سکوں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے چھوڑ دے تو اس کی اس چیز سے حفاظت کر جس چیز سے تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الدعوات، باب: ۶۳۲۰۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الدعاء عند النوم: ۲۷۱۴]

وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ کا علم اپنی تمام مخلوق کے لیل ونہار اور ان کی حرکت و سکون کی ہر ہر حالت میں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ [الرعد: ۱۰] ’’برابر ہے تم میں سے جو بات چھپا کر کرے اور جو اسے بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو بالکل چھپا ہوا ہے اور (جو) دن کو ظاہر پھرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [القصص: ۷۳] ’’اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو۔‘‘

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝۶۱ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝۶۲

’’اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تمھارے کسی ایک کو موت آتی ہے اسے ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے، جو ان کا سچا مالک ہے، سن لو! اسی کا حکم ہے اور وہی سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔‘‘

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً : یعنی فرشتے جو آفات سے تمھاری حفاظت کرتے ہیں، نیز تمھارے اعمال کو محفوظ کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الرعد: ۱۱] ’’اس کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے کئی پہرے دار ہیں، جو اللہ کے

حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴾ [ق : ۱۷، ۱۸] "جب (اس کے ہر قول و فعل کو) دو لینے والے لیتے ہیں، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں رات اور دن کے فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے (باری باری) آتے رہتے ہیں۔ عصر اور فجر کی نماز میں وہ سب جمع ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے جو رات کو تم میں رہے تھے اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ باوجود اس کے کہ وہ تم سے خوب واقف ہوتا ہے، ان سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، ہم نے ان کو چھوڑا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ تعرج الملائكة والروح إليه ﴾ : ۷۴۲۹]

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ ...... الْحٰسِبِيْنَ : یعنی جب موت کا وقت آ جائے گا تو روح قبض کرنے والا فرشتہ اور دوسرے مددگار فرشتے آ کر بغیر کسی تاخیر کے اس کی روح قبض کر لیں گے اور اللہ کے حکم کے مطابق اگر نیک روح ہوگی تو "علیین" میں اور فاجر ہوگی تو "سجین" میں محفوظ کر دیں گے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام روحوں کی پیشی اللہ کے حضور ہوگی اور وہ ان کے بارے میں اپنے فیصلے صادر فرمائے گا اور غایتِ سرعت کے ساتھ مخلوقات کا حساب لے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک میت کے پاس فرشتے آ جاتے ہیں، اگر آدمی نیک ہو تو وہ کہتے ہیں کہ اے پاک جان! نکل آ کہ تو پاک جسم میں تھی، نکل آ تو قابل ستائش ہے، تجھے سکون، خوش بودار پھولوں اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو، اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ روح نکل آتی ہے۔ پھر اسے آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دروازہ کھولنے کا کہا جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے، کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ہے۔ وہ کہتے ہیں، پاک نفس کو خوش آمدید ہو، اچھے جسم میں تھی، داخل ہو جا اس حال میں کہ تو قابل ستائش ہے، تجھے آرام، خوش بودار پھول اور ناراض نہ ہونے والے رب کی خوش خبری ہو۔ ہمیشہ اسے یہی کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ اسے اس آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور اگر آدمی برا ہو تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! نکل آ، تو خبیث جسم میں تھی، نکل آ تو قابل مذمت ہے، تجھے گرم پانی، پیپ اور اس طرح کے اور بہت سے عذابوں کی خوش خبری ہو، اس سے بار بار یہ کہا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ باہر نکل آتی ہے۔ پھر جب آسمان کھولنے کا کہا جاتا ہے تو ادھر سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا جاتا ہے فلاں، تو کہا جاتا ہے کہ اس خبیث جان کو، جو خبیث جسم میں تھی، ہرگز خوش آمدید نہیں۔ تو واپس لوٹ جا کہ تو قابل مذمت ہے، تیرے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جا سکتے۔ چنانچہ اسے آسمان سے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اور پھر اسے قبر میں

لے جایا جاتا ہے۔“ [مسند أحمد : ۱۴۰/۶، ح : ۲۵۱۴۳۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت والاستعداد له : ۴۲۶۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر نیک آدمی کو بٹھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ وہ کہتا ہے، دین اسلام پر۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، ہمارے پاس وہ اللہ کی طرف سے واضح دلیلیں اور کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، سو ہم نے ان کی تصدیق کی، تو اس کے لیے آگ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے اور وہ اس (دوزخ) کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بچا لیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی طرف کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ سو وہ اس کی رونق اور نعمتیں دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے یہی تیرا ٹھکانا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے تو (دنیا میں) یقین پر تھا اور اسی پر فوت ہوا اور اللہ چاہے تو یقین ہی پر اٹھے گا۔ اور جب برے آدمی کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو وہ پریشان اور گھبرایا ہوا ہوتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین پر تھا؟ تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تو اُس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا، وہ کہتا ہے، میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا، تو میں نے بھی ویسے ہی کہہ دیا تھا جیسے لوگ کہتے تھے۔ تو اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی رونق و تروتازگی دیکھتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے اس کی طرف دیکھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے محروم کر دیا ہے، پھر اس کے لیے آگ کی طرف کھڑکی کھولی جاتی ہے، وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو کھا رہی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے، یہ تیرا ٹھکانا ہے، تو شک میں تھا، اسی پر تجھے موت آئی اور اگر اللہ نے چاہا تو اسی پر تجھے اٹھایا جائے گا، پھر اس کو عذاب دیا جائے گا۔“ [مسند أحمد : ۱۳۹/۶، ۱۴۰، ح : ۲۵۱۴۲]

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

”کہہ کون تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑ گڑا کر اور خفیہ طریقے سے پکارتے ہو کہ بے شک اگر وہ ہمیں اس سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ کہہ دے اللہ تمھیں اس سے نجات دیتا ہے اور ہر بے قراری سے، پھر تم شریک بناتے ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ بر و بحر کی تاریکیوں میں مجبور و مضطر، جنگلوں اور صحراؤں میں حیران و سرگرداں اور دریاؤں اور سمندروں کی موجوں اور طوفانوں کی لپیٹوں میں آئے ہوئے لوگوں کو اس وقت نجات عطا فرما دیتا ہے جب وہ اسی وحدهٗ لاشریک لہ سے دعا کرتے ہیں اور اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اس نے

اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم اس کے شکر گزار بندے بن جائیں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ آگے فرمایا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اس مصیبت سے اور ہر مصیبت سے صرف اللہ ہی نجات دیتا ہے، لیکن ان کی فطرت کی کجی اور مشرکانہ عادت کا نتیجہ دیکھیے کہ نجات پا جانے کے بعد وہ اپنے وعدے بھول جاتے ہیں اور اپنا نجات دہندہ کسی اور کو بتانے لگتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٣] ”یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ [يونس : ٢٢] ”وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آ جاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آ جاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٦٧] ”اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا تم جنھیں پکارتے ہو گم ہو جاتے ہیں، پھر جب وہ تمھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہمیشہ سے بہت ناشکرا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦٥] ”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے جب عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا تو عکرمہ مکہ سے بھاگ نکلا، یہاں تک کہ بحر احمر کے کنارے پہنچا اور ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا، کشتی جب سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی۔ کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اب اس طوفان میں تمھارے مشکل کشا تمھارے کسی کام نہیں آ سکتے۔ مشرکین کی یہ بات سن کر عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگے، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا میری بگڑی نہیں سنوار سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے زندہ سلامت نکال

دیا تو میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر ضرور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً تو درگزر کرنے والا، کریم و مہربان ہے۔[نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ٤٠٧٢]

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ

”کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے، یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے، دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، تا کہ وہ سمجھیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین عذابوں کا ذکر کیا ہے: ① اوپر سے عذاب نازل کرنا، جیسے طوفان بادو باراں، کڑک، بجلی کا گرنا، تیز آندھی اور پتھروں کی بارش وغیرہ۔ ② پیروں کے نیچے سے عذاب بھیجنا، جیسے دریاؤں کا سیلاب، زلزلے اور زمین میں دھنس جانا وغیرہ اور ③ فرقے فرقے بنا کر آپس میں لڑا دینا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقہ فرقہ ہو جانا اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے۔ فرقہ بندی اختلاف سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اختلاف کو ختم کر دینا چاہیے اور سب کو مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لینا چاہیے۔ اس آیت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ان عذابات سے صرف کفار کو ڈرایا جا رہا ہے، نہیں بلکہ اس تخویف و انذار میں ایمان والے بھی شریک ہیں۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾ ”کہہ دے وہی اس پر قادر ہے کہ تم پر تمھارے اوپر سے عذاب بھیج دے“ تو اس کے بعد آپ ﷺ نے دعا کی: ”اے اللہ! میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔“ ﴿ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ ”یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے“ تو اس کے بعد آپ نے دعا کی: ”اے اللہ! میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔“ ﴿ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ﴾ ”یا تمھیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کر دے اور تمھارے بعض کو بعض کی لڑائی (کا مزہ) چکھائے“ تو اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ (پہلی دو صورتوں کے مقابلے میں) ہلکا یا کم تر عذاب ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل هو القادر علی أن یبعث علیکم عذابا من فوقکم ﴾ ...... الخ : ٤٦٢٨]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر مسجد بنی معاویہ کے پاس سے ہوا تو آپ مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر نماز ادا کی، پھر آپ نے اپنے رب تعالیٰ سے طویل دعا کی اور پھر فرمایا: ”میں نے اپنے رب سے تین دعائیں کی ہیں: ① میں

نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔ ② میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری ساری امت کو قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ ③ اور میں نے دعا کی کہ میری امت کو آپس میں اختلاف و انتشار میں مبتلا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ۲۸۹۰۔ مسند أحمد : ۱۷۵/۱، ح : ۱۵۲۰]

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسی رات میں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہوا جو ساری رات آپ نے نماز پڑھتے ہوئے گزار دی تھی، یہاں تک کہ جب صبح ہوگئی تو آپ نماز سے فارغ ہوئے اور تب میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آج تو ساری رات آپ نے اس طرح نماز میں گزاری ہے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اس طرح نماز ادا کی ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، یہ شوق اور ڈر پر مبنی نماز تھی۔ میں نے اس میں اپنے رب سے تین دعائیں کیں تو اس نے میری دو دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور ایک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ① میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں اس طرح ہلاک نہ کرے جس طرح اس نے ہم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔ ② میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ہمارے غیر میں سے ہمارے کسی دشمن کو ہم پر غالب نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو بھی شرف قبولیت سے نوازا۔ ③ اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ ہمیں مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے سے بچائے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو قبول نہیں فرمایا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۸/۵، ۱۰۹، ح : ۲۱۱۰۹۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی سؤال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثًا فی أمته : ۲۱۷۵۔ نسائی، کتاب قیام اللیل ، باب إحیاء اللیل : ۱۶۳۹]

سیدنا عبداللہ بن عمرو اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور (میری) یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ایک فرقے کے سوا دیگر سب جہنم رسید ہوں گے۔'' [أبو داؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۷۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة : ۲۶۴۱۔ مستدرك حاكم : ۱۲۸/۱، ح : ۴۴۳]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین برابر قائم رہے گا اور اس دین کی خاطر مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت قائم ہونے تک لڑتی رہے گی۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق : ۱۹۲۲]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق کے لیے قیامت کے دن تک لڑتی رہے گی اور غالب رہے گی۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتی ظاهرین علی الحق : ۱۹۲۳]

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۶۶﴾

''اور اسے تیری قوم نے جھٹلا دیا، حالانکہ وہی حق ہے، کہہ دے میں ہرگز تم پر کوئی نگہبان نہیں۔''

مشرکین مکہ کا احوالِ واقعی بیان کیا جا رہا ہے اور نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کی قوم نے قرآن کو جھٹلا دیا، حالانکہ وہ برحق ہے اور اس میں بیان شدہ ہر بات سچی ہے۔ آپ انھیں کہہ دیجیے کہ میں تمھارا ذمہ دار نہیں ہوں، بلکہ میرا کام تمھیں دین پہنچا دینا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ [الكهف : ۲۹] ''اور کہہ دے یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے سو ایمان لے آئے اور جو چاہے سو کفر کرے۔''

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾

''ہر خبر کے لیے واقع ہونے کا ایک وقت ہے اور تم عنقریب جان لو گے۔''

اس آیت میں کفار کے لیے دھمکی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبر غلط نہیں ہو سکتی، یعنی اللہ کے ہر فیصلے کے وقوع پذیر ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور میں نے تمھیں قرآن اور رسول کی تکذیب اور شرک کا انجام بتا دیا ہے کہ تمھیں ایک دن عذاب آ دبوچے گا، اس عذاب سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہے اور وہ عذاب بھی جو دنیا میں کفار پر لڑائی، خوف اور قحط کی صورت میں نازل ہوا اور میدانِ بدر میں بھی جس کی ایک جھلک مکہ کے سرداروں نے دیکھی۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ [الأنعام : ٤، ٥] ''اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔ پس بے شک انھوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔''

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنووں میں سے ایک ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں، اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے اسے پا لیا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا؟'' [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۷٦۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار : ۲۸۷۳، ۲۸۷۵]

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ

﴿وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۶۸﴾

''اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں (فضول) بحث کرتے ہیں تو ان سے کنارہ کر، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر کبھی شیطان تجھے ضرور ہی بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھ۔''

یعنی جب تم ایسے لوگوں کی مجلس دیکھو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کا مذاق اڑا رہے ہوں، یا عملاً ان کی بے قدری کر رہے ہوں، یا وہ اہل بدعت ہوں جو اپنی بے جا تاویلات اور تحریفات سے آیاتِ الٰہی کو توڑ مروڑ رہے ہوں، یا ان پر نکتہ چینی کر رہے ہوں اور الٹے سیدھے معنی پہنا کر ان کا مذاق اڑا رہے ہوں، تو اس مجلس سے اس وقت تک کنارہ کرو جب تک وہ دوسری باتوں میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان کے بہلانے سے اس مجلس میں بیٹھ ہی جاؤ تو یاد آنے کے بعد ان ظالموں کی مجلس میں نہ بیٹھے رہو۔

اہل بدعت کی صحبت اس صحبت سے بھی کئی درجہ بدتر ہے، جس میں گناہوں کا علانیہ ارتکاب ہو رہا ہو، خصوصاً اس شخص کے لیے جو علمی اور ذہنی طور پر پختہ نہ ہو اور بدعتیوں کی غلط تاویلوں کو سمجھنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو۔

ابتدائے اسلام میں مشرکینِ مکہ صحابہ کرام کو قرآن پڑھتے دیکھتے تو مذاق اڑاتے اور باتیں بناتے، انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع کیا کہ کفار جب قرآن کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اٹھ جائیں، یہاں تک کہ وہ لوگ کوئی اور بات کرنے لگیں اور جب نبی ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، تو وہاں بھی کفار و منافقین کا ایسا ہی رویہ تھا کہ وہ لوگ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلسوں سے مومنوں کو اجتناب کا حکم دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ [النساء : ١٤٠] ''اور بلاشبہ اس نے تم پر کتاب میں نازل فرمایا ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہو، بے شک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔''

<u>وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ</u> : سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میری امت سے خطا و نسیان اور وہ کام جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔'' [ابن ماجہ ، کتاب الطلاق ، باب طلاق المکرہ والناسی : ۲۰۴۳]

وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

''اوران لوگوں کے ذمے جو بچتے ہیں، ان کے حساب میں سے کوئی چیز نہیں اور لیکن یاد دہانی ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

یعنی جو لوگ ایسی مجالس سے اجتناب کریں گے، تو استہزا بآیات اللہ کا جو گناہ استہزا کرنے والوں کو ملے گا، وہ اس گناہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں سے کلی مقاطعہ نہ کرے کہ ان کو نصیحت کرنا بھی چھوڑ دے۔ ہر مسلمان پر نصیحت کرنا اور تبلیغ کرنا فرض ہے۔ لوگوں کو سمجھاتے رہنا چاہیے، اگر وہ نہیں مانتے تو ان کے اعمال بد کا ان نصیحت کرنے والوں پر کوئی وبال نہیں پڑے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے، اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تم میں سے کسی منکر (خلاف شرع) کام کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اتنی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو دل ہی سے سہی (دل میں اس کو برا جانے اور اس سے بے زار ہو) اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان : ۴۹]

قیس بن ابو حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۵] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے۔'' اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اسے ختم نہ کریں (اس سے منع نہ کریں) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنھی : ۴۳۳۸۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر : ۴۰۰۵]

وَ ذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖۤ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۸ ۱۴

''اور ان لوگوں کو چھوڑ دے جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور دل لگی بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور اس کے

ساتھ نصیحت کر کہ کہیں کوئی جان اس کے بدلے ہلاکت میں (نہ) ڈال دی جائے جو اس نے کمایا، اس کے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی مدد گار ہو اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ، تو اس سے نہ لیا جائے، یہی لوگ ہیں جو ہلاکت کے سپرد کیے گئے، اس کے بدلے جو انھوں نے کمایا، ان کے لیے گرم پانی سے پینا اور دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جو لوگ دینِ اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں آپ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ انھیں تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، وہ مطمئن ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں اور ہر سعادت دنیا کی لذتوں میں ہے۔ آپ ان کے جھٹلانے کی پروا نہ کیجیے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ یہ لوگ بڑے عذاب کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو خوف دلاتے رہیے کہ کہیں وہ اپنے اعمال کی وجہ سے روز قیامت ہلاک و برباد نہ کر دیے جائیں، جس دن ان کا اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہوگا، جو طاقت کے ذریعے ان کی مدد کرے اور نہ کوئی سفارشی، جو بذریعہ سفارش اللہ کا عذاب ٹال سکے اور اس دن اگر وہ تمام قسم کے فدیے بھی دینا چاہیں گے تو قبول نہیں ہوں گے۔ اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والے اپنے برے اعمال اور حرام شہوتوں میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ہلاک کر دیے جائیں گے۔ اس دن پینے کے لیے انھیں گرم پانی دیا جائے گا، جو ان کے پیٹ میں گڑگڑائے گا اور ان کی آنتوں کو کاٹ باہر کرے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے انھیں آگ کا دردناک عذاب دیا جائے گا۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٤] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٤] ’’کہہ دے شفاعت ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔‘‘

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا : یعنی خواہ وہ دنیا کی ہر چیز کو خرچ کر دے، پھر بھی وہ اس سے قبول نہ ہوگی، جیسا

کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا ﴾ [آل عمران : ۹۱] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔‘‘

لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد : ۱۵] ’’(کیا یہ متقی لوگ) ان جیسے ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعۃ : ۵۱ تا ۵۶] ’’پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب أھون أھل النار عذابًا : ۲۱۱]

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ۝ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

’’کہہ دے کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے اور نہ ہمیں نقصان دے اور ہم اپنی ایڑیوں پر پھیر دیے جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی ہے، اس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے زمین میں بہکا دیا، اس حال میں کہ حیران ہے، اسی کے کچھ ساتھی ہیں جو اسے سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کہہ دے اللہ کا بتایا ہوا راستہ ہی اصل راستہ ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے فرماں بردار بن جائیں۔ اور یہ کہ نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔‘‘

جو آدمی توحید کی دعوت قبول کر لینے کے بعد پھر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بتوں کی پرستش شروع کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی یہاں مثال بیان کی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی صحرا سے گزر رہا ہو اور شیطان

جنوں کے نرغے میں آ جائے، جو اسے راہِ راست سے بھٹکا کر کسی اور طرف لے جائیں اور وہ حیران و پریشان نہ سمجھ سکے کہ کیا کرے، اس کے ساتھی اسے پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آ جاؤ، سیدھی راہ ادھر ہے، لیکن وہ شیطانوں کے چکر میں ایسا پھنس گیا ہے کہ نہ وہ اپنے ساتھیوں کی پکار کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفر و شرک اختیار کر کے جو گمراہ ہو گیا ہے، وہ بھٹکے ہوئے راہی کی طرح ہدایت کی طرف نہیں آ سکتا۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت مقرر کر دی ہے تو یقیناً اللہ کی توفیق سے وہ راہ یاب ہو جائے گا، کیونکہ ہدایت پر چلا دینا اسی کا کام ہے۔ ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رب العالمین کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور نماز قائم کریں اور اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس یقین کے ساتھ زندگی گزاریں کہ قیامت کے دن سب کو اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾ الثلثة

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن کہے گا ''ہو جا'' تو وہ ہو جائے گا۔ اس کی بات ہی سچی ہے اور اسی کی بادشاہی ہو گی، جس دن صور میں پھونکا جائے گا، غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو عدل و حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے، وہی ان دونوں کا اور ان میں موجود تمام مخلوقات کا مالک و مدبر ہے اور قیامت کے دن انھیں میدانِ محشر میں کلمہ ''کُنْ'' کے ذریعے جمع کرنے پر قادر ہے۔ اس کی مراد اور خواہش اس کے امر اور حکم سے مؤخر نہیں ہو سکتی۔ اس کا قول و حکم بہر حال نافذ اور واقع ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن قیامت کا صور پھونکا جائے گا اس دن اسی کی بادشاہت ہو گی اور اپنے مطیع و فرماں بردار اور عاصی و گناہ گار بندوں کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق برتاؤ کرے گا۔

<u>وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ</u> : یعنی دنیا میں مجازی طور پر جن کو بادشاہ کہا جاتا تھا ان کی مجازی بادشاہی بھی ختم ہو جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿يَوْمَ هُم بَارِزُونَ ۖ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۚ لِّمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [المؤمن : ١٦] ''جس دن وہ صاف ظاہر ہوں گے، ان کی کوئی چیز اللہ پر چھپی نہ ہو گی۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ اللہ ہی کی جو ایک ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ ۚ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ﴾ [النمل : ٨٧] ''اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ﴾ [المدثر : ٨، ٩] ''سو جب صور میں پھونکا جائے گا۔ تو وہ

اس دن، ایک مشکل دن ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! صور کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس سے مراد وہ سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔“ [مسند أحمد : ۱۶۲/۲، ح : ۶۵۱۴۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شأن الصور : ۲۴۳۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج وہ لوگ کہاں ہیں جن کو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعویٰ تھا۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفة القیامة والجنة والنار : ۲۷۸۸]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود بناتا ہے؟ بے شک میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو جو وعظ ونصیحت فرمائی اور توحید کی دعوت دی اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۝ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۬ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا۝ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۬ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴾ [مریم : ۴۱ تا ۴۸] ”اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔ جب اس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟ اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے بے رغبتی کرنے والا ہے اے ابراہیم!؟ یقیناً اگر تو باز نہ آیا تو میں ضرور ہی تجھے سنگسار کردوں گا اور مجھے چھوڑ جا، اس حال میں کہ تو صحیح سالم ہے۔ کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔ اور میں تم سے اور ان چیزوں سے جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، کنارہ کرتا ہوں اور اپنے رب کو پکارتا ہوں، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں بے نصیب نہیں ہوں گا۔“

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کی زندگی میں اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے رہے، مگر جب وہ حالت شرک ہی میں مرا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ترک کر دی اور اس سے براءت کا اظہار کر دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۴] ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

زیر تفسیر آیت اس پر قطعی دلیل ہے کہ ''آزر'' ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تھا۔ اس کی تائید بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر سے ملیں گے اور آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا تو ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ میں نے دنیا میں تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ اس پر ان کا باپ کہے گا کہ آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن ذلیل نہیں کرے گا تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی کہ میرا باپ (ذلیل اور) تیری رحمت سے دور ہوا پڑا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! دیکھو تمھارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے جو نجاست سے لتھڑا ہوا ہے، پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا (یعنی ان کے باپ کو بجو بنا دیا جائے گا)۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلًا ﴾ : ۳۳۵۰]

وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

''اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے اور تاکہ وہ کامل یقین والوں سے ہو جائے۔''

یعنی ہم نے ان کی نظر میں یہ واضح کر دیا کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ عزوجل کی وحدانیت کی کس طرح دلیل ہے۔ ملک و خلق میں وہ کس طرح وحدہٗ لا شریک لہ ہے کہ اس کے سوا نہ کوئی اور معبود ہے اور نہ پروردگار، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۱] ''کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ [سبا : ۹] ''تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے

بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔"

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَا كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

"تو جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھا، کہنے لگا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ پھر جب اس نے چاند کو چمکتا ہوا دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو اس نے کہا یقیناً اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نہ دی تو یقیناً میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا، کہا یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ غروب ہو گیا کہنے لگا اے میری قوم! بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔"

ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور اس کی قوم اصنام، شمس وقمر اور ستاروں کی پرستش کرتی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے چاہا کہ ان کی اس دینی غلطی کو واضح کر دیں کہ جن باطل معبودوں کی پرستش وہ کرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی الٰہ بننے کا مستحق نہیں ہے۔ قوم کے نزدیک سب سے روشن اور اشرف سورج، پھر چاند، پھر زہرہ ستارہ تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پہلے زہرہ کے بارے میں واضح فرمایا کہ یہ الٰہ ہونے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ یہ تو ایک معین رفتار کے ساتھ ایک مخصوص وقت کے لیے مسخر و مقدر ہے، جس سے یہ ذرہ برابر دائیں بائیں نہیں ہو سکتا اور نہ اسے اپنے آپ پر تصرف کا کوئی اختیار ہی ہے، بلکہ یہ تو ان اجرام فلکی میں سے ایک ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر منور پیدا فرمایا ہے۔ یہ ستارہ مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے، حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگلی رات پھر یہ طلوع ہو کر وقتِ مقررہ پر غروب ہو جاتا ہے، تو جو اس طرح ہو یعنی اس کے طلوع و غروب کے پیچھے کسی دوسری ہستی کا دستِ قدرت کارفرما ہو، وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام چاند کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بارے میں بھی اسی طرح واضح فرمایا کہ جس طرح ستارے کے بارے میں فرمایا تھا۔ پھر اسی طرح آپ نے سورج کی طرف توجہ فرمائی اور جب آپ نے ان تینوں اجرامِ فلکی کے الٰہ ہونے کی نفی فرما دی جو دیگر ان تمام اجرام کی نسبت زیادہ منور ہیں، جن کا انسان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور جب قطعی دلیل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ الٰہ نہیں ہو سکتے تو کہنے لگے، لوگو! جن چیزوں کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان کی عبادت کرنے اور ان کی دوستی اختیار کرنے سے بے زار ہوں۔ اگر یہ الٰہ ہیں تو یہ سب مل کر میرے خلاف جو چاہیں پروگرام بنا لیں اور مجھے ذرہ برابر مہلت نہ دیں۔

فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [القصص : ۸۸] ”اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو مت پکار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے، مگر اس کا چہرہ، اسی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۷۹

”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، ایک (اللہ کی) طرف ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں۔“

یعنی میں تو اس ذات گرامی کی عبادت کرتا ہوں جو ان تمام اشیا کا خالق، موجد، انھیں مسخر کرنے والا اور ان کی تدبیر فرمانے والا ہے، جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے، جو ہر چیز کا رب، مالک اور معبود ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ”بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَ مَنِ اتَّبَعَنِ ﴾ [آل عمران : ۲۰] ”پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی۔“

وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ وَ لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰

”اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا، اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ یقیناً اس نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں اس سے نہیں ڈرتا جسے تم اس کے ساتھ شریک بناتے ہو، مگر یہ کہ میرا رب کچھ چاہے، میرے رب نے ہر چیز کا احاطہ علم سے کر رکھا ہے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

قوم کے ساتھ یہ مناظرہ ہوا تو ان کی قوم نے اپنے عقیدے کے صحیح ہونے کے بہت دلائل پیش کیے، مثلاً انھوں نے

ایک دلیل یہ دی: ﴿ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ ﴾ [الزخرف : ۲۲] ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے نیز ابراہیم علیہ السلام کو دھمکی دی کہ یہ بت تمھیں آفات اور مصیبتوں میں مبتلا کر دیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ﴿ وَقَدْ هَدٰىنِ ﴾ ''اللہ نے مجھے سیدھا راستہ بتا دیا ہے'' سے ان کی پہلی دلیل کا جواب دیا کہ یقینی دلیل کے مقابلہ میں تمھارے باپ دادا کا دین بے معنی ہے اور ان کی دھمکی کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچنی ہو تو پہنچ سکتی ہے، مگر یہ تمھارے بت اور جھوٹے پروردگار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ : یعنی ابراہیم علیہ السلام کے ان دلائل کو سن کر ان کی قوم ان سے جھگڑنے اور بحث و مباحثہ کرنے لگی، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖٞ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٥٤ تا ٥٦] ''کہا بلاشبہ یقیناً تم اور تمھارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس حق لایا ہے، یا تو کھیلنے والوں سے ہے؟ کہا بلکہ تمھارا رب آسمانوں اور زمین کا رب ہے، جس نے انھیں پیدا کیا ہے اور میں اس پر گواہی دینے والوں سے ہوں۔''

وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

''اور میں اس سے کیسے ڈروں جسے تم نے شریک بنایا ہے، حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ بے شک تم نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا ہے جس کی کوئی دلیل اس نے تم پر نہیں اتاری، تو دونوں گروہوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

ابراہیم علیہ السلام نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بتوں سے ڈروں، جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، جو نہ خالق ہیں نہ رازق اور تم اس اللہ سے نہ ڈرو جس کے ساتھ تم نے بہت سے معبودانِ باطلہ کو بغیر دلیل و برہان کے شریک بنا رکھا ہے، حالانکہ وہ تنہا خالق و رازق ہے اور ہر نفع و نقصان کا صرف وہی مالک ہے۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا معبود اللہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور تمھارے معبود مٹی کے ڈھیر ہیں۔ تو ذرا سوچو تو سہی کہ امن و سلامتی کے حق دار تم مشرکین ہو یا ہم اہل ایمان؟ اگر تمھارے پاس علم کا شائبہ بھی ہوتا تو یقیناً تمھارا جواب یہی ہوتا کہ بے شک اہل ایمان ہی امن و سلامتی کے مستحق ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾ [الشورىٰ : ٢١] ''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔'' اور فرمایا:

﴿ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾ [النجم : ٢٣] ”یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔“

اس امت کے کلمہ گو پیر پرست بھی اہل توحید سے کہتے ہیں کہ جو شخص بڑے پیر کی گیارھویں چھوڑ دے اس کا بیٹا یا بھینس مر جاتی ہے یا کوئی اور نقصان پہنچ جاتا ہے، تو ان کا بھی یہی جواب ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

ع ١٥ ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ۠ ﴾

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے امن انھی لوگوں کو نصیب ہو گا جنھوں نے شرکیہ اعمال کے ذریعے اپنے ایمان کو فاسد نہیں بنایا ہو گا اور دنیا میں بھی وہی لوگ اہل حق ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ نازل ہوئی تو مسلمانوں پر اس آیت کا مضمون بہت شاق گزرا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بات تم سمجھ رہے ہو وہ بات نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ١٣] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [مسلم، کتاب الإيمان، باب صدق الإيمان وإخلاصه : ١٢٤ـ بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ ولم يلبسوا إيمانهم بظلم ﴾ : ٤٦٢٩]

آپ دیکھیں کہ صحابہ کرام اہل زبان ہونے کے باوجود ”بِظُلْمٍ“ کی تنوین کو تنکیر (نکرہ) کے لیے سمجھ کر پریشان ہو گئے کہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمان کا قول ذکر کر کے انھیں بتایا کہ یہ تنوین تعظیم کے لیے ہے، تنکیر کے لیے نہیں اور معنی یہ نہیں کہ ”کسی ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ بلکہ معنی یہ ہے کہ بہت بڑے ظلم یعنی شرک کے ساتھ نہیں ملایا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان جاننا کافی نہیں، کئی مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر بھی تو ضروری ہے، اس لیے قرآن کو حدیث کے بغیر سمجھنے کا دعویٰ کرنے والے صاف گمراہ ہیں۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا دون قوم : ١٢٩]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرك باللہ شیئًا دخل الجنة : ۹۳]

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی، ہم درجوں میں بلند کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں ''حجت'' سے مراد دلائل توحید ہیں، جو قوم کے مقابلے میں ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیے۔ یہ دلائل اللہ تعالیٰ نے قوم کے مقابلہ میں ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے، تاکہ وہ تنہا پوری قوم پر غالب آ جائیں۔ تو فرمایا، چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جان کی کوئی پروا نہ کی اور اپنے آپ کو توحید کی دعوت دینے کے لیے وقف کر دیا، اس لیے ہم نے بھی ان پر بڑے بڑے احسانات فرمائے۔ دنیا ہی میں انھیں یہ انعام دیا کہ نیک اولاد سے نوازا اور اس کے بعد ان کی ذریت میں نبوت و کتاب اتارنے کا سلسلہ جاری کر دیا اور اسی سلسلہ کی آخری کڑی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

''اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہدایت دی اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو، اور ان سب کو جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے باپ دادا اور ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو بھی اور ہم نے انھیں چنا اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔''

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ : مذکورہ تینوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت اور ان کا مقام بیان فرمایا

ہے کہ جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنی پوری قوم اور ان کے معبودوں سے براءت کا اعلان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کی بیوی سارہ کو بطور جزائے خیر بڑھاپے میں ''اسحاق'' کی بشارت دی تو سیدہ سارہ نے اس سے تعجب کیا اور فرمایا: ﴿ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴾ [هود : ۷۲، ۷۳] ''اس نے کہا ہائے میری بربادی! کیا میں جنوں گی، جب کہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرا خاوند ہے بوڑھا، یقیناً یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ انھوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔'' فرشتوں نے دونوں میاں بیوی کو سیدنا اسحاق کی ولادت کے ساتھ ساتھ یہ خوش خبری بھی سنائی کہ وہ نبی ہوں گے اور ان کی نسل کا سلسلہ بھی آئندہ جاری رہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴾ [هود: ۷۱] ''تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوش خبری دی۔''

وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ : سیدنا نوح و ابراہیم علیہما السلام دونوں کو عظیم خصوصیات حاصل ہیں۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو تو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو غرق کر دیا، سوائے ان لوگوں کے جو آپ پر ایمان لائے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو باقی رکھا۔ اب سب لوگ آپ ہی کی اولاد ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے بعد تشریف لانے والے تمام انبیائے کرام آپ ہی کی اولاد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ ﴾ [الحديد : ۲٦] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔'' اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۫ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ﴾ [مريم : ۵۸] ''یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا نبیوں میں سے، آدم کی اولاد سے اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد سے اور ان لوگوں سے جنھیں ہم نے ہدایت دی اور ہم نے چن لیا۔ جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی تھیں وہ سجدہ کرتے اور روتے ہوئے گر جاتے تھے۔''

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸

''یہ اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس پر اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے چلاتا ہے اور اگر یہ لوگ شریک بناتے تو یقیناً ان سے ضائع ہو جاتا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

ان انبیاء کو نبی اور رسول ہونے کا جو شرف حاصل ہوا وہ محض اللہ کے فضل و کرم سے حاصل ہوا اور اسی ذات باری تعالیٰ نے انھیں دینِ خالص کی ہدایت دی اور اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے۔ اس آیتِ کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ وَ اِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ وَ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ”اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔“

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ ۚ فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِہَا بِکٰفِرِیۡنَ ﴿۸۹﴾

”یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان انبیائے کرام علیہم السلام کو آسمانی کتابیں دیں اور علم و نبوت سے نوازا، اس لحاظ سے اگر کفارِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کا انکار کرتے ہیں تو وہ گویا گزشتہ تمام انبیاء اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں اور ان کے اس انکار کی اللہ کو کوئی پروا نہیں، کیونکہ وہ بے نیاز ہے، پھر اس نے تو ان دونوں پر ایمان لانے کے لیے صحابہ کرام اور مومنین کی جماعت کو پیدا کر دیا ہے جو ان پر ایمان لے آئے ہیں اور ان پر اور دین اسلام پر جان قربان کرنے کے لیے ہمہ دم تیار رہتے ہیں۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحُکۡمَ وَ النُّبُوَّۃَ : ”کتاب“ سے مراد اللہ کی نازل کردہ شریعت ہے، جو کتابی شکل میں نازل ہوتی رہی اور ”حکم“ سے مراد حکمت اور حکومت دونوں ہو سکتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ اٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا ﴾ [النساء : ٥٤] ”تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗۤ اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّ عِلۡمًا ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴾ [یوسف : ٢٢] ”اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے بڑا حکم اور بڑا علم عطا کیا اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔“

فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا لَّیۡسُوۡا بِہَا بِکٰفِرِیۡنَ : یعنی اگر یہ لوگ اس کتاب، حکم اور نبوت کو نہ مانیں (اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو نہ ماننے والے کفار اور مشرکین ہیں) تو ہم نے ان (کتاب و نبوت)

کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں، جو ان نعمتوں کا انکار نہیں کرتے۔ یعنی مہاجرین و انصار اور قیامت تک کے لیے ان کے پیروکار، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] ''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

۹۰

''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سو تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، کہہ میں اس پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ مذکورہ بالا انبیاء کی اقتدا کریں، کیونکہ اللہ نے انھیں ایمان باللہ، توحید خالص، اخلاق حمیدہ اور اللہ کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ یہ آیت دلیل ہے کہ ابتدائے اسلام میں جن معاملات کے بارے میں قرآن میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی، ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ گزشتہ انبیاء کی پیروی کریں، اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ کفار قریش سے کہہ دیجیے کہ میں تم لوگوں سے قرآن کریم کی تعلیم پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، کیونکہ یہ تو رہتی دنیا تک تمام جہانوں کے لیے اللہ کی طرف سے نصیحت کا خزانہ ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، کیا سورۂ ص میں سجدہ ہے؟ تو انھوں نے فرمایا، ہاں! پھر انھوں نے ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ﴾ سے لے کر ﴿ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ تک تلاوت فرمائی اور فرمایا، وہ (داود علیہ السلام) بھی انھی میں سے ہیں (جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے اور داود علیہ السلام کے سجدے کا ذکر اس میں ہے اور آپ ﷺ کو ان انبیاء کی اتباع کا حکم ہے)۔ ایک دوسری روایت میں مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا، تمھارے نبی ﷺ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان انبیاء کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ أولئك الذين هدى الله فبهدهم اقتده ﴾ : ۴۶۳۲، ۴۸۰۷]

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٩١

"اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔"

یہ خطاب یہود کو ہے، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی اور بغض وعناد کی بنا پر ایک ایسی حقیقت کا انکار کر دیا جو ان کے اپنے ہاں بھی مسلّم تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی۔ اس اعتراض کے اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے جواب دیے، ایک یہ کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی پوری معرفت ہی نہیں، کیونکہ نہ تو اللہ خود لوگوں سے کلام کرتا ہے اور نہ اس کام کے لیے کوئی فرشتہ بھیجتا ہے۔ اس کی ممکنہ صورت یہی ہے کہ اللہ اپنا کلام فرشتوں کے ذریعے صرف اپنے نبی پر نازل فرمائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تو تم تسلیم کرتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام بشر تھے، آدم کی اولاد سے تھے اور ان کے ماں باپ بھی موجود تھے، تو ان پر جو کتاب اتاری گئی تھی وہ کس نے اتاری تھی؟ اگر یہ کتاب اللہ نے نہیں اتاری تھی تو پھر تم اسے اتنا سنبھال سنبھال کر کیوں رکھتے ہو؟ اور اس کتاب میں جو ہدایت کی باتیں اور علم کی روشنی ہے کیا اللہ کے علاوہ کوئی اور ایسی باتیں بتا سکتا ہے؟ جو ہدایت کی باتیں اس کتاب میں موجود ہیں انھیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے آبا و اجداد۔ پھر ایسی کتاب اللہ کے سوا کوئی اور اتار سکتا تھا؟ تمھارا اس کتاب کا کچھ حصہ لوگوں کو بتانا اور اپنی خواہشات کے مطابق کچھ حصہ لوگوں سے چھپانا، یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے اور تمھارے لیے حجت ہے، ورنہ اگر یہ کسی انسان کی تصنیف ہوتی تو تمھیں ایسا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا، آپ کہہ دیجیے کہ موسیٰ پر تورات اللہ نے نازل کی تھی اور محمد ﷺ کو وہ علوم و معارف اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملے ہیں اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر رسولوں پر بالعموم اور نبی کریم ﷺ پر بالخصوص نزولِ وحی کا تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩٢

"اور یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے ہے اور تاکہ تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے

ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔"

جب نزول وحی کے انکار کی نفی اور تورات کے منزل من اللہ ہونے کا اثبات ہو چکا، تو اب قرآن کریم کا ذکر کیا گیا جو تورات اور دیگر تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، جس میں دنیا و آخرت کی سب بھلائیاں، زمانہ گزشتہ اور پیوستہ کے تمام علوم اور بنی نوع انسان کے لیے ہر قسم کے فوائد و منافع بیان کر دیے گئے ہیں۔ مکہ مکرمہ کو "ام القریٰ" اس لیے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ پہلا گھر ہے جسے انسانوں کے لیے اللہ کے حکم سے بنایا گیا اور جو تمام اہل جہاں کا قبلہ اور ان کے حج کی جگہ ہے۔ یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الأعراف : ۱۵۸] "کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ [الفرقان : ۱] "بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے پانچ چیزیں ایسی مرحمت فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔" ان میں سے ایک چیز آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی: "پہلے ہر نبی بطور خاص اپنی ہی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مگر مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔" [بخاری، کتاب الصلوة، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب المساجد ومواضع الصلوة : ۵۲۱]

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۹۳

"اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔"

اس آیت کریمہ میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ان سے زیادہ اپنے حق میں ظالم کون ہو سکتا ہے،

ایک تو وہ لوگ جو افترا پردازی کر کے غیروں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں، یا جو اپنی طرف سے حلال و حرام کے احکام وضع کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پر اللہ کی جانب سے وحی نازل ہوتی ہے اور تیسرے وہ لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ظالمانہ اعمال و حرکات انھی لوگوں سے سرزد ہو سکتی ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جو نہیں جانتے کہ آخرت میں ظالموں کا انجام کیا ہوگا۔ جیسے آگے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ایسے لوگ جب موت کی شدتوں اور سکرات میں مبتلا ہوں گے تو اس وقت فرشتے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو اپنے جسموں سے نکالو، تم جو اللہ کے بارے میں ناحق باتیں بناتے تھے، آج ان کے بدلے میں تمھیں ذلت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔“ [بخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ : ۱۱۰]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو کوئی میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کر لے۔“ [بخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ : ۱۰۹]

وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ : کافروں کے اس دعوے کو دوسری جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۱] ”اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو یقیناً اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔“ کافروں کا یہ دعویٰ محض لفظی جمع خرچ تھا، وہ ایسا نہ کر سکے اور باوجود اس کے کہ ان کو چیلنج کیا گیا، وہ ایسا نہ کر سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة: ۲۳، ۲۴] ”اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور نہ کبھی کرو گے تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ﴾ [الأنفال : ۵۰] ”اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی

جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ [إبراهيم : ٢٧] "اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے، پختہ بات کے ساتھ خوب قائم رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔"

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ : "اَلْيَوْمَ" سے مراد وہ دن ہے جس دن ان کی جان نکالی جاتی ہے اور وہی دن ہے جس دن انھیں قبر میں دفن کیا جاتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب بندہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی (اسے دفن کر کے) واپس پلٹتے ہیں تو ابھی وہ ان کی جوتیوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنے مقام کی طرف دیکھو۔ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تمھیں جنت کا مقام عطا فرما دیا ہے، چنانچہ وہ دونوں مقامات کو اکٹھے دیکھتا ہے اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون تھے؟) میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس پر اسے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے خود سمجھا اور نہ تو نے کہیں سے پڑھا۔ سو اس کو اس کے دونوں کانوں کے درمیان لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے تو وہ ایک چیخ مارتا ہے اور اس کی چیخ کو جن و انس کے علاوہ سبھی سنتے ہیں۔" [بخاری، كتاب الجنائز، باب الميت يسمع خفق النعال : ١٣٣٨]

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٤﴾ ع

ربع

"اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمھیں دیا تھا اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمھارا آپس کا رشتہ کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔"

میدانِ محشر میں بنی نوعِ انسان کی حالت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب حساب و جزا کے لیے اللہ کے سامنے ان کی پیشی ہو گی تو وہ بالکل تنہا ہوں گے، نہ ان کا مال ساتھ ہو گا نہ اولاد، اور نہ وہ بت اور جھوٹے معبود ساتھ ہوں گے جنھیں وہ اپنا سفارشی گمان کرتے تھے۔ پیدائش کے وقت جو ان کی حالت تھی اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ : یہ ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الكهف : ٤٨] "اور وہ تیرے رب کے سامنے صفیں باندھے

ہوئے پیش کیے جائیں گے، بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اسی طرح آئے ہو جیسے ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔" اور فرمایا: ﴿وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ [مریم : ۹۵] "اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! تم ننگے بدن، ننگے پاؤں اور بغیر ختنے کی حالت میں اٹھائے جاؤ گے۔" تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب سب مرد و زن اکٹھے اٹھیں گے (اور ننگے ہوں گے) تو کیا یہ وہ ایک دوسرے (کی شرمگاہ) کو نہیں دیکھیں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے عائشہ! معاملہ اس قدر سنگین ہوگا کہ کوئی کسی کی طرف نہیں دیکھے گا۔" [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامة : ۲۸۵۹۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب البعث : ۲۰۸۶]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قبر تک ہر انسان کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، مال، اولاد اور عمل۔ اولاد اور مال تو اس کو قبر تک چھوڑ کر لوٹ آنے والی چیزیں ہیں، سو اکیلا عمل ہی اس کے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔" [بخاری، کتاب الرقاق، باب سکرات الموت : ۶۵۱۴۔ مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للکافر : ۲۹۶۰]

وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ : یعنی جن نعمتوں اور مالوں کو تم نے دنیا میں حاصل کیا تھا انھیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف تین طرح کا ہے، وہ جو اس نے کھایا اور ہضم کر لیا، یا پہنا اور بوسیدہ کر دیا، یا وہ جسے صدقہ کر کے آگے پہنچا دیا، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے تو وہ جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔" [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۵۹]

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا : ارشاد فرمایا: ﴿فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ﴾ [القصص : ۶۲] "پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟" اور فرمایا: ﴿وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ [الشعراء : ۹۲، ۹۳] "اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟"

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ : یعنی بتوں اور اللہ کے شریکوں سے تم نے امیدیں لگا رکھی تھیں، وہ سب ختم ہو گئیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾ [البقرة : ۱۶۶، ۱۶۷] "جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس

کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۱۰۱] "پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اس دن ان کے درمیان نہ کوئی رشتے ہوں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ۲۵] "اور اس نے کہا بات یہی ہے کہ تم نے اللہ کے سوا بت بنائے ہیں، دنیا کی زندگی میں آپس کی دوستی کی وجہ سے، پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا آگ ہی ہے اور تمھارے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۲ تا ۲۴] "اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے کہاں ہیں تمھارے وہ شریک جنھیں تم گمان کرتے تھے۔ پھر ان کا فریب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ کہیں گے اللہ کی قسم! جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھ انھوں نے کیسے اپنے آپ پر جھوٹ بولا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔"

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

"بے شک اللہ دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، یہی اللہ ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ زمین کے اندر دانے کو پھاڑ کر ہرا بھرا پودا اور کھجور کی گٹھلی کو پھاڑ کر لہلہاتا درخت نکالتا ہے۔ اس کی قدرت کی کاریگری دیکھیے کہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے، جیسے نطفہ سے حیوان اور خشک دانے سے سرسبز و شاداب پودے نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے، یعنی حیوان سے نطفہ اور پودے سے دانہ نکالتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے جو عظیم الشان قدرتوں کا مالک اور عبادت کی تمام قسموں کا تنہا مستحق ہے۔ پھر یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان اس ذاتِ باری تعالیٰ کی بجائے دوسروں کی عبادت کرنے لگتا ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ : یعنی وہ دانے اور گٹھلی سے، جو مردہ جمادات کی طرح ہے، زندہ نباتات نکالتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ﴿﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۳ تا ۳۶] ”اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔“

سیدنا ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا تم کبھی بنجر زمین سے گزرے ہو؟“ ابو رزین نے عرض کی، ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پوچھا: ”پھر کبھی اسے سرسبز و شاداب بھی دیکھا ہے؟“ ابو رزین نے کہا، ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسی طرح اللہ موت کے بعد زندہ کرے گا۔“ [مسند أبي داوٗد الطيالسي : ۱۰۸۹]

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

”صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ رات کی تاریکی کے پردے سے صبح کی روشنی کو نکالتا ہے اور اس نے رات کی تاریکی کو انسان کے لیے وجہ سکون بنایا کہ دن بھر کی تھکن کے بعد رات کو سوتا اور آرام کرتا ہے اور آفتاب و مہتاب دونوں ایک طے شدہ اور مقررہ حساب کے مطابق چلتے ہیں اور اس میں کوئی تغیر و تبدل رونما نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے ہر ایک کی موسم سرما اور موسم گرما میں منزلیں مقرر ہیں، جن کے مطابق یہ چلتے ہیں اور اسی پر رات دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا جانا اور رات دن کا چھوٹا بڑا ہونا موقوف ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کی دلیلیں ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا : رات ہر چیز کو ڈھانپ لیتی ہے، اس سے ہر سو اندھیرا چھا جاتا ہے، تاکہ رات کو تمام اشیا آرام اور سکون حاصل کر سکیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ﴾ [الضحٰی : ۱، ۲] ”قسم ہے دھوپ چڑھنے کے وقت کی! اور رات کی جب وہ چھا جائے!“ اور فرمایا: ﴿ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴾ [اللیل : ۱، ۲] ”قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے! اور دن کی جب وہ روشن ہو!“

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا : ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [یونس : ۵] ”وہی ہے

جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [يٰسٓ : ۴۰] ''نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [يٰسٓ : ۳۷، ۳۸] ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ حِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۱۲] ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۹۷

''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے، تاکہ تم ان کے ساتھ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں جو جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا جن کے ذریعے بری اور بحری راستوں پر سفر کرنے والے رات کی تاریکیوں میں راستہ پہچانتے ہیں۔ ستاروں کی تخلیق کا ایک مقصد تو یہ ہے جو یہاں بیان ہوا ہے، ان کے دو مقصد اور ہیں جو دوسرے مقام پر بیان کیے گئے ہیں، یعنی آسمان کی زینت اور شیطانوں کی مرمت۔ ان تین باتوں کے علاوہ ان ستاروں کے بارے میں اگر کوئی شخص کوئی اور عقیدہ رکھتا ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے۔

قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ستاروں کو اللہ تعالیٰ نے تین مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے، آسمان کی زینت، شیطانوں کو مارنے اور اندھیری رات میں مسافروں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے، سو جس کسی نے اس کے سوا ستاروں سے کوئی اور کام لیا وہ غلطی پر ہے اور اس نے اپنی قسمت برباد کی اور جو بات غیب کی معلوم نہیں ہو سکتی اس نے اس کو معلوم کرنا چاہا۔ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب في النجوم، بعد الحديث : ۳۱۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے علم نجوم سیکھا اس نے جادو کا

ایک حصہ سیکھا۔'' [أبو داؤد، كتاب الطب، باب في النجوم : ۳۹۰۵]

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی، رات کو بارش ہوئی تھی۔ آپ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندوں نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ لوگ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے بارش ہوئی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان لایا اور اس نے ستارے کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستارے پر ایمان لایا۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸٤٦]

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾

''اور وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتِ تخلیق کی ایک اور مثال بیان کی گئی ہے، تاکہ اس کے کمالِ قدرت کا اثبات ہو۔ باری تعالیٰ نے انسان کو صرف آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے اور وہ اس طرح کہ باپ کی پیٹھ میں نطفہ کو پیدا کیا اور پھر اسے ماں کے رحم میں پہنچایا، جہاں وہ تخلیق و نمو کے مختلف مراحل میں سے گزرتا ہے اور پھر انسان بن کر پیدا ہوتا ہے۔

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ : یعنی آدم علیہ السلام سے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾ [النساء : ١] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی سے پیدا کیا، جو ساری زمین سے لی گئی تھی، اسی لیے بنی آدم کی زمین کی طرح مختلف قسمیں ہیں، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی سرخی مائل، کوئی گورا اور کوئی کالا ہے اور اسی طرح (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی خوش مزاج، کوئی اکھڑ مزاج اور کوئی برا اور کوئی اچھا۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة : ۲۹۵۵۔ أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٦۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی پشت سے ان روحوں کو نکالا جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں اور وہ روحیں آدم علیہ السلام کو دکھا کر فرمایا کہ یہ تمھاری وہ اولاد ہے جو سلسلہ بہ سلسلہ قیامت تک پیدا ہوگی۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الأعراف : ۳۰۷۶]

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ : اس کا ایک معنی تو ماؤں کا رحم اور باپوں کی پشتیں ہیں اور دوسرا یہ کہ اس اللہ نے زمین کی سطح پر تمھارے قیام کی جگہ بنائی اور مرنے کے بعد زمین کے اندر تمھارے سپرد کرنے کی جگہ بنائی۔ زندگی میں ہر شخص کی قیام گاہ اور مرنے کے بعد ہر شخص کی قبر مقرر ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص سخت گنہگار تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا اور وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے اوپر بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور پھر آگ جلا دینا، یہاں تک کہ جب آگ میرے گوشت کو جلا ڈالے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو ان ہڈیوں کو پیس ڈالنا، پھر راکھ کو آندھی والے دن دریا میں بکھیر دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے رب نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے اتنا سخت عذاب دے گا جو اس نے پہلے کسی کو بھی نہ دیا ہوگا۔ الغرض (جب وہ فوت ہو گیا تو) بیٹوں نے حسبِ وصیت اسے جلا دیا۔ اللہ عزوجل نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے جو ذرات اس میں ہیں انھیں جمع کر دے، زمین نے حکم کی تعمیل کی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو جمع کر دیا اور وہ (انسانی شکل میں) کھڑا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے دریافت فرمایا: ''بتا تو نے ایسا کیوں کیا؟'' اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر سے۔ چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳٤۸۱]

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ ۙ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۹۹

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت کی ایک عظیم دلیل پیش کی ہے اور انسانوں کے لیے ایک بہت

بڑی نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے بادل سے پانی برساتا ہے، اس پانی کے ذریعے انواع و اقسام کے پودے پیدا کرتا ہے، پھر اس پودے کو تر و تازہ اور سبز درخت بناتا ہے، پھر ان درختوں میں گچھوں کی شکل میں ڈھیر سارے دانے پیدا کرتا ہے جیسے گیہوں، جو اور چاول کے خوشے، اور کھجور کے درختوں میں گچھے پیدا کرتا ہے جو بتدریج خوشے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعے انگوروں کے باغ بسا دیتا ہے اور زیتون اور انگور پیدا کرتا ہے، جن میں سے بعض تو شکل و ہیئت اور رنگ و ذائقہ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تو ذرا ان میں سے ہر ایک کو دیکھو تو سہی کہ جب پھل نکلتا ہے تو کیسا کمزور اور بے کار سا ہوتا ہے، پھر جب وہ پک جاتا ہے تو کیسا نفع بخش اور لذیذ ہوتا ہے۔ یقیناً ان سب چیزوں پر نگاہِ عبرت انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ ان کو پیدا کرنے والے کی عظیم قدرت پر ایمان لے آئے۔

وَهُوَ الَّذِيٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجْنَا بِهِۦ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾ [الأنبياء : ۳۰] ”اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔“

وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّٰتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ﴾ [النحل : ٦٧] ”اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم نشہ آور چیز اور اچھا رزق بناتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ﴾ [یٰسٓ : ۳٤] ”اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے۔“

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ” (انگور کو) کَرْمٌ نہ کہا کرو، بلکہ عِنَبٌ اور حَبَلَةٌ کہا کرو۔“ [مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب، باب کراهية تسمية العنب کرما : ۱۲/ ۲۲٤۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ (انگور کو) کرم کہتے ہیں، کرم تو مومن کا دل ہے۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ : ٦١٨٣]

اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ [الأنعام : ۱٤۱] ”اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ﴾ [الرعد : ٤] ”اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے اور ایک تنے والے، جنھیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ جب نیا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے۔ آپ لے لیتے اور یہ دعا پڑھا کرتے: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا)) ''اے اللہ! ہمارے لیے ہمارے پھلوں میں برکت دے، ہمارے شہر میں برکت دے، ہمارے صاع اور مد میں برکت دے۔'' پھر جو سب سے چھوٹا بچہ نظر آتا اس کو بلا کر وہ نیا پھل اسے عطا فرما دیتے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۱۳۷۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا رأی الباکورة من الثمر : ۳۴۵٤]

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع ۱۲ / ۱۸

''اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنا دیا، حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔''

یہ ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کی اور اللہ کی عبادت میں دوسروں کو اس کا شریک بنا دیا، مثلاً انھوں نے جنوں کی عبادت کی اور انھیں اللہ کا شریک بنا دیا، جبکہ اللہ ان کے کفر و شرک سے پاک ہے۔ اگر کہا جائے کہ یہ تو بتوں کی پوجا کرتے تھے، جنوں کو اللہ کا شریک بنانے کا کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھیں جنوں ہی نے بتوں کی عبادت کا حکم دیا تھا، تو ان کے حکم کی اطاعت بجا لاتے ہوئے انھوں نے بتوں کی عبادت کی، تو یہ گویا جنوں کو اللہ کا شریک بنانا ٹھہرا کہ اللہ کا حکم ماننے کی بجائے انھوں نے جنوں کا حکم مانا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۙ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ؕ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۱۷ تا ۱۲۰] ''وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر مؤنثوں کو اور نہیں پکارتے مگر سرکش شیطان کو۔ جس پر اللہ نے لعنت کی اور جس نے کہا کہ میں ہر صورت تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور یقیناً میں انھیں ضرور گمراہ کروں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور آرزوئیں دلاؤں گا اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور چوپاؤں کے کان کاٹیں گے اور یقیناً میں انھیں ضرور حکم دوں گا تو یقیناً وہ ضرور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت بدلیں گے اور جو کوئی شیطان کو اللہ کے سوا دوست بنائے تو یقیناً اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔ وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ

عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾ [الصافات : ۱۵۸ تا ۱۶۰] ''اور انھوں نے اس کے درمیان اور جنوں کے درمیان رشتہ داری بنادی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً جن جان چکے ہیں کہ بے شک وہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ مگر اللہ کے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔''

وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ : یہاں اللہ نے جن مشرکین کا ذکر کیا ہے ان میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں۔ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا رکھا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ا۟بْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۰] ''اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔'' یہود و نصاریٰ کے علاوہ مشرکین سے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ۝ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾ [النجم : ۱۹ تا ۲۲] ''پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور (دیوی) منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو اس وقت ناانصافی کی تقسیم ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الصافات : ۱۴۹ تا ۱۵۵] ''پس ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور ان کے لیے بیٹے؟ یا ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا، جب کہ وہ حاضر تھے۔ سن لو! بے شک وہ یقیناً اپنے جھوٹ ہی سے کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد جنی اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ کیا ہے تمھیں، تم کیسا فیصلہ کر رہے ہو؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

بعض سلف نے فرمایا کہ یہ آیت ان زندیقوں اور مجوسیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اللہ تعالیٰ کو انسانوں، جانوروں اور ہر اچھی چیز کا خالق سمجھتے تھے اور اسے یزداں کہتے تھے اور شیطان (ابلیس) کو درندوں، سانپوں اور ہر قسم کے شر کا خالق سمجھتے تھے اور اسے (اہرمن) کہتے تھے اور انھیں کائنات کے پیدا کرنے میں اللہ کا شریک بناتے تھے، حالانکہ ان کا اور ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں، اس کا یہ کہنا ہی گالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب

قوله تعالیٰ : ﴿ الله الصمد ﴾ : ٤٩٧٥]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں، اللہ کو صاحب اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ اس کے باوجود انھیں صحت و عافیت سے رکھتا ہے اور ان کے رزق کا اہتمام کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالیٰ : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾ : ۷۳۷۸]

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس نے زمین و آسمان کو بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ نقشہ یا نظیر کے وجود بخشا۔ اس سے مادہ پرستوں کا رد ہوا اور چونکہ اس کی بیوی ہی نہیں، لہٰذا اللہ کا کوئی بیٹا اور بیٹی بھی نہیں ہو سکتے، اس سے یہود و نصاریٰ اور مشرکین سب کا رد ہوا۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : ''بَدِيْعُ'' کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والا، یعنی ان کا پہلے کوئی نمونہ موجود نہ تھا اور اس نے ان کو ایجاد کیا۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں لکھ لیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی صلى الله عليهما وسلم : ٢٦٥٣]

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ : یعنی اولاد تو دو متناسب چیزوں سے پیدا ہوتی ہے اور مخلوق میں سے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مناسب اور مشابہ نہیں ہے۔ وہ تو ہر چیز کا خالق ہے، اس کی نہ بیوی ہے اور نہ بچہ، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۵] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٣﴾

”یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ اسے نگاہیں نہیں پاتیں اور وہ سب نگاہوں کو پاتا ہے اور وہی نہایت باریک بین، سب خبر رکھنے والا ہے۔“

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ : یعنی نگاہیں دنیا میں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ ادراک کا معنی اگر آنکھوں سے دیکھنا ہو تو اس کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو تمھیں بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے یقیناً جھوٹ کہا، پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ﴾ پھر فرمایا، لیکن آپ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دو دفعہ دیکھا ہے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب : ٤٨٥٥]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ فكان قاب قوسين أو أدنى ﴾ : ٤٨٥٦]

صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں رب تعالیٰ کو دیکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صرف سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما دیکھنے کے قائل تھے، مگر وہ بھی کبھی ساتھ یہ فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل کی آنکھ سے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یہ تمام بحث دنیا میں آنکھوں سے نہ دیکھ سکنے کی ہے، اگرچہ آخرت میں آنکھیں دیدار الٰہی سے ضرور فیض یاب ہوں گی۔ یہ بات صحاح، مسانید اور سنن میں کئی سندوں کے ساتھ مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کی ذات پاک کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اوپر اٹھاتا ہے، اس کی طرف رات کا عمل دن سے پہلے اور دن کا عمل رات سے پہلے اٹھایا جاتا ہے۔ اس کا حجاب نور یا (ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق) آگ ہے۔ اگر وہ اسے دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار ہر اس چیز کو مخلوق میں سے جلا دیں جس پر اس کی نظر پڑے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : أن الله لا ينام : ١٧٩]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں، وہ تو نور ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : نور أنى أراه : ١٧٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا اس میں سے کوئی چیز چھپالی جس (کی تبلیغ) کا اللہ نے حکم دیا تھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ

...ا۔[مسلم، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله عزوجل : ﴿ ولقد راه نزلة أخرى ﴾ : ۱۷۷]
سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(روزِ قیامت) تم اپنے رب کو بھی (ظاہراً) اسی طرح دیکھو گے جس طرح بغیر کسی تکلیف کے تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ۱۸۲]

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾

''بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کئی نشانیاں آ چکیں، پھر جس نے دیکھ لیا تو اس کی جان کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو اسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں۔''

یہاں بصیرت سے مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں جنھیں اللہ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔ جو شخص ان دلائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حق کا اعتراف کر لے گا اور اس پر ایمان لے آئے گا تو اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا اور جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لے گا اور حق کو قبول نہیں کرے گا تو اس کے انجام بد کا اسی کو نقصان پہنچے گا۔

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ﴾ [یونس : ۱۰۸] ''تو جو سیدھے راستے پر آیا تو وہ اپنی جان ہی کے لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اسی پر گمراہ ہوتا ہے۔''

وَ مَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا : یعنی جو ان روشن دلائل و براہین کو دیکھنے سے اندھا بنا رہا تو اس کا وبال اسی پر ہو گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٦] ''پس بے شک یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

وَ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَ لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَ لِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

''اور اسی طرح ہم آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں تو نے پڑھا ہے اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی آیتوں اور دلائل کو مختلف انداز بیان کیا ہے۔ اس بارے میں مشرکین باتیں بناتے تھے کہ قرآن ایک ہی بات کو بار بار کیوں بیان کرتا ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی آیتوں کو مختلف

انداز میں اس لیے بیان کرتا ہے تاکہ مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم ہو جائے اور تاکہ مشرکین اور کفار یہ نہ کہیں کہ اے محمد! تو نے یہ سب کچھ اہل کتاب سے سیکھا ہے اور اس لیے بھی بیان کرتا ہے کہ حق کے طلب گاروں کے لیے اس قرآن کو کھول کھول کر بیان کر دے، تاکہ وہ حق کی اتباع کریں اور باطل سے اجتناب کریں۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ : یہ آیت ایسے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کذب و عناد کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ࣙافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ وَقَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٤، ٥] ”اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ نہیں ہے مگر ایک جھوٹ، جو اس نے گھڑ لیا اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی، سو بلاشبہ وہ ایک ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ اسی طرح کافروں کے ایک سردار اور کاذب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴾ [المدثر : ۱۸ تا ۲۵] ”بے شک اس نے غور و فکر کیا اور بات بنائی۔ پس وہ مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر مارا جائے، اس نے کیسی بات بنائی! پھر اس نے دیکھا۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔ پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔ پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔ یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔“

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

”اس کی پیروی کر جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے وحی کی گئی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارا کر۔“

نبی کریم ﷺ کے دل کی تقویت اور ان کے حزن و ملال کے ازالہ کے لیے انھیں حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کے اس قسم کے بے بنیاد شبہوں سے متاثر ہو کر دعوت و تبلیغ ترک نہ کریں۔ آپ اپنی راہ پر ثابت قدمی سے چلتے رہیے اور مشرکین کی باتوں کا خیال نہ کیجیے۔

اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”انبیاء میں سے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا کیا گیا اور اسی معجزے کی مثل لوگ ان پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے۔ جسے اللہ نے مجھ پر وحی (کے ذریعے نازل) کیا ہے (یہ سب سے بڑا معجزہ ہے) پس مجھے امید ہے کہ میری امت

کے لوگ قیامت کے روز تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی : ۴۹۸۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا ﷺ : ۱۵۲]

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ؕ وَ مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾

''اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شریک نہ بناتے، اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں بنایا اور نہ تو ان پر کوئی نگہبان ہے۔''

مشرک و کافر کے گمراہ ہونے کی حکمت اللہ ہی جانتا ہے، اگر وہ چاہتا تو تمام بنی نوع انسان کو راہِ ہدایت پر اکٹھا کر دیتا، لیکن وہ اپنی مشیت اور حکمت کے تقاضے کے مطابق جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اللہ سے اس کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ البتہ بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نبی ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ انسانوں کے اعمال و اقوال کا ریکارڈ رکھتے۔ ان کا کام تو اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دینا تھا، سو انھوں نے یہ کام بدرجہ اتم انجام دیا۔

وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَۜيْطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ [الرعد : ۴۰] ''تو تیرے ذمے صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔''

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

''اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر امت کے لیے ان کا عمل مزین کر دیا ہے، پھر ان کے رب ہی کی طرف ان کا لوٹنا ہے تو وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

یہ آیت سد ذرائع کی دلیل ہے، یعنی اگر ایک جائز کام کسی بڑی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو تو اس جائز کام کو بھی چھوڑنا ضروری ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا ادب و احترام ملحوظ رکھیں۔ انھیں مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ مشرکین غصے میں آ کر اللہ تعالیٰ کو گالی دیتے ہیں۔ ''زیادہ فساد کے مقابلے میں تھوڑی مصلحت کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے'' کے قبیل میں سے یہ بھی ہے جو صحیح حدیث میں آیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے یہ گناہ بہت بڑا ہے

کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت کرے۔'' آپ سے پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کوئی شخص (دوسرے) شخص کے باپ کو برا کہے تو (جواب میں) وہ اس کے باپ کو برا کہے اور وہ اس کی ماں کو برا کہے تو (جواب میں) وہ اس کی ماں کو برا کہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب لا یسب الرجل والدیه : ۵۹۷۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا : ۹۰]

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

''اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ بے شک اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو اس پر ضرور ہی ایمان لے آئیں گے۔ تو کہہ نشانیاں تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور تمھیں کیا چیز معلوم کرواتی ہے کہ بے شک وہ جب آئیں گی تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

مشرکین مکہ نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے کسی ایک نشانی کا مطالبہ کیا اور قسم کھا کر کہا کہ اگر یہ نشانی آ گئی تو ہم لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ لیکن ان کا مقصد ایمان لانا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑانا تھا۔ اللہ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے جواب میں انھیں کہہ دیں کہ آیتیں اور نشانیاں اللہ کے پاس بہت ہیں، لیکن تمھاری مرضی کے مطابق ان کا لانا میرے اختیار میں نہیں ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۹] ''اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انھیں جھٹلا دیا۔'' بالآخر یہی ہوا کہ جب کفار مکہ کو معجزہ دکھایا گیا تو ایمان نہیں لائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴾ [القمر : ۱ تا ۳] ''قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (یہ) ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔''

وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳ ۱۹

''اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔''

انھی مشرکین مکہ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو حق کا ادراک کرنے سے محروم کر دیا ہے۔اس لیے کہ وہ حق بات کو سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھوں کو بصیرت سے محروم کر دیا ہے، اس لیے کہ راہِ حق کو دیکھتے ہی نہیں۔ تو جس طرح وہ لوگ پہلے ایمان نہیں لائے اب بھی ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ انھیں کفر میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دے گا۔

جو شخص ہٹ دھرمی سے ایک مرتبہ انکار کر دیتا ہے، پھر وہ مسلسل انکار ہی کرتا رہتا ہے، اگر اسے ایمان لانا ہوتا تو پہلے ہی کیوں انکار کرتا۔ اس نے جان بوجھ کر پہلی مرتبہ انکار کیا، اب وہ آئندہ بھی ایسا ہی کرتا رہے گا، اس سے قبول حق کی توقع رکھنا فضول ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴾ [یونس : ۷٤] ’’پھر اس کے بعد ہم نے کئی پیغمبر ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔ سو وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لاتے جسے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔‘‘

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَ كَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَ حَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

''اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔''

مشرکینِ مکہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اب جو ہم نے نشانی مانگی ہے اگر وہ آ گئی تو ایمان لے آئیں گے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی بڑی ہی شدت کے ساتھ تکذیب کی ہے کہ یہ لوگ ایک نشانی کی بات کرتے ہیں اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی بھیج دیں اور قبروں سے مردے اٹھ کر ان سے بات بھی کرنے لگیں اور ان کے سامنے دنیا کے تمام حیوانات، نباتات اور جمادات کو بطور نشانی جمع کر دیں تو بھی یہ لوگ اپنے تمرد اور سرکشی کی وجہ سے ایمان نہیں لائیں گے۔ ہاں اگر اللہ چاہے گا تو ایمان لے آئیں گے، لیکن اکثر لوگ نادان ہیں، جانتے ہی نہیں کہ ایمان کی دولت اللہ کی مشیت سے ملتی ہے، خلافِ عادت نشانیوں کے ظہور سے نہیں۔

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ : یعنی اگر ہم ان کے تمام مطالبات پورے کر دیں، جیسے فرشتوں کو نازل کرنا اور مردوں کا کلام کرنا وغیرہ تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے، جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۱] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔''

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ : یعنی ہدایت سے نوازنا اللہ کے اختیار میں ہے، ان کے اپنے بس میں نہیں ہے، اللہ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جو بھی کرتا ہے وہ اس کے علم و حکمت، اس کی قوت اور اس کے غلبہ و تسلط کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ آیت اسی طرح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس: ۹۶، ۹۷] ''بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی تیاری تمھاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے، پھر وہ چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے،

پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم ہوتا ہے، ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہوگا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور آخری بات یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہوگا یا بد بخت (جہنمی) ہوگا۔ پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! بے شک تم لوگوں میں سے کوئی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں والے کام کیا کرتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک بالشت برابر کے کچھ فرق نہیں رہتا کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آ جاتا ہے، پس وہ بہشتیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور پھر بہشت میں چلا جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۲۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی ...... الخ : ۲٦٤۳]

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ : یہاں وہ جہل مراد نہیں جو علم کے مقابلے میں ہوتا ہے، بلکہ وہ جہل مراد ہے جو حلم کے مقابلے میں ہوتا ہے، یعنی اکھڑ پن، تو بعض علم والے بھی ان میں شامل ہیں۔

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! ہم نے جس طرح آپ کے دشمن پیدا کیے ہیں، جو آپ کی مخالفت کے درپے ہیں، اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کے بھی دشمن پیدا کیے تھے، جو انسانوں اور جنوں میں سے شریر ترین ہوتے تھے اور جو لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ناحق کو حق بنا کر پیش کرتے تھے۔ اس لیے آپ پریشان نہ ہوں، اگر اللہ چاہتا تو یہ شیطانِ جن و انس آپ کی اور گزشتہ انبیاء کی مخالفت نہ کرتے، آپ انھیں چھوڑ دیجیے، تاکہ مزید افترا پردازی کرتے رہیں۔ انھیں عنقریب اپنا انجامِ بد معلوم ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا : یعنی جس طرح جن و انس میں سے شیطان آپ سے دشمنی کر رہے ہیں، تو یہ صرف آپ کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے بلکہ پہلے تمام انبیاء کے لیے بھی ہم نے جن و انس میں سے شیطان دشمن بنائے تھے۔ لہٰذا آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں، جس طرح پہلے انبیاء نے اپنے شریر دشمنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت سے

کام لیا آپ بھی ان کی ایذا رسانی پر صبر کیجیے اور مایوسی اور گھبراہٹ کو اپنے اندر راہ نہ دیجیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا ﴾ [الأنعام : ۳۴] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسول جھٹلائے گئے تو انھوں نے اس پر صبر کیا کہ وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے۔'' نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۴۳] ''تجھے نہیں کہا جائے گا مگر وہی جو ان رسولوں سے کہا گیا جو تجھ سے پہلے تھے اور بے شک تیرا رب یقیناً بڑی بخشش والا اور بہت دردناک عذاب والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الفرقان : ۳۱] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا۔''

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا : ''وحی'' کا معنی خفیہ بات ہے، یعنی وہ انسان اور جن جو شیطان ہیں، وہ سیدھے سادے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے چوری چھپے ایک دوسرے کو طرح طرح کے مزین اور ملمع کیے ہوئے حیلے اور مکر سکھاتے ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنی فوجیں ادھر ادھر بھیج دیتا ہے اور ان میں سے سب سے زیادہ معزز اس کے لیے وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ برپا کرتا ہے، چنانچہ ایک آتا ہے اور آ کر اسے بتاتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے، تو ابلیس اسے کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے آج فلاں آدمی کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہیں ڈال دی۔ تو ابلیس اسے اپنے قریب کر لیتا ہے (اور ایک روایت کے مطابق اسے اپنے گلے لگا لیتا ہے) اور پھر اس سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، تم بہت اچھے ہو۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان و بعثہ سرایاہ ...... الخ : ۲۸۱۳/۶۷]

فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ : یعنی آپ ان کی کوئی پروا نہ کریں، انھیں اور ان کے جھوٹ گھڑنے کو اللہ پر چھوڑ دیں، وہ خود ان سے نمٹ لے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۸] ''اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [النحل : ۳۵] ''اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟''

وَ لِتَصۡغٰۤی اِلَیۡهِ اَفۡـِٕدَةُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَ لِیَرۡضَوۡهُ وَ لِیَقۡتَرِفُوۡا مَا هُمۡ مُّقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

”اور تاکہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کریں اور تاکہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔“

شیاطینِ انس وجن اس لیے بھی ملمع سازی سے کام لیتے ہیں کہ جو لوگ یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور انھیں اپنا امام اور پیشوا مان لیں اور اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق جو چاہیں کرتے رہیں۔

اَفَغَیۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِیۡ حَکَمًا وَّ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ اِلَیۡکُمُ الۡکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡکِتٰبَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّکَ بِالۡحَقِّ فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾

”تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں، حالانکہ اسی نے تمھاری طرف یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کی ہوئی ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور غیر اللہ کی پوجا کرنے والوں سے کہہ دیں کہ میں کیسے گم گشتہ راہ بن جاؤں اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والا مان لوں؟ دراصل یہ جواب تھا کفارِ قریش کے سوال کا کہ اے محمد! ہم اپنے بتوں پر تمھاری بار بار کی تنقید سے تنگ آ چکے ہیں، اس لیے کسی کو ہمارے اور اپنے درمیان حکم اور فیصل بناؤ جو ہمارا فیصلہ کرے۔ تو اللہ نے اپنے نبی سے کہا، آپ انھیں جواب دیں کہ میں اللہ کے علاوہ کسی طاغوت کو اپنا حکم مان لوں، جبکہ اللہ نے تمھاری ہدایت کے لیے وہ قرآن اتارا ہے جس میں حق و باطل اور حلال وحرام سب کچھ بیان کر دیا گیا ہے اور اہل کتاب تو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کتاب منزل من اللہ ہے۔ اس لیے کہ تمام گزشتہ انبیاء نے اس قرآن کی بشارت دی ہے اور اس لیے کہ یہ قرآن سابقہ کتابوں تورات اور انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتا ہے۔ اس لیے اے نبی! کفارِ قریش کے انکار کی وجہ سے آپ اس قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں شبہ نہ کریں۔

وَ تَمَّتۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدۡقًا وَّ عَدۡلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۱۵﴾

”اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

یہاں "کَلِمَتُ" سے مراد قرآن ہے۔ یعنی قرآن معجزہ اور آپ ﷺ کے صدق نبوت کی دلیل ہونے کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ قرآن کے احکام دو ہی قسم کے ہیں، اخبار اور احکام۔ یہاں صدق کا تعلق اخبار سے ہے اور عدل کا احکام سے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تمام خبریں خواہ ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے ہو یا گزشتہ واقعات یا مستقبل کے وعدے اور حوادث سے، وہ سب پورے طور پر سچے ہیں اور اس میں جتنے احکام ہیں وہ سب عدل وانصاف پر مشتمل ہیں۔ ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم کی گنجائش نہیں۔ ایسی کامل کتاب کی موجودگی میں پھر ان شیطانی وساوس یا عقلی شبہات کی گنجائش باقی نہیں ہے۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

"اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں اپنے نبی ﷺ کو متنبہ کیا ہے کہ کثرت آپ کے نزدیک حق کی دلیل نہیں ہونی چاہیے اور صرف کثرت کی بنیاد پر آپ کو اہل زمین کی اتباع نہیں کرنی چاہیے، ورنہ آپ راہ حق سے ہٹ جائیں گے۔ یہ کفار جو کثیر تعداد میں ہیں اس زعمِ باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے آبا واجداد حق پر تھے، اس لیے ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل موجود نہیں ہے کہ لوگوں کی اکثریت اسی دین پر قائم ہے جو ان کا بھی دین ہے۔ یہ لوگ اللہ کے بارے میں اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں، کبھی کسی کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں تو کبھی بتوں کو اللہ کے پاس اپنا سفارشی بناتے ہیں اور کبھی مردہ اور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے گئے جانوروں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

اس آیت سے موجودہ جمہوریت کی حقیقت بھی خوب واضح ہوتی ہے کہ جس میں اکثریت ہی کو فیصلہ کن سمجھا جاتا ہے۔ اکثریت کے حق پر نہ ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے علاوہ بھی ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [یوسف : ۱۰۳] "اور اکثر لوگ، خواہ تو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔"

اب ایک طرف اللہ کا حکم ہو، جس سے زیادہ پکی دلیل کوئی اور نہیں ہو سکتی اور ایک طرف اکثریت ہو جن کی بنیاد محض ان کے گمان اور اٹکل پر ہو اور اسی اٹکل کی بنیاد پر انھوں نے بے شمار حرام چیزوں مثلاً شرک، سود، زنا، قوم لوط کے عمل کو حلال کر لیا اور بے شمار حلال چیزوں کو حرام قرار دے دیا ہو، تو بتائیے حق کس طرف ہوگا؟ اس لیے اس آیت میں اللہ کے حکم کے مقابلے میں اہل زمین کی اکثریت کی اطاعت سے منع فرمایا۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ يَّضِلُّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ﴿۱۱۷﴾

"بے شک تیرا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے، یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ، جہنم کے پاس سے چلے آؤ، لیکن تم نہیں مانتے، اسی میں گھسے جاتے ہیں۔" [مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ علی أمته ...... الخ : ۱۸/ ۲۲۸٤]

فَكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ بِاٰيٰتِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمۡ اَلَّا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَقَدۡ فَصَّلَ لَكُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ اِلَيۡهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا لَّيُضِلُّوۡنَ بِاَهۡوَآئِهِمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾

"تو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو۔ اور تمھیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے، حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ اور بے شک بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ساتھ کچھ جانے بغیر یقیناً گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب ہی حد سے بڑھنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ وہ ان جانوروں کو کھا سکتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو، تو اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ ان جانوروں کو کھانا حلال نہیں ہے جن پر اس کا نام نہ لیا گیا ہو، جیسا کہ کفار قریش مردہ جانوروں کے کھانے، نیز بتوں کے نام پر ذبح کیے جانے والے جانوروں کے کھانے کو بھی حلال سمجھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا کھانا حرام ہے اللہ نے اسے بیان کر دیا ہے۔ آگے فرمایا کہ اضطراری حالتوں میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کو بقدر حاجت کھا لینا جائز ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ بہت سے لوگ دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور بغیر کسی شرعی دلیل کے اپنی خواہشات اور شہوات کے مطابق حلال و حرام کا حکم جاری کرتے رہتے ہیں۔

وَقَدۡ فَصَّلَ لَكُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ : یعنی جن چیزوں کو اس نے حرام قرار دیا ہے، انھیں خوب واضح طور پر بیان فرما دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةَ وَالدَّمَ وَلَحۡمَ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيۡرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۱۷۳] ''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [المائدة : ۳] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔''

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

''اور ظاہر گناہ کو چھوڑ دو اور اس کے چھپے کو بھی، بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں عنقریب انھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا، جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔''

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ : یعنی حلال و حرام صرف کھانے کی چیزوں میں منحصر نہیں ہے، بلکہ ہر ظاہر و باطن گناہ کو چھوڑنا ضروری ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ظاہر گناہ وہ ہیں جو ہاتھ پاؤں سے کیے جائیں، جیسے چوری، زنا وغیرہ اور پوشیدہ گناہ وہ ہیں جن کے کرنے کا دل میں عزم ہو یا جو عقیدہ سے تعلق رکھتے ہوں، جیسے شرک و کفر اور نفاق وغیرہ، یا پھر جن گناہوں کا نقصان عام لوگوں پر واضح ہو وہ ظاہر گناہ کہلاتے ہیں اور جن کے نقصان سے چند مخصوص آدمیوں کے سوا دوسرے واقف نہ ہوں وہ باطن کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ [الأعراف : ۳۳] ''کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں۔''

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گناہ وہ ہے جو تمھارے سینے میں کھٹکے اور تمھیں لوگوں کا اس سے آگاہ ہونا برا لگے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تفسير البر والصلة : ۲۵۵۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں، اسی لیے اس نے تمام ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ۴۶۳۴۔ مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله : ۲۷۶۰]

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴

''اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور بلاشبہ یہ یقیناً سرا سر نافرمانی ہے اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ضرور باتیں ڈالتے ہیں، تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہنا مان لیا تو بلاشبہ تم یقیناً مشرک ہو۔''

جس چیز پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا جائے وہ قرآن کی متعدد آیات کی تصریح کے مطابق حرام ہے اور جس پر عمداً اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ اس آیت کی رو سے حرام ہے اور اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی دلیل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمارے پاس لوگ گوشت بیچنے آ جاتے ہیں (وہ نیا نیا اسلام لائے ہیں) معلوم نہیں انھوں نے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا تھا یا نہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم خود اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو اور اسے کھا لیا کرو۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید والتسمیة، باب ذبیحة الأعراب ونحوهم : ۵۵۰۷]

وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ : یعنی عمداً اللہ کا نام جس جانور پر نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور نا جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اعتراض کیا کہ مسلمان کہتے ہیں جو اللہ ذبح کرے (یعنی جو خود مر جائے) اسے نہ کھاؤ اور جو تم ذبح کرو اسے کھا لو، چنانچہ (ان کے اس اعتراض کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ ''اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔'' [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی ذبائح أهل الکتاب : ۲۸۱۹]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اس پر اللہ کا نام لے لو تو اسے کھا لو جو وہ تمھارے لیے روکے۔'' [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الصید إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة : ۵۴۸۴۔ مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الصید بالکلاب المعلمة : ۱۹۲۹]

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو آلہ خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھا لو۔'' [بخاری، کتاب الشرکة، باب قسمة الغنم : ۲۴۸۸۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبح بکل ما أنهر الدم : ۱۹۶۸]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں سے فرمایا: ''تمھارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب الجهر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن : ۴۵۰]

سیدنا جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرے تو وہ اس کی جگہ اور جانور ذبح کرے اور جو نماز ادا کرنے تک ذبح نہ کرے تو وہ اللہ کے نام سے اسے ذبح کرے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء اللہ تعالٰی والاستعاذۃ بھا : ۷۴۰۰۔ مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتھا : ۱۹۶۰]

گویا اگر کسی ذبیحہ پر جان بوجھ کر اللہ کا نام ترک کر دیا جائے تو وہ اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہے، مگر جب مسلمان ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ'' بھول جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا ہے۔

وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ : تحلیل و تحریم صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہٰذا جس چیز کو وہ حلال کہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو وہ حرام کہے وہ حرام ہے۔ تحلیل و تحریم کا حق کسی اور کو دے دینا یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں دست اندازی اور کھلا شرک ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [الشوریٰ : ۲۱] ''یا ان کے لیے کچھ ایسے شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ شدہ بات نہ ہوتی تو ضرور ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں کسی کو اپنے قیاس و اجتہاد سے زبان نہیں کھولنی چاہیے۔ حلال وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید یا صحیح حدیث کے ذریعے حلال کر دیا اور حرام وہی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور صحیح حدیث کے ذریعے حرام کر دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۲

''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنا دی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح

کافروں کے لیے وہ عمل خوش نما بنا دیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافر کو میت (مردہ) اور مومن کو حی (زندہ) قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ کافر کفر و ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے اور اس سے نکل ہی نہیں پاتا، جس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہے اور مومن کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان کے ذریعے سے زندہ فرما دیتا ہے، جس سے زندگی کی راہیں اس کے لیے روشن ہو جاتی ہیں اور وہ ایمان و ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے، جس کا نتیجہ کامیابی و کامرانی ہے۔ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٧] ”اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [هود : ٢٤] ”دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ١٩ تا ٢٣] ”اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ اور نہ زندے برابر ہیں اور نہ مردے۔ بے شک اللہ سنا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تو ہرگز اسے سنانے والا نہیں جو قبروں میں ہے۔ تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر ان پر اس دن اپنے نور کو ڈالا، تو جس پر اس دن نور الٰہی (کا اثر) پہنچا، وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔“ [مسند أحمد : ١٧٦/٢، ح : ٦٦٥٢۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب افتراق هذه الأمة : ٢٦٤٢۔ مستدرك حاكم : ٣٢٥/٢، ح : ٥٧٣٢، عن أبي هريرة رضي الله عنه]

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝١٢٣ ﴾

”اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں سب سے بڑے اس کے مجرموں کو بنا دیا، تاکہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی اور وہ شعور نہیں رکھتے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! جس طرح ہم نے آپ کی اس بستی میں یہ بڑے بڑے مجرم پیدا کیے ہیں جو کفر کے سرغنہ اور اس کی طرف دعوت دینے والے، اللہ کے راستے میں رکاوٹ بننے والے اور آپ کی مخالفت و عداوت کرنے والے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے رسولوں کو بھی اسی طرح کے مجرموں کی مخالفتوں اور دشمنیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا، لیکن انجام کار عافیت اور فتح و نصرت انبیاء ہی کو حاصل ہوتی تھی۔ ''مکر'' یہ ہے کہ ان مجرمین نے اپنے ماننے والوں کو چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے گمراہی کی دعوت دی اور انبیاء و رسل کو آزمائشوں میں مبتلا کیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [الفرقان : ۳۱] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۳٤ تا ۳٦] ''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس کے خوشحال لوگوں نے کہا بے شک ہم اس چیز کے جو دے کر تم بھیجے گئے ہو، منکر ہیں۔ اور انھوں نے کہا ہم اموال و اولاد میں زیادہ ہیں اور ہم ہرگز عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں۔ کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا ﴾ [بنی إسرائیل : ١٦] ''اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے۔''

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۴

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔''

وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ : یعنی جب ان کے پاس کوئی نشانی، کوئی برہان اور کوئی قطعی دلیل آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک فرشتے ہمارے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت لے کر نہیں آ جاتے، جس طرح وہ رسولوں کے پاس رسالت اور نبوت لے کر آتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

﴿ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ﴾ [الفرقان : ۲۱] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟''

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ : یعنی نبوت و رسالت محض وہبی چیز ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت کی امانت اس کے سپرد کر دیتا ہے، اور وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کسے عطا فرمائے اور مخلوق میں سے کون اس کے لیے زیادہ موزوں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴾ [الحج : ۷۵] ''اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴾ [الفرقان : ٤١] ''اور جب وہ تجھے دیکھتے ہیں تو تجھے نہیں بناتے مگر مذاق، کیا یہی ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۳٦] ''اور جب تجھے وہ لوگ دیکھتے ہیں جنھوں نے کفر کیا تو تجھے مذاق ہی بناتے ہیں، کیا یہی ہے جو تمھارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے، اور وہ خود رحمان کے ذکر ہی سے منکر ہیں۔''

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو ممتاز کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔'' [مسند أحمد : ۱۰۷/٤، ح : ۱٦۹۸۹۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۲۷٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں (آدم علیہ السلام سے لے کر) برابر آدمیوں کے بہتر قرنوں میں ہوتا آیا ہوں (یعنی شریف اور پاکیزہ نسلوں میں) یہاں تک کہ وہ قرن آیا جس میں میں پیدا ہوا۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۳۵۵۷]

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ : یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سرزنش اور بہت شدید وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو تکبر کا اظہار کرتے ہوئے رسولوں کی اتباع نہ کریں اور ان کے لائے ہوئے دین و شریعت کے سامنے سر اطاعت نہ جھکائیں کہ روزِ قیامت انھیں اللہ کے سامنے دائمی ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دنیا میں انھوں نے تکبر کو اختیار کیا تھا، اس لیے سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ آخرت میں انھیں ذلت و رسوائی میں مبتلا کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ''بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو (فدیہ میں) دے کر اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا؟ وہ بولے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم سے بچالوں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء ...... الخ : ۲۸۰۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ آیا تھا؟ وہ کہے گا، اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل النار في النار ...... الخ : ۲۸۰۷]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے فلاں بن فلاں کی دھوکا بازی کا نشان۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم : ۶۱۷۷۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب تحريم الغدر : ۱۷۳۸/۱۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذلت و رسوائی اس شخص کا مقدر بنا دی گئی ہے، جس نے میرے دین کی مخالفت کی۔'' [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳، ۵۱۱۴]

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ رسالت کی طرح ہدایت و گمراہی صرف اس کے اختیار میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تقاضائے عدل کے مطابق گمراہ کر دیتا ہے اور ہدایت و گمراہی ہر دور کا ایک مقرر نظام ربانی ہے۔ جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب صادق ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے، تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے اور قبول ایمان اور اتباعِ اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرما دیتا ہے، جبکہ جو گمراہی چاہتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ گمراہی کے تمام

دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے داخل ہونے کے لیے اس میں گنجائش باقی نہیں رہتی اور اس کی حالت اس آدمی جیسی ہوتی ہے جو بہ تکلفِ تمام آسمان کی طرف چڑھنا چاہتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر پاتا، یعنی توحید اور ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہو پاتا۔ ''حرج'' دراصل نہایت تنگ جگہ کو کہتے ہیں، یا ایسے گنجان درختوں کو جن تک چرنے والے جانور نہ پہنچ سکتے ہوں۔ ''رجس'' کے لفظی معنی گندگی کے ہیں، علماء نے اس کی تفسیر ''شیطان''، ''عذاب''، ''دنیا میں لعنت اور آخرت میں عذاب'' وغیرہ کی ہے۔ الغرض ''رجس'' ہر وہ چیز ہے جو خیر سے خالی ہو، اس لفظ میں ان سب معانی کی گنجائش ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ : یعنی اسلام کو اس آدمی کے لیے سہل اور آسان بنا دیتا ہے اور اسے انشراح و انبساطِ صدر حاصل ہو جاتا ہے اور یہ اچھی علامتیں ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ﴾ [الزمر : ۲۲] ''تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے (کسی سخت دل کافر جیسا ہو سکتا ہے)؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ﴾ [الحجرات : ۷] ''اور لیکن اللہ نے تمھارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمھارے دلوں میں مزین کر دیا اور اس نے کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمھارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا، یہی لوگ ہدایت والے ہیں۔''

كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ : یعنی کفر و شرک کی ناپاکی کا زنگ تہ در تہ ان کے قلوب و اذہان پر انھی فطری قوانین اور مشیت الٰہی کے مطابق چڑھتا رہتا ہے، بس پھر ان کے قلوب و اذہان پر مہر لگ جاتی ہے اور ہدایت کا ملنا محال ہو جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۶، ۷] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۲۵] ''اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [یونس : ۱۰۰] ''اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ

گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔“

وَ هٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

”اور یہ تمھارے رب کا راستہ ہے سیدھا۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“

یہاں اشارہ دین اسلام، قرآن و حدیث اور توحید و ایمان کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گم گشتۂ راہ لوگوں کا حال اور ان کا طور طریقہ بیان کرنے کے بعد دینِ اسلام اور راہِ حق کی فضیلت بیان کی ہے۔

سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! یاد رکھو، قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ خبردار! ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا، لوگو! تمھارے لیے یہ قرآن ہی کافی ہے۔ اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٤]

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ هُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

”انھی کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔“

”دارالسلام“ سے مراد جنت ہے، یعنی دین اسلام پر چلنے والوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت دے گا، انھیں اپنی محبت سے نوازے گا اور ان کا حافظ و ناصر ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ؕ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٥ تا ٤٨] ”بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اس میں انھیں نہ کوئی تھکاوٹ چھوئے گی اور نہ وہ اس سے کبھی نکالے جانے والے ہیں۔“

وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَ قَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّ بَلَغْنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِيْۤ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

”اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، اے جنوں کی جماعت! بلاشبہ تم نے بہت سے انسانوں کو اپنا بنا لیا، اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے اے ہمارے رب! ہمارے بعض نے بعض سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنے اس وقت کو پہنچ

جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا۔ فرمائے گا آگ ہی تمھارا ٹھکانا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک تیرا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ لوگوں کے لیے بیان کر دیجیے کہ جس دن ہم شیطان جنوں اور ان کے پیروکار انسانوں کو جمع کریں گے، جو ان کی عبادت کیا کرتے تھے اور ان کی پناہ ڈھونڈتے تھے، اس دن ہم شیطانوں کو کہیں گے کہ تم نے انسانوں کو بہت گمراہ کیا تھا اور ان میں سے بہتوں کو اپنا تابع بنا لیا تھا، تو آج تم سب کا انجام تمھاری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اس کے جواب میں اس کے ماننے والے انسان اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے ہمارے رب! دنیا میں ہم سب نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا تھا، انسان جنوں کے ذریعے برائیوں اور مصیبتوں سے پناہ مانگتا تھا اور اس کے عوض جنوں کی تعظیم کی جاتی تھی، تو اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ صادر فرمائے گا کہ آج تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ : یعنی تم نے انسانوں کو اغوا اور گمراہ کر کے بہت فائدے اٹھائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ [الجن : ٦] ’’اور یہ کہ بلاشبہ بات یہ ہے کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو انھوں نے ان (جنوں) کو سرکشی میں زیادہ کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ۝ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۚ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [یٰس : ٦٠ تا ٦٢] ’’کیا میں نے تمھیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔‘‘

وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ : جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انھوں نے ان کو گمراہی کی طرف دعوت دی اور انسانوں نے اسے قبول کر لیا، جبکہ انسانوں نے جنوں سے یہ فائدہ اٹھایا کہ انھوں نے ان سے طرح طرح کے گناہ اور برے کام سیکھے، جنوں کے ذریعے غیب کے حالات معلوم کرنے کا دھندا بھی اس میں شامل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴾ [الشعراء : ٢٢١ تا ٢٢٣] ’’کیا میں تمھیں بتاؤں شیاطین کس پر اترتے ہیں۔ وہ ہر زبردست جھوٹے، سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔‘‘
سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’فرشتے عنان میں نازل ہوتے ہیں اور عنان بادل کو کہتے ہیں، پھر آسمان میں جس کام کا فیصلہ ہوتا ہے آپس میں اس کا ذکر کرتے ہیں، (اس موقع پر) شیاطین ان میں سے

کوئی بات اچک لیتے ہیں اور اسے سن لیتے ہیں، پھر وہ بات کاہنوں کو القا کر دیتے ہیں اور پھر وہ اس میں سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا دیتے ہیں۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ۳۲۱۰]

وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : یعنی اہل جہنم ہر وقت جہنم میں رہیں گے، سوائے اس وقت کے جب اللہ انھیں اس میں رکھنا نہیں چاہے گا، اس کا معنی یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سوائے ان بعض اوقات کے جب اللہ انھیں آگ کے علاوہ کوئی اور عذاب دینا چاہے گا۔ مثال کے طور پر جب "زمہریر" یعنی شدید ترین ٹھنڈک کا عذاب دینا چاہے گا۔ العیاذ باللہ! ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ [ہود : ۱۰۶ تا ۱۰۸] "تو وہ جو بدبخت ہوئے سو وہ آگ میں ہوں گے، ان کے لیے اس میں گدھے کی طرح آواز کھینچنا اور نکالنا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ بے شک تیرا رب کر گزرنے والا ہے جو چاہتا ہے۔ اور رہ گئے وہ جو خوش قسمت بنائے گئے تو وہ جنت میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہنے والے، جب تک سارے آسمان اور زمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے۔ ایسا عطیہ جو قطع کیا جانے والا نہیں۔"

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ ۱۲۹

"اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا دوست بنا دیتے ہیں، اس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔"

یعنی جس طرح ہم نے جنات اور بعض انسانوں کو ایک دوسرے کا دوست بنا دیا تھا، اسی طرح ہم تمام ظالم اور فاسق و فاجر انسانوں کو ان کے اعمال کے سبب سے ایک دوسرے کا دوست بنا دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ٦٧] "منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ٧١] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا، تم میں جو کوئی جس چیز کی پوجا کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔ چنانچہ جو سورج کی پوجا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے ہو جائے گا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وجوه يومئذ ناضرة، إلى ربها ناظرة ﴾ : ۷٤۳۷]

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تم میں سے کوئی رسول نہیں آئے، جو تم پر میری آیات بیان کرتے ہوں اور تمھیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ وہ کہیں گے ہم اپنے آپ پر گواہی دیتے ہیں اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ یقیناً وہ کافر تھے۔''

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ : ''مِنْكُمْ ''یعنی وہ رسول انسانوں میں سے تھے، جنوں میں سے نہیں تھے۔ علمائے سلف وخلف کی اکثریت کا یہی قول ہے کہ کسی جن کو رسول نہیں بنایا گیا، اس بات کی دلیل کہ تمام انبیاء ورسل انسانوں ہی میں سے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ۱٦۳ تا ۱٦۵] ''بلاشبہ ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔ ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے، تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے بعد اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہ جائے اور اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ [الفرقان : ۲۰] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر بلاشبہ وہ یقیناً کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ﴾ [یوسف : ۱۰۹] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم ان بستیوں والوں میں سے وحی کیا کرتے تھے۔''

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ : ابتدا میں کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ تدبیر سے ان کو قائل کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۲۰، ۲۱] ''یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے چمڑوں سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوا دیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اور اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ٦٥] ''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ہنسے اور ہم سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟'' ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''(قیامت کے دن) بندے کی اپنے رب سے ہونے والی گفتگو پر مجھے ہنسی آئی ہے۔ انسان کہے گا، اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ (یعنی تیرا وعدہ ہے کہ میں کسی پر ظلم نہیں کروں گا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں کیوں نہیں! انسان کہے گا، میں اپنے خلاف کسی دوسرے کی گواہی جائز نہیں سمجھتا سوائے اپنی ذات کی گواہی کے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا آج تیری ذات کی گواہی ہی تیرے لیے کافی ہے اور کراماً کاتبین کی گواہی (اس پر زائد ہوگی)۔ چنانچہ انسان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضا کو حکم دیا جائے گا، بولو! چنانچہ وہ انسان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور وہ اپنے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا، دوری اور ہلاکت ہو تمھارے لیے، میں تو تمھاری خاطر ہی جھگڑا کر رہا تھا۔'' [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنة للكافر : ۲۹٦۹]

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝

''یہ اس لیے کہ بے شک تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، جب کہ اس کے رہنے والے بے خبر ہوں۔''

یعنی ہم نے رسولوں کو مبعوث فرما کر اور کتابوں کو نازل کر کے جنوں اور انسانوں پر حجت تمام کر دی ہے، تاکہ کسی ایسے شخص سے اس کے ظلم کی وجہ سے باز پرس نہ ہو جس تک دعوت ہی نہ پہنچی ہو۔ اس لیے ہم نے تمام امتوں کے عذر کو

ختم کر دیا ہے اور جس امت کو بھی ہم نے عذاب دیا تو اس کی طرف رسولوں کو بھیجنے اور حجت تمام کرنے کے بعد عذاب دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ١٥] ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا ﴾ [الملك : ٨، ٩] ''جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے نگران ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا۔''

وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

''اور ہر ایک کے لیے مختلف درجے ہیں، ان اعمال کی وجہ سے جو انھوں نے کیے اور تیرا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔''

یعنی ہر شخص جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت یا معصیت کے مطابق عمل کرتا ہے، اس کے عمل کے مطابق اس کے درجات ہیں، جن تک اللہ تعالیٰ اسے پہنچا دے گا۔ اگر اس نے نیک عمل کیے تو اسے اچھے مراتب سے نوازا جائے گا اور اگر اس نے برے عمل کیے تو برے مقامات میں اسے گرا دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴾ [النحل : ٨٨] ''وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ [التوبة : ٢٠] ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ٩٥، ٩٦] ''ایمان والوں میں سے بیٹھ رہنے والے، جو کسی تکلیف والے نہیں اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اپنی طرف سے بہت سے درجوں کی اور بخشش اور رحمت کی۔ اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت

مہربان ہے۔‘‘

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

’’اور تیرا رب ہی ہر طرح بے پروا، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھارے بعد جانشین بنا دے جسے چاہے، جس طرح اس نے تمھیں کچھ اور لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے، نہ ان کی عبادت کا محتاج ہے، نہ ان کا ایمان اسے نفع پہنچاتا ہے، لیکن اس کمالِ بے نیازی کے باوجود وہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اس کی بے نیازی ان پر رحم کرنے سے مانع نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نافرمان بندوں کو یکسر ہلاک کر دے اور ایک ایسی قوم کو لے آئے جو مطیع و فرماں بردار ہو، جیسا کہ وہ گزشتہ زمانوں میں قوموں کو ہلاک کر کے دوسری قوموں کو لاتا رہا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُوالرَّحْمَةِ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں بڑا پرہیز گار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہیں ہو گا اور اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، تمھارے آدمی اور جن، سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں سب سے بڑا بدکار شخص ہو تو اس سے میری سلطنت میں سے کچھ کم نہیں ہو گا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں اور اس نے ایک رحمت جنوں، آدمیوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں میں اتاری ہے۔ اسی ایک رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، جن کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم کرے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى : ۱۹/ ۲۷۵۲]

اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ : یعنی وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان لوگوں کو ختم کر کے یہاں اور لوگوں کو بسا دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۳۳] ’’اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اے لوگو! اور کچھ دوسروں کو لے آئے اور اللہ ہمیشہ سے اس پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [إبراهيم : ۱۹، ۲۰] ’’کیا تو نے نہیں دیکھا

کہ بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر ہرگز کچھ مشکل نہیں۔" اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۞ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۞ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴾ [فاطر : ۱۵ تا ۱۷] "اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمھیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں۔"

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۞

"بے شک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت عاجز کرنے والے نہیں۔"

اس سے مراد قیامت اور اس کے احوال ہیں اور مقصود ان لوگوں کی تردید کرنی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ آدمی مرنے کے بعد گل سڑ جاتا ہے، اس کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہے۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ : ارشاد فرمایا : ﴿ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [العنکبوت : ٥] "جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴾ [الحج : ۷] "اور (اس لیے) کہ بے شک قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور (اس لیے) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔"

وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ : مطلب یہ کہ تم اس سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے کہ وہ تمھیں پکڑنے سے عاجز رہ جائے۔
ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ٤٤] "اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔"

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۞

"کہہ دے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں، تو تم عنقریب جان لو گے وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہوتا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔"

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ : یہ سخت وعید اور شدید سرزنش ہے کہ اگر تمھارا یہ گمان ہے کہ تم ہدایت پر

ہو تو پھر تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ اور میں اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاتا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴾ [هود : ١٢١، ١٢٢] ''اور ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے، کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو، یقیناً ہم (بھی) عمل کرنے والے ہیں۔ اور انتظار کرو، یقیناً ہم (بھی) انتظار کرنے والے ہیں۔''

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ : یعنی عنقریب تم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ آخرت میں بہشت میرے لیے ہوگی یا تمھارے لیے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے اپنے وعدے کو پورا فرما دیا، آپ کو مخالفین پر غلبہ و تسلط بھی عطا فرمایا اور ملک میں دسترس بھی عطا فرمائی اور آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے عہد میں بہت سے علاقوں اور بہت سے ملکوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴾ [المؤمن : ٥١، ٥٢] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک یہ زمین، اس کے وارث میرے صالح بندے ہوں گے۔''

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، پھر آپ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے، پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچا پایا، کیا تم سے بھی تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پایا۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ٣٩٧٦]

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَاۗىِٕنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَاۗىِٕهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰي شُرَكَاۗىِٕهِمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

''اور انھوں نے اللہ کے لیے ان چیزوں میں سے جو اس نے کھیتی اور چوپاؤں میں سے پیدا کی ہیں، ایک حصہ مقرر کیا،

پس انھوں نے کہا یہ اللہ کے لیے ہے، ان کے خیال کے مطابق اور یہ ہمارے شریکوں کے لیے ہے، پھر جو ان کے شرکا کے لیے ہے سو وہ اللہ کی طرف نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔"

قیامت اور جزا وسزا کے متعلق ان کے خیالات کی تردید کے بعد یہاں سے ان کی دوسری اعتقادی اور عملی حماقتوں اور جہالتوں کا بیان ہو رہا ہے جو مدت سے چلی رہی تھیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم عربوں کی جہالت معلوم کرنا چاہو تو سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۳۰ سے لے کر اس آیت تک پڑھ لو: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ١ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [الأنعام : ١٤٠] [بخاري، كتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب : ٣٥٢٤]

یہ مشرکین کی پہلی گمراہی اور جہالت کا بیان ہے کہ وہ اپنی کھیتی اور جانوروں کی نسل میں سے جو نیاز اور خیرات نکالتے اس کے دو حصے کر لیتے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے اور دوسرا اپنے بتوں اور کاہنوں کے لیے۔ حالات وقدرتی آفات کے باعث اگر بتوں اور کاہنوں کا حصہ کم پڑ جاتا تو اللہ تعالیٰ کے حصے میں سے لے کر اس میں ڈال دیتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے، اس کو زیادہ مال کی کیا ضرورت ہے اور اگر اللہ کا حصہ کم پڑ جاتا تو اس میں بتوں کے حصے میں سے کچھ نہ ڈالتے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آج کل بعض مسلمان اللہ کا فرض زکوٰۃ اور عشر نہیں نکالتے، مگر اپنے فوت شدہ داتاؤں اور غریب نوازوں کی نیاز میں کبھی ناغہ نہیں آنے دیتے اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ اگر اس میں کمی ہوگئی تو جانوروں کے تھنوں میں دودھ کی بجائے خون آئے گا۔ نام اس کا ایصالِ ثواب رکھتے ہیں، مگر ایصالِ ثواب تو اللہ کے نام پر صدقہ کرنے میں ہوتا ہے نہ کہ ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھا کر۔ اگر اللہ ہی کو خوش کرنا ہو تو پہلے عشر اور زکوٰۃ نکالیں۔

وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا : اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی نذر قطعاً حرام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة : ١٧٣] "اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی۔" [مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب تحريم الرياء : ٢٩٨٥]

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا

عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تا کہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تا کہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔''

یہ ان کی دوسری جہالت اور گمراہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطانوں نے جس طرح ان کے لیے اس بات کو اچھا کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ چیزوں، کھیتیوں اور چوپایوں میں اللہ کا بھی ایک حصہ مقرر کریں اور اپنے بتوں کا بھی، اسی طرح شیطان نے اس بات کو بھی ان کے لیے مزین کر دکھایا کہ بھوک کے خوف سے اولاد کو قتل کریں اور عار کے خوف سے بچیوں کو زندہ درگور کر دیں۔ اس طرح شیطانوں نے مشرکین کو شرک اور قتل اولاد کا مرتکب بنا کر ہلاکت کی طرف دھکیل دیا اور باطل افکار و نظریات کی ترویج کر کے انھیں اس دینِ حق سے برگشتہ بنا دیا جس پر ان کے پیش رو بزرگ اسماعیل علیہ السلام قائم تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ ایسا نہ کرتے۔ یعنی انھوں نے ایسا اللہ کی مشیت کے مطابق کیا۔ اس لیے آپ ان کی ہلاکت و بربادی پر غم نہ کریں اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ ''شُرَكَآؤُهُمْ'' سے مراد یا تو شیاطین ہیں جن کے پیچھے لگ کر وہ اپنی اولاد کو زندہ درگور کر دیتے تھے، یا اس سے مراد بت خانوں کے خادم اور پجاری ہیں جن کی ترغیب پر مشرکین اپنی اولاد کو بت خانوں کی بھینٹ چڑھاتے تھے۔

اولاد کو قتل اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے سلسلہ میں قرآن و حدیث میں کئی جگہ تذکرہ آیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۞ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [النحل : ۵۸، ۵۹] ''اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۱] ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔''

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیا ہے، ماؤں کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا اور (خود) کچھ نہ دینا اور (دوسروں سے کہنا) لا مجھے دے اور تمھارے لیے ناپسند کیا قیل و قال (یعنی فضول باتیں کرنا) اور زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔'' [بخاری، کتاب

...، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٥ ـ مسلم، كتاب الأقضية، باب النهي عن كثرة المسائل من غير حاجة :
...٥٩٣، قبل الحديث : ١٧١٦]

...ا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ...رُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

...اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال ...ے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر ...وٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔“

مشرکین عرب کی عادت تھی کہ وہ بہت سے احکام خود ہی وضع کر لیتے اور انھیں اللہ کی طرف منسوب کر دیتے، ...صوص اپنے بتوں کے بارے میں بہت سے مشرکانہ عقائد و اعمال کو اپنے درمیان رواج دے دیتے اور انھیں اللہ کی ...رف منسوب کر دیتے۔ اس آیت میں مشرکین کے انھی بعض عقائد و اعمال کو بیان کیا گیا ہے، کبھی ایسا کرتے کہ بعض ...جانوروں اور زرعی پیداوار کے بارے میں بزعم خود کہہ دیتے کہ یہ چیزیں صرف ہمارے بتوں کے لیے ہیں، دوسروں ...کے لیے ان کا کھانا ممنوع ہے، انھیں وہی لوگ کھائیں گے جنھیں ہم چاہیں گے۔ مقصد یہ ہوتا کہ انھیں صرف بتوں کے ...خدمت گار ہی کھائیں گے۔ کبھی کچھ جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ان پر سواری ممنوع ...ہے۔ کبھی کچھ جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے اور اللہ کا نام نہ لیتے اور اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کہتے کہ ...یہی اللہ کی شریعت ہے۔ اللہ نے ان کے اعمال پر نکیر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ان کی افترا پردازیوں کا بدلہ انھیں عنقریب ...ہی دے گا۔

لَا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ : پہلی صورت یہ کہ فلاں جانور یا کھیت کا استعمال ممنوع ہے، مگر اس کے لیے نہیں جسے ہم اجازت دیں گے اور یہ اجازت بت خانوں کے مجاوروں اور خادموں کے لیے ہوتی تھی۔ یہ آیت کریمہ اسی طرح ہے جیسے یہ ہے: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴾ [یونس : ٥٩] ”کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔“

وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا : یہ دوسری صورت ہے کہ وہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے اور ان سے سواری یا بوجھ اٹھوانے کا کام نہ لیتے، جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا

سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۳] ''اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔''

وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا : یہ تیسری صورت ہے کہ وہ کچھ جانوروں کو بت خانوں کے مجاوروں کے لیے خاص کرتے اور انھیں ذبح کرتے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے، اللہ کا نام نہ لیتے۔ بلکہ ان پر بیٹھ کر حج کے لیے بھی نہ جاتے، تا کہ ان مجاوروں کے سوا کوئی انھیں استعمال نہ کر سکے۔

وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

''اور انھوں نے کہا جو ان چوپاؤں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا ہوا ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب وہ انھیں ان کے کہنے کی جزا دے گا۔ بے شک وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ ایک اور شکل ہے کہ جو جانور وہ اپنے بتوں کے نام پر وقف کرتے، ان میں سے بعض کے بارے میں کہتے کہ ان کا دودھ اور ان کے پیٹ سے پیدا ہونے والا زندہ بچہ صرف ہمارے مردوں کے لیے حلال ہے، عورتوں کے لیے حرام ہے۔ ہاں اگر بچہ مردہ پیدا ہوتا تو پھر اس کے کھانے میں مرد و عورت برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو غلط بیانی کرتے ہیں اور اللہ پر افترا باندھتے ہیں اس پر عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں سزا دے گا۔ وہ اپنے فیصلوں میں حکیم ہے اور اپنے بندوں کے بارے میں پوری طرح علم رکھتا ہے اور اپنے علم و حکمت کے مطابق وہ جزا و سزا کا اہتمام فرمائے گا۔

سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ : وصف سے مراد ان کا جھوٹ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کی غلط بیانیوں پر عنقریب انھیں بدلہ دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النحل : ۱۱۶، ۱۱۷] ''اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً

عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع ۱۶

''بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کام کیے، وہ دنیا و آخرت میں گھاٹے میں پڑ گئے، دنیا میں اپنی اولاد کو قتل کرنے کی وجہ سے اور اپنے اموال میں کچھ چیزوں کو از خود حرام قرار دے کر اپنے آپ کو تنگی اور مشکل میں ڈال لیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا باندھنے کی وجہ سے بدترین انجام سے دوچار ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [يونس : ٦٩، ٧٠] ''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ عربوں کی جہالت معلوم کرنا چاہیں تو سورۂ انعام کی آیت ۱۳۰ سے لے کر اس آیت تک پڑھ لو: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ ''بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔'' [بخاری، کتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب : ٣٥٢٤]

وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

''اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کیے چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیتی، جن کے پھل مختلف ہیں اور زیتون اور انار ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے۔ اس کے پھل میں سے کھاؤ، جب وہ پھل لائے اور اس کا حق اس کی کٹائی کے دن ادا کرو اور حد سے نہ گزرو، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین سے پیدا ہونے والی ہر کھیتی، پھل، سبزی اور درخت کا ذکر فرما کر حکم دیا ہے کہ کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔ اس لیے زمین سے پیدا ہونے والے ہر پھل اور کھیتی میں سے اللہ کا حق ادا کرنا ضروری ہے، خواہ وہ معروشات ہوں یعنی جن کی بیلیں اونچی جگہوں پر چڑھائی جاتی ہیں، مثلاً انگور، توری وغیرہ، یا ایسے باغات

ہوں جن کی بیلیں زمین پر پھیلتی ہیں مثلاً خربوزہ، تربوز، گرما وغیرہ، یا ایسے پھل دار درخت ہوں جو اپنے تنے پر قائم ہوں مثلاً کھجور، زیتون اور انار وغیرہ، یا کوئی بھی کھیتی ہو۔ زمین سے پیدا ہونے والے ہر پھل اور کھیتی میں سے اللہ کا حق نکالنا فرض ہے اور مال میں اللہ کا سب سے بڑا حق زکوٰۃ وعشر ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبزیوں میں اور ان پھلوں میں عشر نہیں ہے جن کا ذخیرہ نہ ہوسکتا ہو مثلاً مالٹا، انار وغیرہ، دلیل کے طور پر ترمذی کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ سبزیوں میں صدقہ نہیں ہے، مگر خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور نہ اس مطلب کی کوئی اور حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اس آیت میں ہر کھیتی اور زیتون اور انار کا ذکر ہے، حالانکہ انار کا ذخیرہ نہیں ہوتا۔ دور رسالت کے عمل کو دیکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حکومت ایسی چیزوں کے عشر لینے کا اہتمام کرے جن کا ذخیرہ کر سکے، باقی باغوں اور کھیتوں والے اللہ کا حق خود مستحقین میں تقسیم کر دیں۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کاٹتے وقت اور پھل توڑتے وقت مسکینوں کو بھی کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے جو کھیتی اور پھل کاشت تو کرتے ہیں مگر اس میں سے صدقہ نہیں کرتے، جیسا کہ سورۂ قلم میں باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ۝ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ۝ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ۝ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۙ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ۱۷ تا ۳۳] ”جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بے نصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے

طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے ہے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔"

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پانچ وسق سے کم کھجوروں میں زکوٰۃ نہیں اور پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں بھی زکوٰۃ نہیں اور پانچ اونٹوں سے کم میں بھی زکوٰۃ نہیں۔" [بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لیس فیما دون خمس ذود صدقة : ۱۴۵۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک غلہ اور کھجور کی مقدار پانچ وسق (تقریباً بیس من) تک نہ ہو جائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔" [نسائی، کتاب الزکوۃ، باب زکاۃ الحبوب : ۲۴۸۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں، یا جو زمین خود بخود نمی سے سیراب ہو جائے اس کی پیداوار سے دسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور جس زمین کو کنویں کے ذریعے پانی دیا جائے اس میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔" [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری : ۱۴۸۳]

رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کسی فصل کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔

وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ : "حد سے نہ گزرو" سے مراد ناجائز جگہ خرچ کرنا بھی ہے اور اعتدال سے بڑھ کر خرچ کرنا بھی۔ کھانے پینے میں زیادتی بھی منع ہے اور اتنا صدقہ کرنا بھی اسراف ہے کہ اس کے بعد آدمی خود محتاج ہو کر مانگنے پر مجبور ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۶، ۲۷] "اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔"

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے، قیل وقال (یعنی فضول بحث کرنا)، مال کا ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔" [مسلم، کتاب الأقضیة، باب النھی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۱۳/۵۹۳، قبل الحدیث : ۱۷۱۶۔ بخاری، کتاب الاستقراض، باب ما ینھی عن إضاعة المال : ۲۴۰۸]

وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ

اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿١٤٢﴾

''اور چوپاؤں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (پیدا کیے)۔ کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ کھیت اور چوپائے جو تمھیں عطا کیے ہیں، تمھارے لیے حلال ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو، جس کے بہکانے پر جاہل مشرکوں نے ان میں سے کئی قسموں کو حرام کر رکھا ہے۔

وَمِنَ الۡاَنۡعَامِ حَمُوۡلَةً وَّفَرۡشًا : ''حَمُوۡلَةً'' سے مراد وہ جانور ہیں جن پر سواری کی جاتی ہے، مثلاً اونٹ اور بیل اور ''فَرۡشًا'' سے مراد وہ چھوٹے جانور ہیں، جیسے بھیڑ اور بکری، جن کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَيۡدِيۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِكُوۡنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلۡنٰهَا لَهُمۡ فَمِنۡهَا رَكُوۡبُهُمۡ وَمِنۡهَا يَاۡكُلُوۡنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷۱، ۷۲] ''اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کر دیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ﴾ [النحل : ٦٦] ''اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔''

وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ : یعنی شیطان تمھارا ایسا کھلم کھلا دشمن ہے کہ اس کی دشمنی بالکل ظاہر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيۡطٰنَ لَكُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدۡعُوۡا حِزۡبَهٗ لِيَكُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴾ [فاطر : ٦] ''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوۡنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِىۡ وَهُمۡ لَكُمۡ عَدُوٌّ ؕ بِئۡسَ لِلظّٰلِمِيۡنَ بَدَلًا ﴾ [الكهف : ٥٠] ''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔''

ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاۡنِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡمَعۡزِ اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ اَرۡحَامُ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ؕ نَبِّـُٔوۡنِىۡ بِعِلۡمٍ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الۡاِبِلِ اثۡنَيۡنِ وَمِنَ الۡبَقَرِ اثۡنَيۡنِ ؕ قُلۡ ءٰٓالذَّكَرَيۡنِ حَرَّمَ اَمِ الۡاُنۡثَيَيۡنِ اَمَّا اشۡتَمَلَتۡ عَلَيۡهِ

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

آٹھ قسمیں، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹوں میں سے دو اور گائیوں میں سے دو، کہہ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ یا تم اس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تمھیں اس کی وصیت کی تھی؟ پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، تاکہ لوگوں کو کسی علم کے بغیر گمراہ کرے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہ اسلام سے قبل عربوں کی جہالت کا بیان ہے کہ انھوں نے چوپایوں کو حرام قرار دے کر بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام، یعنی مختلف انواع و اقسام میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسی طرح جانوروں، فصلوں اور پھلوں کو انھوں نے اور بھی کئی قسموں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ اسی نے ایسے باغات پیدا فرمائے ہیں جو چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی ہیں اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی، اور اسی نے چوپایوں کو بھی پیدا فرمایا ہے، جن میں سے بعض بڑے بڑے اور بوجھ اٹھانے والے بھی ہیں اور بعض چھوٹے چھوٹے زمین سے لگے ہوئے بھی۔ پھر اس نے فرمایا کہ اسی نے بھیڑوں اور بکریوں میں سے نر اور مادہ کو سیاہ اور سفید رنگ میں پیدا فرمایا۔ اسی طرح اس نے نر اور مادہ اونٹوں اور گائیوں کو بھی پیدا فرمایا اور اس نے ان جانوروں کو اور ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا، بلکہ ان سب کو انسانوں کے کھانے کے لیے، ان کی سواری کے لیے، ان کے بار برداری کے لیے، ان کے دودھ کے لیے اور ان کے دیگر فوائد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ لیکن مشرکین نے ان میں سے بعض اقسام کا کھانا اپنے لیے حرام کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے یہاں فرمایا کہ ذرا بتاؤ تو سہی کہ ان بھیڑوں اور بکریوں میں سے اللہ نے دونوں مذکروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مؤنثوں کو، یا ان بچوں کو جو ان مؤنثوں کے پیٹ میں پرورش پاتے ہیں، کوئی ایسی بات تو بتاؤ جس کی بنیاد علم و یقین پر ہو۔ الغرض تم نے اپنی من گھڑت شریعت کے ذریعے کبھی کسی کو حرام بنا دیا تھا تو کبھی کسی اور کو۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے عمرو بن عامر الخزاعی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتے ہوئے دیکھا، سب سے پہلے بتوں کے نام پر چھوڑے گئے جانور (بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی) اسی نے چھوڑے تھے۔“ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ...... الخ : ٤٦٢٣]

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے بندوں کو

دین حنیف پر پیدا کیا، لیکن شیطانوں نے انھیں بہکایا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے کی میں نے ہرگز کوئی سند نازل نہیں کی۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥]

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

''کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ سے مقصود ان مشرکین کی تردید ہے جنھوں نے از خود کچھ چیزوں کو حرام قرار دے کر اپنی فاسد آراء کے ساتھ انھیں بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کے ناموں سے موسوم کر دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف یہ وحی بھیجی کہ آپ ان کو بتا دیں کہ وحی الٰہی میں ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام قرار نہیں دیا گیا، بلکہ جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے وہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہیں اور وہ ہیں مرا ہوا جانور، بہتا لہو، سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ان کے سوا اور چیزوں کو اس نے حرام قرار نہیں دیا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں اپنی جان بچانے کے لیے ان محرمات میں سے صرف بقدر ضرورت استعمال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

لَآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً : مردار سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اللہ کا نام لے کر ذبح یا شکار نہ کیا گیا ہو، بلکہ خود مر گیا ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ﴾ [المائدة : ٣] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو۔''

عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بصرہ میں یہی بات روایت کیا کرتے تھے، لیکن یہ علم کے سمندر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ آیت پڑھتے ہیں: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ ﴾ [بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب لحوم الحمر الإنسية : ٥٥٢٩]

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ پالتو گدھا حرام ہے، شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ان احادیث کا علم نہ ہوا ہو، ورنہ وہ ایسا نہ کہتے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنے اس موقف سے بعد میں رجوع کر لیا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ کچھ چیزیں تو کھا لیتے تھے اور کچھ سے نفرت کرتے ہوئے نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا، پس جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا وہی حلال ہے اور جسے اس نے حرام قرار دیا وہ حرام ہے اور جس سے اس نے سکوت فرمایا ہے وہ قابل معافی ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ ﴾ [مستدرک حاکم : ١١٥/٤، ٣١٧/٢، ح : ٧١١٣، ٣٢٣٦۔ أبو داؤد، کتاب الأطعمة، باب مالم يذكر تحريمه : ٣٨٠٠]

سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری بکری مر گئی تو ہم نے اس کے چمڑے کو رنگ لیا اور وہ چمڑہ ہمارے پاس لمبا عرصہ رہا، یہاں تک کہ بعد میں اس کا مشکیزہ بنا لیا گیا۔" [بخاری، کتاب الأيمان والنذور، باب إذا حلف أن لا …… الخ : ٦٦٨٦]

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ : یعنی خون جو بہ جائے، چاہے زندہ کا ہو یا ذبیحہ کا، وہ حرام ہے، البتہ دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔

خنزیر کا گوشت کہ وہ گندگی ہے، یعنی صحت کے لحاظ سے بے شمار بیماریوں کا باعث ہونے اور بے غیرتی میں بدترین جانور ہونے کی وجہ سے کھانے والوں میں اس کی تاثیر کی بنا پر معنوی طور پر سراسر گندگی ہے۔

اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ : "اَوْ فِسْقًا" اس کا عطف " لَحْمَ خِنْزِيْرٍ " پر ہے، یعنی یہ بھی اسی طرح حرام ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس لیے وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام مشہور کر دیا جائے کہ یہ داتا کا بکرا ہے، یا بری امام کی گائے ہے، یا فلاں پیر یا امام کی نذر یا نیاز ہے، اس سے مقصود چونکہ غیر اللہ کو راضی کرنا ہے کہ وہ راضی ہو کر ہمارے کام سنوار دیں گے، اس لیے ایسے جانور کو ان کی رضا کے لیے ذبح کرتے وقت اس پر "بسم اللہ" بھی پڑھی جائے تو بھی وہ حرام ہے، کیونکہ اعتبار نیت کا ہے اور نیت کا اظہار خود ان کی زبانی ہو چکا ہے اور عرس اور قبر کا ماحول بھی اس پر دلالت کر رہا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَاۤ اَوِ الْحَوَايَاۤ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

”اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے، ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائیوں اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر دونوں کی چربیاں حرام کر دیں، سوائے اس کے جو ان کی پشتیں یا انتڑیاں اٹھائے ہوئے ہوں، یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہو۔ یہ ہم نے انھیں ان کی سرکشی کی جزا دی اور بلاشبہ ہم یقیناً سچے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے یہود پر ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا۔ ”كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ“ سے مراد ہر وہ جانور اور پرندہ ہے جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں، جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ، گائے اور بکری وغیرہ۔ ان تمام جانوروں کا گوشت یہود پر حرام تھا۔ ان کے لیے انھی جانوروں کا گوشت حلال تھا جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی ہوں، پنجے کھلے ہوں اور ”وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے گائے اور بکری کا گوشت بطور خاص حلال کر دیا گیا تھا۔ صرف ان کی چربی حرام کر دی گئی تھی، سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ سے لگی ہو، یا ان کی آنتوں سے چپکی ہو، یا جو ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، جیسے وہ چربی جو دُم، پاؤں اور پسلی وغیرہ کے ساتھ چپکی ہوتی ہے۔ یہ چیزیں بطور سزا اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی تھیں۔ یعنی یہود کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ یہ چیزیں سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کی ہوئی تھیں اور ہم تو ان کی اتباع میں ان کو حرام سمجھتے ہیں۔

وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَاۤ : سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ سمرہ نے شراب بیچی ہے تو انھوں نے فرمایا، اللہ سمرہ کو تباہ کرے، کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے کہ ان کے لیے چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور فروخت کر دیا۔“ [بخاری، کتاب البیوع، باب لا یذاب شحم المیتة ولا یباع ودکه : ۲۲۲۳۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة : ۱۵۸۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال مکہ میں فرماتے ہوئے سنا: ”بے شک اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع سے منع کیا ہے۔“ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردہ جانوروں کی چربی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ اس سے کھالوں کو چکنائی لگائی جاتی ہے اور کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے اور اس سے لوگ چراغ جلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”نہیں، وہ حرام ہے۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے، ان کے لیے جب چربیوں کو حرام قرار دیا گیا تو انھوں نے انھیں پگھلایا اور بیچ دیا

ور پھر ان کی قیمت کھا گئے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتة والأصنام : ۲۲۳۶۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب تحریم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام : ۱۵۸۱]

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ : یعنی ہم نے انھیں اس تنگی اور مصیبت میں ان کی شرارت، بغاوت اور احکام الٰہی کی مخالفت کی وجہ سے مبتلا کیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۶۰] ''تو جو لوگ یہودی بن گئے، ان کے بڑے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر کئی پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں، جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں اور ان کے اللہ کے راستے سے بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔''

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

''پھر اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے تمھارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا۔''

یعنی اگر تم اب بھی نافرمانی کی روش چھوڑ کر حق کی سیدھی راہ اختیار کر لو تو اپنے رب کے دامنِ رحمت کو اپنے لیے کشادہ پاؤ گے، لیکن اگر اپنی موجودہ روش پر اڑے رہے تو یہ مت سمجھو کہ اللہ کا عذاب تم سے ٹل گیا ہے۔ جب اس کا عذاب آتا ہے تو مجرموں اور سرکشوں کو کوئی چیز اس سے نہیں بچا سکتی۔ آیت کے پہلے حصہ ''ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ'' میں ترغیب ہے اور آخری حصہ میں ترہیب ہے اور یہ خاص قرآن کا انداز نصیحت ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۶۵] ''بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۙ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴾ [الحجر : ۴۹، ۵۰] ''میرے بندوں کو خبر دے دے کہ بے شک میں ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یہ بھی کہ بے شک میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴾ [البروج : ۱۲ تا ۱۴] ''بے شک تیرے رب کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔ بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور (وہی) دوبارہ پیدا کرے گا۔ اور وہی ہے جو بے حد بخشنے والا، نہایت محبت کرنے والا ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت (کی وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالٰی : ۲۷۵۵]

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جوان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

یعنی جب وہ اپنے شرک اور مجرمانہ روش پر قائم رہنے کی دلیل نہیں پاتے تو تقدیر کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ ہمارے حق میں خود اللہ کی مرضی یہ ہے کہ ہم شرک کریں اور جو چیزیں ہم نے حرام ٹھہرائی ہیں انھیں حرام ٹھہرائیں، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہوتی تو ہم سے ان اعمال کا صدور ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ہم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ کی مرضی کے مطابق کر رہے ہیں اور یہی صحیح اور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی شبہ کی وجہ سے بہت سے لوگ پہلے بھی گمراہ ہوئے اور یہ نہایت لچر دلیل ہے، اگر تمھاری بات صحیح ہوتی تو اللہ تعالیٰ تمھیں عذاب میں کیوں مبتلا کرتا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہیے کہ اگر تمھارے پاس کچھ ایسی معلومات ہیں جن کی بنا پر تم کہتے ہو کہ اللہ تمھارے حال پر راضی ہے تو اسے ظاہر کرو۔ اس کے بعد اللہ نے خود ہی فرمایا کہ اے اہل شرک! تمھارے پاس وہم وخیال اور اعتقاد فاسد کے علاوہ کچھ بھی نہیں، تم یونہی اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے ہو۔

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ : یعنی تم جو یہ عذر پیش کر رہے ہو وہ کسی عقلی یا علمی بنیاد پر قائم نہیں ہے، محض تمھارا وہم وگمان ہے اور تم لوگ صرف اٹکل لگا کر اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھ رہے ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں وہم وگمان، اندازے وتخمینے سے کام نہیں چلتا، ٹھوس حجت اور مستند دلیل چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۶] ''اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی، بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴾ [النجم : ۲۳] ''یہ (بت) چند ناموں کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں، جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ یہ لوگ صرف گمان کے اور ان چیزوں کے پیچھے چل رہے ہیں جو ان کے دل چاہتے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی۔''

﴿ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ۱۴۹

''کہہ دے پھر کامل دلیل تو اللہ ہی کی ہے، سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ضرور ہدایت دے دیتا۔''

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت سے نوازنا چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اسے گمراہ کرنے میں اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کارفرما ہے اور اگر وہ چاہتا تو اپنی قدرت، مشیت اور اختیار کے ساتھ تم سب کو ہدایت عطا فرما دیتا، مگر وہ مومنوں سے راضی اور کافروں سے ناراض ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [هود : ۱۱۸، ۱۱۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہو گئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ﴾ [یونس : ۹۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔''

﴿ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴾ ۱۵۰

''کہہ لاؤ اپنے وہ گواہ جو شہادت دیں کہ واقعی اللہ نے یہ چیزیں حرام کی ہیں، پھر اگر وہ شہادت دے دیں تو تو ان کے ساتھ شہادت مت دے اور ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے مت چل جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں مشرکین کو لاجواب کرنے کا ایک اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے، آپ ان سے کہیے کہ تم لوگ اپنے گواہوں کو پیش کرو کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جنھیں تم حرام سمجھ رہے ہو، حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ ان کے پاس کوئی گواہ نہیں۔ اگر بفرض محال کوئی ان کی تائید میں گواہی دیتا ہے، جو محض کذب اور تعصب کی بنیاد پر ہو گی تو آپ ان کی تصدیق نہ کیجیے اور نہ ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع کیجیے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ : ''يَعْدِلُوْنَ'' یعنی اس کا

عدیل (برابر کا) ٹھہرا کر شرک کرتے ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاجت روا، مشکل کشا، کارساز، عالم الغیب، حاضر و ناظر، ناصر و مددگار، معبود اور مطاع سمجھتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ خالق اور مخلوق کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ خالق بھی کارساز ہو اور مخلوق بھی کارساز ہو، خالق بھی عالم الغیب ہو اور مخلوق بھی عالم الغیب ہو، خالق بھی شارع اور قانون ساز ہو اور مخلوق بھی شارع اور قانون ساز ہو۔ خالق کو بھی تحلیل و تحریم کا حق حاصل ہو اور مخلوق کو بھی تحلیل و تحریم کا حق حاصل ہو، خالق بھی نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہو اور مخلوق بھی نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہو، خالق بھی ہر حالت میں سنتا ہو اور مخلوق بھی، خالق بھی سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہو اور مخلوق بھی، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد : ۱۶] ’’کہہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دے اللہ۔ کہہ پھر کیا تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لیے نہ کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے؟ کہہ دے کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتے ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انھوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنا لیے ہیں جنھوں نے اس کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہے، تو پیدائش ان پر گڈمڈ ہو گئی ہے؟ کہہ دے اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے۔‘‘ قیامت کے دن دوزخ میں داخل ہونے کے بعد مشرکین اس بات کا اقرار کریں گے کہ انھوں نے اپنے شرکا کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ۝ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۹۱ تا ۹۸] ’’اور گمراہ لوگوں کے لیے بھڑکتی آگ ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جنھیں تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا۔ کیا وہ تمھاری مدد کرتے ہیں، یا اپنا بچاؤ کرتے ہیں؟ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام لشکر بھی۔ وہ کہیں گے جب کہ وہ اس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ اللہ کی قسم! بے شک ہم یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔‘‘

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ

﴿ ...هَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴾ ﴿۱۵۱﴾

''کہہ دے آؤ میں پڑھوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، (اس نے تاکیدی حکم دیا ہے) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ خوب احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

یعنی حرام وہ نہیں ہیں جن کو تم نے بلا دلیل محض اپنے اوہام باطلہ اور ظنونِ فاسدہ کی بنیاد پر حرام قرار دے رکھا ہے، بلکہ حرام تو وہ چیزیں ہیں جن کو تمھارے رب نے حرام کیا ہے، کیونکہ تمھارا پیدا کرنے والا اور تمھارا پالنہار وہی ہے اور ہر چیز کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ اس لیے اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال اور جس چیز کو چاہے حرام کرے۔ چنانچہ میں تمھیں ان چیزوں کی تفصیل بتاتا ہوں جن کی تاکید تمھارے رب نے کی ہے۔

اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا : اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا تاکیدی حکم یہ دیا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نہ کسی انسان کو، نہ جن کو، نہ فرشتے کو اور نہ کسی پہاڑ، پتھر، دریا یا درخت کو۔ غرض کوئی چیز کتنی بھی عظیم الشان کیوں نہ ہو، اسے اللہ کا کسی بھی چیز میں شریک مت بناؤ، کیونکہ سب اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ شرک بہت بڑا گناہ ہے اور یہ ہرگز معاف نہیں ہو گا جب تک دنیا میں اس سے توبہ نہ کی جائے، قرآن مجید میں یہ ساری چیزیں مختلف انداز میں بار بار بیان ہوئی ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے احادیث میں ان کو تفصیل اور وضاحت سے بیان فرما دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ٤٨] ''بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔'' اور فرمایا: ﴿ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ٦٥] ''بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور انھوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔ میں نے کہا، خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا، خواہ وہ زنا اور چوری کا مرتکب ہی کیوں نہ ہوا ہو۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ومن کان آخر کلامه ...... الخ : ١٢٣٧۔ مسلم،

كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات ...... الخ : ٩٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات لا يشرك بالله شيئًا دخل الجنة : ٩٢]

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : اللہ تعالیٰ کی توحید و اطاعت کے بعد یہاں بھی اور قرآن کے دوسرے مقام پر بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اطاعتِ رب کے بعد اطاعت والدین کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ والدین تکلیف پر تکلیف اٹھا کر بڑی محبت کے ساتھ اپنی اولاد کو پالتے ہیں۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق انسان پر اس کے والدین کا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ٢٣] ”اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [لقمان : ١٤، ١٥] ”اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیری والدہ۔“ اس نے کہا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ”تیرا باپ۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة : ٥٩٧١۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب بر الوالدين : ٢٥٤٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ”وقت پر نماز ادا کرنا۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ”ماں باپ سے نیکی کرنا۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بیان فرما دیں، اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ بھی مزید جوابات مرحمت فرما دیتے۔[بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلة : ۵۹۷۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ : مفلسی کی وجہ سے اولاد کو قتل کرنا حرام ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا یہ فعل قبیح آج کل ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے پوری دنیا میں زور و شور سے جاری ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۱] ”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔“ میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ”پھر یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دو کہ وہ تمھارے ساتھ کھائے گی۔“ میں نے پوچھا، پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا يَزْنُوْنَ ﴾ [الفرقان : ۶۸] ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ والذین لا یدعون مع اللہ إلٰها اٰخر ولا یقتلون النفس ﴾ …… الخ : ۴۷۶۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الشرک أقبح الذنوب و بیان أعظمها بعده : ۸۶]

ان آیات و احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تمھارا یہ سمجھنا کہ روزی کے مالک تم ہو بالکل غلط ہے، یہ ہمارا کام اور ہمارا ذمہ ہے۔ بہر حال کفار کا تو کہنا ہی کیا ہے، اس وقت مسلم حکومتیں اسی بہانے سے ضبط ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر منظم طریقے سے قتل اولاد کا جرم کر رہی ہیں کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں، ہم زیادہ آبادی کی خوراک کا بندوبست نہیں کر سکتے، حالانکہ یہ کفر کا کلمہ ہے۔ خوراک کا بندوبست تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جیسے جیسے آبادی بڑھتی ہے زمین کے خزانوں کے منہ کھلتے جا رہے ہیں۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ : ”فحش“ ہر وہ قول یا فعل ہے جو قباحت میں بہت بڑھا ہوا ہو مثلاً زنا، شدید بخل وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہر کام کو، خواہ وہ ظاہر ہو جیسے کوئی سب کے سامنے زنا یا قوم لوط کی حرکتیں کرے، یا پھر پوشیدہ ہو جیسے چھپ کر زنا، چوری وغیرہ کرنا، حرام قرار دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

[الأعراف : ۳۳] ”کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۲] ”اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی غیرت مند نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کی ظاہر اور پوشیدہ تمام شکلوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ۴۶۳۴۔ مسلم، کتاب التوبة ، باب غيرة الله تعالٰی و تحريم الفواحش : ۲۷۶۰]

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو دیکھ لوں تو تلوار سے اس شخص کو قتل کر دوں گا، معاف نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی مجھ سے بھی زیادہ باغیرت ہے، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحيد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا شخص أغير من الله : ۷۴۱۶۔ مسلم، کتاب اللعان : ۱۴۹۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت! اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں کہ وہ اپنے بندے، یا اپنی بندی کو زنا کرتے دیکھے۔“ [بخاری، کتاب النکاح ، باب الغيرة : ۵۲۲۱]

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ : کسی کو ناحق قتل کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان مرد، جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں حلال نہیں: ① وہ شادی شدہ ہو کر بدکاری کرے۔ ② اس نے کسی انسان کو (ناحق) قتل کیا ہو۔ ③ وہ اپنا دین ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے۔“ [بخاری، کتاب الدیات، باب قول الله تعالٰی : ﴿ أن النفس بالنفس والعين بالعين ﴾ : ۶۸۷۸۔ مسلم، کتاب القسامة والمحاربين ، باب ما يباح به دم المسلم : ۱۶۷۶]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو رہی ہو گی۔“ [بخاری، کتاب الجزية والموادعة، باب إثم من قتل معاهدًا بغير جرم : ۳۱۶۶]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا'' یا آپ نے فرمایا: ''جھوٹی گواہی دینا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر : ٥٩٧٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها : ٨٨]

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۙ﴿۱۵۲﴾

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کرو، خواہ رشتہ دار ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ : جس یتیم کی کفالت کسی مسلمان کی ذمہ داری قرار پائے، تو اس کی ہر طرح سے خیر خواہی کرنا اس کا فرض ہے۔ اسی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ اگر اس کے اس مال سے یعنی وراثت میں سے اس کو حصہ ملا ہے، چاہے وہ نقدی کی صورت میں ہو یا زمین اور جائداد کی صورت میں، تاہم ابھی وہ اس کی حفاظت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا تو اس کے مال کی اس وقت تک پورے خلوص سے حفاظت کی جائے جب تک وہ بلوغت اور شعور کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔ یہ نہ ہو کہ کفالت کے نام پر، اس کی عمر شعور سے پہلے ہی اس کے مال یا جائداد کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾ [النساء : ۲] ''اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور گندی چیز کو اچھی چیز کے عوض بدل کر نہ لو اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴾ [النساء : ٦] ''اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے

کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنا لو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۰] ''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات گناہوں سے جو تباہ کر دینے والے ہیں، بچتے رہو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، کسی کی ناحق جان لینا کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی میں سے بھاگ جانا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ ان الذین یأکلون أموال الیتامٰی ظلمًا ...... الخ ﴾ : ۲۷۶٦، مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر و أکبرھا : ۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! میں (لوگوں کو) دو کمزوروں، یتیم اور عورت کی حق تلفی کرنا (تاکید کے ساتھ) حرام ٹھہراتا ہوں۔'' [ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب حق الیتیم : ۳٦۷۸، نسائی فی الکبریٰ : ۳٦۳/۵، ح : ۹۱۴۹]

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ : ناپ تول میں کمی کرنا، لیتے وقت تو پورا ناپ تول لینا، مگر دیتے وقت ایسا نہ کرنا، بلکہ ڈنڈی مار کر دوسرے کو کم دینا، یہ نہایت پست اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ قوم شعیب میں یہی اخلاقی بیماری تھی جو ان کی تباہی کے من جملہ اسباب میں سے تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱ تا ۳] ''بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴾ [الرحمٰن : ۹] ''اور انصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھو اور ترازو میں کمی مت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۵] ''اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔''

لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا : یعنی جن باتوں کی ہم تاکید کر رہے ہیں، یہ ایسی نہیں ہیں کہ جن پر عمل کرنا مشکل ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم ان کا حکم ہی نہ دیتے، اس لیے کہ طاقت سے بڑھ کر ہم کسی کو مکلف ہی نہیں ٹھہراتے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرۃ : ۲۸٦] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی

ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے جہاں تک ہو سکے بجا لاؤ اور جب میں تمھیں کسی کام سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔" [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر : ۱۳۳۷]

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى : یعنی جب مقدمات کا فیصلہ کرو تو عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، خواہ وہ شخص جس کو انصاف کی بات کہنے سے یا انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نقصان پہنچ رہا ہے تمھارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ناانصافی کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا : اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ اللہ کے ساتھ ہو یا کسی انسان کے ساتھ، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ﴾ [المائدۃ : ۱] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۳۴] "اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔" اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴾ [الرعد : ۱۹، ۲۰] "پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ بے شک جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف اتارا گیا وہی حق ہے، اس شخص کی طرح ہے جو اندھا ہے؟ نصیحت تو عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۵] "اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔"

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۵۳

’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم دیا کہ وہ دینِ اسلام پر چلیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا ہی صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ اسلام ہی اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ جو اسلام پر چلتا ہے وہ صراطِ مستقیم پر چلتا ہے اور جو اسلام کو چھوڑ کر دوسرے راستے اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت، اللہ کی توحید اور اس کے دین کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہی درحقیقت صراطِ مستقیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [آل عمران : ۱۰۱] ’’اور جو شخص اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لے تو یقیناً اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی گئی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ٦٤] ’’بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔‘‘ صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اس کو حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی ضروری ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشوریٰ : ٥٢، ٥٣] ’’اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ [الزخرف : ٦١] ’’اور میرے پیچھے چلو، یہ سیدھا راستہ ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٢١] ’’بلاشبہ یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول میں ہمیشہ سے اچھا نمونہ ہے، اس کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: ’’یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔‘‘ پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور فرمایا: ’’یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے۔‘‘ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ ’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔‘‘ [مسند أحمد : ۱/٤٦٥، ح : ٤٤٣٦۔ مستدرك حاكم : ۲/۳۱۸، ح : ۳۲٤۱]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ جیسے ایک راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہوں اور ان دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہوں، دروازوں پر لٹکتے ہوئے پردے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا یہ دعوت دے رہا ہو

کہ اے لوگو! آؤ اور سب کے سب صراط مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور الگ الگ راستے اختیار نہ کرو اور ایک دعوت دینے والا راستے کے درمیان میں بھی دعوت دیتا ہے۔ جب کوئی انسان ان میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہائے تجھ پر افسوس، اسے نہ کھولو، کیونکہ اگر تم نے اسے کھولا تو اس میں داخل ہو جاؤ گے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''راستے سے مراد اسلام ہے، دو دیواروں سے مراد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ امور ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، راستے کے کنارے کے داعی سے مراد کتاب اللہ ہے اور راستے کے وسط میں جو دعوت دینے والا ہے اس سے مراد وہ واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۸۲/۴، ۱۸۳، ح : ۱۷۶۵۲، ۱۷۶۵۴۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل الله عزوجل لعباده : ۲۸۵۹۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۶۱/۶، ح : ۱۱۲۳۳۔ مستدرك حاکم : ۷۳/۱، ح : ۲۴۵]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کے قریب آئے، انھوں نے ازواج مطہرات سے رسول اللہ ﷺ کی (رات کی) عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو آپ ﷺ کی عبادت کی خبر دی گئی تو گویا انھوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ، آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی ہیں (لہٰذا ہمیں زیادہ عمل کرنے چاہییں)۔ ان میں سے ایک نے کہا، اب سے میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا (کبھی) افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے (اور آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی) تو آپ ﷺ نے (ان سے) دریافت فرمایا: ''کیا وہ لوگ تمھی ہو کہ جنھوں نے ایسے ایسے کہا تھا؟ سنو! اللہ کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھ میں تم سب سے زیادہ اس کا تقویٰ ہے، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ۵۰۶۳]

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ : اس آیت میں جس طرح تمام باطل ادیان سے منع فرمایا گیا ہے، اسی طرح اسلام میں فرقے بنانے سے بھی روک دیا گیا ہے، اسلام میں سیدھی راہ صرف کتاب و سنت کی راہ ہے، جس پر وہ تین زمانے گزرے ہیں جنھیں رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون قرار دیا ہے۔ [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب فضائل أصحاب النبی ﷺ ...... الخ : ۳۶۵۱]

اس کے علاوہ سب راستے ممنوع ٹھہرے خواہ وہ مذاہب اربعہ کی تقلید ہو یا اہل بدعت کے بنائے ہوئے طریقے، کیونکہ یہ شروع ہی بعد میں ہوئے ہیں۔ نئی اور پرانی قسم کی بدعات گمراہ کن ہیں، خود ائمہ دین اور سارے مجتہدین سلف و خلف نے یہی وصیت کی ہے کہ کوئی ان کی تقلید نہ کرے، بلکہ سب کے سب کتاب و سنت کی اتباع کریں، یہی وہ صراط مستقیم

ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ ع ۱۹

''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔''

قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے، جو متعدد جگہ دہرایا گیا ہے کہ جہاں قرآن کا ذکر ہوتا ہے وہاں تورات کا اور جہاں تورات کا ذکر ہو وہاں قرآن کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اسی اسلوب کے مطابق یہاں تورات کا اور اس کے اس وصف کا بیان ہے کہ وہ بھی اپنے دور کی ایک جامع کتاب تھی، جس میں ان کی دینی ضروریات کی تمام باتیں تفصیل سے بیان کی گئی تھیں اور وہ ہدایت و رحمت کا باعث تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ [الأحقاف : ۱۲] ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ﴾ [الأنعام : ۹۱] ''کہہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو۔''

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگرچہ تورات میں وہ صفات تھیں جن کا اوپر ذکر آیا، لیکن قرآن اس سے زیادہ جلیل القدر، عظیم المرتبت اور دنیاوی و اخروی منافع کے اعتبار سے زیادہ بابرکت کتاب ہے۔ اس لیے اے مسلمانو! اب اسی کی اتباع کرو اور اس کی مخالفت سے بچو!

ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [النمل : ۷۶، ۷۷] ''بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بے شک وہ یقیناً ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۲۰] ''یہ لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔''

اَنْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۟ۙ (۱۵۶)
اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي
الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۟ (۱۵۷)

''ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔''

یہ خطاب کفار مکہ سے ہے، یعنی تمھاری طرف یہ کتاب اس لیے نازل کی گئی ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ اللہ کی کتاب تو یہود و نصاریٰ پر نازل ہوئی تھی، ہم تو جانتے بھی نہ تھے کہ ان دونوں کتابوں میں کیا ہے، کیونکہ وہ ان کی زبانوں میں تھیں، یا یہ نہ کہیں کہ اگر ہم پر بھی اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان یہود و نصاریٰ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تمھارا عذر ختم ہو گیا اور اس کا رسول اس کی کتاب لے کر آ گیا جو اللہ کی کھلی نشانی، ہدایت کا سرچشمہ اور سراپا رحمت ہے۔ لہٰذا کتاب ہدایت و رحمت کے نزول کے بعد اب جو شخص ہدایت (یعنی اسلام) کا راستہ اختیار کر کے رحمتِ الٰہی کا مستحق نہیں بنتا، بلکہ تکذیب و اعراض کا راستہ اپناتا ہے، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ : یعنی ہم نے تمھارے اس عذر کو بھی ختم کر دیا کہ اگر ہم پر بھی وہ کتاب نازل ہوتی جو ان پر نازل ہوئی تھی تو ان کی نسبت ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ﴾ [فاطر : ۴۲] ''اور انھوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی قسم کھائی کہ واقعی اگر کوئی ڈرانے والا ان کے پاس آیا تو ضرور بالضرور وہ امتوں میں سے کسی بھی امت سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوں گے۔''

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ : ''بَيِّنَةٌ'' سے مراد رسول اللہ ﷺ ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ

آپ ان لوگوں کے لیے موجب ہدایت و رحمت ہیں جو آپ کی اتباع کریں گے، یا "بَيِّنَةٌ" سے خود قرآن مجید مراد ہے جو ہدایت اور رحمت پر مشتمل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾[البينة : ١ تا ٣] "وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ﴾[البقرة : ١٨٥] "رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔"

سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ : "يَصْدِفُونَ" صَدَفَ کے معنی کنارا کرنے کے بھی کیے گئے ہیں اور دوسروں کو روکنے کے بھی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ وَاِنْ يُّهْلِكُونَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾[الأنعام : ٢٦، ٢٧] "اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے سوا کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور نہیں سمجھتے۔ اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴾[النحل : ٨٨] "وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔"

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝۱۵۸

"وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) منتظر ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے نزول اور رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے ذریعے سے ہم نے حجت قائم کر دی ہے۔ اب بھی اگر یہ اپنی گمراہی سے باز نہیں آتے تو کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یعنی ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے، اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کا رب ان کے پاس آئے،

یعنی قیامت برپا ہو جائے اور وہ اللہ کے روبرو پیش کیے جائیں۔ اس وقت یہ ایمان لائیں گے؟ یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے، جیسے قیامت کے قریب سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا، تو اس قسم کی بڑی نشانی دیکھ کر یہ ایمان لائیں گے؟ اگلے حصے میں وضاحت کی جا رہی ہے کہ اگر یہ اس انتظار میں ہیں تو بہت ہی نادانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، کیونکہ بڑی نشانی کے ظہور کے بعد کافر کا ایمان اور فاسق و فاجر شخص کی توبہ قبول نہیں ہوگی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿21﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿22﴾ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿23﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿24﴾ فَيَوْمَىٕذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿25﴾ وَّ لَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ [الفجر: ٢١ تا ٢٦] ”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔ کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴾ [البقرۃ : ٢١٠] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے بھی اور کام تمام کر دیا جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [النحل : ٣٣] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یا تیرے رب کا حکم آ جائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔“

اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ : ان بعض نشانیوں سے مراد قیامت کی نشانیاں ہیں، مطلب یہ ہے کہ قربِ قیامت کے وقت جب قیامت کے آثار ظاہر ہوں گے تو ایمان لانا مفید نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے، مگر یہ وہ وقت ہوگا کہ جب: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ ﴾ ”کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لا ينفع نفسا إيمانها ﴾ : ٤٦٣٥۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الزمن الذی لا يقبل فيه الإيمان : ١٥٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین نشانیاں جب نمودار ہوں گی تو: ﴿ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ ”کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو

اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی'' (وہ نشانیاں یہ ہیں): ① سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ② دجال کا آنا۔ ③ اور زمین سے جانور کا نکلنا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الزمن لا یقبل فیه الإیمان : ۱۵۸۔ مسند أحمد : ۲/ ۴۴۵، ۴۴۶، ح : ۹۷۶٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت زمین سے ایک جانور نکلے گا، ان میں سے جو نشانی بھی پہلے نمودار ہو تو دوسری بھی فوراً اس کے بعد نمودار ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الأرض ......الخ : ۲۹۴۱۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب أمارات الساعة : ۴۳۱۰]

قُلِ انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ : یہ کافروں کے لیے شدید سرزنش ہے اور اس شخص کے لیے زبردست وعید ہے جو اپنے ایمان اور توبہ کو اس وقت تک کے لیے مؤخر کر دے جب ایمان یا توبہ بھی نفع بخش نہ ہوگی، یعنی اس وقت جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا، کیونکہ یہ وہ وقت ہوگا جب قیامت بالکل قریب آ جائے گی اور اس کی علامتیں ظاہر ہو چکی ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ [محمد : ۱۸] ''تو وہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸۴، ۸۵] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۱۵۹

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔''

نبی آخر الزمان کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہر شخص کے لیے آپ پر ایمان لانا اور آپ کے طریقے پر چلنا لازم قرار دے دیا۔ اب جو شخص بھی کوئی جدا راستہ اختیار کر کے الگ گروہ بنائے، خواہ وہ دہریہ ہو یا مشرک یا یہودی و

قرانی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ ان سے بری ہیں اور آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح آپ کی امت میں اسلام قبول کرنے کے بعد جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے احکام یعنی قرآن و سنت کے علاوہ کوئی نیا طریقہ یعنی بدعت اختیار کر کے اپنا الگ گروہ بنالیں آپ ان سے بری ہیں، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

اصل دین شروع سے ایک ہی ہے، جس کی بنیاد اللہ کی توحید، یوم آخرت اور انبیاء پر ایمان اور ان کی اطاعت پر ہے، اپنے اپنے زمانے کے مطابق احکام میں کچھ فرق ہوسکتا ہے، مگر اصل دین سب کا ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء علاتی (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى : ﴿ واذكر في الكتب مريم إذا انتبذت من أهلها ﴾ : ٣٤٤٣۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب فضائل عيسى عليه السلام : ٢٣٦٥/١٤٥]

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جا بجا فرقہ بندی سے منع کر کے اعتصام بالکتاب والسنۃ کا حکم دیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ١٠٣] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ [آل عمران : ١٠٥] ''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو الگ الگ ہو گئے اور ایک دوسرے کے خلاف ہو گئے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام آ چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ٢١٣] ''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [يونس : ١٩] ''اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے

درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۲، ۵۳] ’’اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہودی اکہتر یا بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے اور نصاریٰ بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گی۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۶۔ ترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء فی افتراق ھذہ الأمة : ۲۶۴۰]

ابو عامر ہوزنی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ ہم میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا، خبردار! تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ’’خبردار! تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو گی۔ بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور یہی ’’الجماعۃ‘‘ ہو گا۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب شرح السنة : ۴۵۹۷۔ مسند أحمد : ۱۰۲/۴، ح : ۱۶۹۴۰]

یاد رہے کہ سوچ اور اجتہاد کا اختلاف یا علم نہ ہو سکنے کی وجہ سے اختلاف تو صحابہ اور تابعین میں بھی پایا جاتا تھا، مگر وہ سب ایک ہی جماعت تھے۔ انھوں نے کسی شخصیت کی تقلید کی خاطر فرقے نہیں بنائے تھے۔ یہ چیز مسلمانوں کے تین بہترین زمانوں میں نہیں تھی۔ پہلی امتوں کو اسی چیز نے برباد کیا اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بگاڑ کا باعث بھی یہی بات بنی کہ قرآن و حدیث کا واضح حکم آنے کے بعد بھی کچھ لوگ اپنے دھڑے کی وجہ سے اپنے امام یا مرشد کی غلط باتوں پر اڑ کر الگ الگ ہو گئے اور مسلمانوں کا شخصیتوں کی بنیاد پر بنے ہوئے فرقوں کو چھوڑ کر کتاب و سنت پر جمع ہونا ایک خواب ہی رہ گیا، جس کی تعبیر کسی زبردست خلیفہ یا مہدی یا مسیح علیہ السلام کے ذریعے ہی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰

’’جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سو اسے جزا نہیں دی

جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و احسان کا بیان ہے جو اہل ایمان کے ساتھ وہ کرے گا کہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر عطا فرمائے گا۔ یہ کم از کم اجر ہے، ورنہ قرآن اور احادیث دونوں سے ثابت ہے کہ بعض نیکیوں کا اجر کئی سو گنا، بلکہ ہزاروں گنا تک ملے گا اور جن گناہوں کی سزا مقرر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب کے بعد اس نے اس سے توبہ بھی نہیں کی، یا اس کی نیکیاں اس کی برائیوں پر غالب نہ آئیں، یا اللہ نے اپنے خاص فضل سے اسے معاف نہیں فرمایا تو پھر اللہ تعالیٰ ایسی برائی کی سزا دے گا اور اس کے برابر ہی دے گا۔

مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيۡرٌ مِّنۡهَا ﴾ [القصص : ٨٤] ’’جو شخص نیکی لے کر آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ) ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِىۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ‌ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] ’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، بے شک تمھارا رب تبارک وتعالیٰ رحم فرمانے والا ہے، جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور اسے عملی جامہ نہ پہنا سکے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اس کو عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے دس سے سات سو گنا، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے، پھر اسے عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اسے عملی جامہ پہنا دے تو اس کے لیے ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے، یا اللہ تعالیٰ اسے بھی معاف فرما دیتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں تباہ و برباد ہونے والا شخص ہی ہلاک ہوتا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۲۷۹/۱، ح : ۲۵۲۳۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب من هم بحسنة أو بسيئة : ٦٤٩١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت وإذا هم بسيئة لم تكتب : ۲۰۷، ۱۳۱/۲۰۸]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے تو اسے دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص کوئی برا عمل کرے تو اسے اس کے برابر ہی گناہ ملتا ہے، یا میں اسے معاف کر دیتا ہوں، اگر کسی نے زمین بھر گناہ کیے، پھر مجھے اس حال میں ملا کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو تو میں اس کے لیے اتنی ہی مغفرت کا سامان کر دیتا ہوں، جو ایک بالشت میرے قریب آئے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، جو ایک ہاتھ میرے قریب ہو جائے میں دونوں ہاتھوں کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو

چل کر میرے پاس آئے میں دوڑ کر اس کے پاس آتا ہوں۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر و الدعاء، باب فضل الذکر والدعاء والتقرب إلی اللہ تعالٰی وحسن الظن به : ۲۶۸۷]

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا : برائی چھوڑنے والا تین طرح کا ہوتا ہے، کبھی تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑتا ہے، اس پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے کہ برائی سے اللہ کے لیے رک جانا ایک عمل اور نیت ہے، جیسا کہ بعض صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اس نے اسے میری خاطر چھوڑا ہے، اور کبھی وہ غفلت یا بھول کی وجہ سے برائی نہیں کرتا، اسے نہ گناہ ہے نہ ثواب، کیونکہ اس کی نیت نہ خیر کی ہے نہ شر کی اور کبھی اپنی پوری کوشش کے باوجود بس نہ چلنے کی وجہ سے کر نہیں سکتا تو یہ اس شخص کی طرح ہے جس نے وہ برائی کی ہو، جیسا کہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ تو قاتل ہے، مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: ’’وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل کی حرص رکھتا تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب و إن طائفتان من المؤمنین ...... الخ : ۳۱۔ مسلم، کتاب الفتن، باب إذا تواجه المسلمان بسیفیهما : ۲۸۸۸]

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ۬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾

’’کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘

اس آیت کریمہ میں مشرکینِ مکہ اور یہود و نصاریٰ کی تردید کی گئی ہے، جو اس زعم میں مبتلا تھے کہ وہ دینِ ابراہیمی پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تمھارا دعویٰ غلط ہے، دینِ ابراہیم تو دینِ اسلام ہے جسے اللہ نے اپنے مخلص بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے اور جس پر میں قائم ہوں۔

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ﴾ [البقرۃ : ۱۳۰] ’’اور ابراہیم کی ملت سے اس کے سوا کون بے رغبتی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۶۷] ’’ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

أَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ إِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴾ [النحل : ۱۲۰ تا ۱۲۳] ''بے شک ابراہیم ایک امت تھا، اللہ کا فرماں بردار، ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا اور وہ مشرکوں سے نہ تھا۔ اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کر، جو ایک اللہ کی طرف ہو جانے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے آسان و سہل دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔'' [مسند أحمد : ۶/۱۱۶، ۲۳۳، ح : ۲۴۹۰۸، ۲۶۰۱۷]

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِيۡ وَ نُسُكِيۡ وَ مَحۡيَايَ وَ مَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۶۳﴾

''کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں کو، جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر اپنے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، یہ بتا دیں کہ آپ ان کاموں میں ان کے مخالف ہیں، آپ کی نماز محض اللہ ہی کے لیے ہے اور آپ کی عبادت صرف اور صرف اسی وحدہٗ لا شریک لہ کے لیے ہے۔ یہی توحید خالص کا نمونہ ہے جس پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام عمل پیرا تھے اور جس کا عملی تقاضا یہ ہے کہ میری تمام بدنی عبادات بھی اللہ کے لیے اور مالی عبادات بھی اسی کے لیے ہیں، پھر میرے جینے کا مقصد ہی شرک کو ختم کرنا اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ہے، تا آنکہ اسی راہ میں مجھے موت آ جائے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِيۡ وَ نُسُكِيۡ وَ مَحۡيَايَ وَ مَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَ الۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ﴾ [الذاریات : ۵۶] ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انۡحَرۡ ﴾ [الکوثر : ۲] ''پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلۡ اِنِّيۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴾ [الزمر : ۱۱، ۱۲] ''کہہ دے بے شک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اس حال میں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرنے والا ہوں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ماننے والوں میں سے پہلا میں بنوں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو استفتاح کے طور پر یہ دعا پڑھتے: ((وَجَّهْتُ

وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ، وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ » ”میں نے اپنا چہرہ اس پروردگار کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، سب سے منہ موڑ کر اسی کا فرماں بردار بن کر اور میرا مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں، بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو (تمام کائنات) کا مالک ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو میرے تمام گناہ معاف فرما دے، تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اور تو مجھے بہترین اخلاق کی ہدایت عطا فرما، اس لیے کہ بہترین اخلاق کی تیرے سوا کوئی ہدایت عطا نہیں فرما سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے دور رکھ، برے اخلاق کو تیرے سوا اور کوئی مجھ سے دور نہیں رکھ سکتا۔ تو ہی برکت والا ہے اور بہت ہی بلند و بالا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔“ [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلوۃ النبی ﷺ ودعائه باللیل : ۷۷۱۔ مسند أحمد : ۹۴/۱، ح : ۷۳۲]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح کیے، جو سینگوں والے، چتکبرے اور خصی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انھیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی: « اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهٖ، بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ » ”بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں ملت ابراہیم پر ہوں اور یک سو ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں، یا اللہ! یہ جانور تو نے ہی دیا تھا اور تیرے ہی نام پر میں نے اسے قربان کیا ہے محمد (ﷺ) اور ان کی امت کی طرف سے۔ اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اور اللہ سب سے بڑا ہے۔“ [أبو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا : ۲۷۹۵۔ مسند أحمد : ۳۷۵/۳، ح : ۱۵۰۳۲]

غَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

کہہ کیا میں اللہ کے سوا کوئی رب تلاش کروں، حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔ اور کوئی جان کمائی نہیں کرتی مگر اپنے آپ پر اور نہ کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ اٹھائے گی، پھر تمھارے رب ہی کی طرف تمھارا لوٹ کر جانا ہے، تو وہ تمھیں بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''

مشرکین نے نبی کریم ﷺ کو اپنے بتوں کی عبادت کی دعوت دی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ کیا میں اللہ کے سوا اپنا کوئی اور رب بنالوں، جسے اللہ کی عبادت میں شریک کروں، حالانکہ کائنات کی ہر چیز کا پروردگار تو اللہ ہے اور میں بھی کائنات کا ایک حصہ ہوں تو پھر میرا پروردگار کوئی دوسرا کیسے ہوسکتا ہے؟

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ : اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہر چیز کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی کسی چیز کا مالک نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴾ [یونس : ۳۱] ''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔''

وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا : یعنی قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا، اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھا صلہ ملے گا اور اگر اعمال برے ہوئے تو برا صلہ ملے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٦] ”جس نے نیک عمل کیا سو اپنے لیے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہوگی اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔“

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى : یعنی کسی کے گناہ کے بوجھ کو کوئی دوسرا نہیں اٹھائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴾ [الطور : ٢١] ”ہر آدمی اس کے عوض جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٣١] ”یقیناً خسارے میں رہے وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس قیامت اچانک آ پہنچے گی کہیں گے ہائے ہمارا افسوس! اس پر جو ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر اٹھائیں گے۔ سن لو! برا ہے جو وہ بوجھ اٹھائیں گے۔“

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ : یعنی تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، ہم اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے، پھر تم بھی اللہ کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے اور ہم بھی اور وہ ہمیں اور تمھیں جن باتوں میں اختلاف تھا ان کے بارے میں ہم سب کو بتا دے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الحج : ٦٩] ”اللہ قیامت کے دن تمھارے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴾ [سبا : ٢٥، ٢٦] ”کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔ کہہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور وہی خوب فیصلہ کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ١٦٥

”اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بھیجا، تاکہ وہ اسے یکے بعد دیگرے آباد کریں اور ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہو اور جب وہ مر جائے تو اس کی اولاد اس کی وارث بنے، اور ان کے درمیان فرق مراتب رکھا اور ایک دوسرے کو مختلف اعتبار سے فوقیت دی، تاکہ انھیں آزمائے، مال دار سے قیامت کے دن سوال کرے کہ کیا اس نے شکر ادا کیا اور

فقیر سے پوچھے کہ کیا اس نے صبر کیا؟ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معصیت سے ڈراتے ہوئے اور اپنی بندگی کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دیتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی نافرمانی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اس کی مغفرت فرماتا اور اس پر رحم کرتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ : یعنی اس نے تم کو زمین میں ایسی مخلوق بنایا کہ تم نسلاً بعد نسل، قرناً بعد قرن اور خلفاً بعد خلف زمین آباد کرتے ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۲۹] ”تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔“

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ : یعنی اس نے رزق، اخلاق، خوبیوں، خرابیوں، صورتوں، شکلوں اور رنگوں میں تم کو ایک دوسرے سے مختلف کر دیا اور اس میں بھی بہت حکمت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾ [الزخرف : ۳۲] ”ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے۔“ اور فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ۲۱] ”دیکھ ہم نے ان کے بعض کو بعض پر کس طرح فضیلت دی ہے اور یقیناً آخرت درجوں میں بہت بڑی اور فضیلت دینے میں کہیں بڑی ہے۔“

لِيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ : یعنی وہ تمھاری اس میں آزمائش کرے جس کا اس نے تم پر انعام فرمایا اور تمھارا امتحان یہ ہے کہ وہ دولت مند کو دولت دے کر آزمائے، پھر اس سے پوچھے کہ اس نے شکر ادا کیا ہے یا نہیں؟ اور فقیر کو فقر سے آزمائے اور اس سے یہ پوچھے کہ اس نے صبر کیا ہے یا نہیں؟ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں ایک دوسرے کے بعد بھیجنے والا ہے اور وہ یہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أهل الجنة الفقراء …… الخ : ۲۷۴۲۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۱۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ”بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمھیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی، کیونکہ مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور

ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ اونٹ“ یا اس نے گائے کہی، اسحاق بن عبداللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ فرمایا: ”چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں برکت دے گا، پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور میرا موجودہ عیب ختم ہو جائے، کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے الگ رہتے ہیں۔ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے پوچھا، کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ گائے! فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں برکت دے گا۔ پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور کہا کہ تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے دے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں! فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے، یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ کوڑھی کے پاس اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین وفقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان واسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمھیں اچھا رنگ اور اچھا چمڑا اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں، جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمے حقوق اور حق بہت سے ہیں۔ فرشتے نے کہا، غالباً میں تمھیں پہچانتا ہوں، کیا تمھیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے، تم ایک فقیر اور قلاش تھے، پھر تمھیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمھیں تمھاری پہلی حالت پر لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دے، اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا، اس کی (اسی پہلی) شکل وصورت میں اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمھیں تمھاری بینائی واپس دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں، جس سے میں اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومحتاج تھا اور اللہ تعالیٰ

نے مجھے مال دار بنایا۔ تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم! جب تم نے اللہ کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمھارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمھیں ہرگز نہیں روک سکتا۔ فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب حدیث أبرص و أعمی و أقرع فی بنی إسرائیل : ۳٤٦٤]

اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کس کس قدر شدید سزائیں ہیں تو وہ کبھی (اس کی) جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کی رحمت کس قدر بے پایاں ہے تو ان میں سے بھی کوئی (اس کی) جنت سے مایوس نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے اور ان میں سے صرف ایک حصہ اپنی مخلوق میں بانٹا ہے، اسی کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں اور باقی ننانوے حصے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالٰی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۲۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب لو یعلم المؤمن ما عند اللہ من العقوبة : ۳۵٤۲۔ مسند أحمد : ۲/ ۳۳٤، ح : ۸٤۳٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے، یہ لکھا ہے، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة اللہ تعالٰی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۱]

سورة الاعراف مكية

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓمّٓصٓ ۝۱ كِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ فَلَا يَكُنۡ فِيۡ صَدۡرِكَ حَرَجٌ مِّنۡهُ لِتُنۡذِرَ بِهٖ وَ ذِكۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۲

''الٓمّٓصٓ۔ ایک کتاب ہے جو تیری طرف نازل کی گئی ہے، تو تیرے سینے میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ تو اس کے ساتھ ڈرائے اور ایمان والوں کے لیے سراسر نصیحت ہے۔''

نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ یہ کتاب آپ کے رب کی طرف سے اس لیے اتاری گئی ہے کہ لوگوں کو آپ اس کے ذریعے عذابِ الٰہی سے ڈرائیں اور مومنوں کے لیے یہ کتاب باعثِ رحمت ہو۔ اس کتاب کے نزول کے یہ دو مقصد ہیں، لہٰذا آپ انھی دو مقاصد کو سامنے رکھیں۔ آپ کا کام بس اتنا ہے کہ کافروں کو ڈرائیں اور مومنوں کو نصیحت کریں۔ اس کے بعد آپ کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ گمراہوں کے ایمان لانے کی فکر میں اپنے آپ کو نہ گھلائیں۔ اگر وہ ایمان نہیں لاتے اور آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ اپنے سینے میں تنگی محسوس نہ کریں، بے فکری کے ساتھ تبلیغ کرتے رہیں اور نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِيۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ﴾ [النحل : ۱۲۷] ''اور صبر کر اور نہیں تیرا صبر مگر اللہ کے ساتھ اور ان پر غم نہ کر اور نہ کسی تنگی میں مبتلا ہو، اس سے جو وہ تدبیریں کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ اَلَّا يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [الشعراء : ۳] ''شاید تو اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا ہے، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔''

اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ۝۳

''اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔''

اس آیت میں امت کو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کی پیروی کا اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی پیروی نہ کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ اللہ کے نازل کردہ کے سوا کسی بھی دوسرے کی پیروی کرنا اللہ کے مقابلے میں ''مِنْ دُوْنِهٖٓ'' یعنی غیر اللہ کو اولیاء بنانا ہے۔ قرآن و سنت کے مقابلہ میں کسی کی بات مت مانو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام، بزرگ، محقق یا دانشور ہو، ہر ایک کی بات کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ اگر کوئی بات قرآن و حدیث میں صریح الفاظ میں نہ ملے تو کسی آیت یا حدیث میں اس کی طرف اشارہ ضرور ہو گا۔ اس کے لیے کسی بھی بڑے عالم سے پوچھ سکتے ہیں۔ کسی ایک ہی کی ہر بات میں تقلید کرنا، خواہ وہ صحیح ہو یا غلط تو یہی بات ''مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ'' کی طرف لے جائے گی، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ ۝

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔''

جو لوگ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب و سنت کی اتباع نہیں کرتے انھیں دھمکی دی گئی ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سی بستیوں والوں نے ہمارے رسولوں کی مخالفت کی اور ان کی تکذیب کی، تو ہمارے عذاب نے انھیں رات کو سونے کی حالت میں یا دن میں دوپہر کو آرام کرتے وقت آ دبوچا۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا : یعنی کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں غیر اللہ کی عبادت اور رسولوں کو جھٹلانے کی وجہ سے ہم نے ہلاک کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الأنعام: ١٠] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴾ [الحج : ٤٥] ''سو کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بے کار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونا گچ محل۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴾ [القصص: ٥٨] ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اترا گئی تھیں، تو یہ ہیں ان کے گھر جو ان کے بعد آباد نہیں کیے گئے مگر بہت کم اور ہم ہی ہمیشہ وارث بننے والے ہیں۔''

فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآىِٕلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآىِٕمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٩٧، ٩٨] ''تو کیا بستیوں والے بے خوف

ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِیْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝ اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾ [النحل: ٤٥ تا ٤٧] ''تو کیا وہ لوگ جنھوں نے بری تدبیریں کی ہیں، اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے، یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے وہ سوچتے نہ ہوں۔ یا وہ انھیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انھیں خوفزدہ ہونے پر پکڑ لے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝

''پھر ان کی پکار، جب ان پر ہمارا عذاب آیا، اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔''

یعنی جب ان کے پاس ہمارا عذاب آ گیا اس وقت انھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا اور واقعی ہم عذاب کے مستحق ہیں، مگر اس وقت کا اعتراف گناہ ان کے کس کام آ سکتا تھا؟ جب گناہ سے توبہ کا وقت تھا اس وقت تو غفلت کی نیند سوتے رہے۔ ایسے وقت میں ان کے منہ سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلنے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے بھی ان کے دماغ میں یہ بات ہر وقت رہتی تھی کہ ہم شرک کر کے اور اللہ کے رسول کو جھٹلا کر ظلم کر رہے ہیں، مگر ان کے تکبر اور عناد نے انھیں اقرار نہیں کرنے دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰی مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا یٰوَیْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ﴾ [الأنبیاء: ١١ تا ١٥] ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ کر رکھ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد اور لوگ نئے پیدا کر دیے۔ تو جب انھوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا اچانک وہ ان (بستیوں) سے بھاگ رہے تھے۔ بھاگو نہیں اور ان (جگہوں) کی طرف واپس آؤ جن میں تمھیں خوش حالی دی گئی تھی اور اپنے گھروں کی طرف، تاکہ تم سے پوچھا جائے۔ انھوں نے کہا، ہائے ہماری بربادی! یقیناً ہم ظالم تھے۔ تو ان کی پکار ہمیشہ یہی رہی، یہاں تک کہ ہم نے انھیں کٹے ہوئے، بجھے ہوئے بنا دیا۔''

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

''تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔''

اللہ تعالیٰ جب قیامت کے دن تمام امتوں کو فیصلہ کے لیے جمع کرے گا، تو وہ ہر امت، ہر گروہ اور ہر فرد سے پوچھے گا کہ انھوں نے انبیاء و رسل کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا؟ کیا وہ اس دین اور اس کتاب پر ایمان لائے تھے جو انبیاء لے کر آئے تھے؟ کیا انھوں نے توحید اور اللہ کی بندگی و اطاعت کے بارے میں ان کا پیغام قبول کیا تھا؟ اور رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے اللہ کا پیغام مِن و عَن اور بے کم و کاست پہنچا دیا تھا؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [القصص : ٦٥] ''اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا؟'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ [المائدۃ : ١٠٩] ''جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا، پھر کہے گا تمھیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں، بے شک تو ہی چھپی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے اے میرے رب، میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے، جی ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا کیا انھوں نے تم کو (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، تمھارے لیے کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ الغرض، وہ لوگ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے (تیرے احکام) پہنچا دیے تھے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالی : ﴿ و کذلك جعلناکم أمة وسطاً ﴾ : ٤٤٨٧]

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝

''پھر یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔''

یعنی قیامت کے دن ہم اپنے علم کی بنیاد پر لوگوں کو ان تمام اعمال کا حال سنائیں گے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔ جب وہ عمل کر رہے تھے تو ہم اس وقت غائب نہیں تھے، ہم ان کو دیکھ رہے تھے، ان کے تمام اعمال ہمارے علم میں تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یونس : ٦١] ''اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴾ [المجادلۃ : ۶، ۷] ''جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَ مَا كُنَّا غَآىِٕبِیْنَ : سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم جب کسی وادی پر چڑھتے تو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہتے اور اپنی آواز کو بلند کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ غائب کو، وہ تو تمھارے ساتھ ہے، سننے والا ہے اور قریب ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من رفع الصوت في التكبير : ۲۹۹۲۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر : ۲۷۰٤]

وَ الْوَزْنُ یَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ۝۹

''اور اس دن وزن حق ہے، پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔''

انبیاء و رسل اور افراد اور جماعتوں سے سوال کیے جانے اور انھیں ان کے اعمال کی خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میزان (ترازو) قائم کرے گا، تاکہ بندوں کے اعمال کا وزن کرے۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو کر جھک جائے گا وہ جہنم سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہو گا اور جس کا پلڑا نیکیوں کی کمی اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہلکا ہو کر اوپر اٹھ جائے گا اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ

مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝﴾ [القارعة : ٦ تا ٩] ''تو لیکن وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے۔ تو وہ خوشی کی زندگی میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کی ماں ہاویہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝﴾ [المؤمنون : ١٠٢ تا ١٠٤] ''پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔''

وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ : یعنی ہر ایک کے نیک و بد اعمال کا وزن ہوگا، جیسا کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورۂ بقرہ اور آل عمران قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا وہ دو بادل یا دو سائبان یا صفیں باندھے ہوئے پرندوں کی دو جماعتیں ہوں۔'' [مسلم، كتاب صلوة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن و سورة البقرة : ٨٠٤]

دوسرا قول یہ ہے کہ اعمال کی کتاب کا وزن کیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میرے ایک امتی کو سب مخلوقات کے سامنے پکار کر طلب کیا جائے گا۔ اس کے ننانوے رجسٹر کھول دیے جائیں گے، ہر رجسٹر اتنا بڑا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچے گی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو اس (تمام ریکارڈ) میں سے کسی چیز (کسی گناہ) کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے مقرر کیے ہوئے محافظ کاتبوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے (کہ تیری نیکیاں نہ لکھی ہوں یا گناہ زیادہ لکھ دیے ہوں) ؟ وہ کہے گا، نہیں، میرے مالک! پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا ان (گناہوں) کے علاوہ تیری کوئی نیکی بھی ہے؟ وہ (شخص خوف زدہ ہو جائے گا اور) کہے گا، نہیں اے میرے مالک! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیوں نہیں، ہمارے پاس تیری نیکیاں بھی ہیں اور آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس (کے عمل) کا ایک (کاغذ کا چھوٹا سا) پرزہ لایا جائے گا۔ اس پر لکھا ہوگا: « اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » بندہ کہے گا، یا رب! ان رجسٹروں کے مقابلے میں یہ پرزہ کیا (حیثیت رکھتا) ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، چنانچہ وہ تمام رجسٹر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ پرزہ ایک پلڑے میں رکھا جائے گا۔ وہ تمام رجسٹر اوپر اٹھ جائیں گے اور وہ پرزہ بھاری ثابت ہوگا۔'' [ترمذي، كتاب الإيمان، باب ما جاء فيمن يموت وهو يشهدأن لا إله إلا الله : ٢٦٣٩۔ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ما يرجى من رحمة الله : ٤٣٠٠]

تیسرا قول یہ ہے کہ صاحب عمل کا وزن کیا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت موٹا تازہ آدمی آئے گا، مگر اللہ کے ہاں اس کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی

نہیں ہوگا۔'' اور آپ نے فرمایا: ''اس آیت کریمہ کو پڑھو: ﴿ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴾ [الكهف : ۱۰۵] ''سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيت ربهم ﴾ : ۴۷۲۹۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين ، باب صفه القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں، ان کی پنڈلیاں باریک تھیں، لوگ ان کی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنس پڑے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کس بنا پر ہنس رہے ہو؟'' انھوں نے کہا، اے اللہ کے نبی! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کی وجہ سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات گرامی کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۲۰، ۴۲۱، ح : ۳۹۹۰۔ مسند أبي يعلى : ۹/ ۲۰۹، ح : ۵۳۱۰]

کبھی اشیاء کو واضح شکل میں تولا جائے گا، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدۂ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لیے) گھوڑا، پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہوگا (اور سب پر اس کو ثواب ملے گا)۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب من احتبس فرسا لقوله تعالىٰ : ﴿ و من رباط الخيل ﴾ : ۲۸۵۳]

ان تمام احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ یہ تمام صورتیں صحیح ہیں، کبھی اعمال کا وزن کیا جائے گا، کبھی ان رجسٹروں کا وزن کیا جائے گا جن میں اعمال لکھے ہوں گے اور کبھی ان اعمال کے کرنے والے کا وزن کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۱۰ ع ۸

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے احسانات کو شمار کراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ اس نے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ بنا دیا، اس میں پہاڑ اور نہریں بنا دیں، اس میں مکانات اور محلات بنا دیے، اس کی نفع بخش چیزوں کو ان کے لیے مباح قرار دے دیا، ان کے لیے بادلوں کو مسخر کر دیا، تاکہ وہ ان کے لیے زمین سے رزق نکالیں اور اس نے اس میں ان کے لیے اسباب معیشت اور کمانے کے مختلف طریقے مہیا کر دیے کہ یہ لوگ تجارت کرتے اور حصول دنیا کے لیے مختلف انواع و اقسام کے اسباب کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے باوجود اکثر لوگ اپنے رب کا بہت کم شکر ادا کرتے ہیں۔

انسان کے شرف و بزرگی اور سامانِ معیشت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴾

[بني إسرائيل : ۷۰] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انھیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔''

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ⑪

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھارا خاکہ بنایا، پھر ہم نے تمھاری صورت بنائی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔''

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی قدر و منزلت اور ان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد بنی آدم کو تنبیہ کی ہے کہ ان کا سب سے بڑا دشمن ابلیس ہے، جو آدم کی ابتدائے آفرینش ہی سے ان کے اور ان کی اولاد کے خلاف حسد کی آگ میں جلتا رہا ہے اور انھیں دینی اور دنیاوی طور پر نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہے، اس لیے اس سے بچنا لازم ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا اور انسان کی شکل دے کر اس میں روح پھونکی تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ اسے سجدہ کریں۔ چنانچہ سب نے بات مانی اور اطاعت کی، لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ : اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ مٹی کے خلاصے سے تو وہی پیدا ہوئے ہیں، جبکہ ان کی اولاد نطفے سے پیدا ہوئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۞ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [الٓمٓ تنزيل : ۷ تا ۹] ''جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔ پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔''

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [الكهف : ۵۰] ''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔''

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ⑫ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ⑬

’’فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ فرمایا پھر اس سے اتر جا، کیوں کہ تیرے لیے یہ نہ ہوگا کہ تو اس میں تکبر کرے۔ سو نکل جا، یقیناً تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے، اس لیے تو جنت سے نکل جا، یہ جگہ اللہ کے نافرمانوں کے لیے نہیں ہے۔ اللہ کے حکم کے مقابلے میں تکبر کرنے والا احترام و تعظیم کا نہیں، ذلت و خواری کا مستحق ہے۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ : ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کی صراحت کے بموجب وہ جنات میں سے تھا، لیکن آسمان پر فرشتوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس سجدہ کو کرنے کے حکم میں شامل تھا، جو اللہ نے فرشتوں کو دیا تھا۔ اسی لیے اس سے باز پرس بھی ہوئی اور اس پر عتاب بھی نازل ہوا، اگر وہ اس حکم میں شامل ہی نہ ہوتا تو اس سے باز پرس ہوتی نہ وہ راندۂ درگاہ قرار پاتا۔

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ : یعنی آگ مٹی سے افضل ہے اور افضل اپنے سے کم درجہ کو کیسے سجدہ کر سکتا ہے، خواہ اس کا حکم دینے والا اس کا پروردگار ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح گویا شیطان نے واضح حکم کی موجودگی میں عقلی قیاس سے کام لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دھتکارا گیا اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴾ [الرحمٰن : ۱٤، ۱٥] ’’اس نے انسان کو بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو ٹھیکری کی طرح تھی۔ اور جن کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جنات آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام اس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں جو تمھیں بتائی جا چکی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب فی أحادیث متفرقۃ : ۲۹۹٦]

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا : یعنی تکبر کے بعد جنت میں رہنے کا شرف تیرے پاس رہنا ممکن ہی نہیں۔ یہی حال ہر تکبر اور غرور والے کا ہوگا۔ سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عزت اس (یعنی اللہ) کی ازار (نیچے کی چادر) ہے اور کبریائی اس کی ردا (اوپر کی چادر) ہے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو مجھ سے یہ چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اسے عذاب دوں گا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الکبر : ۲٦۲۰]

قَالَ اَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝۱۴ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝۱۵ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۱۶ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ

وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآىِٕلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

’’اس نے کہا مجھے اس دن تک مہلت دے جب یہ اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔‘‘

ابلیس نے کہا، اے رب! مجھے مہلت دے اور اس دن تک موت نہ دے جب آدم اور اس کی اولاد قبروں سے اٹھائی جائے گی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کے فنا ہونے تک کی مہلت دے دی۔ ابلیس کا مقصد اولاد آدم کی کثیر تعداد کو گمراہ کرنا تھا، تاکہ آدم علیہ السلام سے انتقام لے سکے، جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔ جب اللہ نے اس کی بات مان لی تو عناد و تمرد میں اور آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ جب تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے تو اب ان انسانوں کو میں چین سے نہیں رہنے دوں گا، ان کے در پے ہو جاؤں گا اور انھیں تیری سیدھی راہ (دین اسلام) سے گمراہ کروں گا۔ انھیں ہر طرف سے گھیر لوں گا، بھلائی سے روکوں گا اور برائی کو خوبصورت بنا کر پیش کروں گا، تاکہ وہ سرکشی پر اتر آئیں اور پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ ان میں سے اکثر لوگ ناشکری کریں گے، تیری عبادت نہیں کریں گے اور عقیدۂ توحید پر قائم نہیں رہیں گے۔

قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ : مطلب یہ ہے کہ ہر خیر اور شر کے راستے پر میں بیٹھوں گا، خیر سے ان کو روکوں گا اور شر کو ان کی نظروں میں پسندیدہ بنا کر ان کو اختیار کرنے کی ترغیب دوں گا۔ اسی کیفیت کا ایک منظر درج ذیل حدیث میں ملاحظہ کیجیے، سیدنا سبرہ بن ابی الفاکہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ’’بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لیے اللہ کے راستوں پر بیٹھ جاتا ہے، وہ اسلام کے راستے پر بیٹھ جاتا ہے اور ابن آدم سے کہتا ہے کہ کیا تو اسلام قبول کر کے اپنے دین کو، اپنے آبا و اجداد کے دین اور اپنے باپ کے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ مگر ابن آدم اس کی نافرمانی کرتے ہوئے اسلام کو اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اسی طرح شیطان راہ ہجرت پر بیٹھ جاتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے، کیا تو ہجرت کر کے اپنی زمین اور اپنے آسمان کو چھوڑ رہا ہے؟ مہاجر کی مثال تو گھوڑے کی سی ہے جس کی رسی کو دراز کر دیا گیا ہو، مگر مومن شیطان کی نافرمانی کر کے ہجرت کر لیتا ہے۔ پھر وہ مومن کے لیے راہ جہاد پر بیٹھ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے یہ تو بس نفس اور مال کی مشقت ہے۔ سو اگر تو جنگ کرے گا تو مارا جائے گا، پھر تیری بیوی سے کوئی نکاح کر لے گا اور تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا، مگر مرد مومن شیطان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو مسلمان یہ کام کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، یا اگر شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر

غرق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر اس کی سواری اس کو گرا دے اور وہ فوت ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کر دے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۴۸۳، ح : ۱۵۹۶۴۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب ما لمن أسلم وهاجر وجاهد : ۳۱۳۶]

ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ : اسی لیے نبی کریم ﷺ نے شیطان سے تمام جہات سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے کہ شیطان کسی بھی طرف سے انسان پر مسلط نہ ہو، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ صبح و شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے اور کبھی ان کے پڑھنے میں ناغہ نہیں کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِیْ دِيْنِیْ وَدُنْيَایَ وَاَهْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَّوْعَاتِیْ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَيْنِ يَدَیَّ، وَمِنْ خَلْفِیْ، وَعَنْ يَّمِيْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ » ''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں خیر و عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور اپنے دین میں اور دنیا میں اور اپنے اہل میں اور مال میں عافیت و سلامتی چاہتا ہوں، اے اللہ! تو میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن سے بدل دے۔ اے اللہ! تو میری حفاظت فرما، میرے آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی اور میری دائیں طرف سے بھی اور میری بائیں طرف سے بھی اور میرے اوپر سے بھی اور میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے کی طرف سے اچانک کسی مصیبت میں ڈال دیا جاؤں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۲۵، ح : ۴۷۸۴۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح : ۵۰۷۴۔ نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الخسف : ۵۵۳۱]

وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ : ابلیس نے گو یہ بات گمان اور توہم کی وجہ سے کہی تھی، مگر حکمت الٰہی دیکھیے کہ ابلیس کا یہ ظن اور وہم واقعہ کے مطابق ہو گیا اور اکثر و بیشتر انسانوں نے اس کی اتباع کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّا لِنَعۡلَمَ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِالۡاٰخِرَةِ مِمَّنۡ هُوَ مِنۡهَا فِيۡ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ حَفِيۡظٌ ﴾ [سبا : ۲۰، ۲۱] ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچا کر دکھایا تو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ اور اس کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم جان لیں کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ) جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔''

قَالَ اخۡرُجۡ مِنۡهَا مَذۡءُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ؕ لَمَنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝۱۸

”فرمایا اس سے نکل جا مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، بے شک ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا میں ضرور ہی جہنم کو تم سب سے بھروں گا۔“

اللہ تعالیٰ نے شیطان پر مزید لعنت اور رحمت سے دوری کا اعلان کرتے ہوئے دوبارہ کہا کہ تو یہاں سے ذلیل و رسوا ہو کر نکل جا، اور یہ بات تو اور تیری پیروی کرنے والے جان لیں کہ اگر وہ لوگ تیری اتباع کریں گے، تو میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے، پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا، اس لیے اسے جنت ملے گی، مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا، میں نے نافرمانی کی تو مجھے جہنم ملے گی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة : ۸۱۔ مسند أحمد : ۲/ ٤٤٣، ح : ۹۷۲٦]

لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ : جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۞ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۞ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴾ [بني إسرائيل : ٦٣ تا ٦٥] ”فرمایا جا، پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو بے شک جہنم تمھاری جزا ہے، پوری جزا۔ اور ان میں سے جس کو تو اپنی آواز کے ساتھ بہکا سکے بہکا لے اور اپنے سوار اور اپنے پیادے ان پر چڑھا کر لے آ اور اموال اور اولاد میں ان کا حصہ دار بن اور انھیں وعدے دے اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔ بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔“

وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۞۲۰ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۞۲۱

”اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا

اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔“

اللہ نے ابلیس کو جنت سے یا فرشتوں کے زمرے سے نکال دیا اور آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لیے جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انھیں روک دیا اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ شیطان نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو اس کی حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے ساتھ مکر و فریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے تھے اور انھوں نے جو خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، وہ سب کچھ ان سے چھن جائے۔ چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمھارے رب نے تمھیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اگر اسے کھا لو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاج نہیں رہے گی، یا تمھیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہو گے۔ ابلیس نے انھیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں، تبھی تو یہ راز تمھیں بتایا ہے۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا : شیطان سے مراد اس آیت میں ابلیس ہی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ١ؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۝ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۱۶ تا ۱۲۰] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا۔ تو ہم نے کہا بے شک یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے، سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکال دے کہ تو مصیبت میں پڑ جائے گا۔ بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا۔ اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔ پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟“

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ١ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ١ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا١ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

''پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے اور ان دونوں کو ان کے رب نے آواز دی کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا اور تم دونوں سے نہیں کہا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔ دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

شیطان نے دونوں کو دھوکا دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا اور اس نے ان دونوں کو ارتکاب معصیت کی ہمت دلائی۔ چنانچہ جب انھوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھا لیا تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے اور انھیں اپنی شرمگاہیں نظر آنے لگیں، تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے، تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ تعالیٰ نے بطور عنایت ان سے کہا، کیا میں نے تمھیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟ اس وقت انھوں نے اپنی غلطی کا اللہ کے حضور اعتراف کیا اور اللہ نے انھیں سکھایا کہ اپنی غلطی کی معافی کے لیے یہ دعا کریں: ﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۳] ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔''

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۲ ۹

''فرمایا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ایک ٹھکانا اور کچھ (زندگی کا) سامان ہے۔ فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔''

اللہ نے آدم وحوا علیہما السلام کی توبہ تو قبول کر لی لیکن ان سے کہا کہ ارتکابِ معصیت کے بعد اب جنت میں تمھارے لیے جگہ نہیں رہی، ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تم دونوں نے شجرۂ ممنوعہ کھا کر اللہ کی نافرمانی کی، اس لیے اب تمھاری جگہ زمین ہوگی اور رہتی دنیا تک تم اور تمھاری ذریت اور ابلیس اور اس کی ذریت کے درمیان عداوت چلتی رہے گی۔ تم سب زمین ہی پر رہو گے اور دنیا کی عارضی نعمتوں سے موت آنے تک فائدہ اٹھاتے رہو گے، وہیں زندہ رہو گے، وہیں مرو گے اور قیامت کے دن وہیں سے اٹھائے جاؤ گے۔

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوتُونَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُونَ: ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾ [طٰهٰ : ٥٥] ''اسی سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور اسی میں تمھیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمھیں ایک اور بار نکالیں گے۔''

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا ہے، جو تمھاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی اور تقویٰ کا لباس! وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں رہنے کی جگہ اور کھانے پینے کی چیزیں دیں اور جنت کا لباس چھن جانے کے بعد لباس دیا، جس کے ذریعے وہ ستر پوشی کرتا ہے اور زیب و زینت اختیار کرتا ہے۔ ان نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے، شرک و معاصی سے تائب ہو اور تقویٰ کی راہ کی طرف گامزن ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا کہ آدمی اگر تقویٰ کا لباس زیب تن کرے تو یہ اس کے لیے ہر طرح سے بہتر ہے۔ تقویٰ کے لباس کا مطلب یہ ہے کہ لباس پردہ پوش یعنی ساتر ہو، ایسا پتلا اور شفاف نہ ہو کہ پہننے کے باوجود جسم کی سلوٹیں اور مقامات ستر سب کچھ نظر آتا رہے۔ دوسرے یہ کہ لباس فاخرانہ اور متکبرانہ نہ ہو اور نہ دامن دراز ہو اور نہ اپنی حیثیت سے کم تر درجے کا اور گندہ ہو، کیونکہ یہ سب باتیں تقویٰ کے خلاف ہیں۔ تیسرے وہ لباس ایسا بھی نہ ہو کہ مرد عورتوں کا لباس پہن کر عورت بننے کی کوشش کرنے لگیں اور عورتیں مردوں کا سا پہن کر مرد بننے کی کوشش کرنے لگیں، کیونکہ اس سے ان کی اپنی اپنی جنس کی توہین ہوتی ہے اور چوتھے یہ کہ مرد ریشمی لباس نہ پہنیں اور پانچواں یہ کہ اپنا لباس ترک کر کے کسی غیر مسلم قوم کی نقالی نہ کی گئی ہو، کیونکہ غیر مسلموں کی تہذیب و تمدن اور ان کا لباس اختیار کرنے سے جہاں تمھارا قومی تشخص مجروح ہوگا وہاں یہ بات اس قوم کے مقابلہ میں تمھاری ذہنی مرعوبیت کی بھی دلیل ہوگی۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے عرض کی، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ٩١]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے۔'' [بخاری، كتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين

بالنساء من البيوت : ٥٨٨٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک شخص اپنے (خوبصورت) بالوں اور چادر (تہ بند) پر اتراتے ہوئے جا رہا تھا، آخر کار وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، تو وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا۔“ [مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم التبختر ...... الخ : ٢٠٨٨]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنا کپڑا غرور سے زمین پر کھینچے (گھسیٹے)۔“ [مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب ...... الخ : ٢٠٨٥]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حریر (ریشمی کپڑا) مت پہنو، کیونکہ جو (مرد) دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔“ [مسلم، كتاب اللباس، باب لبس الحرير ...... الخ : ١١/ ٢٠٦٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری قسم وہ عورتیں جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، سیدھی راہ سے بہکنے والی اور دوسروں کو بہکانے والی۔ ان کے سر بختی اونٹ کی کوہان کی طرح ہوں گے، ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوں گی، بلکہ جنت کی خوشبو بھی ان کو نصیب نہیں ہوگی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہوگی۔“ [مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات ...... الخ : ٢١٢٨]

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَاۤ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

”اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تاکہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انھیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند حقائق سے آگاہ فرمایا ہے، ایک یہ کہ شیطان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہیں، وہ اگر تمھارے باپ کو مکر و فریب سے اور سبز باغ دکھا کر جنت سے نکلوا سکتا ہے تو تمھارے ساتھ وہ کیا کچھ نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ شیطان کا سب سے پہلا وار یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کو فحاشی میں مبتلا کر دے، بے حجابی کو عام کر دے اور تمھارے پردۂ شرم و حیا کو تار تار کر دے، تیسرے یہ کہ تمھارا دشمن تمھیں دیکھ رہا ہوتا ہے جبکہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے اور ظاہر ہے کہ ایسا دشمن اپنے مدمقابل (انسان) پر وار اس وقت کرے گا جب وہ غفلت میں پڑا ہو اور اس کا یہ وار شدید تر

ہوگا اور چوتھے یہ کہ اس کا وار صرف ان لوگوں پر چل سکے گا جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوں گے، کیونکہ اللہ کو یاد کرنے والے اور اس کی فرماں برداری کرنے والے ایک ایسی پناہ میں آ جاتے ہیں جہاں سے وہ تو شیطانوں کو دیکھتے ہیں یعنی ان کی چالوں کو سمجھ جاتے ہیں، مگر شیطان انھیں نہیں دیکھ پاتے۔ گویا معاملہ بالکل الٹ ہو جاتا ہے اور ایسے لوگوں پر شیطان کا حملہ بہت کم کارگر ہوتا ہے۔

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

"اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔"

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا : دورِ جاہلیت میں عرب لوگ ننگا ہو جانے کو کوئی معیوب فعل تصور نہیں کرتے تھے، بغیر پردہ اور اوٹ کے ننگا نہانا، راستے ہی میں بلا جھجک رفع حاجت کے لیے بیٹھ جانا، یا محفل میں کسی کا ستر کھل جانے کو وہ عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اس سے بھی شرمناک فعل یہ تھا کہ وہ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے۔ عورتیں اس شرمناک فعل میں مردوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایامِ جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی: «اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ أَوْ كُلُّهٗ، وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهٗ» "آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا اور جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔" تو یہ آیت: ﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ [الأعراف : ۳۱] "ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو" اسی بارے میں نازل ہوئی۔ [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ خذوا زينتكم عند كل مسجد ﴾ : ۳۰۲۸]

یہ بد رسم فتح مکہ کے بعد اللہ کے حکم سے ختم کر دی گئی۔ ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور بعد میں تاکید مزید کے طور پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ چنانچہ حج کے اجتماع میں جو عام اعلان کیا گیا اس کے دو اہم نکات یہ تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتا اور دوسرا یہ کہ آئندہ کوئی ننگا ہو کر کعبہ کا طواف نہیں کر سکتا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ...... الخ : ۱۶۲۲]

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ : فواحش سے مراد وہ عبادات ہیں جو انھوں نے از خود ایجاد کر رکھی تھیں، مثلاً ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ۹۰] "بے شک اللہ عدل اور احسان اور

قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے (تمام) بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قوله تعالٰى : ﴿ويحذركم الله نفسه﴾ : ۷۴۰۳]

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ : اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بھی سخت تنبیہ ہے جو محض باپ دادا کی رسموں کو دین سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور ان مقلدین کے لیے بھی جو امام پرستی، شیخ پرستی یا کسی بھی شخصیت پرستی میں گرفتار ہیں۔ جب بھی انھیں حق کی بات دلیل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اور وہ لا جواب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہمارے بزرگوں کو اس کا علم نہ تھا یا وہ جاہل تھے؟ ہمارے بڑے یہی کرتے آئے ہیں، ہم بھی اسی پر قائم رہیں گے۔ یہی وہ خصلت ہے جس کی وجہ سے یہودی یہودیت پر اور نصرانی نصرانیت پر قائم رہے اور بدعتی بدعت پر قائم ہیں۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ١ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾

''کہہ دے میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔ جس طرح اس نے تمھاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے۔''

اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا، بلکہ وہ تو ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور توحید باری تعالیٰ کا حکم دیتا ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ''قسط'' سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام کی اتباع اور ان کی شریعتوں کی پابندی ہے۔ اور وہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ آدمی جب بھی اور جہاں بھی نماز پڑھے اسی کی رضا کے لیے پڑھے اور اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور وہ عبادت و دعا کی تمام صورتوں کو اللہ کے لیے خاص کرے۔ اس لیے کہ کوئی بھی عمل اللہ کے نزدیک اسی وقت قابلِ قبول ہوتا ہے جب وہ شریعت محمدی کے مطابق ہو اور شرک سے پاک صاف ہو۔

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابتدا میں ابن آدم کو مومن و کافر پیدا کیا، اسی طرح قیامت کے دن انھیں مومن و کافر اٹھائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [التغابن : ۲] ''وہی ہے جس نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود

نہیں! تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے سے کام کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل دوزخ کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے، اسی طرح ایک شخص اہل دوزخ کے سے کام کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے مابین تقریباً ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب سبقت لے جاتی ہے اور وہ اہل جنت کا سا کوئی کام کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔" [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ۳۲۰۸۔ مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ …… الخ : ۲۶۴۳]

دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم پہلے کچھ نہ تھے، اللہ نے کسی مشکل کے بغیر تمھیں پیدا فرمایا اسی طرح تمھارے مر جانے کے بعد وہ تمھیں دوبارہ نہایت آسانی سے زندہ کر دے گا اور جس طرح تم پیدا ہوئے تو تمھارے پاس کچھ نہ تھا، تم بغیر ختنے اور لباس کے تھے، ایسے ہی تم دوبارہ زندہ ہوتے وقت ہو گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۰۴] "جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: "لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور بغیر ختنوں کے جمع کیے جاؤ گے: ﴿ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۱۰۴] "جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا کی (اسی طرح) ہم اسے لوٹائیں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، یقیناً ہم ہمیشہ (پورا) کرنے والے ہیں۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً ﴾ : ۳۳۴۹۔ مسلم، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامۃ : ۲۸۶۰/۵۸]

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝۳۰

"ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔"

ہدایت تو اسے ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، حق کی تلاش میں جدوجہد کرے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ [الشوریٰ : ۱۳] "اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ [الرعد : ۲۷] "کہہ دے بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکا کر بیٹھے اور چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں، کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت میں یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ یہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔'' ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے پر کیوں بھروسا نہ کر لیں اور عمل کو چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا: ''جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔'' اور فرمایا: ''عمل کرو، ہر ایک کے لیے آسانی پیدا کی گئی ہے، نیکوں کے لیے آسان کیا جائے گا نیکوں کے اعمال کرنا اور بدوں کے لیے آسان کیا جائے گا بدوں کے اعمال کرنا۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی ...... الخ : ۲٦٤٧]

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۟ (۳۱) ع

''اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ : اس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو بیت اللہ کا عریاں طواف کیا کرتے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (دورِ جاہلیت میں) عورت عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتی اور کہتی، کون مجھے کپڑا دے گا؟ (تو ملنے والے) اس کپڑے کو اپنی شرمگاہ پر ڈالتی اور طواف کرتے ہوئے اس قسم کے اشعار پڑھتی: « اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ، وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ » ''آج (میرے) جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا، البتہ جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔'' اس (رسم) کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ ''ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو۔'' [مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله تعالٰی : ﴿ خذوا زينتكم عند كل مسجد ﴾ : ۳۰۲۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل ان کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا، مجھے قربانی کے دن چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا کہ میں لوگوں میں یہ اعلان کر دوں کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی شخص برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرے گا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب لا یطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرك : ۱٦۲۲۔ مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرك : ۱۳٤۷]

اس آیتِ کریمہ اور اس کی تفسیر میں وارد سنت نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خصوصاً جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے

وقت زینت کو اختیار کرنا اور خوشبو اور مسواک کا استعمال کرنا چاہیے، اس لیے کہ خوشبو بھی زینت ہے اور مسواک سے زینت کی تکمیل ہوتی ہے اور بہترین لباس سفید رنگ کا لباس ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سفید لباس زیب تن کیا کرو، کیونکہ یہ تمھارا بہترین لباس ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو اور بہترین سرمہ اثمد ہے، کیونکہ یہ نظر کو تیز کرتا اور بالوں کو اگاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱/۲٤۷، ح : ۲۲۲۳۔ أبوداوٗد، کتاب الطب، باب فی الکحل : ۳۸۷۸۔ ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء ما یستحب من الأکفان : ۹۹٤]

وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا : اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کھانے اور پینے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس کے بغیر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا اور انھیں حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے، آیت میں ''اسراف'' سے اکل حرام، فضول خرچی اور کھانے پینے میں بداحتیاطی بھی مراد ہیں۔ فضول خرچی اللہ کے نزدیک مبغوض صفت ہے، جو انسان کو محتاجی تک پہنچا دیتی ہے اور کھانے پینے میں بداحتیاطی تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حلال چیزوں میں سے) جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پیو، مگر دو باتوں سے ضرور بچو، اسراف اور تکبر سے۔ [بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ قل من حرم ...... ﴾ قبل الحدیث : ۵۷۸۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں۔'' [بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ قل من حرم زینة اللہ التی أخرج لعبادہ ﴾ : ۵۷۸۳۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب : ۲۰۸۵]

سیدنا مقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ابن آدم نے اپنے پیٹ سے برا اور کوئی برتن نہیں بھرا، حالانکہ ابن آدم کے لیے ایسے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کوئی ضرور ہی کھانے والا ہو تو اسے چاہیے کہ ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھے۔'' [مسند أحمد : ٤/۱۳۲، ح : ۱۷۱۹۱۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ٦۷٦۸۔ ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی کراھیة کثرة الأکل : ۲۳۸۰]

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۳۲

''تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔''

مشرکین نے جس طرح طواف کے وقت لباس پہننے کو ناپسند قرار دے رکھا تھا اسی طرح بعض حلال چیزیں بھی بطور

تقرب الٰہی اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، نیز بہت سی حلال چیزیں اپنے بتوں کے نام وقف کر دینے کی وجہ سے حرام گردانتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کی زینت کے لیے (مثلاً لباس وغیرہ) اور کھانے پینے کے لیے جو عمدہ چیزیں بنائی ہیں، انھیں کون حرام کرنے والا ہے؟

اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی سمجھتے ہیں اور ان صوفیوں کی بھی جو خود ساختہ وظیفے بتانے کے ساتھ ساتھ جاندار اور جاندار سے حاصل ہونے والی ہر چیز مثلاً دودھ، گھی، شہد وغیرہ کا کھانا منع کر دیتے ہیں اور اسے ترک حیوانات جلالی و جمالی کا نام دے رکھا ہے، جو دراصل ہندو سادھوؤں اور جوگیوں کا مذہب ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کے اثرات دیکھے جائیں۔“ [ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء أن اللہ تعالٰی یحب ...... الخ : ۲۸۱۹]

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے حرام کر لینے سے اللہ کی حلال کردہ چیزیں حرام نہیں ہو جائیں گی، وہ حلال ہی رہیں گی۔ یہ حلال و طیب چیزیں اصلاً اللہ نے اہل ایمان ہی کے لیے بنائی ہیں، گو کفار بھی ان سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ دنیوی چیزوں اور آسائشوں کے حصول میں وہ مسلمانوں سے زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں، لیکن یہ سب عارضی ہے، قیامت والے دن یہ نعمتیں صرف اہل ایمان کے لیے ہوں گی۔ کیونکہ کافروں پر جس طرح جنت حرام ہوگی اسی طرح جنتی ماکولات و مشروبات بھی حرام ہوں گے۔ دنیا میں یہ نعمتیں کفار کو اس لیے مل رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی ھوان الدنیا : ۲۳۲۰]

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

”کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔“

اس آیتِ کریمہ میں اساسی محرمات اور بنیادی گناہوں کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ ”فواحش“ سے مراد وہ بڑے گناہ ہیں جن کا تعلق شرمگاہوں سے ہوتا ہے اور ”اثم“ سے مراد ہر قسم کا گناہ ہے اور ”بغی“ سے مراد لوگوں پر ظلم و زیادتی ہے اور اللہ پر افترا پردازی یہ ہے کہ کسی کو اس کا بیٹا بنایا جائے، یا حلت و حرمت کے خود ساختہ احکام کو اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ : یہاں اللہ نے کفار کو سخت تنبیہ کی کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو تم نے حلال کر لیا اور جن چیزوں کو اللہ نے حلال کیا تھا ان کو حرام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کو حرام کیا تھا، لیکن تم اس کو حلال سمجھتے ہو اور پھر ڈھٹائی کے ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بھی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قبیح حرکت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَاۤ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۸] ”اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ کہہ دے بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱٤۸] ”عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت اور کوئی نہیں، اسی لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے، کسی اور کو نہیں۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۳۸۱، ح : ۳٦۱۵۔ بخاري، كتاب النكاح، باب الغيرة : ۵۲۲۰۔ مسلم، كتاب التوبة، باب غيرة الله تعالٰى و تحريم الفواحش : ۲۷٦۰]

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ : ”اَلْبَغْيَ“ سے مراد ناحق زیادتی کرنا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو وہ (اس دنیا ہی میں) اس سے معاف کروا لے، کیونکہ وہاں درہم و دینار نہیں، اس سے پہلے کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیاں لے لی جائیں اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو اس کے بھائی کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة : ٦۵۳٤]

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

''اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر زمانے کے رہنے والوں کی موت و ہلاکت کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جب وہ گھڑی آ جائے گی تو اسے کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ کبھی اللہ کسی سرکش قوم کو دنیا میں عذاب دے کر ہلاک کر دیتا ہے اور کبھی کسی کو چھوڑ دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کے افراد طبعی موت مر جاتے ہیں اور ان کا عذاب آخرت کے لیے اٹھا رکھا جاتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں نافرمان امتوں اور قوموں کی ہلاکت ان کے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

''اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں ماننے سے تکبر کیا، وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے بنی آدم کو خبر دی ہے کہ وہ اپنے انبیاء و رسل ان کے پاس بھیجے گا، جو اس کی آیتیں انھیں سنایا کریں گے۔ تو جو کوئی تقویٰ اور اصلاح کی راہ اختیار کرے گا، قیامت کے دن اسے کوئی خوف و غم لاحق نہیں ہوگا اور جو کوئی اس کی آیتوں کو جھٹلائے گا اور کبر و عناد سے کام لے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۸] ''اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۳۸، ۳۹] ''ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور

جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے گرد روشنی ہوئی تو اس میں کیڑے اور یہ جانور جو آگ میں ہیں، گرنے لگے اور وہ شخص ان کو روکنے لگا، لیکن وہ نہ رکے اور اس میں گرنے لگے۔ یہ مثال ہے میری اور تمھاری، میں تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر جہنم سے روکنے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ، جہنم کے پاس سے چلے آؤ، لیکن تم نہیں مانتے، اسی میں گھستے چلے جاتے ہو۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ ...... الخ : ۲۲۸٤/۱۸]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

”پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ ملے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے آئیں گے، جو انھیں قبض کریں گے تو کہیں گے کہاں ہیں وہ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی وہ کافر تھے۔“

اللہ پر افترا پردازی کرنے والوں اور اس کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کا مزید حال بیان کیا جا رہا ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود ان کے لیے دنیا میں جو عمر، روزی اور اعمال خیر وشر لکھ دیے گئے ہیں انھیں وہ اللہ کی طرف سے ضرور پائیں گے۔ پھر جب ان کی موت کا وقت آ جائے گا اور فرشتے ان کی روحوں کو قبض کر کے جہنم کی طرف لے جائیں گے، تو بطور زجر وتوبیخ ان سے کہیں گے کہ کہاں ہیں تمھارے وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ آج وہ تمھیں اس عذاب نار سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ وہ تو غائب ہو گئے، اب تو ہمیں ان سے کوئی امید نہیں ہے اور اپنے بارے میں اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم دنیا میں کافر تھے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ : یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے، یا اس کی نازل کردہ آیات کو جھٹلائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [یونس : ٦٩، ٧٠] ”کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا

فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴾ [لقمان : ۲۳، ۲٤] "اور جس نے کفر کیا تو اس کا کفر تجھے غم میں نہ ڈالے، ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر ہم انھیں بتائیں گے جو کچھ انھوں نے کیا۔ بے شک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہم انھیں تھوڑا سا سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔"

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تدفین کے لیے) نکلے۔ جب ہم قبرستان پہنچے تو قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد (اس قدر خاموشی سے) بیٹھ گئے، گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپ نے سر مبارک اوپر اٹھایا اور فرمایا: "عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔" آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ ارشاد فرمائی ...... پھر فرمایا: "کافر آدمی جب دنیا سے کوچ کرنے لگتا ہے اور آخرت کی طرف روانہ ہوتا ہے تو اس کی طرف سیاہ چہرے والے فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ (کے کفن) ہوتے ہیں اور وہ اس سے حد نگاہ کے فاصلے پر بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے خبیث روح! نکل (اور چل) اللہ کے غصے اور غضب کی طرف۔ تو روح جسم کے اندر چھپتی پھرتی ہے اور فرشتہ اسے اس طرح باہر کھینچتا ہے جیسے کانٹے دار لوہے کی سیخ گیلی اون سے باہر نکالی جاتی ہے۔ جب فرشتہ اس کی روح نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے لحہ بھر کے لیے بھی اسے ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے ٹاٹ (کے کفن) میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح سے زمین پر کسی مردار سے اٹھنے والی سڑاند جیسی بدبو آ رہی ہوتی ہے۔ فرشتے اسے لے کر اوپر (آسمان کی طرف) جاتے ہیں۔ (راستے میں) جہاں کہیں ان کا گزر فرشتوں پر ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے؟ جواب میں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جو دنیا میں لیا جاتا تھا، یہاں تک کہ فرشتے اسے لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں، فرشتے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن دروازہ نہیں کھولا جاتا۔" [مسند أحمد : ٤ / ۲۸۷، ۲۸۸، ح : ۱۸٥٦۱]

قَالُوْۤا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ : یہ آیت صریح نص ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی پکارنا، اس سے مدد مانگنا، فریاد کرنا، استغاثہ کرنا، اسے غوث یا مشکل کشا کہنا یا سمجھنا کفر ہے۔ چاہے وہ کتنی بڑی ہستی یا کوئی فرشتہ یا ولی ہو۔ قیامت کے دن وہ حضرات ان کو منہ بھی نہیں دکھائیں گے اور اللہ

کے سوا کسی کو پکارنے والے خود اپنے آپ پر شہادت دیں گے کہ واقعی ہم کافر اور ایمان سے محروم تھے۔

افسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ایسی واضح آیات کے ہوتے ہوئے مسلمان کہلانے والے بعض علماء اور پیر اور ان کے پیروکار غیر اللہ کو پکارتے اور ان سے مدد طلب کرتے ہیں، کوئی ''یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ'' کہتا ہے، کوئی یا علی مدد کہتا ہے، کوئی شیخ عبد القادر کو مدد کے لیے پکارتا ہے، پھر بھی یہ لوگ اپنے آپ کو پکے مسلمان اور موحدین کو کافر قرار دیتے ہیں۔ بہر حال قیامت کچھ دور نہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع ۴

''فرمائے گا ان جماعتوں کے ہمراہ جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکی ہیں، آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنے ساتھ والی کو لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جس وقت سب ایک دوسرے سے آملیں گے تو ان کی پچھلی جماعت اپنے سے پہلی جماعت کے متعلق کہے گی اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا، تو انھیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ فرمائے گا سبھی کے لیے دگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔ اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔''

''اُمَمٌ'' امت کی جمع ہے اور یہاں گزشتہ قوموں کے کفار مراد ہیں۔ جب بھی کوئی قوم جہنم میں داخل ہوگی تو ان لوگوں پر لعنت بھیجے گی جو پہلے سے جہنم میں ہوں گے اور کہے گی کہ ہماری گمراہی کا سبب تم ہی تو تھے۔ آیت میں ''اُوْلٰی'' سے مراد وہ کافر جن و انس ہیں جن کی لوگ کفر و شرک میں پیروی کرتے تھے اور ''اُخْرٰی'' سے مراد ان کے ماننے والے ہیں۔ سرادارانِ کفر و شرک اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ تم لوگوں نے کفر و گمراہی کو چھوڑ تو نہیں دیا تھا کہ ہمارے مقابلے میں تمھارا جرم ہلکا ہو گیا۔ تم بھی ویسے ہی گمراہ ہوئے جیسے ہم ہوئے، اس لیے ہماری طرح تم بھی عذاب کے مستحق ہو، تو لو اپنے کیے کی پاداش میں جہنم کا عذاب چکھو۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا : ''اُخت'' کا معنی بہن ہوتا ہے، یعنی وہ اپنی پہلی ہم مذہب امت پر لعنت کرے گی جو اس سے پہلے جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ مثلاً یہودی دوسرے یہودیوں پر، دہریے دوسرے دہریوں پر، نصاریٰ دوسرے نصاریٰ پر، مشرکین دوسرے مشرکین پر اور غیر اللہ کو پکارنے والے دوسرے غیر اللہ کو پکارنے والوں پر لعنت کریں گے،

جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [العنکبوت : ۲۵] ”پھر قیامت کے دن تم میں سے بعض بعض کا انکار کرے گا اور تم میں سے بعض بعض پر لعنت کرے گا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴾ [البقرۃ : ۱۶۶، ۱۶۷] ”جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔“

رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ : یعنی جہنم میں بعد میں داخل ہونے والے پہلے داخل ہونے والوں کے بارے میں، یا پیروی کرنے والے عوام اپنے سرداروں اور پیشواؤں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! انھیں جہنم میں دگنی سزا دے، جیسا کہ اللہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٦٦ تا ٦٨] ”جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول کا کہنا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی شخص دنیا میں ناحق (ظلم سے) مارا جاتا ہے تو اس کے خون کے وبال کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر پڑتا ہے، کیونکہ اس نے سب سے پہلے ناحق خون کی بنا قائم کی تھی۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریتہ : ۳۳۳۵]

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ : یعنی ہم ایسا ہی کریں گے اور ہر ایک کو اس کے حسبِ حال سزا دیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴾ [النحل : ۸۸] ”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے، اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔“ میدان محشر میں ان کے حال کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْۤا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ

وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْۤ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۳۲، ۳۳] ''وہ لوگ جو بڑے بنے تھے، ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے گئے، کہیں گے کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا، اس کے بعد کہ وہ تمھارے پاس آئی؟ بلکہ تم مجرم تھے۔ اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے، ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہیں گے بلکہ (تمھاری) رات اور دن کی چالبازی نے (ہمیں روکا) جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لیے شریک ٹھہرائیں۔ اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب عذاب دیکھیں گے اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں جنھوں نے کفر کیا، طوق ڈال دیں گے۔ انھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے۔ پھر لوگ اس کے بعد اس کام پر عمل کریں تو اس کو اتنا ثواب ہوگا جتنا عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرے (مثلاً بدعت یا گناہ کا کام) اور لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں تو تمام عمل کرنے والوں کے برابر گناہ اس پر لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہو گا۔'' [مسلم، کتاب العلم، باب من سنه سنة حسنة ...... الخ : ۱۰۱۷]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۰ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے تکبر کیا، ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ ان کے لیے جہنم ہی کا بچھونا اور ان کے اوپر کے لحاف ہوں گے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ : یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی ناممکن العمل بات کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے، ویسے ہی شیطان سیرت آدمیوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے اور جنت میں داخلہ تو دور کی بات ہے ایسے لوگوں کی روح کو جب فرشتے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ ہی نہیں کھولا جاتا۔ جبکہ نیک لوگوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح کو وہیں سے نیچے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر کے امتحان میں ناکامی کے بعد اسے ''سجین'' میں قید کر دیا جاتا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاجر شخص کی روح کے قبض کیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''موت کے فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ جماعت کہتی ہے کہ یہ کس خبیث (روح) کی بد بو ہے؟ فرشتے انھیں بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے اور وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جس کے ساتھ اسے دنیا میں بلایا جاتا تھا، حتیٰ کہ فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ آسمان (کا دروازہ) کھولنے کی درخواست کرتے ہیں، مگر اس کے لیے آسمان (کا دروازہ) نہیں کھولا جاتا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ﴾ [الأعراف : ٤٠] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انھیں قبول کرنے سے تکبر کیا، ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۙ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٤، ٥٥] ''وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ بے شک جہنم یقیناً کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا اور (اللہ) فرمائے گا چکھو جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۫ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۴۲

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت کے سوا تکلیف نہیں دیتے، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کے ذکر کے بعد سعادت مند لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جن لوگوں کے دل ایمان لے آئے اور انھوں نے اپنے اعضا کے ساتھ نیک عمل کیے تو یہ لوگ ان کے برعکس ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور انکار کیا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ ایمان قبول کرنا اور اس کے مطابق عمل بہت آسان ہے۔

یہ جملہ معترضہ ہے، اس جملہ کو یہاں لانے سے مراد یہ ہے کہ جو کام فرض کیے گئے ہیں وہ آسان اور انسانی طاقت کے اندر ہیں، لہٰذا ہر شخص کو ان کے بجا لانے کی کوشش کرنی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا

وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [التغابن : ١٦] ’’سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمھارے اپنے لیے بہتر ہو گا اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچا کرو اور جب کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو۔‘‘ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ : ٧٢٨٨۔ مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ١٣٣٧]

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ان دونوں کے درمیان ایک منادی کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص جس حالت میں ہے اب وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون ...... الخ : ٢٨٥٠]

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۴۳

’’اور ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہو گا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔‘‘

جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ و حسد اور بغض و عداوت کو یکسر نکال دے گا، اس لیے کہ اگر وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دل آپس میں صاف نہیں ہوں گے تو جنت کی نعمتیں کامل نہیں ہوں گی اور جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے، اے اللہ! تو نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان و عمل صالح کی توفیق دی، جس کے سبب آج ہم جنتوں کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ : یعنی ہم ان کے سینوں کو حسد اور بغض سے پاک کر دیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ

مُتَقٰبِلِيْنَ ﴾ [الحجر : ٤٥ تا ٤٧] ''بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے۔ان کے برتن سونے کے ہوں گے، کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے، انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہوگا، پسینا مشک جیسا خوشبودار ہوگا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی، جن کا حسن ایسا ہوگا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، نہ جنتیوں میں آپس میں اختلاف ہوگا اور نہ بغض وعناد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ پاک کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہا کریں گے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة : ٣٢٤٥۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی صفات الجنة وأهلها : ٢٨٣٤/١٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومن دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو انھیں دوزخ اور جنت کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا۔وہاں وہ آپس کی ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں انھوں نے ایک دوسرے پر کی تھیں، یہاں تک کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی، اس ذات کی قسم، جس کے دست مبارک میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! جنتی اپنے جنت کے گھر کو دنیا کے گھر سے کہیں زیادہ پہچانتا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم : ٢٤٤٠]

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا١ۚ وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ :یعنی یہ ہدایت جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی زندگی نصیب ہوئی اور پھر انھیں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا درجہ بھی حاصل ہوا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کا فضل ہے۔اگر یہ رحمت اور فضل الٰہی نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔اسی مفہوم کی یہ حدیث ہے، جسے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا، جب تک کہ اللہ کی رحمت نہ ہوگی۔'' صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومة علی العمل : ٦٤٦٣۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامهم، باب لن یدخل أحد الجنة بعمله بل برحمة الله تعالٰی : ٢٨١٦/٧٢]

وَ نُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : ''اُوْرِثْتُمُوْهَا'' یہ کلمہ ''میراث'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت عمل صالح کے بدلے میں نہیں ملے گی، بلکہ وہ ایک سبب ہوگا، جس طرح وراثت بغیر کسب و محنت کے

ملتی ہے اور نسب اس کا سبب ہوتا ہے۔ آیت کے اس حصے کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک منادی ندا دے گا! (اے اہل جنت! اب) تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمھیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے، تمھیں کبھی حزن و ملال نہیں ہوگا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿ وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَنَّةُ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴾ ''اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب فی دوام نعیم أهل الجنة : ۲۸۳۷]

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

''اور جنت والے آگ والوں کو آواز دیں گے کہ ہم نے تو واقعی وہ وعدہ سچا پالیا ہے جو ہم سے ہمارے رب نے کیا تھا، تو کیا تم نے وہ وعدہ سچا پا لیا جو تمھارے رب نے تم سے کیا تھا؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ جو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔''

جب جنتی اور جہنمی سبھی اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو جنتی لوگ جہنمیوں کی حسرت و یاس بڑھانے کے لیے انھیں پکار کر یہ بات کہیں گے کہ تمھارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا کیا وہ تمھیں مل گیا؟ ہمیں تو وہ مل گیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد انھیں مزید ذہنی تکلیف پہنچانے کے لیے اللہ کی طرف سے ایک منادی پکار کر کہے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، جو اپنے آپ کو اور دوسروں کو اللہ کے دین سے روکتے تھے اور اس میں تحریف پیدا کرتے اور یوم آخرت کے منکر تھے۔

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا : اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے، جو نیک عمل کرتے ہیں، وعدہ کیا تھا کہ انھیں جنت ملے گی۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ جَنّٰتُ النَّعِيۡمِ ۙ﴿۸﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴾ [لقمان: ۸، ۹] ''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغات ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہنے والے۔ اللہ کا وعدہ ہے سچا اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ [النساء: ۱۲۲] ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، عنقریب ہم انھیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہمیشہ۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے۔''

کافروں سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کا وعدہ کیا تھا، یہ وعدہ بھی اللہ نے پورا کر دیا، جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ [یونس: ۵۲، ۵۳] ''پھر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا، کہا جائے گا چکھو ہمیشگی کا عذاب، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کمایا کرتے تھے۔ اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الطور: ۱۴ تا ۱۶] ''یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔''

یہی بات نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے اور ان کی لاشیں ایک کنویں میں پھینک دی گئی تھیں، انھیں خطاب کرتے ہوئے کہی تھی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے تم سے کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچ پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے، وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو بات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جھل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمھا، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه : ۲۸۷۴]

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا : یعنی اللہ کے راستے (اسلام) میں کجی تلاش کرتے ہیں اور اس میں شکوک و شبہات پیدا کر کے لوگوں کو اس سے نفرت دلاتے ہیں یا لوگوں کو دھمکی دے کر راہ حق سے روکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ راہ سیدھی نہیں، صحیح راہ وہ ہے جس پر ہم چل رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ

سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴾ [إبراهيم : ۲، ۳] ’’اس اللہ کے (راستے کی طرف) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب کے باعث بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔‘‘ جب ان کے دلوں میں کجی پیدا ہو جاتی ہے، تو پھر وہ اللہ کے دین میں پرفریب اعتراضات کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں کجی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ؗ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ؘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [آل عمران : ۷] ’’وہی ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری، جس میں سے کچھ آیات محکم ہیں، وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن لوگوں کے دلوں میں تو کجی ہے وہ اس میں سے ان کی پیروی کرتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنے کی تلاش کے لیے اور ان کی اصل مراد کی تلاش کے لیے، حالانکہ ان کی اصل مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور جو علم میں پختہ ہیں وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔‘‘

وَ بَیْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّۢا بِسِیْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ
الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ ۟ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ یَطْمَعُوْنَ ۝۴۶ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ
تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۴۷ ع ۵ ۸ ۱۲

’’اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور (اس کی) بلندیوں پر کچھ مرد ہوں گے، جو سب کو ان کی نشانی سے پہچانیں گے اور وہ جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہے۔ وہ اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے۔ اور جب ان کی نگاہیں آگ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے ساتھ مت کر۔‘‘

جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگی، جسے قرآن کریم میں ’’سور‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے اندر کی طرف اللہ کی رحمت اور جنت ہوگی، اور باہر کی طرف جہنم اور اس کا عذاب۔ اسی حجاب کو ’’اعراف‘‘ کہا گیا ہے، جو عرف کی جمع ہے، جس کا اطلاق ہر اونچی جگہ پر ہوتا ہے، اس لیے اعراف سے مراد جنت و جہنم کے درمیان کی دیوار کی اونچی جگہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ یہ لوگ اہل جنت اور اہل جہنم سب کو ان کی نشانیوں

سے پہچان لیں گے اور ان لوگوں کو سلام کریں گے جن کو جنت کی بشارت دی جا چکی ہو گی، ابھی اس میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، لیکن اس کی خواہش ان کے دلوں میں کروٹ لے رہی ہو گی، اصحاب الاعراف جب جہنمیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گے تو ان جہنمیوں کو پہچان لیں گے جنھیں دنیا میں انھوں نے کفر و شرک اور اللہ سے بغاوت و سرکشی کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو مارے خوف کے جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے پکار اٹھیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے ساتھ جہنم میں داخل نہ کر۔

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

’’اور ان بلندیوں والے کچھ مردوں کو آواز دیں گے، جنھیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے، کہیں گے تمھارے کام نہ تمھاری جماعت آئی اور نہ جو تم بڑے بنتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ انھیں کوئی رحمت نہیں پہنچائے گا؟ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے۔‘‘

اصحابِ اعراف سرداران کفر و شرک کو پکار کر کہیں گے، جنھیں ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے کہ کہاں گئی تمھاری جماعت اور تمھارا خاندان وقبیلہ؟ اور کہاں ہے آج تمھارا تکبر؟ پھر جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں ان کمزور لوگوں کو دیکھیں گے جنھیں کفار دنیا میں رذیل و ذلیل سمجھتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے انھیں چھوڑ کر ان رذیلوں کو کیسے نوازے گا، تو انھیں مخاطب کر کے کہیں گے کہ تم لوگ اب جنت میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ کے لیے وہیں رہو، اب تمھیں کوئی غم و خوف لاحق نہیں ہو گا۔

مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم، اے میرے رب! کبھی نہیں۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین وأحکامھم، باب صبغ أنعم أھل الدنیا فی النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿ۙ۵۰﴾

’’اور آگ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو، یا اس میں سے کچھ جو اللہ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ وہ کہیں گے بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔‘‘

اس سے مقصود اہل جہنم کی انتہائی رسوائی بیان کرنا ہے کہ دنیا میں تو کمزور مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں چھوڑ کر انھیں کیونکر اپنی رحمت سے نوازے گا، لیکن اب حال یہ ہے کہ اپنی انتہائی بے بسی کے عالم میں جنتیوں کو پکاریں گے اور مکمل عجز و انکسار کے ساتھ ان سے کہیں گے کہ ہمیں اس پانی میں سے تھوڑا سا دے دو جو اللہ نے بطور رحمت تمھیں عطا کیا ہے، تاکہ ہم لوگ آگ کی تپش اور پیاس کی شدت سے نجات پائیں، یا تمھیں جو کھانے اور پینے کی اشیا ملی ہیں ان میں سے کچھ دے دو۔ تو جنتی کہیں گے کہ اللہ نے ان دونوں چیزوں کو جہنمیوں پر حرام کر دیا ہے۔ جہنمیوں نے اللہ کے دین کو کھیل اور مذاق بنا لیا تھا اور دنیا اور اس کی زیب و زینت میں پھنس کر آخرت سے غافل ہو گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ آج ہم بھی ان کے ساتھ اس آدمی جیسا معاملہ کریں گے جو انھیں بھول گیا ہو، انھیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں چھوڑ دیں گے، جس طرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور جس طرح وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ : کافروں کو جہنم میں پانی بھی ملے گا اور کھانا بھی، لیکن وہ پانی اور کھانا اللہ کا عذاب ہوگا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ [محمد: ۱۵] ’’اور انھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، تو وہ ان کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۚۛ كَالْمُهْلِ ۚۛ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ۙ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان: ۴۳ تا ۴۶] ’’بے شک زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح، پیٹوں میں کھولتا ہے۔ گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ؕ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴾ [الغاشية : ۳ تا ۷] ’’محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ گرم آگ میں داخل ہوں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ ان کے لیے کوئی کھانا نہیں ہوگا مگر ضریع سے۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔‘‘

اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ : جہنمیوں کے برعکس اہل جنت دائمی نعمتوں میں عیش کر رہے ہوں گے، انھیں پانی بھی ملے گا اور عمدہ سے عمدہ کھانا بھی ملے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ﴾ [محمد : ۱۵] ’’اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحج : ۵۰] ’’تو وہ لوگ جو ایمان لائے اور

انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے سراسر بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ : جنت کی نعمتیں کافروں کو کبھی نہیں ملیں گی، جنت کی نعمتیں تو خالص طور پر مومنوں کے لیے ہوں گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۲] ”تو کہہ کس نے حرام کی اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟ کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی، اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔“

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

”وہ جنھوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنا لیا اور انھیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دیا تو آج ہم انھیں بھلا دیں گے، جیسے وہ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے اور جیسے وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔“

فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا، کیا میں نے تیری عزت افزائی نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے لیے مسخر نہیں کر دیے تھے اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تھا کہ تو عزت و وقار کے ساتھ جس طرح چاہے کھائے اور پیے؟ بندہ عرض کرے گا، ہاں! یہ سب کچھ درست ہے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ تو ایک دن میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ بندہ جواب دے گا نہیں، میرے پروردگار! مجھے یہ یقین نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔“ [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۶۸۔ مسند أحمد : ۴۹۲/۲، ح : ۱۰۳۸۸۔ ابن حبان : ۷۴۴۵]

یہاں نسیان کا معنی چھوڑ دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بھولتا ہی نہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال کر ان کی کوئی خبر نہیں لیں گے، خواہ کتنا ہی پکاریں، ان پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم ان کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جسے ہم نے علم کی بنا پر خوب کھول کر بیان کیا ہے، ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت بنا کر جو ایمان رکھتے ہیں۔“

یہ اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے ضمن ہی میں فرما رہا ہے کہ ہم نے تو اپنے علم کے مطابق ایسی کتاب بھیج دی تھی جس میں ہر

چیز کو کھول کر بیان کر دیا تھا، ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا تو ان کی بدقسمتی، ورنہ جو لوگ اس کتاب پر ایمان لائے وہ ہدایت و رحمت الٰہی سے فیض یاب ہوئے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ : ''فَصَّلْنٰهُ'' کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کی آیات و احکام کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے، مندرجہ ذیل آیت سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے، فرمایا: ﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴾ [هود : ۱] ''الٓرٰ۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر انھیں کھول کر بیان کیا گیا ایک کمال حکمت والے کی طرف سے جو پوری خبر رکھنے والا ہے۔''

هُدًى : یہ کتاب دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ﴾ [البقرة : ۱۸۵] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔''

وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ۵۱] ''بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [بني إسرائيل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے۔''

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۠ ۵۳ ع

''وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آ پہنچے گا تو وہ لوگ جنھوں نے اس سے پہلے اسے بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس بھیجا جائے تو ہم اس کے برخلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انھوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔''

اس میں جھٹلانے والوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ قرآن میں جس عذاب (دنیوی و اخروی) کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے کیا وہ اس کے پیش آنے کا انتظار کر رہے ہیں؟ اس کے بعد فرمایا، جب قیامت کا دن آ جائے گا تو جو لوگ اسے اپنی دنیاوی زندگی میں فراموش کر چکے ہوں گے اب اپنے کفر کا اعتراف کر لیں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب کے انبیاء نے تو تمام حق باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا تھا، یعنی یہ جس انجام کے منتظر تھے، اس کے سامنے آ جانے کے بعد اعترافِ حق کرنے

یا دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی آرزو اور کسی سفارشی کی تلاش، یہ سب چیزیں بے فائدہ ہوں گی۔ وہ معبود بھی ان سے گم ہو جائیں گے جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے، وہ ان کی مدد کر سکیں گے نہ سفارش اور نہ عذاب جہنم سے چھڑا ہی سکیں گے۔

فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ : یعنی نہ اس دن سفارش کام آئے گی اور نہ دنیا میں واپس لوٹایا جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة: ٢٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٢٧، ٢٨] ''اور کاش! تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم واپس بھیجے جائیں اور اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان کے لیے ظاہر ہو گیا جو وہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج دیا جائے تو ضرور پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

قَدْ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : کفار کی افترا پردازیوں کی فہرست بڑی طویل ہے، ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں ہے، جیسے اولاد کو قتل کرنا اور بعض جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لینا، نیز اپنے شریکوں کی نذر و نیاز کرنا وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٣٧، ١٣٨] ''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کو مار ڈالنا ان کے شریکوں نے خوش نما بنا دیا، تاکہ وہ انھیں ہلاک کریں اور تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کریں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انھیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام

کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ ۙ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۳] ’’اللہ نے نہ کوئی کان پھٹی اونٹنی مقرر فرمائی ہے اور نہ کوئی سانڈ چھوٹی ہوئی اور نہ کوئی اوپر تلے بچے دینے والی مادہ اور نہ کوئی بچوں کا باپ اونٹ اور لیکن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کے اکثر نہیں سمجھتے۔‘‘

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ : اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سماوی وارض اور جو کچھ ان کے مابین ہے اسے چھ دنوں میں پیدا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الم تنزيل : ٤ تا ٧] ’’اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، اس کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ وہ آسمان سے زمین تک (ہر) معاملے کی تدبیر کرتا ہے، پھر وہ (معاملہ) اس کی طرف ایسے دن میں اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ہزار سال ہے، اس (حساب) سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی غائب اور حاضر کو جاننے والا، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ’’اللہ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو اس میں پیر کے دن پیدا کیا، بری چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن اور نور (یعنی اعلیٰ و پاکیزہ چیزوں) کو بدھ کے دن، جاندار چیزوں کو جمعرات کے دن پیدا کر کے

اس میں پھیلا دیا اور آدم علیہ السلام کو آخری مخلوق کے طور پر جمعہ کے دن کی آخری گھڑیوں میں عصر اور رات کے درمیان کی کسی گھڑی میں پیدا فرمایا تھا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق و خلق آدم : ۲۷۸۹۔ مسند أحمد : ۳۲۷/۲، ح : ۸۳٦۲]

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ : یہ جملہ قرآن میں سات مقامات پر آیا ہے، اس کے معنی عرش پر بلند ہونے کے ہیں، سلف صالحین کا ہر دور میں یہی مسلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے مقام اعلیٰ اور عظمت وجلال کے لائق ہے، نہ اس کا انکار کیا جا سکتا ہے، نہ اسے تشبیہ دی جا سکتی ہے اور نہ اس کی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے۔

صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان اور اوپر کی ہر چیز کو محیط ہے۔ پس صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے الگ عرش پر ہے، تاہم اس کا علم اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے، اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا : یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ختم ہو جاتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے تیز دوڑتا چلا آتا ہے اور اس میں کوئی تاخیر نہیں ہوتی، بلکہ جونہی رات ختم ہوتی ہے تو فوراً ہی دن آ جاتا ہے اور دن ختم ہوتا ہے تو رات اپنے سائے ڈال دیتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ۝ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [يٰسٓ : ۳۷ تا ۴۰] ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ : یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وقت اور راستہ ان کے لیے مقرر فرمایا ہے وہ اسی پر چلتے رہتے ہیں اور بال برابر اس سے ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی اور رات کو بارش ہوئی تھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا؟'' انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح تو ایمان پر ہوئی اور بعض کی کفر پر۔

جس نے یہ کہا کہ یہ بارش ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے رزق اور اس کے فضل سے ہوئی ہے تو وہ ستارے کے بارش برسانے کا منکر ہوا اور مجھ پر ایمان لایا اور جس نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کی گردش کی وجہ سے ہوئی تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستارے پر ایمان لایا۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ۴۱۴۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب کفر منقال مطرنا بالنوء : ۷۱]

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ : یعنی جس طرح خلق (پیدا کرنے) میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح حکم بھی اسی کا ہے، کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ خواہ تکوینی حکم ہو جو ساری کائنات میں چلتا ہے، یا تشریعی یعنی شریعت کا (قانون) جو اس نے اپنے بندوں کو ایک حد تک اختیار دے کر دیا ہے اور جس پر عمل کے مطابق جنت یا جہنم کی جزا یا سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۱] "اور کہہ دے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر، خوب بڑائی بیان کرنا۔"

تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴾ [الفرقان : ۶۱] "بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔"

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝

"اپنے رب کو گڑگڑا کر اور خفیہ طور پر پکارو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق، خالق کائنات اور حاکم ہے تو اس کے بندوں کا یہ فرض ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں صرف اسی کو پکاریں اور اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۰۵] "اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔"

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تکبیر و تہلیل کے دوران میں ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگو! اطمینان اور سکون اختیار کرو کہ تم نہ تو کسی بہرے کو پکارتے ہو اور نہ کسی غائب کو، بلکہ جس کو تم پکارتے ہو بے شک وہ سننے والا بھی ہے اور قریب بھی۔" [بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر : ۲۷۰۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہے، بال اس کے بکھرے ہوئے ہیں اور جسم ولباس غبار آلود ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اے رب! اے رب! (کہہ کر دعا کرتا ہے) لیکن اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور اس کی پرورش حرام سے ہو رہی ہے تو ایسی صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ۱۰۱۵]

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ : حد سے بڑھنا اللہ تعالیٰ کو کسی صورت پسند نہیں، اس میں اللہ کے ساتھ شرک یا کسی پر ظلم کرنا بھی شامل ہے اور ایسی چیز کی دعا کرنا جو ناممکن ہو، مثلاً ہمیشہ زندہ رہوں، یا مجھے آخرت میں انبیاء کا مرتبہ حاصل ہو جائے، یا ایسی چیز کی دعا کرنا جس کے متعلق علم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا مانگنا پسند ہے، جیسے نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے دعا بھی حد سے تجاوز تھا۔

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے (ایک بار) اپنے بیٹے کو دعا کرتے ہوئے سنا (جو یوں کہہ رہا تھا) اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ جب میں جنت میں داخل ہوں تو مجھے اس کی دائیں جانب سفید محل عنایت ہو۔ اس پر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹے! اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طہارت میں اور دعا مانگنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کریں گے۔'' [أبو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الإسراف فی الوضوء : ۹۶۔ ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب کراھية الاعتداء فی الدعاء : ۳۸٦٤]

وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع سے پکارو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔''

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا : اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد برپا کرنے اور اصلاح کے بعد خرابی پیدا کرنے سے منع کیا ہے، کیونکہ اگر معاملات درست اور صحیح سمت پر چل رہے ہوں، پھر ان میں خرابی پیدا کر دی جائے تو یہ صورت حال بندگانِ الٰہی کے لیے بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور عجز وانکسار کے ساتھ صرف اسی سے دعا کی جائے۔

وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا : یعنی دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا خوف بھی ہو اور دل میں دعا کی قبولیت کی طمع بھی۔ اسی

طرح جہنم سے خوف بھی ہو اور جنت کی طمع بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ٥٦، ٥٧] ''کہہ پکارو ان کو جنھیں تم نے اس کے سوا گمان کر رکھا ہے، پس وہ نہ تم سے تکلیف دور کرنے کے مالک ہیں اور نہ بدلنے کے۔ وہ لوگ جنھیں یہ پکارتے ہیں، وہ (خود) اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں، جو ان میں سے زیادہ قریب ہیں اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ ڈرا جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؗ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [السجدة : ١٥، ١٦] ''ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ : یعنی اس کی رحمت ان نیکی کرنے والوں ہی کے لیے خاص ہے جو اس کے احکام کی اطاعت بجا لاتے اور جن کاموں سے اس نے منع فرمایا ہے، انھیں ترک کر دیتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٦] ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الزمر : ٥٣] ''کہہ دے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بے شک اللہ سب کے سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھتا ہو۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى : ٢٨٧٧]

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾

''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا کہ وہ قیامت کے دن مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا، جس طرح بارش کے پانی کے ذریعے مردہ زمین میں زندگی ڈالتا ہے اور طرح طرح کے پھل اور پودے پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب بارش برسانا چاہتا ہے تو ہوائیں ان بھاری بادلوں کو لاتی ہیں جو پانی کی کثرت کے باعث بہت بوجھل ہو کر زمین کے قریب ہو جاتے ہیں اور گھٹاؤں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور انھیں ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیا جاتا ہے۔ پھر اس بارش کے پانی سے اللہ تعالیٰ مختلف جگہوں میں مختلف قسم کے پھل اور پودے پیدا کرتا ہے، حالانکہ پانی ایک ہوتا ہے، لیکن ہر زمین کی خاصیت اور ہر علاقے کی ضرورت کے مطابق پھلوں اور کھیتیوں کی قسمیں بدلتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن مردوں کو بھی اسی طرح زندہ کریں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الروم: ۴۸ تا ۵۰] ''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر وہ اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے جیسے چاہتا ہے اور وہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پس تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے نکل رہی ہے، پھر جب وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو اچانک وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ حالانکہ بے شک وہ اس سے پہلے کہ ان پر برسائی جائے، اس سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔ سو اللہ کی رحمت کے نشانات کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بے شک وہی یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب تیز آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ)) ''اے اللہ! میں اس ہوا کی بہتری اور جو اس کے اندر ہے، اس کی بہتری اور جو اس میں بھیجا گیا ہے اس کی بہتری مانگتا ہوں اور اس ہوا کی برائی سے اور جو اس کے اندر ہے اس کی برائی سے اور جو چیز اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل اور بجلی کڑکتی

تو (خوف سے) آپ کا رنگ بدل جاتا، آپ کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر آتے، کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہوتے۔ پھر اگر بارش برسنے لگتی تو آپ کی گھبراہٹ جاتی رہتی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس بات کو آپ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیا تو آپ سے اس سے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسے عاد کی قوم نے کہا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ [الأحقاف : ٢٤] ''تو جب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے (حالانکہ وہ ان پر آنے والا عذاب تھا)۔'' [مسلم، کتاب صلوة الاستسقاء، باب التعوذ عند رؤية الريح والغيم والفرح بالمطر : ١٥ / ٨٩٩۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قوله : ﴿ وهو الذی يرسل الرياح ﴾ ٣٢٠٦]

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ : بارش کے ساتھ مردہ زمین کی زندگی کو آخرت میں مردوں کو زندہ کرنے کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے یعنی جس ذات پاک نے مردہ زمین کو دم بھر میں زندہ کر دیا وہ انسان کو بھی ان کے مر جانے کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر صور میں پھونکا جائے گا، جو اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف جھکا دے گا اور دوسری طرف سے اونچی کر دے گا (یعنی گر پڑے گا)۔ سب سے پہلے صور کی آواز وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کا کام دے گی، اس سے لوگوں کے بدن تیار ہو جائیں گے، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب فی خروج الدجال : ٢٩٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة، باب ما بين نفختين : ٢٩٥٥]

وَ الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾

''اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے (اس کی کھیتی) ناقص کے سوا نہیں نکلتی۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔''

جو زرخیز زمین ہوتی ہے اسی میں اللہ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں اور جو خراب ہوتی ہے، جیسے

کالے پتھروں والی یا بنجر زمین، اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن و کافر کا حال بیان کیا ہے، اسی کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے، سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جس علم و ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی سی ہے جو زمین پر برسی، تو اس میں سے کچھ ایسی صاف زمین تھی، جس نے پانی کو قبول کیا اور بہت زیادہ گھاس اور جڑی بوٹیاں اگائیں۔ زمین کے کچھ قطعات ایسے تھے جنھوں نے پانی کو روک لیا تو اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، انھوں نے اسے پیا، پلایا اور اسے زراعت کے لیے استعمال کیا، تاہم زمین کے کچھ ٹکڑے چٹیل میدان تھے، جن پر بارش تو برسی مگر انھوں نے نہ تو پانی روکا اور نہ گھاس ہی اگائی۔ یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اسے وہ چیز نفع پہنچائے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اسے وہ سیکھے بھی اور سکھائے بھی اور یہی مثال ہے اس شخص کی جو اس کے ساتھ سر ہی نہ اٹھائے اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کرے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹۔ مسلم، کتاب الفضائل ، باب بیان مثل ما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الهدی والعلم : ۲۲۸۲]

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ
يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ
لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ
مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ
وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸ ۱۵

''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، بے شک میں تم پر ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا بے شک ہم یقیناً تجھے کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں اور لیکن میں جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اور کیا تم نے عجیب سمجھا کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر ایک نصیحت آئی، تاکہ وہ تمھیں ڈرائے اور تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا

جائے۔ پھر انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے، بچا لیا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔“

اوپر بیان فرمایا کہ ہدایت الٰہی اور اس کی برکات سے فائدہ اٹھانے یا نہ اٹھانے میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں، ایک پاکیزہ فطرت جو ہدایت الٰہی اور اس کی برکات سے خود بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کے علم و عمل سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ دوسرے وہ جو شرارت پسند اور بدفطرت ہوتے ہیں، یہ لوگ ہدایت کی بارش سے فائدہ اٹھانے کی بجائے جھاڑیاں اور کانٹے بن کر نکل آتے ہیں، ان کے دلوں کی زمین چونکہ شور ہوتی ہے، اس لیے ان پر رحمت کی بارش فائدہ بخش نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اب یہاں تاریخی شواہد کے طور پر پہلی قوموں کے واقعات بیان کر کے گویا تاریخی ثبوت پیش کیا ہے کہ ہمیشہ سے لوگ دو قسم کے چلے آئے ہیں۔

نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے جب اس کی قوم کے چند نیک لوگ فوت ہو گئے تو انھوں نے شیطان کی ترغیب پر ان کے مجسمے بنا کر انھیں ان کی مجالس میں، جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے، نصب کر دیا، پھر مرور زمانہ کے ساتھ لوگ بزرگوں کے ان مجسموں کی پوجا کرنے لگے اور جب ان کا شرک حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا، تاکہ پھر سے انھیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیں۔ چنانچہ جب انھوں نے اپنی دعوت کا اعلان کیا تو ان کی قوم کے سرداروں نے انھیں سخت گمراہ قرار دیا۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں گمراہ نہیں بلکہ اللہ کا رسول ہوں، تمھیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمھارے لیے مخلص ہوں اور اللہ کی جانب سے میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ لیکن ان کی قوم ان کی تکذیب و مخالفت میں تیز تر ہوتی گئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچا لیا اور ان کے دشمنوں کو طوفان کے ذریعے ہلاک کر دیا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر فرمایا، نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اہل محشر جب نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی غرض سے جائیں گے تو ان سے اس طرح خطاب کریں گے، آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اور اللہ نے آپ کو 'شکر گزار بندے' کا لقب دیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر : ﴿ ذرية من حملنا مع نوح إنه كان عبدًا شكورًا ﴾ : ٤٧١٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

نوح علیہ السلام مشرک قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ (سورۂ نوح میں مذکور بت) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے قوم کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان کی مجالس میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان کے نام پر ان کے نام رکھ دو۔ انھوں نے ایسے ہی کیا اور ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، یہاں تک کہ جب وہ نسل فوت ہو گئی اور

علم مٹ گیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وداً ولا سواعًا ...... الخ ﴾ : ۴۹۲۰]

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ [هود : ۲۷] ''تو اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا تھا، ہم تجھے نہیں دیکھتے مگر اپنے جیسا ایک بشر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴾ [المطففين : ۳۲] ''اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔''

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : رسول کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ مبلغ، فصیح، ناصح اور اللہ کے دین کا ایسا عالم ہوتا ہے کہ ان صفات میں اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اور پیغمبر کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے عرفہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا، جبکہ وہ بہت کثیر تعداد میں جمع تھے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟'' سب نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے (اللہ کا پیغام) پہنچا دیا، اپنے فرض کو ادا فرما دیا اور امت کی خیر خواہی کی، تو آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ ہو جا۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ
مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي
الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ
وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾
قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ
اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾
فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا

ع ۹ ۸ ۱۲

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جنھوں نے کفر کیا، کہا بے شک ہم یقیناً تجھے ایک طرح کی بے وقوفی میں (مبتلا) دیکھ رہے ہیں اور بے شک ہم یقیناً تجھے جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ اس نے کہا اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے وقوفی نہیں اور لیکن میں سارے جہانوں کے رب کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ میں تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمھارے لیے ایک امانت دار، خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم نے عجیب سمجھا کہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک آدمی پر ایک نصیحت آئی، تاکہ وہ تمھیں ڈرائے اور یاد کرو جب اس نے تمھیں نوح کی قوم کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں قد و قامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا۔ سو اللہ کی نعمتیں یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ انھوں نے کہا، کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہم اس اکیلے اللہ کی عبادت کریں اور انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ تو جس کی دھمکی تو ہمیں دیتا ہے وہ ہم پر لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ اس نے کہا یقیناً تم پر تمھارے رب کی طرف سے ایک عذاب اور غضب آ پڑا ہے، کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، جن کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ تو انتظار کرو، بے شک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ تو ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت سے نجات دی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔''

ان آیات میں ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ زبردست جسمانی قوت کے مالک تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ہود علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ لیکن جس طرح وہ لوگ جسمانی طور پر بڑے سخت تھے، اسی طرح ان کے دل بھی بہت سخت تھے۔ انھوں نے ہود علیہ السلام کو احمق اور بے وقوف قرار دیا اور جھوٹا بتایا اور ہزار کوششوں کے باوجود راہِ راست پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفانی ہوا کے ذریعے ہلاک کیا تھا جو آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی تھی۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ : ارشاد فرمایا: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ [ص: ۵] ''کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟''

اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ : سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کرنے (کا نام) ہے۔'' ہم نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں

کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ : ٥٥]

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ [بخاری، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : الدین النصیحۃ : ٥٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ : ٥٦]

وَ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ [الفجر : ٦ تا ٨] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کس طرح کیا۔ (وہ عاد) جو ارم (قبیلہ کے لوگ) تھے، ستونوں والے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدۃ : ١٥] ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔''

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا : ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [ہود : ٥٣] ''انھوں نے کہا اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا اور ہم اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے ہرگز چھوڑنے والے نہیں اور نہ کسی طرح تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [الأنفال : ٣٢] ''اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔''

فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴾ [الحاقۃ : ٦ تا ٨] ''اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کر دیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟''

وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

’’اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمھارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمھیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔ اور یاد کرو جب اس نے تمھیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمھیں زمین میں جگہ دی، تم اس کے میدانوں میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو مکانوں کی صورت میں تراشتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔ اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، ان لوگوں سے کہا جو کمزور گنے جاتے تھے، ان میں سے انھیں (کہا) جو ایمان لے آئے تھے، کیا تم جانتے ہو کہ واقعی صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا بے شک ہم جو کچھ دے کر اسے بھیجا گیا ہے اس پر ایمان لانے والے ہیں۔ وہ لوگ جو بڑے بنے ہوئے تھے، انھوں نے کہا بے شک ہم جس پر تم ایمان لائے ہو، اس کے منکر ہیں۔ تو انھوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوگئے اور انھوں نے کہا اے صالح! لے آ ہم پر جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے، اگر تو رسولوں سے ہے۔ تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا تو انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا اور تمھاری خیر خواہی کی اور لیکن تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے۔‘‘

ان آیات میں صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ثمود عربوں کا ایک قبیلہ تھا، یہ لوگ ثمود بن عامر بن

ارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے۔ ان کا زمانہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اور قوم عاد کے بعد تھا۔ یہ بہت ہی طاقت ور لوگ تھے۔ اپنی جسمانی طاقت اور قوت بازو کے زور سے پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر اپنے مکانات بنایا کرتے تھے۔ صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک شریف خاندان سے تھے۔ اللہ نے انھیں اس قوم کی ہدایت کے لیے نبی بنا کر بھیجا تھا۔ انھوں نے اپنی قوم کو تمام انبیاء کی طرح توحید کی دعوت دی، لیکن بہت کم اور کمزور لوگوں نے ان کی بات مانی۔ جب صالح علیہ السلام نے انھیں مزید ڈرایا اور اللہ کا خوف دلایا تو انھوں نے ایک نشانی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ وہ نشانی ایک اونٹنی ہو جو پہاڑ سے نکل کر سامنے آ جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن پھر بھی بہت ہی کم لوگ ایمان لائے اور اکثر و بیشتر نے تمرد اور سرکشی کی راہ اختیار کی اور اس اونٹنی کو قتل کر دیا۔ تو صالح علیہ السلام نے کہا کہ اب تم لوگ اللہ کے عذاب کا انتظار کرو اور تین دن تک اپنے گھروں میں فائدہ اٹھا لو۔ تیسرے دن صبح کے وقت ایک عظیم فرشتے نے ان کے درمیان ایسی چیخ ماری کہ ان کے دل اور ان کی روحیں ہل گئیں اور سب کے سب مر گئے۔ اس کے بعد صالح علیہ السلام نے لاشوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمھیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمھاری خیر خواہی میں کوئی کمی نہیں کی تھی، لیکن تم لوگ اپنے خیر خواہوں کو کبھی پسند نہیں کرتے تھے، پھر وہاں سے چلے گئے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک میں لوگوں کے پاس فروکش ہوئے تو آپ ثمود کے گھروں کے پاس مقام حجر میں قیام پذیر ہوئے۔ لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی پیا جہاں سے ثمود پیتے تھے، اسی پانی کے ساتھ آٹا بھی گوندھا اور ہانڈیاں بھی پکا لی تھیں، تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انھوں نے ہانڈیوں کو گرا دیا اور آٹا اونٹوں کو کھلا دیا، پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور اس کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا جس سے (صالح علیہ السلام کی) اونٹنی پانی پیتی تھی۔ آپ نے ان لوگوں کے گھروں میں جانے سے منع فرما دیا، جن پر عذاب نازل ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آ جائے جو ان پر نازل ہوا تھا، لہٰذا ان کے گھروں میں نہ جاؤ۔'' [مسند أحمد : ۱۱۷/۲، ح : ۵۹۸۹۔ مسلم ، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی أھل الحجر : ۲۹۸۱]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حجر میں فرمایا تھا: ''ان لوگوں کے گھروں میں نہ جاؤ جن پر عذاب نازل ہوا تھا، الا یہ کہ روتے ہوئے اور اگر تمھیں رونا نہ آئے تو پھر وہاں نہ جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔'' [مسند أحمد : ۷٤/۲، ح : ۵٤٤۰۔ بخاری، کتاب الصلاۃ، باب الصلوۃ فی مواضع الخسف والعذاب : ٤۳۳۔ مسلم، کتاب الزھد، باب النھی عن الدخول علی أھل الحجر: ۲۹۸۰]

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِىٕذٍ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾ [ھود : ٦٦] ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان

لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ بے شک تیرا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔‘‘

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ان سب کو ہلاک کر دیا، صرف ایک شخص بچا جو حرم میں تھا۔‘‘ پوچھا گیا، وہ کون تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ ابو رغال تھا، لیکن جیسے ہی وہ حرم سے نکلا عذاب نے اسے بھی پکڑ لیا۔‘‘ [مستدرك حاكم : ٣٢٠/٢ : ٣٢٤٨۔ مسند أحمد : ٢٩٦/٣، ح : ١٤١٦٨۔ ابن حبان : ٦١٩٧]

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے بعد مقتولین قریش کے سامنے، جن کی لاشیں کنویں میں ڈال دی گئی تھیں، ایسا ہی کہا تھا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بدر پر فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آپ نے وہاں تین دن قیام فرمایا، پھر آپ نے حکم دیا اور تیسرے دن کے آخری پہر میں آپ کی سواری تیار کر دی گئی تو آپ اس پر سوار ہو کر چل پڑے، پھر آپ بدر کے کنویں کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ’’اے ابو جہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے سچ پایا ہے؟ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچ پالیا ہے۔‘‘ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنیں گے اور کیونکر جواب دیں گے، یہ تو مر چکے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس وقت ان سے جو بات کر رہا ہوں، تم ان کی نسبت زیادہ نہیں سن رہے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ٣٩٧٦۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب عرض مقعد من الجنة والنار : ٢٨٧٤]

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ ؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

’’اور لوط کو (بھیجا)، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا تم اس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کی۔ بے شک تم تو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزرنے والے

لوگ ہو۔ اور اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انھوں نے کہا انھیں اپنی بستی سے نکال دو، بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو بہت پاک بنتے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا مگر اس کی بیوی، وہ پیچھے رہنے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے ان پر بارش برسائی، ایک زبردست بارش۔ پس دیکھ مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟"

ان آیات میں لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے اور ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ان پر ایمان لانے کے بعد ہجرت کر کے ان کے ساتھ شام چلے گئے تھے، لیکن بعد میں وادی اردن کی بستی "سدوم" میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس بستی والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ وہ لوگ کفر و شرک کے علاوہ لواطت جیسی خبیث ترین بیماری، جو ان سے پہلے دنیا میں نہیں پائی گئی تھی، میں مبتلا تھے۔ لوط علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی اور اس مہلک اخلاقی مرض سے بھی نجات دلانے کی کوشش کی، لیکن انھوں نے ان کی ایک نہ سنی، ان کا مذاق اڑایا اور اپنے خبثِ ظاہر و باطن پر اصرار کیا۔ لیکن جب لوط علیہ السلام کو اس بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی تو اللہ کا عذاب ان پر واجب ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بستی پر پتھروں کی بارش کر دی اور پھر انھیں الٹ دیا اور اس طرح تمام کے تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ صرف لوط علیہ السلام اور ان کے چند مومن ساتھی بچ گئے، جو اللہ کے حکم سے پہلے ہی اس بستی سے نکل گئے تھے۔

<u>اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ</u> : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھاری خواہش نفس پوری کرنے کے لیے جو بیویاں بنائی ہیں انھیں چھوڑ کر مردوں سے خواہش نفس پوری کرتے ہو۔ یہ تمھاری فطرت مسخ ہونے کی دلیل ہے، پھر بیویوں سے حاجت پوری کرنے میں خواہش نفس کے ساتھ بہت سی حکمتیں وابستہ ہیں، اولاد کی طلب، گھر کی رونق، دلی سکون، میاں بیوی کی باہمی دوستی کے ساتھ ایک دوسرے پر رحم اور شفقت، جبکہ تمھارا مردوں کے پاس جانا صرف خواہش نفس پوری کرنے کے لیے ہے جو نہایت کمینگی کی بات ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۶۵، ۱۶۶] "کیا سارے جہانوں میں سے تم مردوں کے پاس آتے ہو۔ اور انھیں چھوڑ دیتے ہو جو تمھارے رب نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔"

اس وقت امریکہ اور یورپ کی اقوام نے ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے کر مرد کی مرد اور عورت کی عورت کے ساتھ شادی کو قانونی تحفظ دے رکھا ہے۔ اب ان کی کوشش یہ ہے کہ مسلم معاشرے میں بھی اس فعل کو جرم نہ سمجھا جائے اور اس کے لیے وہ اپنے تمام وسائل استعمال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق پر قائم رہنے کی اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے کفار کی اللہ تعالیٰ سے علانیہ بغاوت کو کچلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ کا قانون آسمانی عذاب کی

بجائے مسلمانوں کے ہاتھوں سزا دینا ہے۔

فَأَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ :ارشاد فرمایا: ﴿ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴾ [الشعراء : ۱۷۰، ۱۷۱] ''تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں سے تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۳۵، ۳۶] ''سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔''

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴾ [القمر : ۳٤] ''بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴾ [ھود : ۸۲، ۸۳] ''پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔''

اسلام کی نظر میں فعل لوط ایک بہت ہی بڑا گناہ ہے، اس کی دنیاوی سزا کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے تم قوم لوط جیسا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۳۰۰، ح : ۲۷۳۰۔ أبو داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عمل قوم لوط : ٤٤٦٢۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی: ۱٤٥٦۔ ابن ماجه، کتاب الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط : ۲٥٦۱]

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸۵ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۸۶ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ

وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

’’اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ پس ماپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم مومن ہو۔ اور ہر راستے پر نہ بیٹھو کہ دھمکاتے ہو اور اللہ کے راستے سے روکتے ہو اس کو جو اس پر ایمان لائے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہو۔ اور یاد کرو جب تم بہت کم تھے تو اس نے تمھیں زیادہ کر دیا اور دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور اگر تم میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے اور کچھ لوگ ایمان نہیں لائے تو صبر کرو، یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔‘‘

ان آیات میں شعیب علیہ السلام اور ان لوگوں کا واقعہ مذکور ہے جن کی طرف اللہ نے انھیں نبی بنا کر بھیجا تھا۔ مدین ایک قبیلے کا نام تھا، جس کی نسبت مدین بن ابراہیم خلیل کی طرف تھی اور شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے۔ ان کا شہر حجاز کے راستہ میں ’’معان‘‘ کے قریب واقع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو قوموں کی طرف بھیجا تھا۔ اصحاب مدین کی طرف جنھیں اللہ نے چیخ کے ذریعے ہلاک کر دیا اور پھر اصحاب ایکہ کی طرف، جنھیں ایک بادل کے ذریعے ہلاک کیا، جس میں آگ کے شرارے تھے۔ شعیب علیہ السلام کی قوم شرک کے علاوہ دوسری سماجی گھناؤنی بیماریوں میں مبتلا تھی۔ یہ لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے تھے، راستے میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ان کا مال چھین لیتے تھے۔ ان سے جبری ٹیکس وصول کرتے تھے اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کی باتیں سننے کے لیے آنا چاہتے تھے انھیں راستے میں روک کر طرح طرح سے بہکاتے تھے۔ شعیب علیہ السلام نے انھیں توحید کی طرف بلایا اور شرک سے ڈرایا اور جو دوسری اخلاقی اور اجتماعی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں ان کی برائی بیان کر کے ان سے باز آ جانے کی ترغیب دی اور انھیں اللہ کی یہ نعمت یاد دلائی کہ ان کی تعداد بہت کم تھی، تو اللہ نے ان کی نسل میں برکت دی اور وہ کثیر تعداد میں ہو گئے۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : یعنی میرے سچا ہونے کی واضح دلیل تم دیکھ چکے ہو، لہٰذا ضروری ہے کہ جو بات میں کہتا ہوں اسے صحیح سمجھو۔ یہاں ’’بَيِّنَةٌ‘‘ (واضح دلیل) سے مراد معجزہ ہے۔ مگر شعیب علیہ السلام کے معجزے کا قرآن کریم میں ذکر نہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ دے کر بھیجا گیا جس کے مطابق لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے جو (معجزہ) دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف فرمائی اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب فضائل القرآن،

باب کیف نزل الوحی و أول ما نزل ؟ : ۴۹۸۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ ...... الخ : ۱۵۲]

فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ...... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : اس سے معلوم ہوا کہ اس قوم میں شرک کے ساتھ دوسری خرابی ناپ تول میں لیتے وقت زیادتی اور دیتے وقت کمی تھی۔ اگر کوئی ان کی اس زیادتی کے خلاف احتجاج کرتا تو مل کر اس کی بے عزتی کرتے اور اسے مارتے پیٹتے، اس لیے شعیب علیہ السلام نے انھیں سمجھایا کہ ناپ تول ہر حال میں پورا کرو اور انبیاء اور صالحین کی محنت سے دنیا میں جو اصلاح ہوئی ہے اس کے بعد شرک اور بددیانتی اور ان کے ساتھ پیدا ہونے والی برائیوں کے ذریعے اس میں فساد مت پھیلاؤ۔ کیونکہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی تلف ہوتے ہیں اور لوگوں کے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المطففین : ۱ تا ۶] ”بڑی ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ کر، یا انھیں تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ بے شک وہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ جس دن لوگ رب العالمین کے لیے کھڑے ہوں گے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم و ستم مسلط کر دیا جاتا ہے۔“ [ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات : ۴۰۱۹۔ مستدرك حاكم : ۵۴۰/۴، ح : ۸۶۲۳]

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا : یہ لوگ راستوں پر ناکے لگا کر لوگوں سے زبردستی ٹیکس وصول کرتے۔ کبھی ڈرا دھمکا کر ان کی بے عزتی کرتے اور ان کا سب مال و اسباب چھین لیتے۔ اگر کوئی شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کی طرف مائل نظر آتا تو اسے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کرتے اور اسلام کے احکام میں طرح طرح کی خرابیاں نکال کر اور شبہے پیدا کر کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ یہ سیدھا نہیں بلکہ غلط راستہ ہے، جیسا کہ آج کل بھی نام کے مسلمان دانشور، صحافی، پروفیسر اور حکمران جو کفار سے مرعوب ہیں اسلام کے احکام کو وحشیانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴾ [هود : ۸۹] ”اور اے میری قوم! میری مخالفت تمھیں اس کا مستحق ہرگز نہ بنا دے کہ تمھیں اس جیسی مصیبت آ پہنچے جو نوح کی قوم، یا ہود کی قوم، یا صالح کی قوم کو پہنچی اور

لوط کی قوم (بھی) ہرگز تم سے کچھ دور نہیں ہے۔‘‘

فَاصۡبِرُوۡا حَتّٰی یَحۡکُمَ اللّٰہُ بَیۡنَنَا ۚ وَ ہُوَ خَیۡرُ الۡحٰکِمِیۡنَ : یہ انھیں کفر پر صبر کا حکم نہیں، بلکہ انھیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ ؕ سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ یَّاۡتِیۡہِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡہِ وَ مَنۡ ہُوَ کَاذِبٌ ؕ وَ ارۡتَقِبُوۡۤا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ رَقِیۡبٌ ﴾ [هود : ۹۳] ’’اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو، بے شک میں (بھی) عمل کرنے والا ہوں۔ تم جلد ہی جان لوگے کہ کون ہے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے، اور انتظار کرو، بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔‘‘

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ
قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ
عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ
يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا
وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ
اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ
جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا
هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ
فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

”اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے، اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ہمراہ ایمان لائے ہیں، اپنی بستی سے ضرور ہی نکال دیں گے، یا ہر صورت تم ہمارے دین میں واپس آ ؤ گے۔ اس نے کہا اور کیا اگر چہ ہم ناپسند کرنے والے ہوں؟ یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمھاری ملت میں پھر آ جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔ اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے تو بے شک تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔ تو انھیں زلزلے نے پکڑ لیا، پھر انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔“

شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی دعوتِ توحید و اصلاح قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انھیں اور مسلمانوں کو شہر بدر کرنے کی دھمکی دی، تو انھوں نے ان سے ناامید ہو کر اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہمارے اور ان کے درمیان اب فیصلہ کر دے، چنانچہ اللہ نے ان کو ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسی بارش بھیجی جس میں آگ کے شرارے تھے اور اس کے

ساتھ آسمان سے ایک چیخ کی آواز آئی اور ان کے قدموں تلے سے زمین ہلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ہلاک ہو گئے، ان کے جسم ڈھیر ہو گئے اور ایسے ہو گئے جیسے پہلے ان کا وجود بھی نہ تھا، جبکہ پہلے تکبر میں آ کر اسی سرزمین سے انھوں نے شعیب اور مسلمانوں کو نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ عذاب آ جانے اور ان سب کے ہلاک ہو جانے کے بعد جب شعیب علیہ السلام وہاں سے گزرے تو ان کی لاشوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میری قوم! میں نے تمھیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تمھارے ساتھ خیر خواہی کا جو تقاضا تھا وہ پورا کر دیا تھا، لیکن تم نے کفر کی راہ اختیار کی، اس لیے مجھے اب تمھارا یہ انجام دیکھ کر کوئی افسوس نہیں ہے اور شعیب علیہ السلام کا ان مردوں سے یہ خطاب ویسا ہی تھا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں کفار قریش کے مقتولین کو خطاب کیا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اے ابوجہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمھارے پروردگار نے تم سے کیا تھا، کیا تم نے اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچ پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے، وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو بات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتلأبی جهل : ۳۹۷۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض مقعد المیت من الجنة والنار علیه : ۲۸۷٤]

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس کے رہنے والوں کو تنگی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ گڑگڑائیں۔''

''بَاْسَآءِ'' وہ تکلیفیں جو انسان کے بدن کو لاحق ہوں یعنی بیماریاں اور ''ضَرَّآءِ'' سے مراد فقر اور تنگ دستی۔ مطلب یہ ہے کہ جس کسی بستی میں ہم نے رسول بھیجا، انھوں نے اس کی تکذیب کی تو اس پاداش میں ہم نے ان کو بیماری اور محتاجی میں مبتلا کر دیا، جس سے مقصد یہ تھا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ [السجدة : ۲۱] ''اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

''پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر ہم نے ان کی حالت کو بدحالی سے آسودگی میں، مرض اور بیماری سے صحت و عافیت میں اور فقر سے دولت مندی میں بدل دیا، تاکہ وہ شکر ادا کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں، مگر انھوں نے نہ تکلیف سے کوئی سبق سیکھا اور نہ آسودگی ہی سے، نہ وہ رنج کو دیکھ کر باز آئے اور نہ راحت کو دیکھ کر، بلکہ کہنے لگے کہ ہم بھی رنج و راحت سے اسی طرح دو چار ہوتے ہیں، جیسا کہ زمانۂ قدیم میں ہمارے آبا و اجداد ان سے دو چار ہوتے رہے تھے، کیونکہ زمانے کے حالات بدلتے رہتے ہیں، کبھی کوئی حالت ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور۔ وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہ دونوں حالتیں تو اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں۔

ان کفار کے برعکس مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ آسودگی اور خوشحالی میں اللہ کا شکر بجالاتے ہیں، رنج اور تکلیف کی حالت میں صبر کرتے ہیں، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی کتنا تعجب انگیز ہے کہ اس کا ہر معاملہ ہی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور یہ فضیلت سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے کوئی آسودگی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر بجالاتا ہے اور یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور صبر کرنا بھی اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

الغرض، مومن وہ ہے جو رنج اور آسودگی دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائش کو سمجھ جائے۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ : یعنی ہم نے انھیں اس طرح اچانک پکڑ لیا کہ انھیں نے اس کا شعور بھی نہ تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا عبید بن خالد سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچانک موت (کافرو فاجر کے لیے اللہ کی) ناراضی کی پکڑ ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب في موت الفجأة : ٣١١٠ـ مسند أحمد : ٤٢٤/٣، ح : ١٥٥٠٣]

وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

''اور اگر واقعی بستیوں والے ایمان لے آتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے اور لیکن انھوں نے جھٹلایا تو ہم نے انھیں اس کی وجہ سے پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ تو کیا بستیوں والے

بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آ جائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آ جائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔ پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان وتقویٰ ایسی چیز ہے کہ جس بستی کے لوگ اسے اپنا لیں تو ان پر اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے، یعنی حسب ضرورت انھیں آسمان سے بارش مہیا فرماتا ہے اور زمین اس سے سیراب ہو کر خوب پیداوار دیتی ہے۔ نتیجتاً خوشحالی وفراوانی ان کا مقدر بن جاتی ہے، لیکن اس کے برعکس تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کرنے پر قومیں اللہ کے عذاب کی مستحق ٹھہر جاتی ہیں، پھر پتا نہیں ہوتا کہ شب وروز کی کس گھڑی میں عذاب آ جائے اور ہنستی کھیلتی بستیوں کو آن واحد میں کھنڈر بنا کر رکھ دے۔ اس لیے اللہ کی تدبیروں سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے، اس بے خوفی کا نتیجہ سوائے خسارے کے اور کچھ نہیں۔ یہاں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ بندے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اپنے ایمان کے ضیاع سے بے خوف ہو جائے، وہ ہمیشہ اس بات سے ڈرتا رہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اسے ایسی آزمائش سے دوچار نہ کر دے کہ جس سے اس کا سرمایۂ ایمان سلب ہو جائے، اس لیے وہ ہمیشہ اللہ سے یہ دعا کرتا رہے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ » ”اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء یا مقلب القلوب ......الخ : ۳۵۲۲]

اَوَ لَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰

”اور کیا ان لوگوں کی رہنمائی جو زمین کے وارث اس کے رہنے والوں کے بعد بنتے ہیں، اس بات نے نہیں کی کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے انھیں سزا دیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں تو وہ نہیں سنتے۔“

اس آیت کریمہ میں بنی نوع انسان کے لیے ایک بڑی تنبیہ ہے کہ اس دنیا میں اللہ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے ہوئے رہنا چاہیے اور ان قوموں کے انجام بد سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے جو پہلے گزر چکی ہیں۔ جس طرح اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انھیں گرفت میں لے لیا، اسی طرح ممکن ہے کہ ان لوگوں کو بھی ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے جو ان ہلاک کی گئی قوموں کے بعد آئے ہیں اور اسی سرزمین پر انھی کی طرح گناہ بھی کر رہے ہیں جس پر گزشتہ قومیں آباد تھیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۸] ”پھر کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے،

جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔"
اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴾ [السجدۃ : ٢٦] "اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے ؟" اور فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴾ [مریم : ٩٨] "اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیا تو ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتا ہے، یا ان کی کوئی بھنک سنتا ہے؟"

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو یہ سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔" [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین : ٣٣٣٤]

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٠١﴾

"یہ بستیاں ہیں، ہم تجھ سے ان کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ اس چیز کو مان لیتے جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔"

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم نوح، قوم ھود، قوم صالح، قوم لوط اور قوم شعیب علیہم السلام کے قصے سنائے اور بتایا کہ اس نے اپنے دشمنوں کو کس طرح ہلاک کیا اور اپنے مومن بندوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی، کافروں کے تمام حیلے بہانے کس طرح ختم کر دیے تھے، کیونکہ اس نے اپنے رسولوں کی زبانی دلائل کے ساتھ حق کو واضح طور پر بیان کر دیا تھا، تو اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ یہ سب اس لیے ہے کہ آپ کی قوم عبرت حاصل کرے اور ایمان لے آئے اور اس لیے تاکہ آپ کو تسلی ہو کہ مشرکین کی جانب سے آپ کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے وہ آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ گزشتہ زمانوں کے دیگر انبیاء کو بھی ایسی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ حق کی تکذیب ان قوموں کا شیوہ بن گیا تھا اور جب انبیاء نے حق کی تصدیق کے لیے دلائل و براہین پیش کیے تو وہ تکذیب حق میں تیز تر ہو گئے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ : یعنی ایسی نشانیاں جو ان کی خبروں کی صداقت کی دلیل تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۱۵] ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں ، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴾ [هود : ۱۰۰، ۱۰۱] ''یہ ان بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم تجھے بیان کرتے ہیں، ان میں سے کچھ کھڑی ہیں اور کچھ کٹ چکی ہیں۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا، پھر ان کے وہ معبود ان کے کچھ کام نہ آئے جنھیں وہ اللہ کے سوا پکارتے تھے، جب تیرے رب کا حکم آ گیا اور انھوں نے ہلاک کرنے کے سوا انھیں کچھ زیادہ نہ دیا۔''

فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ : یعنی رسول ان کے پاس جس چیز کو لے کر آئے وہ اسے ماننے والے نہیں تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حق کی انھوں نے اسی وقت تکذیب کر دی تھی جب پہلی مرتبہ ان کے پاس آیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الأنعام: ۱۰۹، ۱۱۰] ''اور تمھیں کیا چیز معلوم کرواتی ہے کہ بے شک وہ جب آئیں گی تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے۔''

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۲

''اور ہم نے ان میں سے اکثر کے لیے کوئی عہد نہیں پایا اور بے شک ہم نے ان کے اکثر کو فاسق ہی پایا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان میں سے اکثر کو بدکار اور اطاعت و فرماں برداری سے خارج ہی پایا۔ یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا فرمایا۔ وہ ابھی پشتوں ہی میں تھے کہ ان سے یہ عہد لیا کہ وہ ان کا رب اور مالک ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، تو اس کا انھوں نے اقرار اور عہد و پیمان کیا تھا، مگر پھر خود ہی اس کی انھوں نے مخالفت بھی کی، اسے پس پشت پھینک دیا اور کسی دلیل و حجت اور عقل و شریعت کی تائید کے بغیر اللہ تعالیٰ کے سوا معبودانِ باطلہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ خود فطرتِ سلیمہ ہی اس کے خلاف ہے۔ اول سے آخر تمام انبیاء نے بھی اس سے منع فرمایا، جیسا کہ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دین اسلام پر پیدا کیا تھا، مگر شیطانوں نے ان کے پاس آ کر انھیں دین اسلام سے بہکا دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام قرار دے دیں جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے، بعد ازاں

اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین : ۱۳۸۵۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ : ۲۶۵۸]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىِٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

’’پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا۔ پھر دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا؟‘‘

اس آیت کریمہ سے موسیٰ علیہ السلام ، فرعون اور بنی اسرائیل کے واقعات کا آغاز ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور قوم فرعون کی ہدایت کے لیے نشانیاں دے کر مبعوث کیا، لیکن انھوں نے ان نشانیوں کا انکار کر دیا اور اپنے کفر و شرک اور تکبر پر اڑے رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ [النمل : ۱۴] ’’اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل ان کا اچھی طرح یقین کر چکے تھے، پس دیکھ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔‘‘ یعنی جنھوں نے اللہ کے راستے سے روکا اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سمندر میں ڈبو دیا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ دیکھ لیجیے کہ زمین میں کفر و شرک کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے؟

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰۤى اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ
اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ
كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

’’اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! بے شک میں جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ اس بات پر پوری طرح قائم ہوں کہ اللہ پر حق کے سوا نہ کہوں، بلاشبہ میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں، سو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت لے کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور میں تمھیں اللہ

کی طرف سے حق بات بتانے اور اپنی صداقت کی نشانی لے کر آیا ہوں۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو جس نشانی کا ابھی ذکر کیا ہے اسے دکھاؤ۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دی جو ایک عظیم و مہیب سانپ میں بدل گئی اور اپنا ہاتھ اپنی جیب یا بغل کے نیچے سے نکالا تو سفید و شفاف بن گیا اور اس سے خوبصورت روشنی پھوٹ کر نکلنے لگی، جسے ہر آدمی دیکھنے لگا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

”فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔ جو چاہتا ہے کہ تمھیں تمھاری سرزمین سے نکال دے، تو تم کیا حکم دیتے ہو؟ انھوں نے کہا اسے اور اس کے بھائی کو مؤخر رکھ اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیج دے۔ کہ وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔ اور جادوگر فرعون کے پاس آئے، انھوں نے کہا یقیناً ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے۔ کہا ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! یا تو تو پھینکے، یا ہم ہی پھینکنے والے ہوں۔ کہا تم پھینکو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انھیں سخت خوف زدہ کر دیا اور وہ بہت بڑا جادو لے کر آئے۔“

جب قوم فرعون کے سرداروں نے لاٹھی کو سانپ کی شکل میں اور ہاتھ کو بغیر کسی بیماری کے سفید و شفاف دیکھ لیا، تو کہنے لگے کہ یہ تو کوئی بہت بڑا ماہر جادوگر ہے، (جادو اس لیے کہا کہ عوام کے دل و دماغ پر ان معجزات کا اثر نہ ہو) یہ تو تمھیں ملک مصر سے اپنے جادو کے ذریعے نکال کر خود اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ اس کے بعد فرعون نے سرداروں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ چنانچہ سب نے مشورہ دیا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو بند کر دیجیے اور لوگوں کو پورے ملک میں بھیج کر ماہر جادوگروں کو جمع کیجیے۔ اس زمانے میں سرزمین مصر میں جادو کا بہت چرچا تھا اور جادوگروں کی بڑی اہمیت تھی۔ اسی لیے ان لوگوں نے سمجھا کہ موسیٰ کا کارنامہ بھی جادو کے قبیل سے ہے اور بڑے جادوگر ہی اس کی کاٹ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ملک کے تمام جادوگر جمع ہو گئے اور فرعون سے یہ شرط منوائی کہ اگر وہ موسیٰ پر غالب آ گئے

توانھیں اس کا مناسب انعام ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں، اگر وہ غالب آ گئے تو وہ درباریوں اور معزز لوگوں میں داخل کر لیے جائیں گے۔ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا کہ چاہو تو تم پہلے اپنے فن کا مظاہرہ کرو، یا پھر ہم اپنے کمالات دکھائیں۔ گویا انھیں اپنے اوپر بھرپور اعتماد تھا کہ غلبہ انھی کو حاصل ہو گا، چاہے بعد میں اپنا کرتب دکھلائیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم لوگ اپنی قوت کا مظاہرہ کرو۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ جب لوگ ان کے کارناموں کو دیکھ لیں گے تو پھر معجزۂ الٰہی کا ظہور ہو گا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ دیکھنے والوں کے دل ودماغ پر اثر ڈالے گا، چنانچہ انھوں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا، لوگ سمجھنے لگے کہ واقعی ان کے سامنے سانپ دوڑ رہے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعٰى ﴾ [طٰہٰ : ٦٦] ”تو اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں، اس کے خیال میں ڈالا جاتا تھا، ان کے جادو کی وجہ سے کہ واقعی وہ دوڑ رہی ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَأَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ۝ وَأَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ إِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ أَتٰى ﴾ [طٰہٰ : ٦٧ تا ٦٩] ”تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کر، یقیناً تو ہی غالب ہے۔ اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔“

وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوْسٰٓى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ
وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ
سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ
قَبْلَ أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ إِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾
قَالُوْٓا إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۚ رَبَّنَآ
أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿١٢٦﴾

”اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ پس حق ثابت ہو گیا اور باطل ہو گیا جو کچھ وہ کر رہے تھے۔ تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے۔ انھوں نے کہا ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے۔ موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔ فرعون نے کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے

جو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تاکہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔ یقیناً میں ضرور تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا، پھر یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔ انھوں نے کہا یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔''

اس وقت اللہ نے اپنے بندے اور رسول موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ اب تمھارے دائیں ہاتھ میں جو لاٹھی ہے اسے زمین پر پھینک دو، انھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی جادوگروں کے تمام جھوٹے سانپوں کو نگلنے لگی، یہ دیکھ کر فرعون، اس کے کارکنان اور اس قوم کے لوگ ذلیل و رسوا ہو کر واپس لوٹنے لگے اور جادوگر ﴿ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴾ کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے۔ جب حق واضح ہو گیا اور تمام جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، تو فرعون نے اپنی ذلت و رسوائی پر پردہ ڈالنے کے لیے کہا کہ تم لوگ میری اجازت کے بغیر موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ یہاں آنے سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ مل گئے تھے اور ایک رچی رچائی سازش کے مطابق یہاں آئے ہو کہ پہلے تم لوگ موسیٰ کے خلاف بظاہر اپنی اپنی تیزی دکھاؤ گے اور پھر اس کے سامنے جھک جاؤ گے، تاکہ تم سب مل کر قبطیوں کو یہاں سے نکال دو اور ان کی جگہ لے لو۔ موسیٰ (علیہ السلام) تمھارا بادشاہ بن جائے اور اس کے ساتھ تم لوگ رہنے لگو، تو عنقریب تم لوگ اپنے انجام کو پہنچ جاؤ گے۔ وہ خبیث شخص سمجھتا تھا کہ یہ جادوگر زمین میں فساد برپا کرنے والے ہیں، لہٰذا وہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو فسادیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، کہا کہ میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر تم سب کو سولی دے دوں گا۔ ایمان لانے والے جادوگروں کو جب فرعون نے یہ دھمکی دی تو انھوں نے کہا کہ ہمیں تمھاری سزا کی کوئی پروا نہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہتر ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لیے تو جو فیصلہ کرنا چاہے کر لے، ہم تیرے عذاب کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیں گے، تاکہ کل کے عذاب سے بچ جائیں۔ فرعون کو جواب دیتے ہوئے انھوں نے کہا: ﴿ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۷۴﴾ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾ [طٰهٰ : ۷۲ تا ۷۵] ''سو فیصلہ کر جو تو فیصلہ کرنے والا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ تو اس دنیا کی زندگی کا فیصلہ کرے گا۔ بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے

اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔‘‘

دن کے ابتدائی حصے میں یہ لوگ جادوگر تھے، مگر آخری حصے میں نیکوکار اور شہداء بن گئے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ
وَاٰلِهَتَكَ ۭ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَاۗءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى
لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ڐ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَ
الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ
عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

’’اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔ انھوں نے کہا ہمیں اس سے پہلے ایذا دی گئی کہ تو ہمارے پاس آئے اور اس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ اس نے کہا تمھارا رب قریب ہے کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تمھیں زمین میں جانشین بنا دے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی اور جادوگروں کے ایمان لانے کے بعد بنی اسرائیل کے آدمی بڑی تعداد میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ حالات کے اس انقلاب نے فرعون اور اس کے حواریوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسی لیے درباریوں نے فرعون کو موسیٰ علیہ السلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور کہا کہ اگر انھیں اسی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا تو یہ لوگ آپ کی رعایا کو خراب کریں گے، ملک میں فساد برپا کریں گے اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ کر موسیٰ کے رب کی عبادت کی دعوت دیں گے۔ فرعون نے ان کی بات مان کر کہا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھیں گے۔

جب فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کر لیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف رجوع کرنے، اسی سے مدد مانگنے اور اسی پر بھروسا کرنے اور صبر کرنے کی نصیحت کی۔ ساتھ ہی یہ بشارت دی کہ بالآخر غلبہ تمھیں ہی حاصل ہوگا اور زمین کے سردار آل فرعون نہیں بلکہ تم ہو گے، اس لیے کہ

زمین کا مالک اللہ ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔

بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا کہ اس سرزمین پر ہم تو پریشان ہی رہے ہیں۔ آپ کی ولادت سے پہلے ہمارے بچوں کو اس لیے قتل کیا گیا کہ کہیں موسیٰ نہ پیدا ہو جائے اور اب جب آپ نبی مرسل بن کر آئے ہیں تب بھی ہمارے بچوں کو قتل کیا جا رہا ہے، تاکہ ہمارا وجود ہی ختم ہو جائے، تو موسیٰ علیہ السلام نے پہلے جس بشارت کی طرف اشارہ کیا تھا، اس کی صراحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی تمھارے دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور تمھیں زمین کی سیادت عطا کرے گا۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾

’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے فرعون کی آل کو قحط سالیوں اور پیداوار کی کمی کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ تو جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے یہ تو ہمارے ہی لیے ہے اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھ والوں کے ساتھ نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔‘‘

جادوگروں کے شکست کھا جانے اور ان کے ایمان لے آنے کے بعد فرعون کے لیے یہ بات آفتاب کی طرح واضح ہو چکی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے، لیکن غرور و نخوت اور جھوٹی معبودیت کے زعم میں کفر و عناد پر مصر رہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے اور اس کی قوم کو قحط سالی میں مبتلا کیا کہ اب بھی شاید توبہ کی توفیق ہو جائے، لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں خوشحالی اور امن و عافیت کی کڑی آزمائش میں مبتلا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے فخر و تکبر میں آگے ہی بڑھتے گئے۔ جب قحط سالی آئی تو کہنے لگے کہ یہ سب موسیٰ اور بنی اسرائیل کی وجہ سے ہو رہا ہے اور جب خوشحالی آئی تو کہنے لگے کہ ہم تو اس کے حق دار ہیں۔ اسی لیے اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام امور کا مدبر اور ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے اور خوشحالی اور قحط سالی اسی کے اختیار میں ہے، موسیٰ اور بنی اسرائیل کے وجود سے بدشگونی لینا تمھارے کفر و عناد کا نتیجہ ہے۔

وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ : ’’طَائِرٌ‘‘ کے معنی ہیں ’’اڑنے والا‘‘ یعنی پرندہ۔ چونکہ پرندے کے دائیں یا بائیں اڑنے سے وہ لوگ نیک فال یا بدفال لیا کرتے تھے، اس لیے یہ لفظ مطلق فال کے لیے بھی استعمال ہونے لگ گیا اور یہاں یہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کوئی مرض متعدی نہیں، (ماہ) صفر کی نحوست اور الو کی نحوست بھی کوئی چیز نہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الطب، باب لا ھامة : ۵۷۷۰۔ مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوٰی ولا طیرة...... الخ : ۲۲۲۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔'' تین دفعہ یہ فرمایا، پھر فرمایا: ''اور ہم میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی وہم ہو ہی جاتا ہے، مگر اللہ عزوجل اسے توکل کی برکت سے زائل کر دیتا ہے۔'' [أبوداؤد، كتاب الطب، باب في الطيرة : ۳۹۱۰۔ ترمذي، كتاب السير، باب ما جاء في الطير : ۱٦۱٤]

قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

''اور انھوں نے کہا تو ہمارے پاس جو نشانی بھی لے آئے، تاکہ ہم پر اس کے ساتھ جادو کرے تو ہم تیری بات ہرگز ماننے والے نہیں۔ تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انھوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔''

آل فرعون کا کبر و غرور بڑھتا ہی گیا، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ چاہے تم کوئی بھی نشانی لاؤ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب ان کا کفر و عناد اس حد تک بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کچھ سختیاں نازل ہونا شروع ہوئیں۔ ''الطُّوْفَانَ'' یعنی آسمان سے موسلا دھار بارش اور دریاؤں میں سخت طغیانی جس نے کھیتوں اور پھلوں کو تباہ کر دیا اور انسانوں میں اموات ہونے لگیں۔ ''الْجَرَادَ'' یعنی ٹڈیاں جنھوں نے ان کے کھیتیوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا ''الْقُمَّلَ'' سے مراد جوئیں ہیں جو انسان کے جسم، کپڑے اور بالوں میں پیدا ہو جاتی ہیں، یا گھن کا کیڑا ہے جو غلے میں لگ جاتا ہے اور اس کے بیشتر حصے کو ختم کر دیتا ہے۔ ''الضَّفَادِعَ'' یہ ضَفْدَعَةٌ کی جمع ہے، اس کا معنی مینڈک ہے، تو ان کے گھروں میں، کھانوں میں، غلوں اور بستروں میں ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے اور ''الدَّمَ'' سے مراد یہ ہے کہ ان کی نہروں اور کنوؤں کا پانی خون میں بدل گیا، مچھلیاں مر گئیں اور نہروں کا پانی بد بودار ہو گیا، بعض لوگوں نے اس سے نکسیر کی بیماری مراد لی ہے، یعنی ہر شخص کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ : ''الْجَرَادَ'' سے مراد ایک خاص قسم کی ٹڈیاں ہیں جو فصلوں کو نقصان پہنچاتی ہیں اور انھیں کھانا جائز ہے، یعنی یہ حلال ہیں، ابو یعفور رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات یا چھ غزوات میں حصہ لیا اور ہم آپ کے ساتھ (یعنی آپ کی موجودگی میں) ٹڈیاں کھایا کرتے تھے۔ [بخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب أكل الجراد : ٥٤٩٥۔ مسلم، كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد : ۱۹٥۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردہ چیزیں اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں، مردہ چیزوں سے مراد مچھلی اور ٹڈی، جبکہ دو خونوں سے مراد جگر اور تلی ہیں۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۹۷، ح : ۵۷۲۵۔ ابن ماجه، كتاب الأطعمة ، باب الكبد والطحال : ۳۳۱۴]

وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝۱۳۴ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۱۳۵

''اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک وقت تک دور کر دیتے، جسے وہ پہنچنے والے تھے تو اچانک وہ عہد توڑ دیتے تھے۔''

یعنی اس قوم کا یہ وتیرہ بن گیا کہ مذکورہ پانچ عذابوں میں سے جب کوئی عذاب آتا تو فوراً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس دعا کے لیے التجا کرتے اور کہتے کہ تمھارے پروردگار نے تم سے جو عہد کر رکھا ہے اس کے مطابق تمھاری دعا ضرور قبول ہوگی اور اگر تمھاری دعا سے ہم سے عذاب ٹل گیا تو پھر ہم تمھارا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ اسی طرح پانچ دفعہ یہی واقعہ ہوا اور یہ فرعونی ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے تھے۔ بعض مفسرین نے یہاں لفظ ''رِجْز'' کے معنی عذاب کے بجائے طاعون کے لیے ہیں اور احادیث سے بھی اس معنی کی تائید ہو جاتی ہے، جیسا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاعون (رجز) عذاب کی نشانی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے لوگوں، یا (فرمایا) بنی اسرائیل کو آزمایا، لہٰذا جب تم سنو کہ کسی ملک میں طاعون پھیلا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تم وہیں ہو تو وہاں سے مت بھاگو۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة : ۲۲۱۸]

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝۱۳۶

''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب فرعونی بغاوت و سرکشی میں حد سے بڑھ گئے، حالانکہ انھیں یکے بعد دیگرے مختلف آزمائشوں میں مبتلا کیا گیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیتے ہوئے انھیں دریا میں غرق کر دیا، کیونکہ انھوں

نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے نہ صرف غفلت کا مظاہرہ کیا، بلکہ ان کی صریحاً تکذیب بھی کی تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰهٰ : ۷۷، ۷۸] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا، تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔''

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝۱۳۷

''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو زمین کی سیادت عطا کی، مصر و شام کے علاقے ان کے زیر تصرف آ گئے، یہ وہی لوگ تھے جنھیں فرعون نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور جن کے ہزاروں بچوں کو قتل کروا دیا تھا، لیکن جب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور مصائب و آلام پر صبر و استقامت سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین کا مالک بنا دیا اور فرعونیوں کے محلات اور باغات کو تاراج کر دیا۔ اسی بات کو دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾ [القصص : ۵، ۶] ''اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں اور انھیں زمین میں اقتدار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو ان سے وہ چیز دکھلائیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' اور فرعونیوں کی ہلاکت و بربادی اور ان کی تباہی کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴾ [الدخان : ۲۵ تا ۲۸] ''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔''

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰۤى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں پر آئے جو اپنے کچھ بتوں پر جمے بیٹھے تھے، کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔ بے شک یہ لوگ، تباہ کیا جانے والا ہے وہ کام جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور باطل ہے جو کچھ وہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔''

بنی اسرائیل فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دریا پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے، جس کے سامنے ہم جھکیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم لوگ اللہ کی شان و عظمت سے بالکل ناواقف ہو۔ ان بت پرستوں کا شرک ان کے لیے مہلک اور ان کا عمل سراسر باطل ہے۔

قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ : دوسری قوموں کی نقالی احساس کمتری کی غماز ہوتی ہے۔ احساس کمتری سے آدمی اسلامی چیزوں کو برا اور غیر اسلامی چیزوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے اور یہ چیز ایمان کے منافی ہے۔ کافروں کی چیزوں اور ان کے طریقوں کو پسند کرنا گویا کفر کو پسند کرنا ہے اور ایسے آدمی کا ایمان درحقیقت ایمان ہی نہیں۔ سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف جا رہے تھے کہ انھوں نے کفار کا ایک بیری کا درخت دیکھا، جس کے پاس وہ بیٹھے رہتے اور اس کے ساتھ وہ اپنا اسلحہ بھی لٹکا لیتے تھے۔ اس درخت کو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد ہم بیری کے ایک بہت بڑے اور سرسبز و شاداب درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ''ذات انواط'' مقرر فرما دیجیے، جیسا کہ کافروں کے لیے ''ذات انواط'' ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمھاری یہ بات اسی طرح ہے جس طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾ ''ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ تو اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو'' بے شک یہ پہلے لوگوں کے طور طریقے ہیں اور تم ضرور ان کی روش اختیار کرو گے۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۲۱۸، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لترکبن سنن من کان قبلکم : ۲۱۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کسی نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو

(یاد رکھیے!) مشابہت کرنے والا اسی قوم میں (شمار) ہوگا۔" [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ : ۴۰۳۱]

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَ اِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾

"کہا کیا میں اللہ کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود تلاش کروں؟ حالانکہ اس نے تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، وہ تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔"

موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ تم کیسی بہکی بات کرتے ہو، کیا جس اللہ نے تم پر اتنے احسانات کیے اور تمھیں جہانوں پر فضیلت بھی عطا کی، اسے چھوڑ کر میں تمھارے لیے پتھر اور لکڑی کے تراشے ہوئے بت تلاش کروں؟ یعنی یہ ناشکری اور احسان ناشناسی میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں کہ اس نے انھیں فرعون کی قید اور اس کے قہر سے نجات بخشی، ان کی ذلت و رسوائی کو عزت و سر بلندی میں بدل دیا اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے دشمن کو دریا میں غرق کر کے ان کے دلوں کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی۔

وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

"اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقرر مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔"

فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کے بعد ضرورت لاحق ہوئی کہ بنی اسرائیل کی ہدایت و راہنمائی کے لیے کوئی کتاب انھیں دی جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس راتوں کے لیے کوہ طور پر بلایا، جس میں دس راتوں کا اضافہ کر کے اسے چالیس کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جاتے وقت ہارون علیہ السلام کو، جو ان کے بھائی بھی تھے اور نبی بھی، اپنا جانشین مقرر کر دیا تا کہ وہ بنی اسرائیل کی ہدایت و اصلاح کا کام کرتے رہیں اور انھیں ہر قسم کے فساد سے بچائیں۔ اس آیت میں یہی بیان کیا گیا ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

’’اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔‘‘

جب موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف ہوا، تو شدتِ شوق اور غایت محبت میں اللہ تعالیٰ کی دید کا سوال کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ اس دنیا میں آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو مطمئن کرنے کے لیے کہا کہ اس پہاڑ کو دیکھیے، اگر وہ میری تجلی کی تاب لے آئے اور اپنی جگہ باقی رہ جائے، تو آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ اللہ کی تجلی پہاڑ پر ظاہر ہوئی تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ اپنی جگہ باقی نہ رہ سکا اور موسیٰ علیہ السلام اس منظر کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو اللہ کی پاکی بیان کی اور دوبارہ ایسا سوال کرنے سے توبہ کی۔

رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ : حرف ’’لَنْ‘‘ یہاں دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کی نفی کے لیے استعمال ہوا ہے، ورنہ قرآن پاک اور بہت سی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ مومنین اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن دیکھیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴾ [القيامة : ۲۲، ۲۳] ’’اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔‘‘

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس کا حجاب بھی نور ہے، اگر وہ اس حجاب کو ہٹا دے تو اس کے چہرۂ اقدس کے انوار سے وہ تمام مخلوق جل جائے جس تک اس کی نظر پہنچتی ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله صلی اللہ علیہ وسلم : إن الله لا ينام ...... الخ : ۱۷۹]

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ﴾ [الأعراف : ۱۴۳] پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نور میں سے اِس کی مثل ظاہر کیا۔‘‘ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی نصف خنصر انگلی کے ساتھ اشارہ کیا۔ [مستدرك

حاکم : ۱/ ۲۵، ح : ۶۷۔ مسند أحمد : ۳/ ۱۲۵، ح : ۱۲۲۶۸۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورۃ الأعراف : ۳۰۷٤]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے چہرے پر تھپڑ مارا گیا تھا، اس نے عرض کی، اے نبی! تیرے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر تھپڑ مار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو بلاؤ۔'' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے بلایا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟'' انھوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں یہودیوں کے پاس سے گزر رہا تھا تو میں نے سنا کہ اس نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں سے برگزیدہ کیا! میں نے سوچا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی (اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بزرگی دی ہے)؟ میں اس کی بات پر غضبناک ہو گیا اور میں نے اسے تھپڑ مار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے انبیاء پر فضیلت نہ دیا کرو، قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرشِ الٰہی کے ایک پایہ کو پکڑے ہوئے ہوں گے، نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے ہوں گے یا طور پر بے ہوش ہونے کے بدلے میں بے ہوش ہوئے ہی نہیں ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولما جاء موسی لمیقاتنا و کلمه ربه ﴾ : ٤٦٣٨۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی علیه السلام : ۲۳۷۳]

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَ بِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

''فرمایا اے موسیٰ! بے شک میں نے تجھے اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں پر چن لیا ہے، پس لے لے جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔''

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی تکریم کے طور پر انھیں خوشخبری دی کہ میں نے آپ کو اپنا رسول بنانے اور آپ سے ہم کلام ہونے کے لیے آپ کو اوروں کے مقابلے میں چن لیا ہے۔ اس لیے اس نعمت کو قبول کیجیے اور اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ آیت میں کلمہ ''النَّاسِ'' سے مراد صرف موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ ہیں، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کا سردار بنایا ہے۔

وَ كَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّ اْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

''اور ہم نے اس کے لیے تختیوں میں ہر چیز کے بارے میں نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، سو انھیں قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی بہترین باتوں کو پکڑے رکھیں، عنقریب میں تمھیں نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔''

یہ تورات کی تختیاں تھیں، جن میں بنی اسرائیل کی دینی اور دنیوی راہنمائی و بھلائی کی ہر بات نوشتہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان تختیوں کو وہ اس عزم کے ساتھ لیں کہ اس میں موجود احکام پر عمل پیرا ہوں گے اور نواہی سے اجتناب کریں گے اور غیروں کی اذیت پر صبر اور درگزر کریں گے۔ لیکن جو لوگ میرے اوامر کو ٹھکرائیں گے اور میری بندگی سے اعراض کریں گے تو عنقریب دیکھ لیں گے کہ ہلاکت و بربادی ان کا انجام ہوگا۔

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تختیوں میں ان کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی ہے اور یہ تختیاں تورات ہی پر مشتمل تھیں، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [القصص : ۴۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اس کے بعد کہ ہم نے پہلی نسلوں کو ہلاک کر دیا، جو لوگوں کے لیے دلائل اور ہدایت اور رحمت تھی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدم اور موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہوگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں بہت گھاٹا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ آدم نے کہا، تم موسیٰ ہو، اللہ نے تمھیں اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بخشا اور تمھارے لیے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی، تم مجھے ایک ایسی بات (یعنی تقدیر) پر ملامت کر رہے ہو، جو اس نے میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دی تھی؟ چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔“ [بخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسٰی عند الله : ۶۶۱۴۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی علیهما السلام : ۲۶۵۲۔ أبو داؤد، کتاب السنة، باب فی القدر : ۴۷۰۱]

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

”عنقریب میں اپنی آیات سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو زمین میں حق کے بغیر بڑے بنتے ہیں اور اگر ہر نشانی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگر بھلائی کا راستہ دیکھ لیں تو اسے راستہ نہیں بناتے اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو اسے راستہ بنا لیتے ہیں، یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔“

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبر و غرور سے بدتر کوئی صفت نہیں، اسی لیے اس کا انجام بھی بدترین بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکبر کے دل کی روشنی چھین لیتا ہے، وہ تمام دلائل و براہین دیکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت پر ایمان نہیں لاتا، اس کی شریعت پر عمل پیرا نہیں ہوتا، حق کا راستہ روز روشن کی طرح واضح ہونے کے باوجود اسے اختیار نہیں

کرتا اور ہر گمراہی کی طرف تیزی کے ساتھ لپکتا ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ : یعنی اپنی عظمت، شریعت اور احکام سے متعلق دلائل و براہین کے سمجھنے سے ان لوگوں کے دلوں کو محروم کر دوں گا جو میری اطاعت سے اعراض کریں گے اور لوگوں سے ناحق غرور کے ساتھ پیش آئیں گے، یعنی جس طرح انھوں نے تکبر اور غرور کیا تھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی انھیں احکام شریعت سے جاہل رکھ کر ذلیل و رسوا کر دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ”اور ہم ان کے دلوں اور ان کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔“ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ﴾ [الصف : ۵] ”پھر جب وہ ٹیڑھے ہوگئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔“

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ”بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔“

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا : یعنی اگر ان کے لیے راستی اور نجات کا راستہ ظاہر بھی ہو جائے تو یہ اسے اختیار نہیں کریں گے اور اگر ان کے لیے ہلاکت و ضلالت کا راستہ ظاہر ہو جائے تو اسے یہ اختیار کر لیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [القصص : ۸۳] ”یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔“

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

”اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہوگئے، وہ اسی کا بدلہ دیے جائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

متکبر انسان اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے، ان میں غور و فکر نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ کی آیتوں اور قیامت کے دن کو جھٹلائے گا اور اسی پر قائم رہے گا، یہاں تک کہ اسی حالت میں اسے موت آ جائے، تو روز قیامت اس کے کفر و معاصی کی وجہ سے اس کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی بھی نیکی کے معاملہ میں مومن کی حق تلفی نہیں کرے گا، مومن کو دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا، جبکہ کافر کو ان نیکیوں کا (پورا) بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب جزاء المؤمن بحسناته في الدنيا والآخرة : ۲۸۰۸]

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِیِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمۡ وَلَا یَهۡدِیۡهِمۡ سَبِیۡلًا ۘ اِتَّخَذُوۡهُ وَكَانُوۡا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَیَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۱۴۹﴾

''اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا، جو ایک جسم تھا، جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑا اور وہ ظالم تھے۔ اور جب وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بے شک وہ تو گمراہ ہو گئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

موسیٰ علیہ السلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر گئے تو پیچھے سے سامری نامی شخص نے سونے کے زیورات اکٹھے کر کے ایک بچھڑا تیار کیا، یہ بچھڑا کچھ کچھ بیل کی آواز نکالتا تھا۔ چنانچہ سامری نے انھیں دھوکا دیا اور کہا کہ یہی ہمارا وہ معبود ہے جس نے ہمیں فرعون سے نجات دلائی تھی۔ سب نے اس کی بات مان لی اور ہارون علیہ السلام کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس بچھڑے کی عبادت کرنے لگے۔ بنی اسرائیل کی آنکھوں پر جہالت اور گمراہی کی پٹی بندھ گئی تھی، اسی لیے تو انھیں یہ سوچنے کی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ یہ بچھڑا نہ ان سے باتیں کرتا ہے اور نہ کسی خیر کی طرف ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ پھر خالق ارض و سما کے بجائے وہ ان کا معبود کیسے ہو جائے گا؟ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں واپس آئے، ان کو اس حالت میں پایا اور ان کو ان کی گمراہی کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انھیں اپنی گمراہی کا احساس ہوا اور اپنی غلطی پر نادم ہوئے، تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے رحم و مغفرت کی دعا کی۔

وَاتَّخَذَ قَوۡمُ مُوۡسٰی مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ حُلِیِّهِمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوۡا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰی ۬ فَنَسِیَ ﴾ [طٰہٰ : ۸۸] ''پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جو محض جسم تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، تو انھوں نے کہا یہی تمھارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، سو وہ بھول گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ ﴾ [طٰہٰ : ۸۵] ''فرمایا پھر بے شک ہم نے تو تیری قوم کو تیرے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انھیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔''

اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ۬ وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴾ [طٰهٰ : ٨٩] ''تو کیا وہ دیکھتے نہیں کہ وہ نہ ان کی کسی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ ان کے کسی نقصان کا مالک ہے اور نہ کسی نفع کا۔''

وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ٘ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

''اور جب موسیٰ غصے سے بھرا ہوا، افسوس کرتا ہوا اپنی قوم کی طرف واپس آیا تو اس نے کہا بری ہے جو تم نے میرے بعد میری جانشینی کی، کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی، اور اس نے تختیاں پھینک دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ لیا، اسے اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس نے کہا اے میری ماں کے بیٹے! بے شک ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھے کہ مجھے قتل کر دیتے، سو دشمنوں کو مجھ پر خوش نہ کر اور مجھے ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کر۔''

موسیٰ علیہ السلام کو وہاں کوہِ طور ہی پر بذریعہ وحی یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ سامری نے ایک بچھڑا تیار کیا ہے اور قوم کے بہت سے لوگ گئوسالہ پرستی میں مبتلا ہو چکے ہیں، لہٰذا وہ جب واپس اپنی قوم کے پاس آئے تو غصہ اور رنج پہلے ہی سے طبیعت میں موجود تھا، آتے ہی لوگوں سے کہا کہ میرے بعد تم نے یہ کیا گل کھلا دیے کہ فوراً کفر و شرک والی زندگی تم میں عود آئی؟ پھر اسی غصہ کے عالم اور دینی حمیت کے جوش میں تختیاں نیچے پھینک دیں اور سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال کھینچتے ہوئے کہا کہ تم نے میرا قائم مقام بن کر یہ سب کچھ کیسے برداشت کر لیا؟ اس کے مقابلہ میں سیدنا ہارون علیہ السلام نے بڑے پیار سے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہا، میرے ماں جائے بھائی! ذرا میری بات سن لو، میں نے انھیں سمجھانے میں کچھ کوتاہی نہیں کی، مگر یہ اتنے سرکش لوگ ہیں کہ میری بات کو کچھ سمجھتے ہی نہ تھے، بلکہ الٹا مجھے مار ڈالنے کی دھمکیاں دینے لگے تھے، لہٰذا ان بدبختوں کو مجھ پر ہنسنے اور بغلیں بجانے کا موقع نہ دو اور یہ ہرگز نہ سمجھو کہ انھوں نے جو ظلم اور شرک کیا ہے وہ میری شہ پر کیا ہے۔

وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ : موسیٰ علیہ السلام کا شدید غصہ دو کاموں کی صورت میں ظاہر ہوا، ایک الواح کو پھینکنا اور دوسرے سیدنا ہارون علیہ السلام کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیکھنے اور سننے میں بہت فرق ہے۔ اس بات کی طرف رہنمائی یہ حدیث بھی کرتی ہے، جس میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، مشاہدہ کرنے والا سنی ہوئی خبر والے کی طرح نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خبر دی کہ ان کی قوم کے لوگوں نے (ان کے بعد) بچھڑے کے معاملہ میں کیا کیا ہے تو (انھیں غصہ تو آیا

لیکن) انھوں نے تختیوں کو نہیں پھینکا، لیکن جب انھوں نے (اس چیز کا) معاینہ ومشاہدہ کیا جو ان کی قوم نے کیا تو انھوں نے تختیاں پھینک دیں اور وہ ٹوٹ گئیں۔“ [مسند أحمد : ۲۷۱/۱، ح :۲۴۵۱۔ مستدرك حاكم : ۳۲۱/۲، ح : ۳۲۵۰۔ ابن حبان : ۶۲۱۳، ۶۲۱۴]

فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ : یعنی مجھے ان جیسا نہ سمجھے اور ان کے ساتھ نہ ملایئے۔ ہارون علیہ السلام نے یہاں موسیٰ علیہ السلام کو ”اے میری ماں کے بیٹے“ کہہ کر اس لیے مخاطب کیا کہ موسیٰ علیہ السلام زیادہ رحمت و شفقت کا مظاہرہ فرمائیں، ورنہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی ہیں، دونوں ایک ہی ماں باپ کے بیٹے ہیں۔ ”شَمَاتَةٌ“ کا معنی کسی نقصان پر دشمن کا خوش ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ”شَمَاتَةُ الْاَعْدَاءِ“ سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کرتے تھے : « اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَهْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ » ”اے اللہ ! میں تجھ سے مصیبت کی سختی، تباہی تک پہنچ جانے، قضا و قدر کی برائی اور دشمنوں کے خوش ہونے سے پناہ مانگتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من جهد البلاء : ۶۳۴۷]

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِاَخِيْ وَ اَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع ۸

”اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم والا ہے۔“

سیدنا ہارون علیہ السلام کے حلیمانہ جواب سے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت کچھ اعتدال پر آئی کہ انھوں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی پر زیادتی کی ہے، تو فوراً اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا کہ مجھے بھی بخش دے اور اگر میرے بھائی سے ان لوگوں کو شرک سے باز رکھنے میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اسے بھی معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ؗ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَ فِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

”بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے برے اعمال کیے، پھر ان کے

بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے، بے شک تیرا رب اس کے بعد ضرور بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔اور جب موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو اس نے تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کی تحریر میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت تھی جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔"

بچھڑے کی پوجا کی وجہ سے بنی اسرائیل پر جو غضب الٰہی واقع ہوا تھا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک ان کی توبہ کو قبول نہ فرمایا جب تک ان میں سے بعض نے بعض کو قتل نہ کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ٥٤] "اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو اپنے پکڑنے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ : اس آیت کریمہ میں ذلت سے مراد وہ ذلت و رسوائی ہے جس میں بنی اسرائیل دنیا کی زندگی میں مبتلا ہوئے۔ ہاں جنھوں نے توبہ کر لی، ان کے لیے اللہ غفور و رحیم ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، خواہ کفر و شرک یا نفاق اور اللہ و رسول کی مخالفت جیسا کبیرہ گناہ ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ خالص توبہ ہو۔

آگے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا غصہ جب فرو ہوا اور انھیں خیال آیا کہ حالت غضب میں انھوں نے اللہ کی طرف سے دی گئی تختیاں زمین پر پھینک دی تھیں تو انھیں فوراً اٹھا لیا، کیونکہ وہ تو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت و رحمت کا سرچشمہ تھیں۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

"اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے چنے، پھر جب انھیں زلزلے نے پکڑا تو اس نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انھیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی، کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، جس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے، تو ہی ہمارا یار و مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب

سے بہتر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ بنی اسرائیل کے ستر (۷۰) منتخب آدمیوں کو لے کر کوہِ طور پر جائیں اور بنی اسرائیل نے جو بچھڑے کی پرستش کی ہے اس کی معافی کے لیے اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کریں۔ جب وہ لوگ مقررہ جگہ پہنچے تو اچانک ایک زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو چاہتا تو انھیں اور مجھے یہاں آنے سے پہلے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔ اے اللہ! تو ہمیں ہمارے نادانوں نے جو کچھ کیا اس کی وجہ سے ہلاک نہ کر۔ یہ تو تیری ہی طرف سے ایک آزمائش تھی، جس میں تو نے انھیں ڈال دیا تھا۔ حقیقت میں گمراہی اور ہدایت تو تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں دوبارہ زندہ کر دیا۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۶

”اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی، بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔ فرمایا میرا عذاب، میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لیے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔“

پہلے موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے گناہوں کی معافی مانگی اور اس کے بعد دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کا یہ جواب دیا کہ میں گناہ گاروں میں سے جسے چاہتا ہوں عذاب دیتا ہوں اور اس کی حکمت کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس کی بنیاد عدل و انصاف پر ہوتی ہے اور جسے چاہتا ہوں معاف کر دیتا ہوں۔ دنیا میں میری رحمت ہر نیک و بد اور تمام مخلوقات کے لیے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی رحمتِ عامہ کی وجہ سے دنیا میں ہر جان دار کو روزی ملتی ہے، دنیاوی نعمتوں میں ہر نیک و بد شریک ہے، لیکن آخرت کی نعمت، جسے رحمتِ خاصہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، وہ صرف اللہ کے ان بندوں کے ساتھ خاص ہوگی جو اس دنیاوی زندگی میں گناہوں سے بچیں گے، زکوٰۃ دیں گے اور جو اللہ کی آیتوں پر ایمان لائیں گے اور ان پر عمل کریں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [الأعراف : ۳۲] ”کہہ دے یہ چیزیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں (بھی) ہیں، جبکہ قیامت کے دن (ان کے لیے) خالص ہوں گی۔“

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ”اے اللہ!

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے۔“ [بخاری، کتاب الدعوات، باب قول النبی ﷺ : ربنا اتنا فی الدنیا حسنة : ۶۳۸۹]

وَرَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ : یہ ایک عظیم آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جامعیت اور عموم کا تذکرہ ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد اگرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں، وہ کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٍ رَّحۡمَةً وَّعِلۡمًا ﴾ [المؤمن : ۷] ”اے ہمارے رب! تو نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں ایک دیہاتی صحابی نے حالت نماز میں کہا، اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی دوسرے پر رحم نہ فرما۔ جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی صحابی سے فرمایا: ”تم نے ایک بڑی وسیع چیز کو محدود کر دیا۔“ اس سے آپ کی مراد اللہ کی رحمت تھی۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے، تو ننانوے (۹۹) حصے اپنے پاس رکھے اور زمین پر (صرف) ایک حصہ بھیجا، تو اسی ایک حصے کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور وحشی جانور اپنی اولاد پر شفقت کرتے ہیں اور رحمت کے ننانوے حصے اس نے اپنے پاس رکھے ہیں، جن کے ساتھ وہ قیامت والے دن اپنے (موحد) بندوں پر رحم کرے گا۔“ [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالٰی : ۲۷۵۲، ۲۷۵۳۔ بخاری، کتاب الأدب، باب جعل الله رحمة فی مائة جزء : ۶۰۰۰]

اَلَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِيَّ الۡاُمِّيَّ الَّذِيۡ يَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِي التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِيۡلِ ۚ يَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهٰىهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِيۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ ؕ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں نیکی کا حکم دیتا اور انھیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کرتا اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے ان کا بوجھ اور وہ طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور اسے قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ کو پانے کی جو شرائط موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھیں وہی اب بھی ہیں، لیکن

ان تمام شرائط کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع کریں اور بنی اسرائیل انھیں خوب اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نام اور ان کی صفات تورات و انجیل میں بیان کر دی گئی ہیں۔ گزشتہ آسمانی کتب میں آپ کی یہ صفت بھی بیان کی گئی تھی کہ آپ بھلائی کا حکم دیں گے، برائی سے روکیں گے اور ان اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال کریں گے جو پہلے ان پر حرام تھیں، جیسے چربی اور وہ جانور جنھیں مشرکین نے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اور خرید و فروخت اور تجارت کی وہ تمام قسمیں جو حرام خوری سے خالی ہوں۔ اسی طرح گندگی اور نقصان دہ چیزوں کو ان کے اوپر حرام کریں گے، جیسے سور کا گوشت، سود اور وہ تمام محرمات جنھیں اللہ نے حرام بنایا ہے۔ آپ کی صفت یہ بھی ہوگی کہ آپ کا دین آسان ہوگا، نیز آپ ان کے بوجھ اور طوق اتاریں گے۔ یہ بوجھ اور طوق وہ ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نفس کے بدلے نفس کا قتل ضروری تھا، دیت یا معافی نہیں تھی، یا جس کپڑے کو نجاست لگ جاتی اسے کاٹ کر پھینکنا ضروری تھا، جبکہ شریعت اسلامیہ نے اسے صرف دھونے کا حکم دیا اور قصاص میں دیت اور معافی کی بھی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ کریمانہ وعدہ بھی کیا کہ جو اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم و توقیر کریں گے، ان کی مدد کریں گے اور قرآن کریم کی اتباع کریں گے، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں فائز المرام بنائے گا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم اُمی لوگ ہیں، نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ حساب لگانا، مہینا اتنا اور اتنا ہوتا ہے۔'' یعنی ایک مرتبہ آپ نے (انگلیوں سے) ۲۹ کا عدد بنایا اور ایک مرتبہ ۳۰ کا عدد بنایا۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي ﷺ : لا نكتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال : ۱۵/۱۰۸۰]

الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] ''وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۸۹] ''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ [المائدة : ۸۳] ''اور جب وہ

سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو ہمیں شہادت دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔‘‘

ابوصخر عقیلی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک دیہاتی نے یہ بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دودھ والے جانور مدینہ لے گیا اور جب میں انھیں بیچ کر فارغ ہوا تو میں نے کہا کہ میں اس شخص سے ضرور ملوں گا اور ان کی بات سنوں گا۔ تو میری ملاقات آپ سے اس وقت ہوئی جب آپ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے درمیان چل رہے تھے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ یہ حضرات ایک یہودی کے پاس آئے جو تورات کھولے ہوئے اسے پڑھ رہا تھا اور اس سے وہ اپنے اس بیٹے کے بارے میں تسلی حاصل کر رہا تھا جو بڑا ہی خوبصورت نوجوان تھا اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ’’میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس نے تورات نازل فرمائی ہے! کیا تو اپنی اس کتاب میں میری صفات اور میری بعثت کا ذکر موجود پاتا ہے؟‘‘ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ نہیں، مگر اس کے بیٹے نے کہا کہ ہاں، اس ذات کی قسم، جس نے تورات کو نازل فرمایا ہے! ہم اپنی کتاب میں آپ کے اوصاف اور آپ کی بعثت کا ذکر موجود پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، تو آپ ﷺ نے (اس کی وفات کے بعد) فرمایا: ’’یہودیوں کو اپنے بھائی کے پاس سے اٹھا دو۔‘‘ پھر آپ نے اس کے کفن دفن کا اہتمام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ [مسند أحمد : ۴۱۱/۵، ح : ۲۳۵۵۳۔ دلائل النبوة للبيهقي : ۲۷۲/۶، عن أنس رضي الله عنه]

عطا بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ مجھے یہ بتایئے کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کے کیا اوصاف لکھے ہوئے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تورات میں بھی آپ کے بعض وہی اوصاف بیان کیے گئے ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، جیسے کہ اے نبی! بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ ان پڑھوں کے لیے محافظ اور میرے عبد اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، (اور فرمایا) وہ بدخو اور سخت دل نہیں ہیں، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں، بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اس وقت تک انھیں اپنے پاس نہیں بلائیں گے جب تک کج رو قوم کو ان کے ساتھ سیدھا نہ کر دیں کہ وہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہنے لگ جائے۔ ہم آپ کے ساتھ بند دلوں، بہرے کانوں اور اندھی آنکھوں کو درست فرمائیں گے۔ [بخاري، كتاب البيوع، باب كراهية السخب في السوق : ۲۱۲۵]

﴿ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ ﴾ : یعنی ان اچھی اور پاکیزہ چیزوں کو لوگوں کے لیے حلال کریں گے، جو

پہلے ان پر حرام تھیں، جیسے چربی اور وہ جانور جنھیں مشرکین نے اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا اور خرید و فروخت اور تجارت کی وہ تمام قسمیں جو حرام خوری سے خالی ہوں۔ گندگی اور نقصان دہ چیزوں کو ان پر حرام کریں گے، جیسے سور کا گوشت، سود اور وہ تمام محرمات جنھیں اللہ نے حرام بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [البقرة : ١٦٨] ''اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٣] ''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ : ''اِصْر'' (بوجھ) سے مراد وہ سخت احکام ہیں جو پچھلی شریعت میں تھے، مثلاً نماز صرف عبادت خانوں ہی میں ادا کرنا، شرک کی حد قتل ہی ہونا وغیرہ اور ''اَغْلَال'' سے مراد وہ خود ساختہ پابندیاں ہیں جو ان کے علماء نے ان پر لگا رکھی تھیں یا ان کے عوام نے جو رسوم خود اپنے اوپر لازم قرار دے رکھی تھیں۔ آج مسلمانوں میں نصرانیوں اور ہندوؤں کی دیکھا دیکھی موت کی رسوم مثلاً تیجا، ساتواں، چالیسواں، پیدائش اور نکاح کی رسوم، مثلاً بچے کی پیدائش پر دروازے پر شرینہ کے پتے لٹکانا، زچہ کی چارپائی پر لوہا رکھنا، ہیجڑے نچوانا، ان پر خرچ کرنا، بے اولاد خاتون کو منحوس سمجھ کر اسے اس گھر میں نہ آنے دینا، نکاح میں سہرا گانا، مہندی و منگنی کی خود ساختہ رسمیں، اسی طرح نیوندرہ، سلامی، جہیز وغیرہ جن سے لوگوں کی زندگی دشوار ہو چکی ہے اور جن کا وجود نہ اللہ کی کتاب میں ہے اور نہ سنت رسول میں۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام بوجھ اور طوق اتار کر اصل اسلام پیش کیا جو نہایت سادہ اور آسان ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ٧٨] ''اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔'' اور فرمایا: ﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ [البقرة : ١٨٥] ''اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔'' اللہ تعالیٰ نے اس امت کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں: ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۪ وَاغْفِرْ لَنَا ۪ وَارْحَمْنَا ۪ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ٢٨٦] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے،

اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حیض کی حالت میں ہوتی تو وہ نہ تو اس کے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ گھر میں اس کو اپنے ساتھ رکھتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے آپ سے اس سلسلہ میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ [البقرة : ۲۲۲] "وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم لوگ سوائے جماع کے ہر کام کر سکتے ہو۔" [مسلم، كتاب الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها : ۳۰۲]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب گورنر بنا کر یمن بھیجا تو اپنے دونوں گورنروں سے فرمایا: "آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا، خوشخبری سنانا اور نفرت نہ دلانا، اتفاق و اتحاد سے رہنا اور اختلاف نہ کرنا۔" [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب في الأمر بالتيسير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسانی فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب العمل في الصلوة، باب إذا انفلتت الدابة في الصلوة : ۱۲۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے اس وقت تک درگزر فرمایا ہے جب تک وہ ان کے مطابق عمل نہ کر لیں، یا زبان سے بات نہ کر لیں۔" [بخاری، كتاب الطلاق، باب الطلاق في الإغلاق والكره ...... الخ : ۵۲۶۹۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تجاوز الله عن حديث النفس : ۱۲۷]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کے لیے خطا و نسیان اور جس پر انھیں مجبور کر دیا گیا ہو، معاف فرما دیا گیا ہے۔" [ابن ماجه، كتاب الطلاق، باب طلاق المكره والناسي : ۲۰۴۳، ۲۰۴۵۔ المعجم الأوسط للطبراني : ۱۲۸/۹، ح : ۸۲۶۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے۔" [بخاری، كتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

افسوس مسلمانوں نے بھی اہل کتاب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شریعت کے فرائض اور منع کردہ چیزوں کی پروا چھوڑ دی اور اپنے مولویوں اور جاہل عوام کی خود ساختہ رسوم و رواج کے بوجھ اور طوق اپنے اوپر ڈال کر اپنی زندگی کو مشکل میں

ڈال دیا۔ وہ حج پر نہیں جاتے، قبروں پر عرسوں میں ہزاروں لٹا دیتے ہیں۔ نماز نہیں پڑھتے، مرشدوں کے وظائف پر گھنٹے لگا دیتے ہیں۔ زکوٰۃ و عشر نہیں دیتے، میت کے موقع پر دیگوں اور ختموں اور مولوی صاحبان پر لاکھوں اڑا دیتے ہیں۔ نکاح کی رسوم پوری کرنے، جہیز بنانے کے لیے ساری عمر کے لیے مقروض ہو جاتے ہیں، مگر لڑکیوں کو ورثہ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : اللہ تعالیٰ کا یہ کریمانہ وعدہ ہے کہ جو اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں گے، ان کی تعظیم و توقیر کریں گے، ان کی مدد کریں گے اور قرآن کریم کی اتباع کریں گے، تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں کامیاب فرمائے گا۔ ﴿ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد، آپ کی آمد کا علم ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص ایمان نہیں لاتا، خواہ یہودی ہو یا نصرانی یا کوئی اور وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتا۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین شخص ایسے ہیں جن کے لیے دوگنا ثواب ہے: ① وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو، اپنے نبی پر ایمان لایا ہو اور (پھر) محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ ② مملوک غلام، جب تک وہ اللہ کے حق کو اور اپنے مالک کے حق کو ادا کرتا رہے۔ ③ وہ شخص جس کے پاس اس کی لونڈی ہو، اس نے اسے ادب سکھایا اور عمدہ تربیت کی اور اسے اچھی اور عمدہ تعلیم دی، پھر اسے آزاد کر دیا اور اس سے نکاح کر لیا، پس اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل أمته و أهله : ۹۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۴]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِ۟ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۸

''کہہ دے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، وہ (اللہ) کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی صرف اس کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، پس تم اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر ایمان لاؤ، جو اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

یہ آیت بھی رسالت محمدیہ ﷺ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیجیے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ پوری بنی نوع انسان کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ نصرانیت میں ہے، نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں۔ نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔

﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ : یعنی میری رسالت تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۸] ''اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ [الفرقان : ۱] ''بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تا کہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ٤٠] ''محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، میں ہر گورے اور کالے کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدًا طیبًا ...... الخ ﴾ : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب المساجد و مواضع الصلاۃ : ۵۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی ہے: ① مجھے جامع کلمات دیے گئے ہیں۔ ② میری مدد رعب سے کی گئی ہے۔ ③ میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے۔ ④ میرے لیے زمین کو پاک کرنے والی اور نماز پڑھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے۔ ⑤ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ⑥ اور مجھ پر انبیاء کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد ، باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ : ۵۲۳]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما گفتگو کر رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا، تو عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر وہاں سے چلے گئے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے چلے گئے، تا کہ ان سے معافی کی درخواست کریں، مگر انھوں نے معاف نہ کیا، بلکہ ناراضی کی وجہ سے اپنا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے یہ صاحب کسی سے لڑ کر آئے ہیں۔'' (اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ اپنے فعل پر نادم ہوئے، سو وہ بھی آ گئے اور سلام کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور انھوں نے آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ سن کر ناراض ہوئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! زیادتی مجھ سے ہوئی ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم میری وجہ سے میرے دوست کو

تکلیف دینے سے باز نہیں آ سکتے؟ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو تکلیف دینے سے باز نہیں آ سکتے؟ میں نے جب یہ کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ "اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں" تو تم نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو، مگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قل یأیها الناس جمیعًا ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سوال کیے، ایک سوال یہ کیا، میں آپ کے رب اور آپ سے پہلے کے لوگوں کے رب کی قسم دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی قسم! ہاں!" [بخاری، کتاب العلم، باب ما جاء فی العلم : ٦٣]

وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

"اور موسیٰ کی قوم میں سے کچھ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔"

جب سامری اور اس کے پیروکاروں کا ذکر آیا تو شبہ ہو سکتا تھا کہ ان میں کوئی بھی مومن اور اچھا آدمی نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خود حق پر قائم ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی طرف بلاتے ہیں اور لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١١٣] "وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ١٩٩] "اور بلاشبہ اہل کتاب میں سے کچھ لوگ یقیناً ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو تمھاری طرف نازل کیا گیا اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا، اللہ کے لیے عاجزی کرنے والے ہیں، وہ اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿۵۳﴾ اُولٰٓىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ [القصص : ٥٢ تا ٥٤] "وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم اس

سے پہلے فرماں بردار تھے۔ یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

’’اور ہم نے انھیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، جو کئی گروہ تھے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی، جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں عطا کیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت دی۔ ان کی تعداد تیزی سے بڑھتی گئی اور ان کے طبائع اور عادات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے گئے۔ اسی لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ انھیں مختلف جماعتوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ہر جماعت کا ایک نگران مقرر کر دیا جائے، تاکہ ہر جماعت اپنے الگ الگ نظم و نسق کے مطابق زندگی گزارنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا یہ ایک احسان تھا۔ اس کے علاوہ تین دیگر احسانات کا تذکرہ اس آیت میں ہوا، پہلا احسان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ قبیلوں کے لیے پانی کا انتظام کیا، دوسرا احسان یہ کہ دھوپ سے بچنے کے لیے ان کے پڑاؤ کے اوپر بادل کو لا کر ٹھہرا دیا اور تیسرا احسان یہ کہ ان کے کھانے کے لیے آسمان سے ’من و سلویٰ‘ بھیج دیا۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۶۰] ’’کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔‘‘

وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

’’اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ

کرتے ہوئے داخل ہو تو ہم تمھارے لیے تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔"

بنی اسرائیل کی اخلاقی حالت اتنی پست ہو چکی تھی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ احسانات کو فراموش کر دیا، سرکشی اور نافرمانی ان کا شیوہ بن گئی اور اللہ کے احکام کا مذاق اڑانا ان کی فطرت ثانیہ بن گئی۔ ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی قسم کی ایک اخلاقی اور دینی گراوٹ کو بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ بیت المقدس میں "حِطَّةٌ" کہتے ہوئے داخل ہوں، یعنی "اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔" لیکن انھوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور اپنے سرینوں پر گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور "حِطَّةٌ" کے بجائے "حِنطَةٌ" کہا۔ جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور ہزاروں کی تعداد میں ہلاک ہو گئے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا: ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ [البقرۃ : ۵۸] "دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے" لیکن انھوں نے یہ حکم بدل دیا، وہ کولھوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور (حِطَّةٌ کے بجائے) یہ کہنے لگے "حَبَّةٌ فِيْ شَعَرَةٍ" (یعنی ہمیں بالیوں میں دانہ چاہیے)۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ و قولوا حطة ﴾ : ۴۶۴۱۔ مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقة : ۳۰۱۵]

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ : عامر بن سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے پوچھا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا: "طاعون ایک عذاب ہے جو بنی اسرائیل یا اگلی کسی امت پر بھیجا گیا تھا، تو جب تم سنو کہ کسی ملک میں طاعون پھیلا ہے تو وہاں مت جاؤ اور جب تمھاری ہی بستی میں طاعون پھیل جائے تو اس کے ڈر سے بھاگ کر نہ نکلو۔" [مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة : ۲۲۱۸]

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ النصف

"اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ

آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

یہاں سے ان کی ایک تیسری نافرمانی اور اخلاقی و دینی پستی کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساحل قلزم پر واقع ایک یہودی بستی والوں کے لیے سنیچر (ہفتہ) کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا اور ان کی آزمائش کے لیے اللہ کے حکم سے مچھلیاں خوب آتی تھیں اور سطح سمندر پر تیرنے لگتی تھیں، دوسرے دنوں میں مچھلیاں غائب ہو جاتی تھیں۔ وہ لوگ اللہ کی اس آزمائش میں پورے نہیں اترے اور ایسا طریقہ اختیار کیا کہ سنیچر (ہفتہ) کے دن مچھلیاں پانی کی طرف واپس نہ جا سکیں، تاکہ اتوار کے دن ان کا شکار کر لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے، مگر افسوس کہ بعض مسلمان فقہاء نے اسلام کے فرائض سے جان چھڑانے کے لیے کئی حیلے ایجاد کیے، مثلاً رمضان کے آخر میں دو رکعتوں کا نام قضائے عمری رکھ کر پچھلی نمازیں معاف ہونے کا فتویٰ دے دیا اور صاف لکھ دیا کہ زکوٰۃ اور شفعہ سے جان چھڑانے کے لیے حیلہ حرام تو کجا مکروہ بھی نہیں۔ قتل کے قصاص کو ختم کرنے کے لیے تیز دھار آلے سے قتل کی شرط لگا دی اور کہا کہ اگر کوئی جان بوجھ کر بھاری سے بھاری پتھر یا ہتھوڑے کے ساتھ قتل کر دے، یا پانی میں ڈبو کر مار دے، یا برف کے بلاکوں میں رکھ کر یا کسی چار دیواری میں بھوکا پیاسا رکھ کر مار دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ دیت لے سکتا ہے۔ زنا کو حلال کرنے کے لیے اجرت پر عورت لا کر زنا کرنے سے حد ختم کر دی۔ شراب حلال کرنے کے لیے صرف انگور اور کھجور کی شراب کو حرام اور باقی سب کو حلال کہہ دیا۔ چور کی حد چوری کا جرم شہادتوں سے ثابت ہونے کے بعد صرف اتنی بات سے ختم کر دی کہ چور مسروقہ مال کا مالک ہونے کا دعویٰ کر دے، خواہ اس کی کوئی دلیل بھی پیش نہ کرے۔ بتایئے، بلا دلیل دعویٰ کرنے سے ہاتھ کٹنے سے بچ جائے تو کون سا چور یہ دعویٰ نہیں کرے گا؟

وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ ...... لَا تَاْتِيْهِمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ١٥٤] ''اور ہم نے ان سے کہا دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [البقرة : ٦٥] ''اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔''

كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آزمائش میں ان کے سابقہ گناہوں کی وجہ سے ڈالا تھا، تاکہ ان کی سرکشی کھل کر سامنے آ جائے اور وہ عذاب کے مستحق بن جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا

﴿اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ [آل عمران : ۱۷۸] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ بے شک جو مہلت ہم انھیں دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لیے بہتر ہے، ہم تو انھیں صرف اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، جب اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انھوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔'' [بخاری، کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والأصنام : ۲۲۳۶۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب تحریم بیع الخمر والمیتۃ : ۱۵۸۱]

وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾

''اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

یعنی اس بستی کے نیک لوگوں میں سے ایک گروہ نے ان لوگوں سے کہا جو حیلہ سازی سے شکار کرنے والوں کو منع کرتے تھے کہ کیوں ان کے سمجھانے میں وقت ضائع کرتے ہو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب لکھ دیا ہے تو تم انھیں کیسے بچا لو گے؟ برائی سے منع کرنے والوں نے اپنے عمل کی دو وجہیں بیان کیں، ایک تو یہ کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس جرم میں نہ پکڑ لے کہ تم نے انھیں نصیحت کرنا کیوں چھوڑ دیا تھا، تاکہ ہمارا عذر بن جائے کہ ہم تو منع کرتے رہے تھے اور دوسری یہ کہ ہم کسی صورت ناامید ہونے والے نہیں۔ شاید یہ سب یا ان میں سے کچھ لوگ اس عمل بد کو چھوڑ دیں۔

آگے فرمایا کہ جب ہفتہ کی تعظیم کا حکم انھوں نے سرے ہی سے بھلا دیا اور علانیہ نافرمانی شروع کر دی، تو اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع کرنے والوں کو عذاب سے بچا لیا اور ظلم کرنے والوں کو بہت سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ مفسرین کا خیال ہے کہ اس بستی کے لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے، ایک وہ ظالم جو اس حیلہ سازی سے ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار کرتے تھے، دوسرا گروہ وہ جو انھیں ایسا کرنے سے منع کرتا تھا اور تیسرا گروہ وہ جو خود اگرچہ نیک تھا، لیکن دوسروں کو برائی سے منع نہیں کرتا تھا۔ پس یہاں ''اُمَّةٌ'' سے مراد یہی تیسرا گروہ ہے۔ یہ لوگ برائی سے نفرت رکھنے والے تھے اور

عین ممکن ہے کہ منع کرنے کے بعد تھک کر ان پر عذاب کے منتظر ہوں۔ مگر ان پر لازم تھا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جاری رکھتے۔ گویا جیسے کوئی برائی کرنا جرم ہے ویسے ہی برائی سے نہ روکنا بھی جرم ہے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے بھی واضح ہوتا ہے، سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے۔ اگر اس میں اتنی طاقت نہ ہو تو زبان ہی سے (منع کرے)، اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان : ٤٩]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی حدود کی خلاف ورزی دیکھ کر خاموش رہنے والا اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسی ان لوگوں کی جنھوں نے کسی جہاز (میں بیٹھنے) کے لیے قرعہ اندازی کی، چنانچہ کچھ لوگوں کے حصہ میں نچلی منزل آئی اور کچھ لوگوں کے حصہ میں اوپر کی منزل۔ جو لوگ نچلی منزل میں تھے، وہ پانی کے لیے اوپر کی منزل والوں کے پاس سے گزرتے تو انھیں اس سے تکلیف پہنچتی، الغرض (نیچے والوں میں سے) ایک شخص نے کلہاڑی لی اور وہ جہاز کے پیندے میں سوراخ کرنے لگا۔ اوپر والے اس کے پاس آئے اور انھوں نے اس سے کہا، تمھیں کیا ہو گیا ہے (ایسا کیوں کر رہے ہو)؟ اس نے کہا، تمھیں میری وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے اور میرے لیے بغیر پانی کے کوئی چارہ نہیں (لہٰذا میں اس سوراخ سے پانی لے لیا کروں گا، تاکہ تمھیں تکلیف نہ ہو) تو اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا (اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھا) تو اسے بھی بچا لیا اور خود کو بھی بچا لیا، لیکن اگر اسے چھوڑ دیا تو انھوں نے اسے بھی ہلاک کر دیا اور خود بھی ہلاک ہو گئے۔'' [بخاری، كتاب الشهادات، باب القرعة فى المشكلات : ٢٦٨٦]

سیدنا قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنے خطبے میں) اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اے لوگو! تم یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ہو: ﴿ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ﴾ [المائدة : ١٠٥] ''تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے'' مگر اس کا معنی و مفہوم غلط سمجھتے ہو۔ راوی خالد نے روایت کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بلاشبہ لوگ جب کسی کو ظلم کرتا دیکھیں اور پھر اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔'' اور راوی عمرو بن عون نے ہشیم سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس قوم میں اللہ کی نافرمانی کے کام ہوں اور وہ انھیں روکنے پر قادر ہوں، مگر منع نہ کرتے ہوں تو قریب ہے کہ اللہ اس سبب سے ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔'' [أبو داؤد، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى : ٤٣٣٨]

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے بیان کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ہرگز ہلاک نہیں ہوں گے، جب تک اپنی جانوں کو بچانے کے لیے عذر رکھتے ہوں گے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهي : ٤٣٤٧۔ مسند أحمد : ٤/ ٢٦٠، ح : ١٨٣١٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے سے قیامت کے دن (کئی) سوال کرے گا، حتیٰ کہ وہ یہ سوال بھی کرے گا، تجھے کس چیز نے اس بات سے باز رکھا کہ جب تو نے برائی کو دیکھا تھا تو تو اس کی برائی بیان کرتا؟ پھر اللہ تعالیٰ بندے کو اس کا عذر سکھائے گا (اور) وہ اس طرح جواب دے گا، اے میرے رب! مجھے تجھ سے (معافی کی) امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔'' [ابن ماجه، كتاب الفتن، باب قوله تعالى : ﴿ يأيها الذين امنوا عليكم أنفسكم ﴾ : ٤٠١٧]

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے روز ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں (پیٹ سے باہر) آگ میں ہوں گی، وہ اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا (کولھو کی) چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اہل جہنم اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے، اے فلاں! تمھارا یہ حال کیسے ہوا؟ کیا تم ہمیں نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے کی نصیحت نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ شخص جواب میں کہے گا، میں تمھیں نیکی کا حکم کرتا تھا، لیکن خود نیکی نہیں کرتا تھا، تمھیں برائی سے روکتا تھا، لیکن خود نہیں رکتا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٧]

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿١٦٦﴾

''پھر جب وہ اس بات میں حد سے بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔''

یعنی جب نافرمانوں نے ان نیک لوگوں کی ایک نہ سنی اور اپنے گناہوں پر مصر رہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان صالحین کو بچا لیا اور ظالم نافرمانوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے شدید عذاب میں مبتلا کر دیا اور ان کے کبر اور معاصی پر اصرار کی وجہ سے ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ٦٠] ''کہہ دے کیا میں تمھیں اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برے لوگ بتاؤں، وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جن پر غصے ہوا اور جن میں سے بندر اور خنزیر بنا دیے اور جنھوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ یہ لوگ درجے میں زیادہ برے اور سیدھے راستے سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

قرآن کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ ان کی شکلیں بدل کر انھیں بندر بنا دیا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان میں صرف بندروں کی خصلتیں پیدا کر دی گئیں، مگر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ حقیقتاً بندر بنائے گئے تھے، لیکن بعد میں ہلاک کر دیے گئے اور ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا، کیونکہ عذاب یافتہ لوگوں کی نسل باقی نہیں رہتی۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ (عذاب کی وجہ سے) بندر اور سور بنا دیے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل اور اولاد کو باقی نہیں رکھا اور بندر اور سور تو ان (کی شکلیں مسخ ہونے) سے پہلے بھی تھے۔'' [مسلم، کتاب القدر، باب بیان أن الآجال...... الخ : ۲٦٦۳۔ مسند أحمد : ۳۹۰/۱، ح : ۳٦۹۹]

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

''اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب دے، بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

''تَاَذَّنَ'' یہ ''اِيْذَانٌ'' سے باب تفعل ہے، بمعنی ''إِعْلَامٌ'' (خبر دینا، جتلا دینا)، یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب آپ کے رب نے ان یہودیوں کو اچھی طرح باخبر کر دیا، یا جتلا دیا تھا۔ ''لَيَبْعَثَنَّ'' میں لام تاکید ہے، جو قسم کے معنی کا فائدہ دیتی ہے، یعنی قسم کھا کر نہایت تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ سرکشی، اللہ کے اوامر کی مخالفت اور حیلہ کے ذریعے حرام کو حلال بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ذلت و مسکنت بنی اسرائیل کی قسمت بنا دی اور یہ فیصلہ کر دیا کہ ان پر قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سخت عذاب میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ یہودیوں کی پوری تاریخ اسی ذلت و مسکنت اور غلامی و محکومی کی تاریخ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دی ہے۔

<u>وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ</u> : بنی اسرائیل خواہ غالب ہوں یا مغلوب، حاکم ہوں یا محکوم اللہ تعالیٰ ضرور ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو بنی اسرائیل کے لیے باعث اذیت ہوں گے اور انھیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ چین سے نہ بیٹھنا یہ بھی ایک قسم کا عذاب ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں کو کبھی چین سے نہیں رہنے دیا گیا۔ کبھی عذاب نازل ہوتے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱٦۲] ''تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ

﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ﴾ [الأعراف : ۱۵۲] ”بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ [البقرة : ٦١] ”اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔“ کبھی ایسے حکمران ان پر مسلط ہوتے رہے جو ان کو سخت تکلیف پہنچاتے رہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ [الأعراف : ۱٤۱] ”اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، وہ تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح قتل کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔“ کبھی ان کو جلا وطن کیا گیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ڼ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ [الحشر : ۲] ”وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا پہلے اکٹھ ہی میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تم نے گمان نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ یقیناً ان کے قلعے انھیں اللہ سے بچانے والے ہیں۔ تو اللہ ان کے پاس آیا جہاں سے انھوں نے گمان نہیں کیا تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں کے ساتھ برباد کر رہے تھے، پس عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو!“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”اسلام قبول کر لو تو سلامت رہو گے اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں یہ ارادہ کر رہا ہوں کہ تمھیں اس زمین سے جلاوطن کر دوں، لہٰذا تم میں سے جس شخص کے پاس اس کے مال میں سے کوئی چیز ہو اسے چاہیے کہ اسے بیچ دے (اور جلاوطنی کے لیے تیار ہو جائے) اور اس بات کو پھر اچھی طرح سمجھ لو کہ زمین تو اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔“ [بخاری، کتاب الجزیة، باب إخراج الیهود من جزیرة العرب : ۳۱٦۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور پھل، مال، اونٹ اور رسیوں وغیرہ کی قسم سے جو اسباب ان کے پاس تھا ان کی قیمت انھیں ادا کر دی۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب إذا اشترط فی المزارعة : ۲۷۳۰]

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ سزا (عذاب) کا علم ہو جائے تو کوئی جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی (وسعت) کا علم ہو جائے تو کوئی اس کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف : ٦٤٦٩۔ مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالى : ٢٧٥٥]

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

''اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ تھے اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تاکہ وہ باز آ جائیں۔''

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو دنیا میں تتر بتر کر دیا، تاکہ قیامت تک انھیں کوئی شان و شوکت حاصل نہ ہو اور وہ یونہی ذلیل و رسوا ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ اس لیے یہودی تمام دنیا میں ٹکڑوں کی شکل میں پھیلے ہوئے ہیں اور جہاں رہتے ہیں اپنی سود خوری اور اس ملک کے خلاف سرگرمیوں اور جاسوسی کی وجہ سے نفرت کی نگاہوں کا نشانہ بنے رہتے ہیں۔ ہر زمانہ میں ان میں کچھ لوگ نیک ہوئے، جو اپنے زمانے کے انبیاء پر ایمان لائے۔ انھی میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور مشرف بہ اسلام ہوئے اور کچھ لوگ ایسے ہوئے جنھوں نے اللہ کے اوامر کی مخالفت کی اور ایمان نہیں لائے۔ ان گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈالا، مقصد یہ تھا کہ شاید وہ اپنے گناہوں سے تائب ہوں اور ایمان لے آئیں۔ اہل کتاب کے یہ احوال اس لیے بیان کیے گئے کہ ان کی برائیاں اس امت میں بھی جڑ پکڑ لیں گی، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن غنم اشعری بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''میری امت میں ایسے (برے) لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا لباس پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنا لیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح و شام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ (ٹالنے کے لیے اس سے) کہیں گے کہ کل آنا، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی کو انھیں (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا۔ پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔'' [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر و يسميه بغير اسمه : ٥٥٩٠]

یہ ساری برائیاں آج عام ہو رہی ہیں، ٹی وی، ڈش، کیبل، انٹرنیٹ، موبائل فون اور کمپیوٹر نے آواز و ساز کو گھر گھر

عام کر دیا ہے۔ شراب نوشی عام ہے، زنا کاری کی سرپرستی حکومتیں کرتی ہیں۔ ان کے نتیجے میں آئے روز زلزلے آتے ہیں۔ لڑکوں کا لڑکیوں کی شکل اختیار کرنا اور لڑکیوں کا لڑکوں جیسا حلیہ بنانا بھی عام ہو رہا ہے۔ اسی لیے صورتیں مسخ ہوتی ہیں اور عذاب مختلف صورتوں میں ہم پر نازل ہو رہا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے زمین میں منتشر کر دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۰٤] ''اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمھیں اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔''

مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ : یعنی ان میں نیک بھی تھے اور بد بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۳ تا ۱۱۵] ''وہ سب برابر نہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت قیام کرنے والی ہے، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ صالحین سے ہیں۔ اور وہ جو نیکی بھی کریں اس میں ان کی بے قدری ہرگز نہیں کی جائے گی اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

''پھر ان کے بعد ان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب کے وارث بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس اس جیسا اور سامان آجائے تو اسے بھی لے لیں گے، کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے اور آخری گھر ان

لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔''

بنی اسرائیل کا ہر دور میں یہی حال رہا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کا زمانہ آ گیا۔ آپ کے زمانے میں جو یہودی تھے انھی کا حال بیان کیا گیا ہے کہ وہ نہایت ناخلف تھے، ہر خوبی ان سے رخصت ہوگئی تھی اور تورات کے احکام کو بدل کر دنیا کمانا ان کا پیشہ ہو گیا تھا۔ رشوت لے کر تورات کے خلاف فیصلے کرتے تھے اور اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے کہتے تھے کہ اللہ ان کا مؤاخذہ نہیں کرے گا، انھیں معاف کر دے گا، حالانکہ وہ اپنے دل میں اس بات پر مصر ہوتے تھے کہ اگر کسی نے دوبارہ بھی رشوت دی تو اسے لے لیں گے اور دل سے تائب نہیں ہوتے تھے۔ ان کی دینی اور اخلاقی پستی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ان کا تحکمانہ انداز کہ وہ انھیں معاف کر دے گا اللہ پر افترا پردازی تھی اور اس عہد و میثاق کے خلاف بات تھی جو ان سے لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کے بارے میں صدق بیانی سے کام لیں گے۔ انھیں تورات کے مطالعہ سے اس عہد کا علم بھی تھا، ایسا نہیں تھا کہ وہ اسے جانتے نہیں تھے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آخرت کی کامیابی دنیاوی مفادات سے زیادہ بہتر ہے۔

<u>اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ</u> : اللہ تعالیٰ نے ان کے اس منفی طرز عمل کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سے تو یہ عہد و پیمان لیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۷] ''اور جب اللہ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنھیں کتاب دی گئی کہ تم ہر صورت اسے لوگوں کے لیے صاف صاف بیان کرو گے اور اسے نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے اسے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت لے لی۔ سو برا ہے جو وہ خرید رہے ہیں۔''

<u>وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ</u> : اللہ تعالیٰ انھیں اپنے بے پایاں اجر و ثواب کی ترغیب دیتے ہوئے اور اپنے دردناک عذاب سے ڈراتے ہوئے فرما رہا ہے کہ میرا ثواب اور جو کچھ میرے پاس ہے، وہ اس شخص کے لیے بہتر ہے جو حرام کاموں کے ارتکاب سے بچ گیا، جس نے اپنی خواہش نفس کو ترک کر دیا اور جو اپنے رب کی اطاعت و بندگی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳، ۱۲۴] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ

اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ١ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۠ﰊ ع ۱۱

"اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔"

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تورات لائے اور اس کے احکام ان کو سنائے، تو انھوں نے پھر حسب عادت ان پر عمل کرنے سے انکار و اعراض کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر پہاڑ کو بلند کر دیا کہ تم پر گرا کر تمھیں کچل دیا جائے گا، جس سے ڈرتے ہوئے انھوں نے تورات پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ﴾ [البقرة : ٦٣] "اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ١ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا١ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ﴾ [البقرة : ٩٣] "اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا، پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور سنو۔ انھوں نے کہا ہم نے سنا اور نہیں مانا۔"

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ١ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ١ؕ قَالُوْا بَلٰى١ۛۚ شَهِدْنَا١ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَۙﰋ

"اور جب تیرے رب نے آدم کے بیٹوں سے ان کی پشتوں میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان کی جانوں پر گواہ بنایا، کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔"

اس آیت میں کائنات اور خود انسان کی ذات میں ہدایت کی جو دلیلیں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہیں ان کا ذکر ہے۔ اہل علم نے اس آیت کی دو تفسیریں کی ہیں، ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ یہ جانے کہ میرا رب ایک ہے، جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے روزی دیتا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ انسان کی پیدائش کے وقت ہی اس کی فطرت میں رکھ کر اس کے نفس اور اس کی ذات میں اپنے رب ہونے کے اتنے دلائل رکھ دیتا ہے، گویا خود اسے

اپنے آپ پر گواہ بنا دیتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے، گو وہ پیدا ہی اسلام پر ہوتا ہے۔ ایک بوند جو جونک بنی، پھر مضغہ بنی، پھر ہڈیاں، پھر کامل اعضا والا جان دار انسان، یہ اور دیگر بے شمار نشانیاں اس بات کی شہادت کے لیے کافی ہیں کہ اس کا ایک رب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵۳] ''عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ یقیناً یہی حق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۝ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ [الذاریات : ۲۰، ۲۱] ''اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے کئی نشانیاں ہیں۔ اور تمھارے نفسوں میں بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے۔''

اور شہادت ضروری نہیں کہ زبان ہی سے ہو، قرآن مجید کے مطابق حالت کی بھی شہادت ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ﴾ [التوبة : ۱۷] ''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۝ وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ لَشَهِيدٌ ﴾ [العادیات : ۶، ۷] ''بے شک انسان اپنے رب کا یقیناً بہت ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔''

معلوم ہوا کہ انسان کی فطرت ہی توحید پر ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسا کہ جانور کا بچہ کامل پیدا ہوتا ہے، کیا تم ان میں سے کسی کا (پیدائشی طور پر) کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المشرکین : ۱۳۸۵، ۴۷۷۵۔ مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة : ۲۶۵۸]

اس فطری عہد کے بعد اب کوئی فرد یا بشر قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکے گا کہ ہمیں تو پیغام پہنچا ہی نہیں تھا، یا یہ کہ ہم تو اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے رہے، اس لیے ہمارا مؤاخذہ کیوں ہو رہا ہے؟ جب ایک فرد کی فطرت پکار پکار کر توحید باری تعالیٰ کی گواہی دے رہی ہے اور اللہ کے علاوہ غیروں کے سامنے جھکنے کا انکار کر رہی ہے، تو قیامت کے دن کسی مشرک و کافر کے پاس کون سا عذر باقی رہے گا۔

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا فرمایا تھا اور بے شک شیطانوں نے ان کے پاس آکر انھیں ان کے دین سے بہکا دیا تھا اور ان کے لیے ان چیزوں کو حرام ٹھہرا دیا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا ...... الخ : ۲۸۶۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے کم عذاب والے جہنمی سے کہا جائے گا کہ یہ بتاؤ اگر تمھیں دنیا بھر کی دولت مل جائے تو کیا اسے فدیے میں دے سکتے ہو؟ وہ جواب دے گا، ہاں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تجھ سے اس سے کہیں چھوٹا مطالبہ کیا تھا اور وہ یہ کہ میں نے تجھ سے اس وقت عہد لیا تھا جب تو ابھی آدم کی پشت ہی میں تھا۔ کہ میرے ساتھ شرک نہ کرنا، مگر تو نے عہد کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور میرے ساتھ شرک کیا۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۴۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء : ۲۸۰۵۔ مسند أحمد : ۱۲۷/۳، ح : ۱۲۲۹۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا فرمایا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ہر وہ روح باہر نکل آئی، جسے اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے قیامت تک پیدا فرمانے والا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک پیدا فرما دی، پھر انھیں آدم کے سامنے پیش کیا، تو آدم نے عرض کی، اے اللہ! یہ کون ہیں؟ فرمایا، یہ تیری اولاد ہے۔ آدم نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک انھیں بہت ہی بھلی معلوم ہوئی، تو انھوں نے عرض کی، یا اللہ! یہ کون ہے؟ فرمایا، یہ آخری امتوں میں سے تیری اولاد میں سے ایک شخص ہے جس کا نام داؤد ہے۔ عرض کی، یا اللہ! اس کی عمر کتنی ہو گی؟ فرمایا، ساٹھ سال۔ عرض کی، اے اللہ! میں نے اس کو اپنی عمر میں سے چالیس سال دیے۔ پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی، تو ان کے پاس ملک الموت آیا تو آدم علیہ السلام نے فرمایا، کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے جواب دیا کہ آپ نے وہ چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیے تھے؟'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تب آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد بھی انکار کر دیتی ہے۔ آدم علیہ السلام بھول گئے یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم بھی بھول جاتی ہے۔ آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی اور اسی وجہ سے آپ کی اولاد سے بھی خطا ہو جاتی ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الأعراف : ۳۰۷۶۔ مستدرك حاکم : ۳۲۵/۲، ح : ۳۲۵۷]

دوسری تفسیر وہ میثاق (عہد و پیمان) ہے جو یہ عہد ''اَلَسْتُ'' کہلاتا ہے جو ''اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ'' سے بنی ہوئی ترکیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی تمام اولاد کو (جو قیامت تک پیدا ہوگی) ازل میں ان کے آبا کی پیٹھوں سے نکالا اور ان سے اس بات کا عہد لیا کہ وہی ان کا رب اور ان کا خالق و مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ عہد اور اپنی ربوبیت کی گواہی اس لیے لی کہ وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں کہ ہم تو غافل تھے، یا ہمارے باپ دادا شرک کرتے آئے تھے، یہ عذر قیامت والے دن بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوں گے۔ انھی باتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح احادیث میں اس طرح بیان کیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم کی پیٹھ سے (ان کی اولاد کو نکال کر ان سے) نعمان یعنی عرفات کے مقام پر عہد لیا (اور وہ اس طرح کہ) اللہ تعالیٰ نے آدم کی صلب

سے (ان کی) تمام اولاد کو، جنھیں اس نے پیدا (کرنے کا ارادہ) کیا تھا، نکال کر انھیں اپنے سامنے چیونٹیوں کی مانند پھیلا دیا، ان سے بالمشافہ بات کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۷۲، ۱۷۳] ''کیا میں واقعی تمھارا رب نہیں ہوں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں، ہم نے شہادت دی۔ (ایسا نہ ہو) کہ تم قیامت کے دن کہو بے شک ہم اس سے غافل تھے۔ یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟'' [مسند أحمد : ۲۷۲/۱، ح : ۲٤٥۹۔ مستدرك حاكم : ٥٤٤/۲، ح : ٤۰۰۰ و ۲۷/۱، ۲۸، ح : ۷٥]

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۱۷۳ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۱۷۴

''یا یہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا ہی نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ایک نسل تھے، تو کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو باطل والوں نے کیا؟ اور اسی طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ پلٹ آئیں۔''

یعنی یا یہ عذر پیش کرو کہ ہم تو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی شرک کی راہ پر چلتے رہے، ہمارا کیا قصور ہے؟ مطلب یہ ہے کہ شرک کے بارے میں مقلد کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا۔ ''الْمُبْطِلُوْنَ'' سے مراد آبا و اجداد ہیں، یعنی اصل مجرم وہی ہیں ہم نہیں۔ اس قسم کے عذر کا وہاں کوئی موقع نہیں ہوگا، کیونکہ ابتدا ہی سے ہر شخص کی فطرت میں اپنے رب کی پہچان اور اس کی توحید رکھ دی گئی ہے، پھر اس کی یاد دہانی اور تفسیر و تشریح کے لیے رسول بھیجے گئے اور کتابیں نازل کی گئی ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝۱۷۵ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۷۶ سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝۱۷۷

''اور انھیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں میں سے ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف

چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو تو یہ بیان سنا دے، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔ برے ہیں وہ لوگ مثال کی رو سے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے آدمی کی خبر دی ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب کا علم دیا تھا۔ اس کتاب کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل و براہین سے استفادہ کر کے اللہ سے اپنا رشتہ استوار کرتا اور صلاح و تقویٰ کی زندگی اختیار کرتا، لیکن معاملہ برعکس رہا۔ اس نے دنیاوی عارضی مفاد کی خاطر اللہ کا انکار کر دیا اور اس کتاب کو پسِ پشت ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے الگ ہو گیا، جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔ اور جب وہ اس حال کو پہنچ گیا تو شیطان نے اسے جا لیا، اسے اپنا دوست و ساتھی بنا لیا اور ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو اس آسمانی کتاب کی بدولت اسے اوج ثریا پر پہنچا دیتے، لیکن وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ اس نے دنیاوی فائدوں کو ترجیح دی، اپنے نفس کا غلام بنا رہا اور دنیا اس کا منتہائے مقصود رہی۔ ایک فائدہ حاصل ہوا تو دوسرے کے پیچھے دوڑنے لگا اور اسی حصول دنیا میں حیران و پریشان رہا۔ اسے کبھی سکون نہیں ملا۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ : ”لَهْثٌ“ تھکاوٹ یا پیاس اور گرمی کی وجہ سے زبان باہر نکال کر ہانپنے کو کہتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ کہ جانوروں پر اگر حملہ کیا جائے تو وہ دوڑنے اور پیاس و گرمی کی وجہ سے ہانپنے لگتے ہیں، لیکن اگر انھیں کچھ نہ کہا جائے تو آرام سے بیٹھے رہتے ہیں، زبان باہر نکال کر ہانپتے نہیں، مگر کتا ایسا جانور ہے کہ تازہ ہوا سہولت کے ساتھ نہ اندر کھینچ سکتا ہے نہ گرم ہوا باہر نکال سکتا ہے۔ اس لیے اگر کوئی اس پر حملہ کرے اور دوڑنے کی وجہ سے اسے سانس چڑھا ہو یا آرام سے بیٹھا ہو، اس کی زبان لٹکی ہوگی اور وہ ہانپ رہا ہوگا۔ دنیا کی حرص کی وجہ سے اللہ کی آیات کو جھٹلانے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے، کیونکہ اگر وہ اپنے علم کے مطابق اللہ کی آیات پر ایمان لاتا اور عمل کرتا، اپنی ضروریات اور خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کے مطابق حلال تک محدود کر کے باقی وقت ہر قسم کی حرص اور فکر سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور دین کی تعلیم و تعلم میں صرف کرتا، تو نہایت چین اور اطمینان کے ساتھ حیات طیبہ بسر کرتا، مگر اسے دنیا کی ضرورت تھی یا نہ تھی وہ حلال و حرام کی تمیز کے بغیر ہر طریقے سے ہر وقت حصولِ دنیا کی جدوجہد میں لگا رہا، اس کتے کی طرح جس پر حملہ ہو یا نہ ہو وہ زبان نکالے ہانپتا رہتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بری مثال ہمارے شایان شان نہیں، جو شخص اپنی ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لیتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قے کرنے کے بعد اپنی قے کو چاٹ لے۔“ [بخاری،

كتاب الهبة وفضلها، باب لا يحل لأحد أن يرجع فى هبته : ۲٦۲۲۔ مسلم، كتاب الهبات، باب تحريم الرجوع فى الصدقة : ١٦٢٢]

﴿ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۷۸ ﴾

''جسے اللہ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے سو وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے تو وہ یقینی طور پر خائب و خاسر اور گمراہ ہو گیا اور اللہ جو چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ یہ تقدیر کا مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس بات پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ اگر وہ کسی کو ہدایت نہ دے تو وہ ظالم نہیں، کیونکہ مالک جسے چاہے اپنی چیز دے جسے چاہے نہ دے اور وہ تو ایسا مالک ہے جس سے کوئی پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا: ﴿ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۲۳] ''اس سے نہیں پوچھا جاتا اس کے متعلق جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جاتا ہے۔''

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ عین عدل ہے، کیونکہ وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا: ﴿ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ٤٦] ''اور تیرا رب اپنے بندوں پر ہرگز کوئی ظلم کرنے والا نہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد جب مکہ میں آئے تو انھوں نے مکہ کے بے وقوف لوگوں سے سنا کہ وہ آپ ﷺ کو مجنون کہتے تھے۔ ضماد نے کہا کہ میں اس آدمی کو مل لوں، شاید اللہ اسے میرے ہاتھوں شفا دے دے۔ تو وہ آپ ﷺ سے ملا، اس نے کہا اے محمد! میں اس بیماری کا دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ پر اس بیماری (یعنی جنون) سے شفا دے دیتا ہے، کیا میں آپ کو بھی دم کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ » ''بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة و الخطبة : ٨٦٨]

﴿ وَ لَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنی عقل و بصیرت سے کام لے کر اپنے معبود حقیقی کو پہچانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے احکام و اوامر کے مطابق زندگی گزاریں۔ بہت سے جنوں اور انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کا انکار کر دیتے ہیں، اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء و رسل کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور اس کی بندگی کی راہ چھوڑ کر عناد و تکبر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کا حال ایسا ہو جاتا ہے کہ ان کے دل، ان کی آنکھیں اور ان کے کان بے کار ہو جاتے ہیں اور ان میں کوئی بھی خیر کی بات قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ ان کی حالت جانوروں سے بدتر بن جاتی ہے کہ جانور تو کم از کم اپنے نفع و نقصان کے درمیان تمیز کر لیتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، لیکن کافر و متکبر خیر و شر کے درمیان تمیز کی صلاحیت ہی کھو دیتا ہے، تو گویا اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ جیسے اللہ نے اسے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، وہ جہنم کی راہ پر آگے بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی موت آ جاتی ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ : ہم نے انھیں دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، یعنی وہ دوزخیوں جیسے کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو وہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ جانتا تھا کہ وہ کس طرح کے عمل کریں گے اور اپنے اس علم کے مطابق ہی اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل ان تمام باتوں کو اپنے پاس ایک کتاب میں لکھ لیا تھا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تحریر فرمایا تھا۔“ اور آپ نے فرمایا: ” (اور اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی : ۲۶۵۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک تم میں سے ہر ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن (بحالت نطفہ) رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہو گا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہو گا یا

بدبخت (جہنمی) ہوگا۔“ [بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة صلوات الله عليهم : ۳۲۰۸، ۶۵۹۴۔ مسلم، كتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه : ۲۶۴۳]

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا : یعنی دل، آنکھ، کان یہ چیزیں اللہ نے اس لیے دی ہیں کہ انسان ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پروردگار کو سمجھے، اس کی آیات کا مشاہدہ کرے اور حق کی بات کو غور سے سنے، لیکن جو شخص ان اعضا سے یہ کام نہیں لیتا وہ گویا ان سے عدم انتفاع (فائدہ نہ اٹھانے) میں چوپایوں کی طرح ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔ اس لیے کہ چوپائے تو پھر بھی اپنے نفع ونقصان کا تھوڑا بہت شعور رکھتے ہیں اور نفع والی چیزوں سے نفع اٹھاتے اور نقصان دینے والی چیزوں سے بچ کر رہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اعراض کرنے والے شخص کے اندر تو یہ تمیز کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے کہ اس کے لیے مفید چیز کون سی ہے اور مضر کون سی؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ﴾ [الأحقاف : ۲۶] ”اور ہم نے ان کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ۴۶] ”پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ : یعنی چوپاؤں سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، کیونکہ چوپائے تو اپنے چرواہے کی بات کو اس وقت مانتے ہیں جب وہ ان پر سختی کرے، خواہ وہ اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوں، لیکن ان لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ۭ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ۴۴] ”یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔“

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۤءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑱⓪

”اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں کے بارے میں سیدھے راستے سے ہٹتے ہیں، انھیں جلد ہی اس کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا : خالق کائنات کا اسم ذات صرف ایک ہے اور وہ اللہ ہے، لیکن اس کی صفتیں بے شمار ہیں، لہٰذا اس کے صفاتی نام لاتعداد ہیں۔ خالق کائنات کا اسم ذات ہو یا اسم صفت، وہ اچھا ہی ہے۔ اسے کسی ایسے اسم صفت سے پکارنا جائز نہیں، جس سے اس کی کسی صفت میں نقص پایا جائے، کیونکہ ایسا اسم صفت جس سے اللہ تعالیٰ کی تنقیص ہوتی ہو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہو سکتا اور نہ ایسے نام سے اللہ تعالیٰ کو پکارا جا سکتا ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ایسے نام جن سے نقص کا پہلو نکلتا ہو ان سے اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارنا چاہیے۔ بعض قوموں کے ہاں ایسے نام رائج ہیں جو قطعاً اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں، جیسا کہ مشرکین نے اللہ سے ''لات'' عزیز سے ''عزیٰ'' اور منان سے ''منات'' بنا لیا تھا، اسی طرح قرآن و سنت کی کسی دلیل کے بغیر اللہ کے نئے نئے نام نہ رکھے جائیں، جیسا کہ اہل فارس نے خدا، یزدان اور اہرمن اور ہندوؤں نے بھگوان اور ایشور اور انگریزوں نے گاڈ (God) وغیرہ نام ایجاد کر لیے ہیں، نہ اللہ کا قرآن و سنت سے کوئی ثابت شدہ نام تبدیل کیا جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تاویل کر کے ان کے ظاہر معانی کو بدل دینا، یا ان کا کوئی معنی مراد ہی نہ لینا، یا انھیں مخلوق کے ناموں کے ساتھ تشبیہ دینا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد کی صورتیں ہیں۔ ایمان والوں کو ایسے ناموں کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۰] ''کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [طٰهٰ : ۸] ''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ [الحشر : ۲۲ تا ۲٤] ''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چھپی اور کھلی چیز کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو خاکہ بنانے والا، گھڑنے ڈھالنے والا، صورت بنا دینے والا ہے، سب اچھے نام اسی کے ہیں، اس کی تسبیح ہر وہ چیز کرتی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو یعنی ننانوے نام ہیں، جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب ما یجوز من الاشتراط : ۲۷۳٦۔

مسلم، كتاب الذكر والدعاء والتوبة، باب في أسماء الله تعالى : ۲٦۷۷]

یاد رہے! اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ صرف ننانوے نہیں ہیں، اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو جب بھی کوئی غم و حزن لاحق ہو اور وہ یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِیْ بِيَدِكَ، مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُكَ، اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيْعَ قَلْبِیْ، وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ » ”اے اللہ! بے شک میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم میرے بارے میں نافذ ہے، تیرا ہر فیصلہ میرے حق میں عین انصاف ہے، میں تیرے ہر اس نام کے وسیلے سے، جسے تو نے خود اپنا نام رکھا یا اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا، اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا تو نے اسے علم غیب میں اپنے پاس ہی محفوظ رکھا، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور، میرے غم کا ازالہ اور پریشانی کو دور کرنے کا مداوا بنا دے“ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مصیبت، پریشانی اور غم و فکر کو دور فرما کر اسے خوشی اور مسرت سے بدل دے گا۔“ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس دعا کو سیکھ نہ لیں؟ فرمایا: ”جو بھی مسلمان اس دعا کو سنے اسے چاہیے کہ اسے ضرور سیکھ لے۔“ [مسند أحمد : ۱/۳۹۱، ح : ۳۷۱۱۔ ابن حبان : ۹۷۲۔ مسند أبي يعلى : ۹/۱۹۸، ۱۹۹، ح : ۵۲۹۷]

ع ۲۲/۱۲ وَ مِمَّنْ خَلَقْنَاۤ اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

”اور ان لوگوں میں سے جنھیں ہم نے پیدا کیا کچھ لوگ ایسے ہیں جو حق کے ساتھ رہنمائی کرتے اور اسی کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں ”امت“ سے مراد ”امت محمدیہ“ کی ایک جماعت ہے، جن کی صفت یہ ہے کہ وہ حق بات کہتے ہیں اور حق ہی کی طرف دعوت دیتے ہیں، خود اس پر عمل کرتے ہیں اور اسی کے مطابق دوسروں کے فیصلے کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں خبر دی ہے۔ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا ایک گروہ قیامت تک حق کے ساتھ غالب رہے گا، اسے رسوا کرنے والا، یا اس کی مخالفت کرنے والا اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“ [بخاري، كتاب المناقب، بابٌ : ۳٦٤۱۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة ...... الخ : ۱۹۲۰، عن ثوبان رضي الله عنه]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی خاطر لڑتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة

من أمتي...... الخ : ۱۹۲۲]

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾

’’اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انھیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے، جہاں سے وہ نہیں جانتے۔‘‘

صالح لوگوں کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے روزی کے تمام دروازے کھول دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ ان سے خوش ہے، پھر وہ اللہ کا شکر ادا کرنا بالکل بھول جاتے ہیں اور مقررہ وقت پر اللہ کا عذاب انھیں آ لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٤، ٤٥] ’’پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہو گئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔ تو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنھوں نے ظلم کیا تھا اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔‘‘

وَ اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾

’’اور میں انھیں مہلت دوں گا، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔‘‘

یہاں مراد ابوجہل اور دیگر کفار مکہ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے دی تھی، یہاں تک کہ میدانِ بدر میں سب کے سب مارے گئے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے، (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ خوب نافرمانی کرے اور عذاب کا مستحق ہو جائے) پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ وكذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٨٣]

اَوَ لَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾

’’اور کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ وہ تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن ہی سے اچھی طرح جانتے تھے، انھیں پتا تھا کہ آپ عقلی اور اخلاقی اعتبار سے

ان میں سب سے اعلیٰ وارفع ہیں، لیکن جب آپ دعوتِ اسلام لے کر ان کے سامنے آئے تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو مجنون ہے، اسی لیے تو اس قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی اور کہا کہ محمد ﷺ نہ تو مجنون ہیں، جیسا کہ کفار قریش انھیں بچپن سے جانتے ہیں اور نہ اس کی باتیں کسی پاگل کی بڑ ہیں، بلکہ وہ تو اللہ کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ : کفار رسول اللہ ﷺ کو دیوانہ کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو قرآن مجید میں کئی جگہ بیان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴾ [سبا : ٤٦] ”کہہ دے میں تو تمھیں ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے لیے دو دو اور ایک ایک کر کے کھڑے ہو جاؤ، پھر خوب غور کرو کہ تمھارے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے۔ وہ تو ایک شدید عذاب سے پہلے محض تمھیں ڈرانے والا ہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴾ [الحجر : ٦] ”اور انھوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ نصیحت نازل کی گئی ہے! بے شک تو تو دیوانہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴾ [الدخان : ١٣، ١٤] ”ان کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ یقیناً ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آ چکا۔ پھر انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور انھوں نے کہا سکھلایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔“

اَوَ لَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّ اَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۸۵

”اور کیا انھوں نے نگاہ نہیں کی آسمانوں اور زمین کی عظیم الشان سلطنت میں اور کسی بھی ایسی چیز میں جو اللہ نے پیدا کی ہے اور اس بات میں کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعی قریب آ چکا ہو، پھر اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔“

کفارِ قریش کو دعوتِ فکر و نظر دی جا رہی ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی خالقیت و مالکیت پر ایمان لے آئیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ انھیں کہا جا رہا ہے کہ وہ شمس و قمر، ستاروں اور، بادلوں، سمندروں، پہاڑوں، چوپایوں اور دیگر مخلوقات کے بارے میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ تا کہ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ایمان لے آئیں اور آخرت میں سرخرو ہوں، انھیں قرآن جیسی معجز اور جامع کتاب کے بعد کس معجزے کا انتظار ہے، جسے دیکھ کر ایمان لائیں گے؟

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۸۶

”جسے اللہ گمراہ کر دے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔“

یعنی اللہ کی مخلوقات میں فکر و نظر بھی اسی کے لیے مفید ہے جسے اللہ توفیق دے اور جسے اللہ توفیق نہیں دے گا وہ سرکشی

اور گمراہی ہی میں بھٹکتا رہے گا، خواہ وہ اس کے لیے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، وہ اس کے کچھ کام نہیں آ سکتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ [المائدۃ : ٤١] ''اور وہ شخص کہ اللہ اسے فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کر لے اس کے لیے تو اللہ سے ہرگز کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [یونس : ١٠١] ''کہہ تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۷

''وہ تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں اس کا قیام کب ہوگا؟ کہہ دے اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اسے اس کے وقت پر اس کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری واقع ہوئی ہے، تم پر اچانک ہی آئے گی۔ تجھ سے پوچھتے ہیں جیسے تو اس کے بارے میں خوب تحقیق کرنے والا ہے۔ کہہ دے اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ : بعض کفارِ قریش نے قیامت کو ناممکنات میں سے سمجھتے ہوئے اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھا جائے تو کہہ دیجیے کہ اس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٢ تا ٤٤] ''وہ تجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہے؟ اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تیرے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴾ [الشوریٰ : ١٨] ''اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔''

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ : یعنی نہ اس کے واقع ہونے کا علم کسی کو ہے اور نہ اسے واقع کرنے کی قدرت کسی میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴾ [طٰہٰ : ١٥] ''یقیناً قیامت آنے والی

ہے، میں قریب ہوں کہ اسے چھپا کر رکھوں، تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کوشش کرتا ہے۔“

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یعنی آسمانوں میں اور زمین میں وہ ایک بڑی بھاری آفت ہوگی، اس کی ہیبت سے زمین و آسمان لرزتے ہیں، کیونکہ وہ سب اس وقت زیر و زبر ہو جائیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴾ [القمر : ٤٦] ”بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴾ [الحج : ١، ٢] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔“

لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً : بے شک اس کی علامات عامہ اور علامات خاصہ مثلاً دجال، دابۃ الارض (زمین سے جانور) کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا خروج اور عیسیٰ علیہ السلام کا نزول وغیرہ بتائی گئی ہیں، مگر ان واقعات میں سے بھی کوئی اس کا عین مقرر وقت نہیں کہ اس کے ساتھ ہی قیامت آ جائے، اصل وقت صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ اچانک یک لخت آئے گی۔ قیامت اچانک اس طرح آئے گی کہ لوگ اس سے غافل ہوں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٦٦] ”وہ قیامت کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔“ اور فرمایا: ﴿ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٠] ”بلکہ وہ ان پر اچانک آئے گی تو انھیں مبہوت کر دے گی، پھر وہ نہ اسے ہٹا سکیں گے اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب صور میں پھونکا جائے گا تو جو شخص اسے سنے گا وہ (ایک طرف سے) گردن جھکا دے گا اور (دوسری طرف سے گردن) اٹھا لے گا اور سب سے پہلے اسے وہ آدمی سنے گا جو اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، (اس کے سنتے ہی) وہ بے ہوش ہو جائے گا اور لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے۔“ [مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال …… الخ : ٢٩٤٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت (اس طرح اچانک) واقع ہو جائے گی کہ دو آدمیوں نے اپنے درمیان اپنا کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور وہ اس کی خرید و فروخت نہ کر سکیں گے اور نہ اس کو لپیٹ سکیں گے (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (اس قدر اچانک) واقع ہو جائے گی کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر

لوٹ رہا ہوگا اور وہ اسے پی بھی نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (کچھ ایسے یکا یک) واقع ہوگی کہ ایک آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس میں سے (اپنے اونٹوں کو) پلا بھی نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی) اور قیامت (یوں اچانک) واقع ہو جائے گی کہ ایک آدمی نے اپنا نوالہ اپنے منہ کی طرف اٹھایا ہوگا، لیکن وہ اسے کھا نہ سکے گا (کہ قیامت واقع ہو جائے گی)۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، بابٌ : ٦٥٠٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا، جب سورج (مغرب سے) طلوع ہوگا اور لوگ اسے (طلوع ہوتا ہوا) دیکھ لیں گے تو سب کے سب ایمان لے آئیں گے، مگر اس وقت : ﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾ [الأنعام : ١٥٨] ''جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، بابٌ : ٦٥٠٦]

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں سوالات کیے، پھر یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا، البتہ میں تمھیں اس کی نشانیاں بتا سکتا ہوں، وہ یہ ہیں کہ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے گی اور جب سیاہ اونٹوں کے چرواہے مکانات کی تعمیر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے، (یاد رکھو!) قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان : ٣٤] ''بے شک اللہ، اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور وہ بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان : ٥٠۔ مسلم، کتاب الإیمان : ٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دیہاتی لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ وہ کب آئے گی؟ تو آپ ان میں سب سے کم عمر شخص کو دیکھتے اور فرماتے: ''اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہیں آئے گا حتیٰ کہ تم پر قیامت قائم ہو جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ٢٩٥٢]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے یہ ارشاد فرما

رہے تھے: ''تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو، حالانکہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں! آج زمین پر جو شخص بھی موجود ہے، وہ سو سال بعد موجود نہیں ہو گا۔'' [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ : علی رأس مائة سنة ...... الخ : ۲۵۳۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اور قیامت کو ان دو (انگلیوں) کی طرح بھیجا گیا ہے۔'' آپ نے یہ ارشاد انگشت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ : بعثت أنا والساعة ...... الخ : ۶۵۰۴۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعة : ۱۳۵/۲۹۵۱]

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳/۱۲

''کہہ دے میں اپنی جان کے لیے نہ کسی نفع کا مالک ہوں اور نہ کسی نقصان کا، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں نہیں ہوں مگر ایک ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ کے لیے اپنی کامل عبودیت کا اعلان کر دیں اور اپنے بارے میں لوگوں کو بتا دیں کہ آپ غیبی امور کی خبر نہیں رکھتے۔ آپ کو صرف وہی باتیں معلوم ہیں جن کی خبر اللہ نے آپ کو بذریعہ وحی دی ہے۔ مزید تاکید کے طور پر کہ رسول اللہ ﷺ کو غیب کا علم نہیں تھا، آپ نے قرآن کی زبان میں فرمایا کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو پہلے ہی سے اسباب مہیا کر کے اپنے لیے فوائد و منافع جمع کر لیتا، مثلاً قحط سالی کے زمانے کے لیے زرخیزی اور خوشحالی کے ایام ہی میں تیاری کر لیتا تو مجھے کوئی تکلیف لاحق نہ ہوتی، لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا، میں تو اللہ کی وحی کے مطابق اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو صرف اس کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔

قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا : اس آیت میں دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک قسم کی تنبیہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جو سید الناس اور سید ولد آدم ہیں، اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، تو کسی دوسرے کے لیے اس قسم کا اختیار ماننا کتنا مضحکہ خیز اور گمراہ کن ہے۔ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا اسی کو پکارنا چاہیے، کسی دوسرے کو پکارنا کھلا شرک ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ۳] ''اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو

کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [یونس : ۱۰۶، ۱۰۷] ''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ : سیدہ قُتَیلہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، تم لوگ شریک بناتے ہو، تم لوگ شرک کرتے ہو، تم لوگ کہتے ہو جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں اور تم لوگ کہتے ہو کعبہ کی قسم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جب وہ قسم کھائیں تو اس طرح کہا کریں ''رب کعبہ کی قسم!'' اور ہر ایک شخص اس طرح کہا کرے، جو اللہ چاہے، پھر آپ چاہیں۔ [نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبة : ۳۸۰۴]

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ : یعنی نہ میں غیب دان ہی ہوں، اگر ایسا ہوتا تو کتنے ہی فائدے ہیں جنھیں میں پیشگی سمیٹ لیتا اور کتنے نقصانات ہیں جن سے قبل از وقت آگاہ ہونے کی بنا پر میں بچ جاتا۔ یہاں لفظ ''لَوْ'' (اگر) سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود افضل المرسلین ہونے کے علم غیب نہیں رکھتے تھے، کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ اس کے باوجود بعض نادان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب باور کراتے ہیں، حالانکہ غزوۂ احد میں آپ کا چہرۂ انور زخمی ہوا، دانت مبارک بھی شہید ہوئے، چہرے میں خود کی کڑیاں چبھ گئیں، ہونٹ پھٹ گیا، ایک اور واقعہ میں گھوڑے سے گر کر زخمی ہوئے تو کتنے دن صاحبِ فراش رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگا تو تقریباً ایک مہینا آپ پریشان رہے۔ ایک یہودی عورت نے کھانے میں زہر ملا دیا جسے کھانے سے آپ کے بعض صحابہ شہید بھی ہو گئے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کا اثر آخر دم تک محسوس کرتے رہے۔ یہ سب واقعات شاہد ہیں کہ ''اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔'' ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۰] ''کہہ دے میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں پیروی نہیں کرتا مگر اس کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ کہہ کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر

ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور نہیں کرتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الأنعام : ٥٩] "اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] "کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔"

زیر تفسیر آیت سے شرک کی جڑ کٹ گئی، جب رسول اللہ ﷺ کو جو تمام عالم کے سردار ہیں، اپنی جان کے نفع و نقصان کا اختیار نہ ہو، نہ غیب کی بات معلوم ہو، تو کسی اور نبی یا ولی یا بزرگ یا فقیر یا جن یا فرشتے کو کیا قدرت ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچائے یا غیب کی کوئی بات بتائے، البتہ وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ کو جو بات بتا دیتا وہ آپ کو معلوم ہو جاتی اور آپ لوگوں کو اس کی خبر دے دیتے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ : یعنی میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا اور مومنوں کو بہشتوں کی خوش خبری سنانے والا ہوں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴾ [مریم : ٩٧] "سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوش خبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔"

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

"وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تاکہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے، پھر جب اس نے اس (عورت) کو ڈھانکا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہوگئی تو دونوں نے اللہ سے دعا کی، جو ان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اہل کفر اور اہل شرک کو ان کی جاہلانہ جرأت پر تنبیہ کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک

بنانے کی جرأت کیسے کرتے ہیں؟ اور ان کی عقل اسے کیسے قبول کر لیتی ہے؟ اس لیے کہ ان کا خالق اللہ ہے، جس نے انھیں آدم سے پیدا کیا اور آدم سے ان کی بیوی حوا کو اور پھر ہر مرد کے لیے اسی کی جنس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، تاکہ اس کی قربت سے اسے سکون حاصل ہو۔ اس لیے کہ اگر بیوی ہم جنس نہ ہوتی تو دونوں ایک دوسرے سے انس حاصل نہ کر پاتے۔ تو جس اللہ نے انھیں اور ان کی بیویوں کو پیدا کیا وہی ذاتِ واحد عبادت کے لائق ہے۔ پھر مشرک کی ایک اور حالت یہ ہے کہ جب وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے اور حمل قرار پا جاتا ہے اور کئی مراحل سے گزر کر جب پیٹ میں بچہ حرکت کرنے لگتا ہے، تو دونوں میاں بیوی مل کر دعا کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے صحیح سالم بچہ دیا تو اللہ کا خوب شکر ادا کریں گے، لیکن صحیح سالم بچہ ہونے کے بعد دونوں کہنا شروع کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے بتوں اور معبودوں کی کرم نوازی ہے، جیسا کہ ہر زمانے میں مشرکین کہتے آئے ہیں کہ اولاد دینے والا اور روزی رساں اللہ کے سوا کوئی اور ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ : اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام لوگوں کو اس نے آدم علیہ السلام سے پیدا فرمایا ہے اور اس نے آدم ہی سے ان کی بیوی حوا کو بھی پیدا کیا، پھر ان دونوں ہی سے تمام لوگ زمین میں پھیل گئے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾ [الحجرات : ۱۳] ”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾ [النساء : ۱] ”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اہل محشر آپس میں کہیں گے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کس مصیبت میں مبتلا ہو، تم ایسے آدمی کے پاس کیوں نہیں جاتے جو تمھارے رب کے پاس تمھاری سفارش کرے؟ پھر وہ آپس میں کہیں گے، آدم علیہ السلام کے پاس چلو، پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے، آپ انسانوں کے باپ ہیں، آپ کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا، آپ کے جسم میں اللہ نے اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا تو انھوں نے آپ کو سجدہ کیا، لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کیجیے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ذرية من حملنا مع نوح ﴾ : ۴۷۱۲]

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا

﴿وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ [الروم : ۲۱] ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی۔'' اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء : ۱] ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں کے ساتھ (حسن سلوک کی) وصیت قبول کرو، اس لیے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے زیادہ کجی اس کے اوپر والے حصے میں ہوتی ہے۔ اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر تم چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں کے ساتھ (حسن معاشرت کی) وصیت قبول کرو۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته : ۳۳۳۱]

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاۗءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

''پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے انھیں عطا کیا تھا، پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے انسان کو بچہ عطا فرماتا ہے تو وہ اسے غیر اللہ کی بخشش سمجھتا ہے، کبھی اس کو حسین بخش کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی پیر بخش، کبھی غوث بخش، کبھی اسے کسی انسان کا فقیر بناتا ہے اور کبھی کسی انسان کا بندہ، کبھی اسے کسی آستانے کا مجاور بناتا ہے اور کبھی کسی قبر کا پجاری۔ حالانکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموں کے رکھنے میں بھی خیر و شر کو ملحوظ رکھا ہے اور اپنے بچوں کے نام اللہ کے پسندیدہ نام رکھنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے ناموں میں سے بہتر نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔'' [مسلم، كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم، و بيان ما يستحب من الأسماء : ۲۱۳۲]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ (گناہ گار) تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ [مسلم، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن : ۲۱۳۹/۱۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے برا نام یہ ہے کہ کسی کو شہنشاہ کہا جائے۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله تبارك و تعالى : ٦٢٠٥۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك : ۲۱۴۳]

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّ لَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾

''کیا وہ انھیں شریک بناتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔اور نہ ان کی کوئی مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔''

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ : اس مقام پر اللہ نے مشرکین کی تردید فرمائی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں اور دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ یہ تمام معبودانِ باطلہ اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں، اس کے پروردہ اور اسی کے بنائے ہوئے ہیں اور خود کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔ نہ نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ اپنے پجاریوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ لہٰذا یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مشرکین اللہ کی مخلوق کو اس کا شریک بناتے ہیں، جو ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج : ۷۳، ۷۴] ''اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق تھا۔ بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔''

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

''اور اگر تم انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو وہ تمھارے پیچھے نہیں آئیں گے، تم پر برابر ہے کہ تم نے انھیں بلایا ہو، یا تم خاموش ہو۔''

اور مشرکین اگر اپنے بتوں کو رشد و ہدایت کی دعوت دیں گے تو ان کی پیروی بھی نہیں کریں گے، اس لیے کہ بے جان بتوں کے لیے ہدایت و گمراہی دونوں برابر ہیں۔

وَ اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ : یعنی یہ بت بلانے والے کی آواز کو سنتے ہی نہیں، ان کے نزدیک بلانے والا اور نہ بلانے والا دونوں ہی یکساں ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴾ [مریم : ۴۲] ''اے میرے باپ! تو اس چیز کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتی ہے اور نہ دیکھتی

ہے اور نہ تیرے کسی کام آتی ہے؟''

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

''بے شک جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمھارے جیسے بندے ہیں، پس انھیں پکارو تو لازم ہے کہ وہ تمھاری دعا قبول کریں، اگر تم سچے ہو۔''

یہ دوسری قسم کے الٰہ ہیں، یعنی وہ انبیاء اور بزرگ جو فوت ہو چکے اور انھیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا جاتا ہے۔ اس لیے کہ پتھر کے بتوں کے لیے ''عِبَادٌ'' کا لفظ استعمال نہیں ہوتا اور ان کے الٰہ ہونے کی تردید کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جب تم انھیں پکارتے ہو تو وہ جواب بھی نہیں دے سکتے اور وہ تمھارے ہی جیسے ہیں، تم سے کوئی بالاتر مخلوق نہیں۔

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

''کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ کہہ دے تم اپنے شریکوں کو بلا لو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔''

جو بت مشرکوں نے بنا رکھے تھے، ان کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، آنکھیں وغیرہ سب کچھ ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ ان بتوں کے جو تم نے پاؤں بنا رکھے ہیں کیا یہ ان کے ساتھ چل بھی سکتے ہیں؟ کیونکہ پاؤں بنانے کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ ان سے چلا جا سکے۔ پھر جب یہ پاؤں اپنی غرض اور مقصد پورا نہیں کر سکتے، تو ایسے پاؤں بنانے کا فائدہ کیا ہے؟ اسی طرح ان کے جو تم نے ہاتھ بنا رکھے ہیں ان سے یہ پکڑ بھی نہیں سکتے۔ تمھاری بنائی ہوئی آنکھوں سے یہ دیکھ بھی نہیں سکتے اور نہ کانوں سے سن سکتے ہیں، تو ایسے مصنوعی اعضا بنانے کا فائدہ کیا ہے جو اپنی غرض پوری نہیں کرتے۔ مشرکین کی مزید مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ مشرکین سے کہیے کہ جن بتوں کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، انھیں میرے خلاف اپنی مدد کے لیے بلا لو اور تم سب مل کر مجھے مہلت بھی نہ دو تو کیا تم میرا بال بھی بیکا کر سکو گے؟ ہرگز نہیں، اس لیے کہ تمھیں اپنے بتوں کے کلی طور پر عاجز ہونے کا پتا ہے۔

اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾

''بے شک میرا یار و مددگار اللہ ہے، جس نے یہ کتاب نازل کی ہے اور وہی نیکوں کا یار و مددگار بنتا ہے۔''

مجھے تمھاری اور تمھارے معبودوں کی قطعاً پروا نہیں، کیونکہ میرا حامی و ناصر تو وہ اللہ ہے جس نے مجھ پر قرآن نازل کیا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے نیک بندوں کا حامی و ناصر ہوتا ہے، جیسا کہ ھود علیہ السلام نے کہا تھا جب ان کی قوم نے ان سے یہ کہا: ﴿ اِنۡ نَّقُوۡلُ اِلَّا اعۡتَرٰىكَ بَعۡضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوۡٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّىۡۤ اُشۡهِدُ اللّٰهَ وَاشۡهَدُوۡۤا اَنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۙ‏ مِنۡ دُوۡنِهٖ فَكِيۡدُوۡنِىۡ جَمِيۡعًا ثُمَّ لَا تُنۡظِرُوۡنِ‏ اِنِّىۡ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىۡ وَرَبِّكُمۡ‌ ؕ مَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ ۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ [ھود : ٥٤ تا ٥٦] ”ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے کوئی آفت پہنچا دی ہے۔ اس نے کہا میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ اس کے سوا۔ سو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو۔ بے شک میں نے اللہ پر بھروسا کیا، جو میرا رب ہے اور تمھارا رب ہے۔ کوئی چلنے والا جاندار نہیں مگر وہ اس کی پیشانی کے بالوں کو پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔“ اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ‏ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ‏ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴾ [الزخرف : ٢٦ تا ٢٨] ”بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ اور اس نے اس (توحید کی بات) کو اپنے پچھلوں میں باقی رہنے والی بات بنا دیا، تاکہ وہ رجوع کریں۔“

وَ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَكُمۡ وَ لَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ يَنۡصُرُوۡنَ ۝۱۹۷ وَ اِنۡ تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَسۡمَعُوۡا ؕ وَ تَرٰٮهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَ هُمۡ لَا يُبۡصِرُوۡنَ ۝۱۹۸

”اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں۔ اور اگر تم انھیں سیدھے راستے کی طرف بلاؤ تو نہیں سنیں گے اور تو انھیں دیکھتا ہے کہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ نہیں دیکھتے۔“

یعنی تمھارے معبود اور تمھارے پتھر کے اصنام تمھاری کچھ بھی نصرت، وحمایت نہیں کر سکتے، نیز وہ تمھاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ ان کے کان نہیں ہیں، اگرچہ تم نے اپنے ہاتھوں سے ان کے کان بنا دیے ہیں۔ وہ جماد ہیں، تمھیں دیکھتے نہیں ہیں، اگرچہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی پتھریلی آنکھوں سے تمھیں دیکھ رہے ہیں۔ پھر بتاؤ تو سہی کہ ان پتھروں کے معبودوں کی کیا پروا کروں؟

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ ۝۱۹۹

”درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔“

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ناراض ہونے کے بجائے لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کریں، اس لیے کہ وعظ و نصیحت میں یہی طریقہ سود مند ہے اور لوگوں کو اچھے اور مستحسن کاموں کا حکم دیں، جنھیں انسان بخوشی قبول کر لیتا ہے اور نادانوں کے ساتھ سختی کا معاملہ نہ کریں اور اگر آپ کے ساتھ وہ بدسلوکی کریں تو نظر انداز کر جائیں اور تحمل سے کام لیں۔

خُذِ الْعَفْوَ : یعنی توحید کی دعوت کے جواب میں آپ کو مشرکوں اور جاہلوں کی طرف سے بہت تکلیف اٹھانا پڑے گی، آپ درگزر سے کام لیں۔ یہاں آپ ﷺ کو حسن اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور اس حکم سے ہر وہ شخص مخاطب ہے جو اسلام کی دعوت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ١۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا١ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ”یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا١ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ١ۚ فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۰۹] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ دینا مال کو کم نہیں کرتا، معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور کوئی شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو سربلند کر دیتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب العفو : ۲۵۸۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس رحمہ اللہ کے پاس ٹھہرے اور حر رحمہ اللہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشیروں میں سے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر قرآن مجید کے عالم اور قاری ہوتے تھے، خواہ وہ ادھیڑ عمر ہوں یا جوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا، اے میرے بھتیجے! تجھے اس امیر کے ہاں خاص قرب حاصل ہے، لہٰذا میرے لیے بھی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کرو، انھوں نے جواب دیا، جی ہاں، میں آپ کے لیے ضرور اجازت طلب کروں گا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حر رحمہ اللہ نے عیینہ کے لیے اجازت طلب کی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی، جب وہ اندر داخل ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، اے ابن خطاب! بات یہ

ہے کہ اللہ کی قسم! تو ہمیں نہ زیادہ عطیے دیتا ہے اور نہ ہمارے بارے میں عدل سے فیصلے کرتا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہو گئے، حتیٰ کہ انھوں نے اسے مارنے کا ارادہ کیا، تو حر رحمہ اللہ نے ان کی خدمت میں عرض کی، امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ ''درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر'' اور یہ شخص بھی جاہلوں میں سے ہے۔ (سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں) اللہ کی قسم! جس وقت حر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے سننے کے بعد ذرا بھی آگے نہ بڑھے (ان کا غصہ جاتا رہا) اور اللہ کی کتاب کے سامنے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ خذ العفو و أمر بالعرف و أعرض عن الجھلین ﴾ : ٤٦٤٢]

وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ : یعنی اگر وہ ضد پر اڑ کر مخالفانہ رویہ اختیار کریں اور بے فائدہ تکرار کریں، تو بجائے الجھنے کے آپ خاموشی اختیار کریں، خواہ وہ اس خاموشی کو کوئی معنی پہنا دیں۔ امید ہے کہ اس سے ان کے رویے میں تبدیلی پیدا ہو گی اور ان کا جارحیت کا وار خالی جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [القصص : ٥٥] ''اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ [الفرقان : ٦٣] ''اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔''

ہاں حدود کے مجرموں یا جنگ پر آمادہ لوگوں سے ان کے لائق معاملہ کیا جائے گا اور اس کے واضح احکام قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔

وَ إِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۰۰

''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اگر شیطان آپ کو ان کی نادانی اور بدسلوکی پر ان کے خلاف ابھارے اور غصہ دلائے اور دل میں وسوسہ پیدا کرے کہ عفو و درگزر اور نیکی کی راہ چھوڑ دیجیے، تو فوراً اللہ کی پناہ مانگیے مردود شیطان سے اور دعا کیجیے کہ اللہ اسے آپ سے دور کر دے۔ کیونکہ شیطان کے فتنوں سے بچنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ انسان اللہ کی پناہ میں آ جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا

ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [حٰم السجدة : ۳۴ تا ۳۶] ”(برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ﴾ [المؤمنون : ۹۶ تا ۹۸] ”اس طریقے سے برائی کو ہٹا جو سب سے اچھا ہو، ہم زیادہ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ بیان کرتے ہیں۔ اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔“

سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک کا غصے کی وجہ سے چہرہ سرخ تھا اور وہ دوسرے کو گالی دے رہا تھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا، تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ [بخاري، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب ...... الخ : ۶۱۱۵۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب : ۲۶۱۰]

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾

”یقیناً جو لوگ ڈر گئے، جب انھیں شیطان کی طرف سے کوئی (برا) خیال چھوتا ہے وہ ہشیار ہو جاتے ہیں، پھر اچانک وہ بصیرت والے ہوتے ہیں۔“

اللہ سے ڈرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب انھیں کوئی شیطانی وسوسہ لاحق ہوتا ہے تو انھیں یاد آتا ہے کہ فوراً ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ“ پڑھنا چاہیے اور اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے انھیں اپنی غلطیاں سمجھ میں آ جاتی ہیں اور شیطان کی سازشوں کا پتا چل جاتا ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ ان سازشوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [حٰم السجدة : ۳۶] ”اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونکتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، مزے سے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ بیدار ہو جائے اور اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو کرے تو دوسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں، پھر وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور خوش مزاج ہوتا ہے، ورنہ بدمزاج اور سست ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية الرأس إذا لم يصل بالليل : ۱۱۴۲۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الحث على صلاة الليل و إن قلت : ۷۷٦]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھی جن کو مقرر کر رکھا ہے۔'' صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! اور آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع بن گیا ہے۔ وہ مجھے خیر کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیتا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب تحريش الشيطان ...... الخ : ۲۸۱۴]

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیے ہوئے تھے، ایک رات میں آپ کی زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کیں، جب میں واپس جانے کے لیے اٹھی تو آپ بھی میرے ساتھ مجھے چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش ان دنوں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں تھی۔ راستے میں دو انصاری جا رہے تھے، جونہی انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھہرو! یہ صفیہ بنت حیی (رضی اللہ عنہا) ہے۔'' وہ دونوں بولے، یا رسول اللہ! سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ''یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں برا خیال نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده : ۳۲۸۱۔ مسلم، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رؤى خاليا بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵]

وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾

''اور جو ان (شیطانوں) کے بھائی ہیں وہ انھیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔''

لیکن دوسری طرف جو اللہ سے نہیں ڈرتے اور شیطان کے وسوسوں سے پناہ نہیں مانگتے تو شیاطین ان کے دل و دماغ میں کثرت سے شبہات پیدا کرتے ہیں۔ گناہوں کو خوش نما بنا کر پیش کرتے ہیں اور انھیں کر گزرنے کو ان کے لیے آسان بنا دیتے ہیں۔ آخر کار وہ لوگ ان معاصی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور مستقبل میں اسی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴾ [بنی إسرائيل : ۲۷] ''بے شک

بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بہت ناشکرا ہے۔‘‘

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

’’اور جب تو ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کر لیا؟ کہہ دے میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں شیاطین کے بھائیوں کی گمراہی اور بے جا ضد کی ایک مثال بیان فرمائی گئی ہے، یعنی وہ پیغمبر سے ازراہ عناد کہتے ہیں کہ آپ کوئی معجزہ اپنے پاس ہی سے کیوں نہیں بنا لاتے؟ اس کے جواب میں بتلایا گیا کہ آپ فرما دیں، معجزات لانا میرے اختیار میں نہیں ہے، میں تو صرف وحی الٰہی کا پیروکار ہوں۔ ہاں البتہ یہ قرآن جو میرے پاس آیا ہے، یہ بذات خود ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس میں تمھارے رب کی طرف سے بصائر (دلائل و براہین) اور ہدایت و رحمت ہے، بشرطیکہ کوئی ایمان لانے والا ہو۔

وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ : ’’آيَةٌ‘‘ سے مراد کوئی معجزہ اور خرق عادت بات ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴾ [الشعراء : ٤] ’’اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے سامنے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔‘‘

قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ : یعنی میں اپنی طرف سے کسی چیز کو وضع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ میں تو وہی چیز سناتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر وحی کی جاتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [یونس : ١٥ تا ١٧] ’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا، مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ پھر اس سے زیادہ

کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔"

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

یہ ان کافروں سے کہا جا رہا ہے جو قرآن کی تلاوت کے وقت شور کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے کہتے تھے: ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۲۶] "اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تا کہ تم غالب رہو۔" ان سے کہا گیا کہ شور کرنے کے بجائے تم اگر غور سے سنو اور خاموش رہو، تو شاید اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت سے نواز دے اور یوں تم رحمت الٰہی کے مستحق بن جاؤ۔ بعض ائمہ اسے عام مراد لیتے ہیں، یعنی جب بھی قرآن پڑھا جائے، چاہے نماز ہو یا نماز کے علاوہ، سب کو خاموشی سے قرآن سننے کا حکم ہے اور پھر وہ اس عموم سے استدلال کرتے ہوئے جہری نمازوں میں مقتدی کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کو بھی اس قرآنی حکم کے خلاف بتاتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی تاکید نبی ﷺ سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ مگر ان کا یہ استدلال کہ سورۂ فاتحہ خلف الامام جائز نہیں بالکل بے محل ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور ما قبل سے مشرکین سے خطاب چلا آ رہا ہے۔ اس لیے نظم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں بھی مشرکین ہی مخاطب ہوں۔ اس لیے اس آیت کو صرف کفار کے متعلق ہی سمجھنا صحیح ہے، جیسا کہ اس کے مکی ہونے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، پھر اگر اسے عام بھی سمجھ لیا جائے تب بھی اس عموم سے نبی ﷺ نے مقتدیوں کو خارج فرما دیا اور یوں قرآن کے اس عموم کے باوجود جہری نمازوں میں مقتدیوں کا سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہوگا، کیونکہ قرآن کے اس عموم کی یہ تخصیص صحیح و قوی احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ نے قراءت شروع فرمائی، مگر وہ آپ پر بھاری ہوگئی۔ (یعنی آپ اس میں رواں نہ رہ سکے) جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: "شاید کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو؟" ہم نے کہا، جی ہاں، اے اللہ کے رسول! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "سوائے فاتحہ کے (امام کے پیچھے) کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جو اسے (یعنی فاتحہ کو) نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔" [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب من ترك القرائة فی صلاة بفاتحة الکتاب : ۸۲۳۔ ترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی القرائة خلف الإمام : ۳۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھے تو ایسی نماز ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، کامل نہیں ہے۔" (ابو سائب نے کہا) میں نے کہا، اے

ابو ہریرہ! میں بعض اوقات امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے میری کلائی دبائی اور کہا، اے فارسی! اسے اپنے نفس میں پڑھا کرو، بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے، میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھ آدھ تقسیم کر دیا ہے، نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ تو بندہ جب کہتا ہے: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ تو اللہ عزوجل فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، یہ میرے اور بندے کے مابین ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا، پھر بندہ جب کہتا ہے: ﴿اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ سب میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا۔'' [مسلم، كتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی كل ركعة...... الخ : ۳۹۵۔ أبو داوٗد، كتاب الصلاة، باب من ترك القراءة فی صلاته بفاتحة الكتاب : ۸۲۱]

وَ اذۡكُرۡ رَّبَّكَ فِىۡ نَفۡسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيۡفَةً وَّ دُوۡنَ الۡجَهۡرِ مِنَ الۡقَوۡلِ بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ وَ لَا تَكُنۡ مِّنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿۲۰۵﴾

''اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔''

یہ حکم پنجگانہ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں۔ نمازوں کی فرضیت کے بعد اس آیت کا عام حکم باقی رہ گیا۔ اگرچہ خطاب نبی ﷺ کو ہے، لیکن اس میں تمام مسلمان داخل ہیں۔ اس آیت میں ذکر الٰہی سے متعلق چند آداب بیان ہوئے ہیں: ① ذکر الٰہی کی اصل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو دل سے یاد کرے، یعنی اگر دل غافل ہے اور زبان چل رہی ہے تو اسے ذکر الٰہی نہیں کہیں گے اور اللہ کو چپکے چپکے یاد کرے، تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو۔ ② اللہ کے حضور خوب گریہ و زاری کرے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ ③ اللہ کا خوف اور اس کی خشیت دل پر طاری ہو کہ عمل کی زندگی میں تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ کی گرفت نہ ہو جائے۔ ④ آواز اونچی نہ کرے۔ ⑤ زبان دل کا ساتھ دے۔ ⑥ اور ذکر الٰہی صبح و شام جاری رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ کبھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم لوگوں نے اونچی آواز میں اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اطمینان و سکون اختیار کرو، بے شک تم کسی بہرے یا غائب کو تو نہیں پکارتے ہو، بلکہ تم تو اسے پکارتے ہو جو سننے والا اور قریب ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ما یکره من رفع الصوت فی التکبیر : ۲۹۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر : ۲۷۰٤]

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی آواز بہت پست تھی۔ پھر آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ بھی نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی آواز زیادہ بلند تھی۔ پھر جب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! میں تمھارے پاس سے گزرا، تم نماز پڑھ رہے تھے اور تمھاری آواز بہت پست تھی۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں جس سے باتیں کر رہا تھا، وہ اسے سن رہا تھا۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''میں تمھارے پاس سے گزرا تو تم نماز پڑھ رہے تھے اور تمھاری آواز بلند تھی۔'' عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، میں سونے والوں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بلند کیا کرو'' اور عمر سے فرمایا: ''تم اپنی آواز کو کچھ پست کیا کرو۔'' [أبو داؤد، کتاب التطوع، باب فی رفع الصوت بالقرائة فی صلٰوة اللیل : ۱۳۲۹]

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة ع

''بے شک جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔''

یہی وہ ذکر الٰہی ہے جس میں فرشتے رات دن خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول رہتے ہیں اور کبھی نہیں تھکتے۔ اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے حضور سجدہ کرتے رہتے ہیں اور اس سے مقصود مومنوں کو ترغیب دلانا ہے کہ وہ بھی فرشتوں کی طرح کثرت سے اللہ کو یاد کرتے رہیں، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہیں، نماز پڑھیں اور سجدے کرتے رہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ﴾ [المؤمن : ۷] ''وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۸] ''پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ (فرشتے) جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

﴿ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴾ [الأنبياء : ۱۹، ۲۰] ''اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔'' اور فرمایا: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشوریٰ : ۵] ''آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں، سن لو! بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

سیدنا مالک بن صعصہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(معراج کی رات) پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبریل سے اس کے متعلق پوچھا، تو انھوں نے کہا، یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب وہ نکل جاتے ہیں تو پھر اس کی طرف نہیں لوٹتے، یہی ان کا آخری آنا ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ : ۳۲۰۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء : ۱٦۲]

وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور بعد ازاں سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: ''ہائے میری بربادی! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ملا، اس نے سجدہ کیا اور اس کے لیے جنت ہے، مگر مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تو میں نے انکار کر دیا اور میرے لیے دوزخ ہے۔'' [مسلم ، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ : ۸۱]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے تھے، آپ سجدہ کی آیت پڑھتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ [بخاری، کتاب سجود القرآن، باب ازدحام الناس إذا قرأ الإمام السجدۃ : ۱۰۷٦۔ مسلم، کتاب المساجد ، باب سجود التلاوۃ : ۵۷۵]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا تو اس درخت نے بھی میرے ساتھ سجدہ کیا، میں نے سنا کہ وہ درخت یہ دعا پڑھ رہا تھا: ((اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ اَجْرًا، وَضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَ اجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوٗدَ)) ''اے اللہ! اس سجدے کے بدلے میرے لیے تو اپنے ہاں اجر و ثواب لکھ دے اور اس کے ذریعے مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے تو اپنے پاس ذخیرہ بنا لے اور مجھ سے اسے اسی طرح قبول فرما جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ تلاوت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سجدے میں یہی دعا پڑھ رہے تھے۔ [ترمذی، کتاب الجمعۃ، باب ما جاء ما یقول فی سجود القرآن :

۵۹۷، ۳۴۲۴۔ مستدرك حاكم : ۲۱۹/۱، ۲۲۰، ح : ۷۹۹۔ ابن خزيمة : ۲۸۲/۱، ح : ۵۶۲۔ ابن حبان : ۲۷۶۸۔ الإرشاد للخليلي، ص : ۸۰]

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نجم پڑھی، تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔ [بخاری، كتاب سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد : ۱۰۷۲۔ مسلم، كتاب المساجد، باب سجود التلاوة : ۵۷۷]

سورۃ الانفال مدنیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱﴾

''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔''

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو اللہ کی غیبی مدد کے ذریعے فتح مبین ملی، بڑے بڑے صنادید قریش مارے گئے اور جو قتل ہونے سے بچ گئے ان میں سے ستر (۷۰) آدمی پابند سلاسل کر دیے گئے، جبکہ باقی مکہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تمام مقتولین، قیدی اور بھاگنے والے کفار قریش اپنے پیچھے بہت سارے ہتھیار اور دوسرے اموال غنیمت چھوڑ گئے۔ کچھ مسلمانوں نے انھیں جمع کیا، کچھ مسلمانوں نے دشمن کا پیچھا کیا اور کچھ جانبازوں نے نبی کریم ﷺ کے گرد گھیرا ڈالے رکھا، تاکہ دشمن ان پر حملہ نہ کر دے۔ رات کے وقت جب سبھی اکٹھے ہوئے تو ان غنائم کے بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے، کچھ لوگوں نے اموالِ غنیمت کے سلسلے میں دورِ جاہلیت کے باقی ماندہ سماجی اور اخلاقی اثرات کے تحت اپنی اپنی محنت و جانفشانی کے مطابق اپنا اپنا حق جتانا شروع کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر مسلمانوں کو بتایا کہ میدانِ جنگ میں جو اموال غنیمت ہاتھ آئے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق ان میں تصرف کریں گے۔ ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے ''نفل'' کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ ''نفل'' اضافی اور زائد چیز کو کہتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانا چاہی کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اصل مقصد تو اللہ کی رضا اور جنت حاصل کرنا ہوتا ہے، وہ ان شاء اللہ ملے گی، یہ اموال غنیمت اضافی چیزیں ہیں۔ اللہ نے بطور احسان انھیں تمھارے لیے حلال بنا دیا ہے، جب کہ پہلی امتوں کے لیے یہ اموال حرام تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کے حصول کے لیے آپس

میں اختلاف نہیں کرنا چاہیے۔ آیت میں غنائم کا حکم بیان کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دینی اور اخلاقی تربیت کے پیش نظر تقویٰ، آپس میں الفت و محبت اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی بھی نصیحت کی ہے، کیونکہ ایمان باللہ کا یہی تقاضا ہے اور در پردہ انھیں یہ نصیحت بھی کی ہے کہ دور جاہلیت کے عادات واطوار سے اب کلی طور پر دور ہو جانا چاہیے۔ اس لیے کہ اسلام مسلمانوں کے لیے دینی و اخلاقی پستی کو گوارا نہیں کرتا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ : ''انفال'' نفل کی جمع ہے جس کا معنی زائد چیز ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ [بني إسرائيل : ۷۹] ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بیدار رہ، اس حال میں کہ تیرے لیے زائد ہے۔'' یعنی رات کا قیام فرض نمازوں سے زائد ہے۔

یہ لفظ کئی معنوں میں آتا ہے: ① مال غنیمت۔ کیونکہ جہاد کا اصل مقصد تو ثواب اور حصول جنت ہے، غنیمت ایک زائد چیز ہے۔ شاید اسی لیے پہلی امتوں کے لیے غنیمت حلال نہیں تھی، اس امت کو ثواب پر مزید غنیمت بھی حلال کر دی گئی۔ ② امیر کسی خاص کارنامے پر غنیمت کے حصے سے زائد کسی انعام کا اعلان کر دے، یا دینا چاہے تو یہ بھی نفل ہے۔ ③ مقتول کے پاس جو بھی سامان اسلحہ یا سواری وغیرہ ہو وہ قاتل کو دیا جائے، اسے سلب بھی کہتے ہیں، یہ بھی نفل ہے۔ ④ عام جنگ کے علاوہ کچھ دستے جنگ کے لیے جاتے ہوئے یا واپسی پر کسی بستی پر حملے کے لیے بھیجے جائیں اور وہ غنیمت لے کر آئیں تو وہ پورے لشکر کے لیے ہوگی، مگر اس دستے کو زائد حصہ بھی دیا جائے گا جو رسول اللہ ﷺ جاتے وقت چوتھا حصہ اور واپسی پر تیسرا حصہ عطا فرماتے تھے۔ ⑤ امیر غنیمت کی تقسیم سے پہلے کوئی ایک چیز اپنے لیے چن لے، مثلاً کوئی اسلحہ یا سواری یا لونڈی وغیرہ۔ اسے صفی بھی کہتے ہیں۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ : یعنی آپ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ یہ کس کا حق ہیں اور کس طرح تقسیم ہوں گی؟ آپ فرما دیں کہ غنیمتیں حقیقت میں تم میں سے کسی کی بھی ملکیت نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ملکیت ہیں، کیونکہ فتح تمھاری طاقت سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد سے ہوئی ہے۔ مصعب بن سعد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، ایک یہ کہ غزوۂ بدر کے دن انھیں ایک تلوار ملی، وہ اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ آپ یہ مجھے عطا کر دیں، رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ''اسے (وہیں) رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''جہاں سے تم نے اسے اٹھایا ہے اسے وہیں رکھ دو۔'' وہ پھر کھڑے ہوئے اور کہا، اے اللہ کے رسول! یہ مجھے دے دیجیے، کیا میں اس شخص کی طرح رہوں گا جو نادار ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اسے اٹھایا ہے۔'' انھوں نے کہا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ

بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴾ ''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔'' مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (مالِ غنیمت کی) تلوار پر نہ میرا حق ہے اور نہ تیرا۔'' تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں چلا گیا اور میں نے سوچا کہ آپ یہ تلوار شاید کسی ایسے شخص کو دے دیں گے جو میری جیسی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوا، پھر میرے پاس آپ کا قاصد آیا۔ میں نے سوچا شاید میرے بارے میں کوئی کلام نازل ہوا ہے، بہرحال میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے مجھ سے اس تلوار کے متعلق سوال کیا تھا اور وہ اس وقت نہ میری تھی اور نہ تمھاری، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسے میرے اختیار میں دے دیا ہے اور اب میں وہ تجھے عطا کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الجهاد والسير، باب الأنفال : ١٧٤٨۔ مستدرك حاكم : ١٣٢/٢، ح : ٢٥٩٥۔ ترمذى، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة الأنفال : ٣٠٧٩]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی لڑائی کے لیے نکلے، جب ہمارا دشمن سے ٹاکرا ہوا تو (ابتدا میں) مسلمانوں کو شکست ہونے لگی، اتنے میں میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر چڑھا ہوا تھا۔ سو میں (اس کو قتل کرنے کے لیے) گھوم کر اس کی طرف آیا اور اس کے پیچھے سے اس کے کندھے اور گردن کے درمیان ایک ضرب لگائی۔ اس پر اس نے مجھے ایسا دبایا کہ موت کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ تاہم اسے موت نے آن دبوچا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا، میں نے کہا، لوگوں کو کیا ہو گیا ہے (جو ایسے بھاگ نکلے ہیں)؟ انھوں نے کہا، اللہ تعالیٰ کا حکم۔ پھر لوگ لوٹے اور (فتح کے بعد) رسول اللہ ﷺ (ایک جگہ) بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے کسی کافر کو مارا اور وہ گواہ رکھتا ہو تو اس کا سامان اسی کو ملے گا۔'' ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں کھڑا ہوا، پھر میں نے خود سے کہا، میرا گواہ کون ہے؟ یہ سوچ کر میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے دوبارہ یہی فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا اور میں نے پھر خود سے کہا، میرے لیے کون گواہی دے گا؟ چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے تیسری بار یہی فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا۔ آخر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ابو قتادہ! تجھے کیا ہوا ہے؟ اس پر میں نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ ایک شخص کہنے لگا، یا رسول اللہ! ابو قتادہ سچ کہتے ہیں اور اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے اور آپ ان کو راضی کر دیجیے کہ اپنا حق مجھے دے دیں۔ یہ سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں اللہ کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا، رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کا سامان تجھے دلانے کا قصد نہیں کریں گے جو اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے لیے لڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابو بکر سچ کہتے ہیں، ابو قتادہ کو اس کا سامان دے دیجیے۔'' تو اس نے وہ سامان مجھے دے دیا۔ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (اس سامان میں سے) زرہ کو بیچ دیا اور اس کے بدلے بنو سلیم کے محلّہ میں ایک باغ خریدا اور یہ پہلا مال ہے جس کو میں نے اسلام کی حالت میں کمایا۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب

من لم يخمس الأسلاب : ٣١٤٢۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب استحقاق القاتل سلب القتيل : ١٧٥١]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، میں آپ کے ساتھ بدر میں حاضر ہوا، جب لوگوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست سے دوچار کر دیا۔ ایک جماعت دشمن کے تعاقب میں گئی، جو اسے بھگاتی اور قتل کرتی جاتی تھی اور ایک جماعت (دشمن کے باقی ماندہ) لشکر پر ٹوٹ پڑی، جو اسے گھیر رہے تھے اور (ایک جگہ) جمع کر رہے تھے (اور انھیں لوٹ رہے تھے) اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی، تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، حتیٰ کہ جب رات آئی اور لوگ بھی اپنے ٹھکانوں پر واپس آ گئے، تو مال غنیمت جمع کرنے والوں نے کہا، اس مال کو ہم نے جمع کیا ہے، لہٰذا کسی دوسرے شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ جو لوگ دشمن کی تلاش میں نکلے تھے وہ کہنے لگے، تم اس مال کے زیادہ حق دار نہیں ہو، کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا اور اسے شکست سے دوچار کیا ہے۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا تھا وہ کہنے لگے کہ تم ہم سے زیادہ حق دار نہیں ہو، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی، تاکہ دشمن دھوکے سے آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے، سو ہم اس کام میں مشغول رہے۔ چنانچہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ ”وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں، سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔“ اس آیت کے نزول کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دشمن کے علاقے میں حملہ آور ہوتے تو چوتھے حصے کو بطور غنیمت مجاہدوں میں برابر تقسیم کرتے اور جب واپسی پر حملہ آور ہوتے اور لوگ تھکے ہوتے تو آپ تہائی مال تقسیم کرتے اور بطور خاص کسی کو زائد دینے کو ناپسند فرماتے، نیز فرمایا کرتے: ”طاقت ور مومنوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کمزور مومنوں کو بھی حصہ دیں۔“ [مسند أحمد : ٣٢٣/٥، ٣٢٤، ح : ٢٢٨٢٩۔ ترمذی، كتاب السير، باب فى النفل : ١٥٦١۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب النفل : ٢٨٥٢۔ ابن حبان : ٤٨٥٥۔ مستدرك حاكم : ١٣٥/٢، ١٣٦، ح : ٢٦٠٧]

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ : یعنی اپنے امور و معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو، ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، آپس میں جھگڑا اور اختلاف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں جس ہدایت اور علم سے سرفراز فرمایا ہے، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کی وجہ سے تم آپس میں جھگڑ رہے ہو۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم آپس (کے تعلقات) کی برائی سے بچو، اس لیے کہ وہ (دین کو) مونڈنے والی ہے۔“ [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب فى فضل صلاح ذات البين : ٢٥٠٨]

وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ : یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں کچھ دیں یا نہ دیں،

تم ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو بھی ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے مراد، جیسا کہ ظاہر ہے آپ کی سنت کی پیروی ہے، لہٰذا جو شخص آپ کی سنت سے منہ موڑ کر صرف قرآن کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اسے قرآن کی واضح تصریح کے مطابق اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴾ [المائدۃ : ۹۲] ”اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور بچ جاؤ، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔“

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴

”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“

ان آیات میں مومنوں کی چند علامات ذکر کر کے بتلایا گیا ہے کہ مومن ہونے کا وہی دعویٰ کر سکتے ہیں جن میں یہ علامات پائی جاتی ہوں۔ سرفہرست یہ ہے کہ جب ان کے تنازعات کے درمیان اللہ کا ذکر یا اس کا حکم آ جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور وہ اس کی نافرمانی کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں۔ دوسری علامت یہ ہے کہ جب ان پر اللہ کے احکام بیان کیے جائیں تو وہ بسر و چشم اس کی اطاعت کرتے ہیں، جس سے ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ایک ہی حالت پر نہیں رہتا، بلکہ اللہ کی فرماں برداری سے اس میں اضافہ اور اس کی نافرمانی سے اس میں کمی واقع ہوتی رہتی ہے اور تیسری علامت یہ ہے کہ جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہ اس کے جملہ اسباب تو اختیار کرتے ہیں مگر ان کا بھروسا ان اسباب پر نہیں، بلکہ اللہ ہی پر ہوتا ہے۔ اپنی پوری کوششوں کے بعد وہ اس کے انجام اور نتیجہ کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ ان کی چوتھی علامت یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کے پورے آداب اور حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور پانچویں علامت یہ ہے کہ اپنے اموال میں سے اللہ کے اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ جن ایمان داروں میں یہ پانچ علامات پائی جاتی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ نے پکے سچے مومن قرار دیا ہے۔ ایسے ہی مومنوں کے لیے اللہ کے ہاں بلند درجات بھی ہوں گے، بخشش بھی اور عزت کی روزی بھی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ : یعنی جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کسی بھی حیثیت سے آتا ہے تو عظمت و ہیبت باری تعالیٰ سے ان پر رعب طاری ہو جاتا ہے اور مارے خوف کے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم سے اللہ کی نافرمانی ہوگئی ہو اور ہم اس کی گرفت میں آجائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵] ''اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾ [النازعات : ۴۰، ۴۱] ''اور رہا وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے نفس کو خواہش سے روک لیا۔ تو بے شک جنت ہی (اس کا) ٹھکانا ہے۔''

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا : یعنی جب ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے تو ان کے ایمان و یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کے دلوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ یہ آیت اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ مومن کا ایمان گھٹتا بڑھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۴] ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۷ تا ۶۱] ''بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کرتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔''

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ : یعنی اس کے سوا کسی سے امید نہیں رکھتے، کسی دوسرے کا قصد نہیں کرتے، کسی کی جناب کی پناہ نہیں چاہتے، اسی سے اپنی حاجتوں کو طلب کرتے ہیں، اسی کی طرف رغبت اور شوق رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ جو وہ چاہے گا وہی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا، کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسی وحدہ لا شریک لہ کا تصرف و اختیار ہے، اس کے فیصلے کو کوئی نہیں ٹال سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر

توکل اور بھروسا ہی اصل ایمان ہے۔

الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ : یعنی وہ نماز کو اس کے پورے حقوق اور آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: ① اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ رمضان کے روزے رکھنا۔ ⑤ اور بیت اللہ کا حج کرنا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاء کم إیمانکم : ۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام : ۱۶/۲۲]

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ : یعنی انھیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت میں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ درجات اور مقامات حاصل ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر : ۲۰] ''لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالاخانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالاخانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت بالا خانوں میں رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم مشرق و مغرب میں افق پر صبح کے وقت باقی رہ جانے والے چمکدار تارے کو دیکھتے ہو۔ یہ ان کے درمیان درجات کے فرق کی وجہ سے ہوگا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! یہ انبیاء کے گھر ہوں گے جن تک ان کے علاوہ کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (ان بالا خانوں میں) وہ آدمی (رہیں گے) جو اللہ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة و أنها مخلوقة : ۳۲۵۶۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب ترائی أهل الجنة أهل الغرف کما یری الکوکب فی السماء : ۲۸۳۱/۱۱]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً بلند درجات والے (جنتیوں) کو ان سے کم درجات والے (جنتی) اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے کسی کنارے میں روشن تارے کو دیکھتے ہو، بلاشبہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی انھی بلند درجات والے لوگوں میں سے ہوں گے، ان کے لیے یہ کیا خوب قسمت کی بات ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۷/۳، ح : ۱۱۲۱۹۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنه : ۳۶۵۸۔ طبرانی أوسط : ۱۳۲/۶، ح : ۶۰۰۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے،

پس تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ یہ سب جنتوں کے درمیان ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۰]

یہاں سے غزوۂ بدر سے متعلق آیات کا آغاز ہو رہا ہے۔ انھیں اچھی طرح سمجھنے کے لیے اس غزوہ کا پس منظر معلوم کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جب کفار قریش نے عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہجرت کا حکم دے دیا اور مسلمان مشکل ترین حالات کے پیشِ نظر اور کفار مکہ کے خوف سے اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور کفارِ مکہ نے مہاجرین کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا۔ ۲ھ میں رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ خاصا مال لیے ابوسفیان کی قیادت میں شام سے واپس مکہ کی طرف آ رہا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور کہا کہ ہمیں ان کا پیچھا کرنا چاہیے۔ اس تعاقب سے مقصود کفار قریش کو ذہنی طور پر زک پہنچانا اور انھیں یہ باور کرانا تھا کہ مسلمان اب کفر و شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے تیار ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ مقصد بھی تھا کہ جس طرح کفار قریش نے مسلمانوں کے مال و دولت اور جائداد پر ہجرت کے وقت قبضہ کر لیا، اب وقت آیا ہے کہ ہم ان کا مال اپنے مال کے عوض چھین لیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ تین سو اور کچھ صحابہ کو لے کر اس قافلے کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے۔ ادھر ابوسفیان کو بھی معلوم ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ قافلے کا پیچھا کر رہے ہیں، تو اس نے فوراً اہل مکہ کو خبر پہنچا دی۔ اہل مکہ فوراً ہی ایک ہزار کا لشکر لے کر قافلہ کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ ابوسفیان اپنا قافلہ لے کر دائیں طرف ساحل سمندر کی طرف سے نکل گیا اور قریش کا لشکر مقام بدر میں پہنچ گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بغیر سابقہ میعاد کے مسلمانوں اور کافروں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا، تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور اللہ مسلمانوں کو ان کے اولین جانی دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے۔ اس طرح اللہ نے اپنے رسول کو ان کے گھر یعنی مدینہ سے اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کی خاطر نکالا، جسے اللہ ہی جانتا تھا، حالانکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ بات بہت ہی گراں گزری کہ نکلے تو تجارتی قافلے کو لوٹنے کے لیے تھے اور اب ان سے ابوجہل کے مسلح لشکر سے جنگ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ بہر حال جنگ ہوئی اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت اور مالِ غنیمت، دونوں سے نوازا۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ کیجیے، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلہ (کو روکنے) کے ارادے سے (مدینہ منورہ سے) نکلے تھے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالك : ۴۴۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے لوگوں کو ابھارا، اس نے کہا، اپنے قافلے کی حفاظت کے لیے چلو، امیہ نے چلنے کو ناپسند کیا، (اس لیے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک موقع پر اس سے کہہ چکے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے

رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان تجھے قتل کریں گے) ابوجہل اس کے پاس آ کر اسے کہنے لگا، اے ابوصفوان! تم اس وادی کے سردار ہو، جب لوگ دیکھیں گے کہ تم نہیں گئے تو وہ بھی تمھارے ساتھ بیٹھ جائیں گے (اور یوں کوئی نہیں جائے گا)۔ ابوجہل بار بار اصرار کرتا رہا، یہاں تک کہ ابوصفوان نے کہا، اب جب کہ تم مجھ پر غالب آ گئے ہو تو اللہ کی قسم! میں مکہ کا بہترین اونٹ خریدوں گا (تاکہ وقت پر بھاگ سکوں)، پھر امیہ نے اپنی بیوی سے کہا، اے ام صفوان! میرا اسباب سفر تیار کرو۔ بیوی نے کہا، اے ابوصفوان! کیا تم اپنے مدنی بھائی (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) کا قول بھول گئے ہو جو انھوں نے تم سے کہا تھا؟ امیہ نے کہا، میں ان کے ساتھ بس کچھ دور جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ الغرض، جب امیہ نکلا تو وہ ہر منزل پر اپنے اونٹ کو (اپنے پاس) مضبوطی سے باندھ دیا کرتا تھا اور وہ (پورے راستہ) ایسا ہی کرتا رہا، یہاں تک کہ میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر : ۳۹۵۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو جب ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی (اور اس کی حفاظت کے لیے کفار کی فوج کے روانہ ہونے کی) خبر ملی تو آپ نے (لوگوں سے) مشورہ کیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (جنگ کی موافقت میں) گفتگو کی ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی، آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ، انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! شاید آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے، تو اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک غماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں گے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ [مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوۃ بدر : ۱۷۷۹]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کی ایک ایسی بات سنی کہ اگر وہ بات میری زبان سے ادا ہو جاتی تو وہ میرے لیے کسی بھی چیز کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہوتی، ہوا یہ کہ رسول اللہ ﷺ مشرکوں کے خلاف بددعا کر رہے تھے، اتنے میں مقداد (رضی اللہ عنہ) آن پہنچے۔ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰ کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۲۴] ''سو تو اور تیرا رب جاؤ، پس دونوں لڑو، بے شک ہم یہیں بیٹھنے والے ہیں'' بلکہ ہم آپ کے دائیں طرف سے، بائیں طرف سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مقداد رضی اللہ عنہ کے یہ کہتے ہی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک چہرہ چمکنے لگا اور آپ خوش ہو گئے۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إذ تستغیثون ربکم ...... الخ ﴾ : ۳۹۵۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف چلے جا رہے تھے اور جب آپ مقام حرۃ الوبرہ میں پہنچے تو آپ کو ایک آدمی ملا، جس کی ہمت و شجاعت کا بڑا شہرہ تھا، صحابہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس نے

رسول اللہ ﷺ سے کہا، میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑوں اور آپ کے ساتھ میں بھی حصہ پاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟'' اس نے کہا، نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم واپس جاؤ، میں مشرک سے مدد نہیں لیتا۔'' وہ شخص چلا گیا، یہاں تک کہ جب آپ شجرہ کے مقام پر پہنچے تو وہ شخص پھر رسول اللہ ﷺ سے ملا۔ اس نے وہی بات کہی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا۔ وہ چلا گیا اور پھر لوٹ کر آیا اور بیداء کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے ملا، آپ ﷺ نے وہی پوچھا: ''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟'' اس نے کہا، ہاں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب تم (ہمارے ساتھ) چلو۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر ...... الخ : ۱۸۱۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب مدینہ سے روانہ ہوئے اور مشرکین سے پہلے بدر میں پہنچ گئے اور پھر مشرکین بھی وہاں پہنچ گئے۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۱]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلہ (کو روکنے) کے ارادہ سے نکلے، لیکن ہوا یہ کہ اللہ نے مسلمانوں کو اور ان کے دشمن کو بغیر کسی وعدہ کے ناگہانی طور پر جمع کر دیا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب قصة غزوة بدر : ۳۹۵۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو (جنگ کی) ترغیب دی، تو وہ نکلے، یہاں تک کہ سب نے بدر کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة بدر : ۱۷۷۹]

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶

''جس طرح تیرے رب نے تجھے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا، حالانکہ یقیناً مومنوں کی ایک جماعت تو ناپسند کرنے والی تھی۔ وہ تجھ سے حق میں جھگڑتے تھے، اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، جیسے انھیں موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔''

غزوۂ بدر سے حاصل ہونے والی غنیمت کی تقسیم کے بارے میں آپ کی رائے اور فیصلے کو ناگوار سمجھنے میں ان کا حال ایسا ہی ہے جس طرح آپ کے لڑائی کے لیے نکلنے کے بارے میں تھا، حالانکہ دونوں ہی میں آپ کے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر ہی خیر تھی۔

گویا جب ان پر یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ معرکہ ہو کر رہے گا تو مومنوں میں سے ایک گروہ نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ دشمن کا مقابلہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ گویا کہ ان کو، ان کے دیکھتے ہوئے،

موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے، حالانکہ یہ رویہ ان کو زیب نہیں دیتا تھا۔ خاص طور پر جب ان پر واضح ہو گیا تھا کہ ان کا گھر سے نکلنا حق پر مبنی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور وہ اس پر راضی ہے۔ اس صورت حال میں یہ بحث کرنے کا مقام نہیں تھا۔ بحث کرنے کا محل و مقام وہ ہوتا ہے جہاں حق میں اشتباہ اور معاملے میں التباس ہو، وہاں بحث کرنا مفید ہوتا ہے، لیکن جب حق واضح اور ظاہر ہو جائے تو اس کی اطاعت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی اور صورت نہیں رہتی۔

یہ آیت کریمہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [البقرة : ٢١٦] ”تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اسی ذہنی کیفیت کو بیان کیا ہے اور یہ کیفیت ان کے ایمان کی کمزوری کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنی خستہ حالی اور جنگ کے لیے کسی مادی تیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے تھی، جب کہ مشرکین کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور وہ پوری طرح سے جنگ کی تیاری کر کے آئے تھے۔

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾

”اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کر رہا تھا کہ یقیناً وہ تمھارے لیے ہو گا اور تم چاہتے تھے کہ جو کانٹے والا نہیں وہ تمھارے لیے ہو اور اللہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ تاکہ وہ حق کو سچا کر دے اور باطل کو جھوٹا کر دے، خواہ مجرم ناپسند ہی کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان دو گروہوں یعنی تجارتی قافلہ اور ابوجہل کے لشکر میں سے ایک کے مقابلے میں ان کو فتح سے نوازے گا۔ مسلمانوں نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے تجارتی قافلے کے ملنے کو پسند کیا، نیز قافلہ والوں کے پاس طاقت بھی زیادہ نہ تھی، لیکن اللہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی مڈبھیڑ ابوجہل کے لشکر سے ہو جائے اور حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور اللہ کی نصرت کے ذریعے کافروں کی کمر توڑ دی جائے۔ اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے لشکر سے مڈبھیڑ کی حکمت و مصلحت بیان کی ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ باطل کی کمر توڑ دے اور حق کے پاؤں ہمیشہ کے لیے جم جائیں۔

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّيۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ۹

”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“

اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی، جب کہ کافران سے تین گنا یعنی ہزار کے قریب تھے، پھر مسلمان نہتے اور بے سروسامان تھے، جب کہ کافروں کے پاس اسلحے کی بھی فراوانی تھی۔ ان حالات میں مسلمانوں کا سہارا صرف اللہ ہی کی ذات تھی جس سے وہ گڑگڑا کر مدد کی فریادیں کر رہے تھے، خود نبی کریم ﷺ الگ ایک خیمے میں نہایت گریہ وزاری سے مصروف دعا تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول کیں اور ایک ہزار فرشتے ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار مسلمانوں کی مدد کے لیے آ گئے۔

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ : اپنی تعداد، تیاری، اسلحہ کی کمی اور دشمن کا تین گنا سے زیادہ ہونا اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس ہونے کی وجہ سے سب مسلمان اپنے رب ہی سے مدد کے لیے فریاد کر رہے تھے، خصوصاً رسول اللہ ﷺ تو نہایت عجز و انکسار کے ساتھ دعا فرما رہے تھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن یہ دعا کی تھی: ((اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ)) ”اے اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور تیرے وعدے کا واسطہ دیتا ہوں، اگر تو چاہے (کہ یہ کافر آج غالب ہوں تو پھر مسلمانوں کے ختم ہو جانے کے بعد) تیری عبادت نہیں ہوگی۔“ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کی، بس اب کافی ہے۔ (اس کے بعد) آپ ﷺ (اپنے خیمہ سے) باہر تشریف لائے، تو آپ ﷺ اس آیت کریمہ کی تلاوت فرما رہے تھے: ﴿ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ٤٥] ”عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إذ تستغیثون ربکم ......الخ ﴾ : ۳۹۵۳]

اَنِّيۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ : ایک دوسرے کے پیچھے یعنی پے در پے آنے والے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن فرمایا: ”یہ جبریل آن پہنچے، اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے اور لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائکة بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک کافر کا تعاقب کر رہا تھا، جو اس کے آگے تھا، اتنے میں اس نے کافر کے اوپر سے کوڑے کی آواز سنی اور سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے حیزوم! آگے بڑھ! پھر اس نے یہ دیکھا کہ وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا ہے، اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا، جیسے اس پر کوڑے برسائے گئے ہوں، حتیٰ کہ اس کا سارا جسم (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو گیا۔ انصاری نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ

کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان سے مدد تھی۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷۶۳]

معاذ اپنے باپ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، رفاعہ رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے، کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے: ''اہل بدر کو آپ اپنے ہاں کیسا سمجھتے ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں۔'' یا آپ نے اس طرح کے کوئی اور الفاظ فرمائے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی: ''اسی طرح ہم بھی ان فرشتوں کو سب سے افضل سمجھتے ہیں، جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۲]

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰

''اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوش خبری اور تا کہ اس کے ساتھ تمھارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

یعنی فرشتوں کا نزول تو صرف خوش خبری اور تمھارے دلوں کے اطمینان کے لیے تھا، ورنہ اصل مدد تو اللہ کی طرف سے تھی، جو فرشتوں کے بغیر بھی تمھاری مدد کر سکتا تھا۔ تاہم اس سے یہ سمجھنا بھی صحیح نہیں کہ فرشتوں نے عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ گزشتہ آیت کی تفسیر میں وارد ہونے والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں فرشتوں نے عملی حصہ لیا اور کئی کافروں کو انھوں نے تہ تیغ کیا۔

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ : یعنی یہ نہ سمجھو کہ تمھیں جو فتح نصیب ہوئی ان فرشتوں کی وجہ سے ہوئی ہے، جبکہ حقیقت میں مدد اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ چاہتا تو فرشتوں کے بغیر ہی تمھیں فتح نصیب کر دیتا، مگر جہاد کو دین کا حصہ بنانے سے تمھارے ایمان کا امتحان مقصود ہے اور شہادت سے تمھارے درجے بلند کرنا اور کافروں کو تمھارے ہاتھ سے ذلیل کرنا ہے۔ پہلی امتوں میں سے جو امت اپنے پیغمبر کو جھٹلاتی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نہ کسی طرح کا عذاب نازل ہو جاتا۔ پانی میں غرق کرنا، خوفناک چیخ، زلزلہ، پتھروں کی بارش، شکلیں مسخ کر دینا وغیرہ۔ نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں سے لے کر فرعون کے غرق ہونے تک یہی سلسلہ قائم رہا۔ آخر کار جب موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی تو جہاد شروع ہوا اور اس کے بعد یہی طریقہ جاری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کو عذاب دینا چاہتا ہے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَا

بَعۡضَكُم بِبَعۡضٍ ۗ وَالَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَلَنۡ يُّضِلَّ اَعۡمَالَهُمۡ ۞ سَيَهۡدِيۡهِمۡ وَيُصۡلِحُ بَالَهُمۡ ۞ وَيُدۡخِلُهُمُ الۡجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمۡ ﴾ [محمد : ٤ تا ٦] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے، (بات) یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہے تو ضرور ان سے انتقام لے لے اور لیکن تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے تو وہ ہرگز ان کے اعمال ضائع نہیں کرے گا۔ وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروا دی ہے۔''

مومنوں کے کافروں کو قتل کرنے میں کافروں کی بے حد توہین بھی ہے اور اس سے مومنوں کے سینے ٹھنڈے بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے مومنوں سے ارشاد فرمایا: ﴿ قَاتِلُوۡهُمۡ يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَيۡدِيۡكُمۡ وَيُخۡزِهِمۡ وَيَنۡصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [التوبة : ١٤] ''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔''

معرکۂ کارزار میں ابوجہل کا قتل بستر پر کسی عذاب یا سزا سے دوچار ہو کر مرنے کی نسبت کہیں زیادہ توہین آمیز تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ : یعنی دنیا و آخرت میں عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور مومنوں ہی کے لیے ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ﴾ [المؤمن : ٥١] ''بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔''

اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنۡهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ بِهٖ وَيُذۡهِبَ عَنۡكُمۡ رِجۡزَ الشَّيۡطٰنِ وَلِيَرۡبِطَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ وَيُثَبِّتَ بِهِ الۡاَقۡدَامَ ۞۱۱

''جب وہ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تاکہ اس کے ساتھ تمھیں پاک کر دے اور تم سے شیطان کی گندگی دور کرے اور تاکہ تمھارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جما دے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنے ایک انعام کا ذکر کیا ہے اور وہ یہ کہ اللہ نے جنگ سے پہلے والی رات میں مسلمانوں پر گہری نیند طاری کر دی، جس سے انھیں سکون مل گیا اور اللہ نے ان کے دلوں سے دشمن کا رعب نکال دیا۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسلمانوں پر یہ اونگھ میدان بدر میں طاری ہوئی تھی۔

دوسرا انعام جو مسلمانوں پر بدر کے دن ہوا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی، جس سے ریتلی زمین سخت ہوگئی، نیز ان کے دلوں سے شیطان کے وسوسوں کا ازالہ فرما دیا گیا جو وہ ان کے دلوں میں ڈال رہا تھا۔

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ : غزوۂ بدر میں فرشتوں کے ساتھ مدد کے علاوہ یہ دوسری مدد تھی۔ یہ اونگھ دو طرح سے تھی، ایک تو یہ کہ جس رات کی صبح لڑائی ہونے والی تھی صحابہ کرام خوب سوئے، حالانکہ دشمن کی فکر لگی ہوئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند بھیج دی، تاکہ وہ تازہ دم ہو جائیں اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا، میں نے دیکھا کہ ہم میں سے ہر شخص سو رہا تھا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے نماز پڑھتے رہے اور رو رو کر دعائیں کرتے رہے، حتیٰ کہ صبح ہوگئی۔ [مسند أحمد : ۱۲۵/۱، ح : ۱۰۲۷۔ مسند أبي يعلى : ۱۴۶/۱۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ۳۱۶/۶، ح : ۱۱۰۸۰]

دوسرا یہ کہ لڑائی سے پہلے میدان میں آنے پر تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری کر دی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی۔ لڑائی کے دوران میں اونگھ طاری ہونے کا واقعہ غزوۂ احد میں بھی پیش آیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ﴾ [آل عمران : ۱۵۴] ”پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر ایک امن نازل فرمایا، جو ایک اونگھ تھی، جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی اور کچھ لوگ وہ تھے جنھیں ان کی جانوں نے فکر میں ڈال رکھا تھا۔“

آیت زیر تفسیر ﴿ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ ﴾ میں یہ معاملہ بدر کے دن بھی پیش آیا جس سے مسلمانوں کے دل سے دشمن کا خوف ختم ہو گیا اور امن و اطمینان کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ : یہ بھی اسی رات کا واقعہ ہے کہ رات کو بارش ہوگئی، جس سے ریت جم گئی اور زمین پر پاؤں اچھی طرح جمنے لگے، جس سے فائدہ اٹھا کر مسلمان آگے بڑھے اور نقل و حرکت آسان ہوگئی۔

وَ يُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ : یعنی مسلمانوں کے دلوں سے شیطان کی گندگی یعنی گھبراہٹ، خوف، اللہ تعالیٰ سے بدگمانی اور مایوسی کی کیفیت دور ہوگئی اور صبح ہوئی تو وہ لڑنے کے لیے چاق چوبند تھے۔ بدر کے موقع پر یہ تیسرا انعام تھا جس سے کفار پر فتح یاب ہونے میں بڑی مدد ملی۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۟ ؕ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾

ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

”جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔ یہ ہے! سو اسے چکھو اور (جان لو) کہ بے شک کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوشیدہ انعام کی طرف اشارہ کیا ہے، تاکہ مسلمان اس پر اپنے اللہ کا شکر ادا کریں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہوں، اس لیے تم لوگ انھیں ثابت قدم رکھنے کی کوشش میں لگے رہو، ان کے دلوں سے وسوسہ کو نکالتے رہو، ان سے مل کر کافروں سے لڑتے رہو، میں عنقریب ہی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا اور ان کے ہر اس عضو پر کاری ضرب لگاؤ جو ان کی موت کا سبب بنے، یعنی ان کی کھوپڑیوں پر مارو اور انھیں توڑ دو، گردنوں کو مروڑ دو اور انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کو دنیا میں یہ عذاب اس لیے دیا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت کی اور آخرت میں جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ”یہ جبریل ہیں، جو لڑائی کے ہتھیار زیب تن کیے ہوئے، اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑے ہوئے ہیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب شهود الملائكة بدرًا : ۳۹۹۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن، ایک مسلمان نے، جب وہ ایک مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا، اپنے اوپر سے کوڑے اور ایک شہسوار کی آواز سنی، جو اپنے گھوڑے سے کہہ رہا تھا، اے حیزوم! آگے بڑھو، پھر اس نے دیکھا کہ وہ مشرک چاروں شانے چت گر گیا، اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا چہرہ پھٹ گیا تھا، جیسے اس پر کوڑے برسائے گئے ہوں، حتیٰ کہ اس کا سارا جسم (کوڑے کے زہر کی وجہ سے) سبز ہو گیا تھا۔ انصاری صحابی نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم سچ کہتے ہو، یہ تیسرے آسمان سے مدد تھی۔“ [مسلم، كتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر : ۱۷۶۳]

سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ : غزوۂ بدر میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام تھا۔ اس کا باعث دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا مشرک ہونا بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ

کَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٥١] ''ہم عنقریب ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دیں گے، اس لیے کہ انھوں نے اللہ کے ساتھ اس کو شریک بنایا جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور وہ ظالموں کا برا ٹھکانا ہے۔''

مسلمانوں کا کفار پر رعب جمانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کو فرض قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے۔''

رعب کا انعام میدان بدر ہی میں نہیں، بلکہ تمام جنگوں میں رسول اللہ ﷺ اور امت مسلمہ کو عطا ہوا، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: ① مجھے ایک مہینے کی مسافت پر رعب کے ذریعے مدد دی گئی۔ ② پوری زمین میرے لیے مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنا دی گئی، پس میری امت میں سے جو شخص (جہاں دیکھے کہ) نماز کا وقت ہو گیا ہے تو اسے چاہیے کہ (اسی مقام پر) نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے غنیمت کے مال حلال کر دیے گئے، جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے۔ ④ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی۔ ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔'' [بخاري، كتاب التيمم، بابٌ : ٣٣٥]

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ : یعنی ان کی گردنوں پر مارو، تاکہ ان کے ناپاک جسم سے زمین پاک ہو اور ہاتھوں اور پاؤں کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ، تاکہ وہ ہاتھوں سے لڑ نہ سکیں اور پاؤں سے بھاگ نہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی اس طرف رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ﴾ [محمد : ٤] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ﴿۱۵﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا، ایک لشکر کی صورت میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے میدانِ جہاد کا ایک بہت ہی اہم حکم بیان کیا ہے کہ مسلمان جب کافروں سے

برسرِ پیکار ہوں تو میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونا حرام ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب کا مستحق ہو گا اور جہنم اس کا ٹھکانا ہو گا، اس لیے کہ کبھی ایک مجاہد کی بزدلی پورے لشکر کی شکست کا سبب بن جاتی ہے۔ ہمیں بزدلی کی اس بیماری سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحَزَنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّيْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ » ''اے اللہ! میں فکر و غم سے، عجز اور تھک جانے سے، بزدلی اور بخل سے اور قرض کے بوجھ اور لوگوں کے غلبہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات ، باب الاستعاذۃ من الجبن والکسل : ۶۳۶۹]

مصعب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ (ہمیں) پانچ باتوں (سے پناہ مانگنے) کا حکم دیا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان (پانچ باتوں سے پناہ مانگنے) کا حکم دیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا يَعْنِيْ فِتْنَةَ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ » ''اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! ذلیل عمر کی طرف لوٹائے جانے سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں دنیا کے فتنے یعنی دجال کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من البخل : ۶۳۷۰]

یہ حکم صرف بدر ہی میں نہیں تھا، بلکہ یہ حکم سب مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے ہے، متعدد احادیث میں میدانِ جنگ سے بھاگنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: ''① اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ ② جادو کرنا۔ ③ اس جان کو ناحق قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو۔ ④ سود کھانا۔ ⑤ یتیم کا مال کھانا۔ ⑥ جنگ کے دن میدان سے پیٹھ پھیرنا۔ ⑦ اور پاک دامن، غافل اور مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ إن الذين يأكلون أموال اليتمٰى ظلمًا ...... الخ ﴾ : ۲۷۶۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرها : ۸۹]

وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾

''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

گزشتہ آیت میں پیٹھ پھیرنے سے جو منع کیا گیا ہے، دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں، ایک " تحرُّف " کی اور دوسری "تحیُّز " کی۔ " تحرُّف " کے معنی ہیں ایک طرف پھر جانا، یعنی لڑائی میں جنگی چال کے طور پر یا دشمن کو دھوکے میں ڈالنے کی غرض سے لڑتا لڑتا ایک طرف ہٹتا چلا جائے، دشمن یہ سمجھے کہ شاید یہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا ہے، لیکن پھر وہ ایک دم پینترا بدل کر اچانک دشمن پر حملہ کر دے۔ یہ پیٹھ پھیرنا نہیں ہے، بلکہ یہ جنگی چال ہے جو بعض دفعہ ضروری اور مفید ہوتی ہے۔ "تحیُّز" کے معنی ملنے اور پناہ لینے کے ہیں، کوئی مجاہد لڑتا لڑتا تنہا رہ جائے تو میدان جنگ سے ایک طرف ہو جائے، تاکہ وہ اپنی جماعت کی طرف پناہ حاصل کرے اور اس کی مدد سے دوبارہ حملہ کرے، یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی شخص میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرے گا تو اس کے لیے سخت وعید ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے دن یہ آیت نازل ہوئی تھی: ﴿ وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴾ [الأنفال : ١٦] ''اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب في التولي يوم الزحف : ٢٦٤٨]

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾

''پس تم نے انھیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا اور تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا اور لیکن اللہ نے پھینکا اور تاکہ وہ مومنوں کو انعام عطا کرے، اپنی طرف سے اچھا انعام، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بات یہ ہے! اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کی خفیہ تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔''

یعنی غزوۂ بدر کی ساری صورت حال تمھارے سامنے رکھ دی گئی ہے اور جس جس طرح اللہ نے تمھاری وہاں مدد فرمائی، اس کی وضاحت کے بعد تم یہ نہ سمجھ لینا کہ کافروں کا قتل، یہ تمھارا کارنامہ ہے۔ نہیں، بلکہ یہ اللہ کی اس مدد کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے تمھیں یہ طاقت حاصل ہوئی۔ اس لیے دراصل انھیں قتل کرنے والا اللہ ہے۔ غزوۂ بدر ہی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھر کر کافروں کی طرف پھینکی تھی، جسے ایک تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مونھوں اور آنکھوں تک پہنچا دیا اور دوسرے اس میں یہ تاثیر پیدا فرما دی کہ اس سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ یہ معجزہ بھی، جو اس وقت اللہ کی مدد سے ظاہر ہوا، مسلمانوں کی کامیابی میں بہت ہی مددگار ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے پیغمبر! کنکریاں بے شک آپ نے پھینکی تھیں، لیکن اس میں تاثیر ہم نے پیدا کی تھی، اگر ہم اس

میں یہ تاثیر پیدا نہ کرتے تو یہ کنکریاں کیا کر سکتی تھیں؟ اس لیے یہ بھی دراصل ہمارا ہی کام تھا نہ کہ آپ کا۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جو احسان کیا تھا، اسے ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ کس طرح اس نے دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے باوجود مسلمانوں کو کامیابی دی، تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ فتح و نصرت کثرت عدد سے نہیں ملتی، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے۔ اگلی آیت میں مسلمانوں کے لیے ایک اور بشارت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی کافروں کی چالوں کو ناکام بنائے گا اور تباہی و بربادی ان کی قسمت ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس لیے یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لیے ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ : یعنی تم نے اپنے دشمنوں کو اپنی طاقت و قوت سے قتل نہیں کیا، کیونکہ ان کی تعداد زیادہ اور تمھاری تعداد کم تھی، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمھیں ان پر کامیابی عطا فرمائی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۲۵] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بات معلوم کروائی ہے کہ فتح و نصرت تعداد کی کثرت، ہتھیاروں سے مسلح ہونے اور ساز و سامان کی فراوانی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ فتح و نصرت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۴۹] ”کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ : یعنی مسلمانوں کے لیے ایک اور بشارت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی کافروں کی چالوں کو ناکام بنائے گا اور تباہی و بربادی ان کا مقدر ہو گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی لیے یہ آیت نبی کریم ﷺ کے لیے معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹

”اگر تم فیصلہ چاہو تو یقیناً تمھارے پاس فیصلہ آ چکا اور اگر باز آ جاؤ تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم (بھی) دوبارہ کریں گے اور تمھاری جماعت ہرگز تمھارے کچھ کام نہ آئے گی، خواہ بہت زیادہ ہو اور (جان لو) کہ

بے شک اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔“

ابوجہل وغیرہ رؤسائے قریش نے مکہ سے نکلتے وقت اللہ سے دعا کی تھی: ”یا اللہ! ہم میں سے جو تیرا زیادہ نافرمان اور قاطع رحم ہے، کل کو تو اسے ہلاک کر دے۔“ اپنے طور پر وہ مسلمانوں کو قاطع رحم اور نافرمان سمجھتے تھے، اس لیے اس قسم کی دعا کی۔ اب جب اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرما دی تو اللہ تعالیٰ ان کافروں سے کہہ رہا ہے کہ تم فتح یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ طلب کر رہے تھے تو وہ فیصلہ تو سامنے آ چکا ہے، اس لیے اب تم کفر سے باز آ جاؤ تو تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر تم دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے میں آؤ گے تو ہم بھی دوبارہ ان کی مدد کریں گے اور تمھاری جماعت کثرت کے باوجود تمھارے کچھ کام نہیں آئے گی، اس لیے کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب (غزوۂ بدر کے دن) لوگ ایک دوسرے کے مدمقابل صف آرا ہوئے تو ابوجہل نے کہا، اے اللہ! ہم میں سے جو شخص رشتوں کو زیادہ توڑنے والا اور ہمارے سامنے ایک غیر معروف بات پیش کرنے والا ہے، اسے آج صبح ہلاک کر دے۔ تو اس طرح فیصلہ طلب کرنے والا ابوجہل تھا۔[مسند أحمد : ۵/ ۴۳۱، ح : ۲۳۷۲۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۶/ ۳۵۰، ح : ۱۱۲۰۱۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۳۲۸، ح : ۳۲۶۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اور اس سے منہ نہ پھیرو، جب کہ تم سن رہے ہو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا ہم نے سنا، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔“

کفار کو تنبیہ کے بعد اب مسلمانوں کو تلقین ہو رہی ہے کہ جب تمھیں کسی معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم معلوم ہو جائے تو اس کے خلاف کسی کی مت سنو، بلکہ اسی حکم کی اطاعت کرو۔ ﴿ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ کا یہ مطلب نہیں کہ جب تم سن رہے ہو اس وقت اس سے منہ نہ پھیرو اور دوسرے اوقات میں بے شک پھیر لو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم ہر وقت اللہ کے احکام قرآن و حدیث کی صورت میں سنتے رہو، اگر نہ سنا ہو یا علم نہ ہو تو عذر ہو سکتا ہے مگر حکم سن کر پھر بجا نہ لانا ایمان والوں کو زیب نہیں دیتا۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ : یہاں منافقین اور مشرکین مراد ہیں جو قرآن کریم کو سنتے تو تھے، لیکن حقیقت میں گویا نہیں سنتے تھے، اس لیے کہ دل سے نہیں سنتے تھے، اس میں غور و فکر نہیں کرتے تھے اور نفاق یا شرک سے تائب ہونے کے لیے اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے تھے۔ یہود میں بھی یہی بیماری بدرجۂ کمال موجود تھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ

﴿ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ٤٦] ”وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں) اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَانْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔“

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

”بے شک تمام جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ بہرے، گونگے ہیں، جو سمجھتے نہیں۔“

انھی کافروں اور منافقوں کی ایک بری مثال بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ حق بات غور سے نہیں سنتے اور دل سے اس کا اقرار نہیں کرتے وہ زمین پر رہنے والے بدترین جانور ہیں۔ اس لیے کہ جب وہ عقل و فہم رکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے ہیں تو ان جانوروں سے بدتر ہیں جنھیں اللہ نے عقل کی نعمت سے محروم رکھا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ [الفرقان : ٤٤] ”یا تو گمان کرتا ہے کہ واقعی ان کے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں، وہ نہیں ہیں مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٧٩] ”ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴾ اس سے مراد بنی عبدالدار کے کچھ لوگ ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ إن شر الدوآب عند الله ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٦]

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

”اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انھیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انھیں سنوا دیتا تو بھی وہ منہ پھیر جاتے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔“

انھی کافروں اور منافقوں کی حالت زار اور کم مائیگی پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ اگر اللہ انھیں، اس حال میں کہ

ان کے اندر کوئی بھلائی نہیں ہے، سنوا دیتا تو وہ منہ پھیر کر چل دیتے، یعنی ان لوگوں نے گناہوں کا مسلسل ارتکاب کر کے اپنے اندر سے وہ استعداد ہی ختم کر لی ہے جو ایمان اور راہِ ہدایت کی پیروی کے لیے بیج کی حیثیت رکھتی ہے، پھر جب بیج ہی نہ ہو تو پھل کی امید نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱٤] ”ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، اب پھر اگر وہ رک جائے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے، لیکن اگر اور گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ سیاہی پھیلا دی جاتی ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾۔“ [ترمذی، کتاب التفسیر، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳٤۔ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب ذکر الذنوب : ٤٢٤٤۔ مسند أحمد : ۲۹۷/۲، ح : ۷۹۷۱]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! جسم میں ایک لوتھڑا ہے کہ جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ وہ لوتھڑا دل ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ۵۲]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ بے شک اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تمھارے لیے ”زندگی“ کے مترادف ہو تو ان کی بات مان جاؤ، کیونکہ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی بات ماننے ہی میں ہر بھلائی ہے۔ آیت میں ” لِمَا يُحْيِيْكُمْ “ سے کس چیز کی طرف اشارہ ہے، جو مسلمانوں کو زندگی دیتی ہے؟ تو اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں، کسی نے اس سے ”قرآن کریم“ مراد لیا ہے، کسی نے ”اسلام“ اور کسی نے ”جہاد فی سبیل اللہ“ مراد لیا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ اس لیے کہ اسی جہاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ذلت کے بعد عزت دی اور ان دشمنوں سے نجات دلائی جنھوں نے مکہ میں ان کی زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ جہاد فی سبیل اللہ ہر دور میں مسلمانوں کے لیے زندگی کے مترادف رہا ہے اور رہے گا۔ مسلمانوں نے جب بھی اس سے پہلوتہی کی ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی

اور جب بھی انھوں نے جہاد کی آواز پر لبیک کہا فتح وکامرانی نے ان کے قدم چومے۔ جہاد ہی وہ عمل صالح ہے کہ اگر کوئی مسلمان شہید ہو جاتا ہے تو اسے ابدی زندگی مل جاتی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ، دنیاوی اور اخروی ہر اعتبار سے مسلمانوں کے لیے زندگی کے مترادف ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ : اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو ان امور کا حکم دیتا ہے جو ان کے ایمان کا تقاضا ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہنا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنا، اس کی تعمیل کے لیے سبقت کرنا اور انھوں نے جس چیز سے روکا ہے اس سے باز رہنا اور اجتناب کرنا، سیدنا ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور آپ نے مجھے بلایا تو میں (اسی وقت) آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، بلکہ نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میرے پاس کیوں نہ آئے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''(مسجد سے) نکلنے سے پہلے پہلے میں تمھیں قرآن مجید کی سب سے عظیم سورت سکھاؤں گا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد سے) باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کو یاد دلایا، آپ نے فرمایا: ''وہ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے، یہ سات آیتیں ہیں جو (نماز میں) بار بار پڑھی جاتی ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب: ﴿ يأيها الذين آمنوا استجيبوا لله وللرسول إذا دعاكم ......الخ ﴾ : ٤٦٤٧]

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ : یعنی جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہلی بار تمھارے پاس آئے تو اسے ٹھکرانے سے بچو، کیونکہ پھر اگر اس کے بعد اس کا ارادہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور تمھارے درمیان حائل ہو جائے گا اور تمھارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، جیسے چاہتا ہے اسے ادل بدل کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے معنی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث بھی مروی ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا کیا کرتے تھے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ » ''اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' ہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر اور جس دین کو آپ لے کر آئے ہیں، اس پر ایمان لائے ہیں، تو کیا آپ کو ہمارے بارے میں کوئی ڈر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، بے شک ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اللہ عزوجل انھیں پھیرتا رہتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۱۲/۳، ح : ۱۲۱۱٤۔ ترمذی، کتاب القدر، باب ما جاء أن القلوب بین أصبعی الرحمٰن : ۲۱٤۰]

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جیسے یہ ایک ہی دل ہو کہ اللہ جس طرح چاہے اسے پھیر دے، (اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام دلوں کو پھیرتا رہتا ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: « اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ! صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ » ''اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔''
[مسلم، كتاب القدر، باب تصريف الله تعالٰى القلوب كيف يشاء : ٢٦٥٤]

سیدنا نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''ہر دل اللہ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے جب سیدھا رکھنا چاہے تو سیدھا رکھتا ہے اور جب ٹیڑھا کرنا چاہے تو اسے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے: « يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ! ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ » ''اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور میزان رحمٰن کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے نیچا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔'' [مسند أحمد : ١٨٢/٤، ح : ١٧٦٤٨]

وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

''اور اس فتنے سے بچ جاؤ جو لازماً ان لوگوں کو خاص طور پر نہیں پہنچے گا جنھوں نے تم میں سے ظلم کیا اور جان لو کہ بے شک اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔''

اس آیت میں اجتماعی زندگی سے پیدا ہونے والے بعض فتنوں سے بچاؤ اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی معاشرہ میں اللہ کے رسول کی نافرمانی یا کوئی برائی پیدا ہوتی ہے اور لوگ اس کا بروقت نوٹس نہیں لیتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ برائی معاشرہ میں پھیل جاتی ہے، تو اس برائی کی پاداش میں اللہ کی طرف سے جو عذاب آئے گا وہ سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یہ ممکن نہ رہے گا کہ جو لوگ یہ برائی کا کام نہیں کرتے تھے وہ بچ جائیں۔ کیونکہ ان کا جرم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ برائی پیدا ہوئی یا بڑھنے لگی تھی تو اس وقت انھوں نے اسے روکنے میں غفلت کیوں کی تھی؟ اگر وہ روکتے تو سب لوگ عذاب سے بچ سکتے تھے۔

اصحاب سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنے والوں کا قصہ اس کی ایک مثال ہے۔ سورۂ اعراف میں ارشاد فرمایا:
﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۚ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ

﴿ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَىِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ١٦٣ تا ١٦٥] ''اور ان سے اس بستی کے بارے میں پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب کسی قوم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام نہ دیا جائے، تو اللہ تعالیٰ اس پر ہمہ گیر عذاب بھیج دیتا ہے۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے، یا پھر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے گا، پھر تم اس سے دعا کرو گے مگر وہ تمھاری دعا قبول نہیں کرے گا۔'' [مسند أحمد : ٣٨٨/٥، ٣٨٩، ح : ٢٣٣٦٣۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الأمر بالمعروف...... الخ : ٢١٦٩]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کی حدود پر قائم رہنے والوں اور اس میں واقع ہو جانے والوں، یا اس میں مداہنت سے کام لینے والوں کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو ایک بحری جہاز پر سوار ہوئے اور ان میں سے کچھ لوگوں کے حصے میں جہاز کا سب سے نچلا، گہرا اور برا حصہ آیا اور کچھ لوگ اس کے بالائی حصہ میں سوار ہو گئے۔ نچلے حصے والے لوگوں کو پانی کے لیے اوپر جانا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے وہ ان کے لیے اذیت کا باعث بنتے، اس لیے وہ کہنے لگے کہ اگر وہ اپنے حصے میں سوراخ کر لیں تو اس سے پانی بھی حاصل کر لیں گے اور یوں ہم اوپر والوں کو تکلیف بھی نہیں دیں گے۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو ان کے حالات پر چھوڑ دیں اور انھیں یہ کام کر لینے دیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھوں کو پکڑ لیں (اور انھیں جہاز کے پیندے میں سوراخ نہ کرنے دیں) تو سب کے سب بچ جائیں گے۔'' [مسند أحمد : ٢٦٩/٤، ح : ١٨٤٠٠۔ بخاری، کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة والاستهام فیه؟ : ٢٤٩٣، ٢٦٨٦]

سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس قوم میں گناہ اور برے کام کیے جاتے ہوں اور وہ (یعنی گناہوں سے بچنے والے) کرنے والوں سے زیادہ معزز اور تعداد میں زیادہ ہوں مگر پھر بھی انھیں منع نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے گا۔'' [مسند أحمد : ٣٦٤/٤، ح : ١٩٢٥٢۔ ابن ماجه، کتاب الفتن،

باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر : ۴۰۰۹]

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ عذاب میں ان سب کو شریک کر لے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الملاحم، باب فی الأمر والنهي : ۴۳۳۸]

وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

''اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمھیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمھیں قوت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے مومن بندوں کو اپنا یہ انعام و احسان یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد کی قلت کو کثرت میں بدل دیا، کمزوری اور خوف کو قوت و نصرت سے بدل دیا، ان کے فقر اور تنگ دستی کو ختم کر کے انھیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا فرما دیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں۔ اس آیت میں مومنوں کے مکہ میں قیام کے زمانے کے حالات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وہاں تعداد میں قلیل تھے، چھپ چھپ کر اپنے دین کے مطابق عمل کرتے اور مغلوب و مقہور ہونے کی وجہ سے ڈرتے تھے کہ مشرکین انھیں ایذائیں نہ دیں، کیونکہ یہ سب لوگ ان کی قلت اور عدم قوت کے باعث ان کے دشمن تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اجازت عطا فرما دی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں انھیں ٹھکانا عطا فرما دیا اور وہاں کے باشندوں کو توفیق عطا فرما دی تو انھوں نے مسلمانوں کو جگہ دی، نیز بدر کے دن اور دوسرے موقعوں پر ان کی مدد بھی کی، ان کے لیے مالی ایثار بھی کیا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اپنی جانیں بھی کھپا دیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے، پس اللہ سے ڈرو، تاکہ تم شکر کرو۔''

مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ : اس میں مکی زندگی میں مسلمانوں کی قلتِ تعداد، سختی اور خوف کا ذکر ہے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ایک دن مکہ معظمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد عرض کی، میں آپ کی پیروی کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی تم اس زمانے میں اس کی طاقت نہیں رکھتے، کیا تم نے میرا حال اور لوگوں کا حال نہیں دیکھا، ابھی تم اپنے گھر چلے جاؤ اور جب تم سنو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو میرے پاس آ جانا۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب إسلام عمرو بن عبسة رضی

الله عنه : ۸۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی راہنمائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا، میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو، جہاں میں داخل ہوں، تم بھی داخل ہو جانا۔ پھر اگر میں نے کسی ایسے شخص کو دیکھا جس سے تمھیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو میں دیوار کے قریب کھڑا ہو جاؤں گا، گویا میں اپنی جوتی ٹھیک کر رہا ہوں، لیکن تم چلتے رہنا۔" [بخاري، كتاب المناقب، باب قصة زمزم : ۳۵۲۲۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي ذر رضي الله عنه : ۲٤٧٤]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔"

امانتوں میں خیانت کا دائرہ بہت وسیع ہے، امانتوں سے مراد وہ تمام عہد، معاہدے اور وہ ذمہ داریاں ہیں جو کسی انسان پر عائد کی گئی ہوں، مثلاً اللہ سے انسان کا عہد، عہد میثاق بھی ہے جسے پورا کرنے پر انسان اللہ کا نافرمان رہ ہی نہیں سکتا اور وہ عہد بھی جو انسان خود اللہ سے باندھتا ہے، جیسے نذریں اور منتیں وغیرہ۔ اللہ کے رسول سے خیانت یہ ہے کہ جن باتوں پر کسی مسلمان نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے وہ ان میں فرار کی راہیں سوچنے لگے اور لوگوں سے معاہدے دین کے بھی ہو سکتے ہیں، صلح و جنگ کے سمجھوتے بھی، نکاح کے بھی، پھر انسان پر اس کے منصب کے لحاظ سے طرح طرح کی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ غرض اس آیت کے مضمون میں انسان کی پوری زندگی آ جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی زندگی کے ہر واقعہ کے وقت متنبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی حال میں خیانت نہ کرے اور بالخصوص جس بات پر اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کفار سے متعلق مسلمانوں کی پالیسی کو منافقوں یا مشکوک لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کریں اور اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیں، کیونکہ ہر قسم کی جنگی تدبیر اللہ اور اس کے رسول کی امانت ہے اور ایسے اقدامات کے متعلق کافروں کو اشارتاً یا کنایتاً مطلع کرنا، یعنی جنگی راز کو فاش کرنا بھی امانت میں خیانت ہے۔ جس کے نتائج انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، بسا اوقات تو فتح شکست میں بدل جاتی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ : سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، ابو مرثد غنوی اور زبیر کو بھیجا، ہم تینوں گھوڑوں پر سوار تھے، فرمایا: "روضۂ خاخ میں جاؤ، وہاں تمھیں ایک مشرکہ عورت ملے گی، اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے، (جو مکہ کے) مشرکوں کے نام لکھا گیا ہے، وہ اس سے لے آؤ۔" سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، وہیں ہم نے اس کو پایا۔ وہ ایک اونٹ پر جا رہی تھی۔ ہم نے اسے خط نکالنے کو کہا تو کہنے لگی، میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ میں نے اس کا اونٹ بٹھایا، تلاشی لی، تو

کوئی خط نہ ملا، آخر ہم نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمانا جھوٹ نہیں ہو سکتا، خط نکال! ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے تلاشی لیں گے۔ جب اس نے اتنی سختی دیکھی تو ازار باندھنے کی جگہ کی طرف اپنا ہاتھ لے گئی، وہ ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نے خط نکال کر دے دیا۔ چنانچہ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حاطب نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے، آپ اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑا دیتا ہوں۔ آپ نے حاطب کو بلا کر (ان سے) پوچھا: ''تم نے یہ کیوں کیا؟'' حاطب نے عرض کی، اللہ کی قسم! بھلا مجھے کیا جنون ہوا ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ رکھوں، میری غرض اس خط کے لکھنے سے صرف اتنی تھی کہ قریش کے کافروں پر میرا کچھ احسان ہو جائے اور اس کے لحاظ سے میرے بال بچوں اور جائداد وغیرہ کو اللہ ان کے ہاتھ سے بچائے رکھے۔ آپ کے دوسرے (مہاجر) صحابہ کے عزیز و اقارب وہاں (مکہ میں) ہیں، جن کی وجہ سے ان کا گھر بار اور مال سب کچھ بچا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے سچ کہا ہے، لہٰذا تم اس کے بارے میں اچھی اور خیر کی بات ہی کہو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی خیانت کی ہے، آپ حکم دیجیے! میں اس کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور تمھیں معلوم نہیں کہ اہل بدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمھارے گناہ معاف کر دیے ہیں۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدرًا : ۳۹۸۳۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل حاطب بن أبی بلتعة و أهل بدر : ۲٤۹٤]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دین خیر خواہی ہے۔'' صحابہ نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمان امراء کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحة : ۵۵]

وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ یہ کہ) جب اسے امانتدار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ دے اور جب جھگڑے تو بد زبانی و گالی گلوچ کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاری،

کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کا ایمان نہیں جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں اور اس کا دین نہیں جس کے اندر عہد کی پابندی (کا احساس) نہیں۔'' [مسند أحمد : ۱۳۵/۳، ح : ۱۲۳۹۲۔ ابن حبان : ۱۹٤]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۸ ع ۱۷

''اور جان لو کہ تمھارے مال اور تمھاری اولاد ایک آزمائش کے سوا کچھ نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ، اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

مال اور اولاد کی محبت ہی عام طور پر انسان کو خیانت پر اور اللہ اور رسول کی اطاعت سے گریز پر مجبور کرتی ہے۔ اس لیے ان کو فتنہ (آزمائش) قرار دیا گیا ہے، یعنی اس کے ذریعے سے انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ ان کی محبت میں امانت اور اطاعت کے تقاضے پورے کرتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ پورے کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ہے، بصورت دیگر ناکام۔ اس صورت میں یہی مال اور اولاد اس کے لیے عذابِ الٰہی کا باعث بن جائیں گے۔

سیدنا یعلی بن مرہ عامری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما دوڑے دوڑے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں سینے سے لگا لیا اور فرمایا: ''اولاد بخل اور بزدلی کا باعث ہے۔'' [ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب بر الوالد و الإحسان إلی البنات : ۳٦٦٦۔ مسند أحمد : ۱۷۲/٤، ح : ۱۷۵۷٦]

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ : یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں امتحان و آزمائش کے لیے عطا فرمائی ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں، ان نعمتوں کی موجودگی میں اس کی اطاعت کرتے ہو یا ان دل چسپیوں میں کھو کر اس سے غافل ہو جاتے ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۵] ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۹] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ﴾ [التغابن : ١٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

﴿ الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۲٤] ”کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

سیدنا عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! مجھے تمھارے متعلق محتاجی سے ڈر نہیں لگتا، بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اسی طرح کشادہ کر دی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کی گئی تھی، پھر تم بھی دنیا کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو گے، جیسے وہ دنیا کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہے۔ تو یہ دنیا تمھیں بھی اسی طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔“ [بخاري، کتاب المغازي، بابٌ : ٤٠١٥]

سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی اس (شہادت والی) انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کس چیز کو لے کر لوٹتی ہے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيامة : ۲۸۵۸]

وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ : یعنی اس کا ثواب، اس کی نعمتیں اور اس کی بہشتیں تمھارے اموال و اولاد سے بہتر ہیں، کیونکہ ان میں سے تو کوئی تمھارا دشمن بھی ہوسکتا ہے اور اکثر تمھارے کچھ کام نہیں آ سکتے، اللہ رب ذوالجلال ہی کی ذات گرامی دنیا و آخرت میں متصرف و مختار ہے اور اسی کے پاس روزِ قیامت بے پایاں اجر و ثواب ہوگا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ تین باتیں جس کسی میں ہوں گی وہ ایمان کی شیرینی کا مزہ پا لے گا: ① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزدیک باقی تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ ② جس کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کے لیے اس سے محبت کرے۔ ③ کفر میں واپس جانے کو ایسے برا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو (ہر کوئی) برا سمجھتا ہے۔“ [بخاري، کتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان : ١٦۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان : ٤٣]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو اولاد، اموال اور اپنی جانوں کی محبت سے بھی مقدم ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس وقت تک تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اسے اپنی جان، اپنے اہل و عیال، اپنے مال اور سب لوگوں سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔“ [مسلم، کتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم أكثر من الأهل : ٤٤/٧٠]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ

لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) فرق کرنے کی بڑی قوت بنا دے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

یعنی اگر تم اس بات سے ڈرتے رہے کہ تم سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ تمھارے اندر ایسا نور بصیرت یا ایسی قوت تمیز پیدا کر دے گا جو زندگی کے ہر موڑ پر تمھاری راہنمائی کرے گی کہ فلاں کام اللہ کی رضا کے مطابق ہے اور فلاں اس کی مرضی کے خلاف ہے، یعنی جو لوگ ایمان لانے کے بعد تقویٰ اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں تین قسم کے انعامات سے نوازتا ہے، ایک تو ان میں حق و باطل میں تمیز کرنے کی بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، دوسرے ان کی برائیوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور تیسرے ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور تقویٰ کے یہ ثمرات محض تقویٰ کی بنا پر نہیں، بلکہ اس لیے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لامحدود فضل کا مالک ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا : یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کو بجا لائے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرے تو اسے یقیناً حق و باطل میں فرق کرنے کی توفیق بھی مل جائے گی اور یہ توفیق یقیناً اللہ کی طرف سے بے پایاں اجر و ثواب کے حصول کا باعث بن جائے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۲۸] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمھیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لیے ایسی روشنی کر دے گا جس کے ذریعے تم چلتے رہو گے اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ : یعنی تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے گا اور قیامت کے دن تمھارے گناہ بخش دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۟ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۵، ۱۳۶] ”اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کرتے ہیں، یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، پس اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کون گناہ بخشتا ہے؟ اور انھوں نے جو کیا اس پر اصرار نہیں کرتے، جب کہ وہ جانتے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے بڑی بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں اور (یہ) عمل کرنے والوں کا اچھا اجر ہے۔“

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : یعنی اللہ تعالیٰ تمھیں اتنا بدلہ ہی نہیں دے گا جتنا تم عمل کرو گے، بلکہ اس سے کہیں زیادہ دے گا، کیونکہ وہ بہت بڑا حتیٰ کہ تمھاری سوچ سے بھی بلند عطیہ دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ﴾ [السجدة : ١٧] ”پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے۔“

وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

”اور جب وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تیرے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے، تاکہ تجھے قید کر دیں، یا تجھے قتل کر دیں، یا تجھے نکال دیں اور وہ خفیہ تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔“

جب کچھ مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تو کفار مکہ کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر محمد (ﷺ) یہاں مکہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکل گئے تو پھر یہ خطرہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائے گا۔ لہٰذا جیسے بھی ممکن ہو اس کا علاج فوری طور پر سوچنا چاہیے۔ اس غرض کے لیے انھوں نے دار الندوہ میں مجلس کی اور شرکائے مجلس سے تجاویز و آراء طلب کی گئیں۔ کسی نے کہا کہ اسے پابہ زنجیر کر کے قید کر دیا جائے۔ شیطان جو خود اس مجلس میں انسانی صورت میں حاضر ہوا تھا، کہنے لگا، یہ تجویز درست نہیں، کیونکہ اس کے پیروکار اس کے اس قدر جاں نثار ہیں کہ وہ اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر بھی اس کو کسی نہ کسی وقت چھڑا لیں گے۔ دوسرے نے کہا کہ اسے یہاں سے جلاوطن کر دیا جائے، اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ کم از کم ہم تو ہر روز کی بک بک سے نجات پا جائیں گے۔ شیطان نے کہا، یہ تجویز بھی درست نہیں، کیونکہ اس شخص کے کلام اور بیان میں اتنا جادو ہے کہ وہ جہاں جائے گا وہیں اس کے جاں نثار پیدا ہو جائیں گے، پھر وہ انھیں لے کر کسی وقت بھی آپ پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ بعد میں ابو جہل بولا کہ ہم سب قبائل میں سے ایک ایک نوجوان لے لیں اور یہ سب مل کر محمد (ﷺ) پر یکبارگی حملہ کر کے اسے جان ہی سے ختم کر دیں۔ یہ رائے سن کر شیطان خوش ہوا اور اس نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ پھر اس کام کے لیے وقت بھی اسی مجلس میں مقرر ہو گیا کہ فلاں رات یہ سب نوجوان مل کر محمد (ﷺ) کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور جب وہ باہر نکلیں تو سب یکبارگی ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں۔ قریش کے اس مشورے کے بعد جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے قریش کے اس مشورے سے مطلع کرتے ہوئے کہا کہ آج کی رات آپ اپنے اس بستر پر آرام نہ فرمائیں جس پر آپ روزانہ آرام فرمایا کرتے ہیں اور ساتھ ہی جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرما دی ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا ﴾ [الطارق : ۱۵، ۱۶] ”بے شک وہ خفیہ تدبیر کرتے ہیں، ایک خفیہ تدبیر۔ اور میں بھی خفیہ تدبیر کرتا ہوں، ایک خفیہ تدبیر۔“

آپ اس رات اپنے بستر پر سوئے ہی نہیں، بلکہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کی رات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کا سودا کیا، وہ یہ کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو اوڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سو گئے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۳۳۰، ۳۳۱، ح : ۳۰۶۲۔ مستدرك حاكم : ۳/ ۴، ح : ۴۲۶۴]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ ۙ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱

”اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو یقیناً اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی فرضی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔“

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ : کفار کہتے تھے کہ یہ قرآن ہے ہی کیا، یہ صرف اگلے لوگوں کی حکایتیں ہیں، جنھیں آپ نے اگلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے اور آپ انھیں لوگوں کو سنا دیتے ہیں۔ تو کفار کی یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بھی ان کے متعلق ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [الفرقان : ۵، ۶] ”اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوا لی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تو کہہ اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین میں سب پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ : یہ ان کے عجز کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلے پورے قرآن پھر اس کی دس سورتوں اور پھر صرف ایک سورت کی مثل لانے کے لیے کہا۔ وہ جواب میں کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو اس جیسا ہم بھی کہہ دیں۔ کوئی ان سے پوچھے اگر واقعی ایسا ہی ہے تو تمھیں کس نے اس جیسا کلام لانے سے روکا ہے؟ تمھاری مقابلے کی غیرت کہاں گئی؟ اس قدر لا جواب ہونے کے باوجود تم کیوں نہیں اس کی مثل کہنا چاہتے، کچھ تو زبان کھولو۔ صرف ﴿ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴾ کی تین آیتوں جیسی ہی سورت لے آؤ۔ معلوم ہوا تم صاف جھوٹ کہہ رہے ہو۔

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲

”اور جب انھوں نے کہا اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔“

یہ آیت اس بات کی مثال ہے کہ انسان جب مخالفت اور شدید دشمنی پر اتر آئے تو وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یا کر رہا ہوں اس میں خود میرا کس قدر نقصان ہے۔ کفار مکہ نے یہ بات اپنی بے پناہ جہالت اور تکذیب و دشمنی کی شدت کی وجہ سے کہی تھی اور یہ ان کے لیے موجب عیب و عار بن گئی، جبکہ انھیں کہنا یوں چاہیے تھا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو ہمیں اس کی ہدایت فرما اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرما، لیکن اس کے بجائے انھوں نے اپنے لیے جلد سزا اور عذاب کا مطالبہ کیا، قرآن میں ان کے بار بار عذاب لے آنے کے مطالبے کا کئی مقامات پر ذکر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٥٣] ”اور وہ تجھ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر ایک مقرر وقت نہ ہوتا تو ان پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ ان پر ضرور اچانک آئے گا اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ [ص : ١٦] ”اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔“ اور فرمایا: ﴿ سَاَلَ سَآىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴾ [المعارج : ١ تا ٣] ”ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں پر، اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اللہ کی طرف سے، جو سیڑھیوں والا ہے۔“

سابقہ امتوں کے جاہلوں نے بھی اسی طرح کہا تھا، مثلاً قوم شعیب نے ان سے کہا تھا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [الشعرآء : ١٨٧] ”سو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے، اگر تو سچوں میں سے ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) ابوجہل نے اس طرح دعا کی: « اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ » ”اے اللہ! اگر صرف یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب لے آ۔“ تو اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٣٣، ٣٤] ”اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔ اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔“ [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ و إذ

قالوا اللهم إن كان هذا هو الحق ...... الخ ﴾ : ٤٦٤٨]

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

’’اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔‘‘

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ : یعنی جب تک آپ ان میں موجود تھے اللہ تعالیٰ ان پر کبھی عذاب بھیجنے والا نہیں تھا، کیونکہ اس کا قاعدہ ہے کہ وہ کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک ان کا رسول اور ایمان والے ان میں موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ نوح، ہود، صالح اور لوط علیہم السلام کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ قوم لوط کے متعلق فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [الذاریات : ۳۵] ’’سو ہم نے اس (بستی) میں ایمان والوں سے جو بھی تھا نکال لیا۔‘‘

اسی طرح نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تمام اہل ایمان کو کشتی میں بٹھا لو اور پھر عذاب بڑھنا شروع ہوا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ [هود : ٤٠] ’’یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے کہا اس میں ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو سوار کر لے، سوائے اس کے جس پر پہلے بات ہو چکی اور ان کو بھی جو ایمان لے آئے اور اس کے ہمراہ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۲۷] ’’تو ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بنا، پھر جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابل پڑے تو ہر چیز میں سے دو قسمیں (نر و مادہ) دونوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس میں داخل کر لے، مگر ان میں سے وہ جس پر پہلے بات طے ہو چکی اور مجھ سے ان کے بارے میں بات نہ کرنا جنھوں نے ظلم کیا ہے، وہ یقیناً غرق کیے جانے والے ہیں۔‘‘

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ : یہ بھی اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے گناہوں پر نادم ہو کر استغفار کرتی رہتی ہے وہ اسے ہلاک نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس امت میں دو امان تھے، ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرا استغفار، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے گئے (وہ امان تو اٹھ گیا) اب ایک امان باقی ہے اور وہ استغفار ہے۔[السنن الکبری للبیہقی : ٥/ ٤٥، ٤٦، ح : ٩٠٣٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، (پہلے) تم میں دو امان نامے تھے، ایک تو گزر چکا ہے یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس) اور ایک باقی ہے یعنی توبہ و استغفار کرنا، پھر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۳] "اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ انھیں عذاب دے، جب کہ تو ان میں ہو اور اللہ انھیں کبھی عذاب دینے والا نہیں جب کہ وہ بخشش مانگتے ہوں۔" [مستدرك حاكم : ۵۴۲/۱، ح : ۱۹۸۸۔ شعب الإيمان للبيهقي : ۴۴۲/۱، ح : ۶۵۴]

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

"اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔"

یعنی ان لوگوں کے عذاب کا مستحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر ان پر عذاب نہیں آ رہا تو اس کی مندرجہ بالا وجوہ ہیں اور ان کے عذاب کے مستحق ہونے کی بھی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ انھوں نے مسلمانوں پر بیت اللہ میں داخل ہونے پر پابندی لگا رکھی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ انھوں نے بیت اللہ پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے متولی ہیں، کیونکہ ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، حالانکہ متولی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے روک ہی دے، نیز یہ کہ تولیت کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونا کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہو اور وہ موحد تھے، مشرک نہیں تھے، یعنی اگر اولادِ ابراہیم مشرک ہے تو اس سے تولیت چھین کر اس شخص کو دی جائے گی جو موحد اور پرہیز گار ہو، خواہ وہ اولادِ ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ کعبہ کی تولیت کے لیے شرط اول پرہیز گاری اور اللہ کا تقویٰ ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہونا نہیں۔

وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ : یعنی وہ مسجد حرام کے متولی نہیں، بلکہ اس مسجد کے متولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷، ۱۸] "مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو

یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔‘‘

رفاعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور ان سے پوچھا: ’’کیا اس وقت تم میں تمھارے علاوہ بھی کوئی دوسرا شخص موجود ہے؟‘‘ انھوں نے عرض کی کہ اس وقت ہم میں ایک تو ہمارا بھانجا، ایک ہمارا حلیف اور ایک ہمارا آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے فرمایا: ’’ہمارا حلیف ہم میں سے ہے، ہمارا بھانجا ہم میں سے ہے اور ہمارا آزاد کردہ غلام بھی ہم میں سے ہے۔ تم میں سے میرے دوست وہ ہیں جو پرہیز گار ہیں۔‘‘ [مستدرك حاكم : ۳۲۸/۲، ح : ۳۲٦٦۔ مسند أحمد : ۳٤۰/٤، ح : ۱۹۰۱۷، ۱۹۰۱۸۔ طبراني كبير : ٤٥/٥، ٤٦، ح : ٤٥٤٤ تا ٤٥٤٧]

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۵﴾

’’اور ان کی نماز اس گھر کے پاس سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے سوا کبھی کچھ نہیں ہوتی۔ سو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کرتے تھے۔‘‘

یعنی وہ لوگ کعبہ کے پاس عین حرم میں تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے اور اسے اپنی نماز، اللہ کی عبادت اور اس کے قرب کا ذریعہ قرار دیتے۔ افسوس اب مسلمانوں نے بھی نمازیں اور قرآن چھوڑ کر عاشقانہ اشعار، سیٹیوں اور تالیوں کے مجموعے قوالی کو طریقت و معرفت کا نام دے کر روح کی غذا قرار دے رکھا ہے۔ بے شمار لوگ اسے تصوف کا اہم رکن قرار دے کر صرف سیٹیوں اور تالیوں ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ باقاعدہ مرشد کے اردگرد طواف اور رقص کر کے اسے اپنی نماز سمجھتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ......

نماز عابداں سجدہ سجود است　　　نماز عاشقاں کلی وجود است

اللہ کی قسم! جب تک مسلمان تصور شیخ کا شرک اور صوفیوں کی عبادت کے یہ خود ساختہ طریقے اور موسیقی و رقص جیسی دل میں نفاق پیدا کرنے والی خرافات ترک نہیں کرتے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ارکان ایمان و اسلام کی پابندی خصوصاً جہاد نہیں کرتے، کبھی دنیا میں سر نہیں اٹھا سکتے، ہمیشہ ذلت و خواری ہی ان پر مسلط رہے گی۔

آیت زیر تفسیر میں اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ بیت اللہ کے پاس جمع ہو کر سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے، تاکہ مسلمان خشوع و خضوع کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکیں۔ پھر اس پر دعویٰ یہ کہ اگر مسلمانوں کا دین سچا ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا؟ غالباً وہ یہ سمجھتے تھے کہ عذاب صرف آسمان سے پتھروں کی شکل میں آیا کرتا ہے جو خرق عادت کے طور پر واقع ہو، حالانکہ غزوۂ بدر میں ان کی شکست فاش اللہ کا ایسا عذاب تھا جس نے کفر اور کافروں کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ گویا انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ جنگ ہی اللہ کا عذاب بن کر ان پر مسلط ہونے والی ہے، یا یہ کہ ان کی دعا کی قبولیت کا

وقت اب آ چکا ہے اور تقدیر الٰہی کا فیصلہ ان کے خلاف صادر ہونے والا ہے۔

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ : اس عذاب سے مراد کفار قریش کا بدر کے دن عبرت ناک قتل اور ذلت آمیز قید ہے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا۔ پھر آپ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور انھیں (کفار قریش کو) ان کے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے: ''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمھیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے؟ پس بے شک ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے اسے سچ پا لیا، کیا تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسے سچا پایا؟'' [بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل : ۳۹۷۶]

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں، تاکہ اللہ کے راستے سے روکیں۔ پس عنقریب وہ انھیں خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر افسوس کا باعث ہوں گے، پھر وہ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔''

جب قریش مکہ کو بدر میں شکست ہوئی اور ان کے شکست خوردہ اصحاب مکہ واپس گئے، ادھر سے ابوسفیان بھی اپنا تجارتی قافلہ لے کر وہاں پہنچ چکے تھے تو کچھ لوگ، جن کے باپ، بیٹے اور بھائی اس جنگ میں مارے گئے تھے، وہ سب ابوسفیان اور جن کا اس تجارتی سامان میں حصہ تھا ان کے پاس گئے اور ان سے استدعا کی کہ وہ اس مال کو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے استعمال کریں، مسلمانوں نے ہمیں بڑا سخت نقصان پہنچایا ہے، اس لیے ان سے انتقامی جنگ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انھی لوگوں یا اسی قسم کا کردار اپنانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ بے شک یہ لوگ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لیے اپنا مال خرچ کر لیں، لیکن ان کے حصے میں سوائے حسرت اور مغلوبیت کے کچھ نہیں آئے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ بعد میں بھی جب تک مسلمان اللہ کے احکام پر کار بند رہے اور انھوں نے جہاد کی تیاری میں کوئی کوتاہی نہ کی، تو ان کے خلاف جنگ کے لیے خرچ کیے ہوئے کفار کے اموال ہمیشہ ان کے لیے باعث حسرت ہی بنے اور وہ ہمیشہ مغلوب ہی ہوئے۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَ يَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا

ع ۱۸

﴿ فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۳۷ ﴾

’’تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو، اس کے بعض کو بعض پر رکھے، پس اسے اکٹھا ڈھیر بنا دے، پھر اسے جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

اس آیت کا تعلق اوپر والی آیت سے ہے اور معنی یہ ہے کہ تمام اہل کفر جہنم میں جمع کیے جائیں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کو مومنوں سے الگ کر دے، یا اس کا معنی یہ ہے کہ اہل کفر اپنا مال اسلام کے خلاف کارروائی میں خرچ کریں گے تو وہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں حسرت کا باعث بنے گا اور مسلمان اپنا جو مال نبی کریم ﷺ کی نصرت کے لیے خرچ کریں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جزا کے اعتبار سے اسے مشرکوں کے اس مال سے الگ کر دے گا جو وہ نبی کریم ﷺ کی عداوت اور ان کے خلاف جنگ پر صرف کریں گے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ تمام کافروں کو جہنم میں اس طرح اکٹھا کر دے گا کہ مارے ازدحام کے ایک دوسرے پر لدے ہوں گے۔

لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ : یعنی ان کو الگ کر دے جو اس کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے دشمنوں اور کافروں سے جہاد کرتے ہیں، یا اس کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد سے اعراض کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ ﴾ [آل عمران : ۱۷۹] ’’اللہ کبھی ایسا نہیں کہ ایمان والوں کو اس حال پر چھوڑ دے جس پر تم ہو، یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھیں غیب پر مطلع کرے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۲] ’’یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔‘‘

﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۸ ﴾

’’ان لوگوں سے کہہ دے جنھوں نے کفر کیا، اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا انھیں بخش دیا جائے گا اور اگر پھر ایسا ہی کریں تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر ہی چکا ہے۔‘‘

یعنی غزوۂ بدر میں شکست فاش سے دوچار ہونے کے بعد اگر اب بھی یہ کافر اپنی معاندانہ سرگرمیوں سے باز آجائیں تو ان کی سابقہ خطائیں معاف ہو سکتی ہیں اور اگر باز نہیں آتے تو ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو غزوۂ بدر میں ان کے پیش روؤں کا ہو چکا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ : سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک اسلام پہلے کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب کون الإسلام یھدم ما قبلہ : ۱۲۱]

باز آ جانے میں یہ بھی شامل ہے کہ اسلام لا کر اپنی حالت بھی بدلیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس نے اسلام میں اچھے عمل کیے تو اس سے جاہلیت کے اعمال کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور جس نے اسلام میں برے عمل کیے تو اس سے پہلے اور بعد کے تمام اعمال کا مؤاخذہ ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب استتابۃ المرتدین و المعاندین وقتالھم، باب إثم من أشرك باللہ وعقوبتہ فی الدنیا والآخرۃ : ۶۹۲۱۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب ھل یؤاخذ بأعمال الجاھلیۃ : ۱۲۰]

وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ : یعنی اگر پھر اسلام کو اکھیڑنے اور مسلمانوں کی طاقت ختم کرنے کا منصوبہ بنائیں تو جس طرح پہلے لوگ تباہ و برباد ہوئے کہ جنھوں نے انبیاء کو ستایا اور ان سے جنگ کی، اسی طرح یہ بھی تباہ و برباد ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾ [قٓ : ۳۶] ’’اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ۴۳، ۴۴] ’’اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔ اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، حالانکہ وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت تھے اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۷] ’’بلاشبہ تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے، سو زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟‘‘

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳۹

’’اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو

بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم لوگ اہل کفر و شرک سے جنگ کرو، یہاں تک کہ شرک کا خاتمہ ہو جائے، کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی آزمائش کا دور ختم ہو جائے اور ایک اللہ کی عبادت عام ہو جائے، اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ اگر مشرکین کفر و معاصی سے ظاہری طور پر باز آ جائیں تو تم لوگ بھی جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ ان کے باطنی اعمال کو اللہ جانتا ہے وہی ان کا حساب کرے گا اور ان کے کیے کے مطابق انھیں بدلہ دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥] "پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص آ کر کہنے لگا، اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی: ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ﴾ [الحجرات : ٩] "اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔" تو جیسا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے، آپ (علی و معاویہ رضی اللہ عنہما سے) لڑائی کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے جواب دیا، بھتیجے! مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے اور میں لڑائی نہ کروں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اس آیت کی وجہ سے الزام دیا جائے: ﴿ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴾ [النساء : ٩٣] "اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہوگیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔" اس شخص نے کہا (اچھا اس کا کیا کرو گے) کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ﴾ [الأنفال : ٣٩] "اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔" تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس وقت اس آیت کے مطابق عمل کیا تھا جب اسلام ابھی زیادہ نہیں پھیلا تھا اور مسلمانوں کو دین کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا کر کے قتل کر دیا جاتا، یا گرفتار کر لیا جاتا تھا اور جب اسلام پھیل گیا تو اب فتنہ باقی نہیں رہا۔ اس شخص نے جب یہ دیکھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہے، تو اس نے کہا کہ پھر علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟ انھوں نے کہا کہ عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں میرا اعتقاد سنو، عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں معاف فرما دیا ہے مگر تم نہیں چاہتے کہ اللہ انھیں معاف کرے اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں اور (ابن عمر رضی اللہ عنہما نے)

ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ لخت جگر، جیسا کہ تم دیکھتے ہو (ان کے حبالۂ عقد میں تھیں)۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٠]

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ فتنے میں لڑائی کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے فرمایا، کیا تمھیں معلوم ہے کہ فتنہ کیا ہے؟ (نبی کریم) محمد ﷺ مشرکوں سے لڑائی کرتے تھے اور ان میں ٹھہر جانا ہی فتنہ تھا اور آپ ﷺ کی جنگ تمھاری ملک وسلطنت کی جنگ کی طرح نہیں تھی۔" [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ...... الخ ﴾ : ٤٦٥١]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں، حتیٰ کہ وہ کہہ دیں "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور اموال بچالیں گے، سوائے اسلام کے حق کے، پھر ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہوگا۔" [بخاری، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتو الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥ ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله : ٢٢]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے قیامت تک کے لیے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقے کی مخالفت کرے اور جو شخص جس قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔" [مسند أحمد : ٥٠/٢، ح : ٥١١٤]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص حمیت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص ریاکاری کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں لڑنے والا کون ہے؟ فرمایا: "جو شخص اس لیے لڑائی کرے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمے کو سربلندی حاصل ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔" [بخاری، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين ﴾ : ٧٤٥٨ـ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ١٥٠/١٩٠٤]

فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ : یعنی اسلام لے آئیں تو تمھارے لیے ان کا ظاہر کافی ہے۔ اگر وہ دل سے مسلمان نہیں ہوئے یا چھپ کر کوئی غلط کام کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری اور باطنی اعمال کو خوب دیکھنے والا ہے، وہ خود نمٹ لے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَإِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ﴾ [التوبة : ٥] "پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٣] "اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔"

سیدنا ابوظبیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حرقہ قبیلے کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح سویرے ان پر حملہ کیا، ان کو شکست دی اور ہوا یوں کہ میرا اور ایک انصاری آدمی کا حرقہ کے ایک شخص سے ٹاکرا ہو گیا۔ جب ہم نے اس کو گھیر لیا تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے لگا۔ یہ سنتے ہی انصاری نے تو اپنا ہاتھ کھینچ لیا، لیکن میں نے برچھا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ اب جب ہم اس جنگ سے واپس پلٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، تو آپ نے فرمایا: ''اسامہ تو نے یہ کیا کیا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے بعد اس کو مار ڈالا؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ تو اپنے بچاؤ کے لیے کہتا تھا۔ لیکن آپ بار بار وہی فرماتے رہے، حتیٰ کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں اسی دن مسلمان ہوا ہوتا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب بعث النبي ﷺ أسامة إلى الحرقات من جهينة : ٤٢٦٩]

وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝۴۰

''اور اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمھارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔''

مسلمانوں ہی کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ اگر کفار و مشرکین ایمان نہیں لاتے اور کفر و معاصی سے باز نہیں آتے، تو تم لوگ اس یقین کے ساتھ زندہ رہو کہ تمھارا حامی و ناصر اللہ ہے اور جس کا حامی و ناصر اللہ ہو اسے کون مٹا سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ [محمد : ١٠، ١١] ''تو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور ان کافروں کے لیے بھی اسی جیسی (سزائیں) ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ان لوگوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے اور اس لیے کہ بے شک جو کافر ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ١٥٠] ''بلکہ اللہ ہی تمھارا مالک ہے اور وہ سب مدد کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس (احد کے) دن مشرکوں سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کے ایک گروہ کو درے پر مقرر فرما کر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کر دیا اور فرمایا: ''تم اسی جگہ ڈٹے رہنا، اگر تم یہ دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی تو بھی اس جگہ سے نہ ہلنا اور اگر یہ دیکھو کہ دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی اپنی جگہ چھوڑ کر ہماری مدد نہ کرنا۔'' ہمارا مقابلہ ہوا تو دشمن بھاگ اٹھا، حتیٰ کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی عورتیں بھی اپنی پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ رہی تھیں، جس کی وجہ سے ان کی پازیبیں نظر آ رہی تھیں، تو اس صورت حال کو دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے کہنا شروع کر دیا، غنیمت! غنیمت! عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا، مگر ساتھیوں نے انکار کر دیا۔ جب انھوں نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کو شکست سے بدل دیا اور ستر (۷۰) مسلمان شہید ہو گئے۔ ابوسفیان نے مسلمانوں کا جائزہ لیتے

ہوئے پوچھا، کیا ان لوگوں میں محمد (ﷺ) موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' پھر اس نے پوچھا، کیا لوگوں میں ابن قحافہ (یعنی ابو بکر) موجود ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کوئی جواب نہ دو۔'' اس نے کہا، کیا لوگوں میں ابن خطاب موجود ہیں؟ جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو کہنے لگا، گویا یہ سب لوگ قتل ہو گئے ہیں، اگر زندہ ہوتے تو میری بات کا جواب ضرور دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور کہنے لگے، اے اللہ کے دشمن! تو جھوٹ کہہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تیرے لیے باقی رکھا ہے، تاکہ تجھے غم وحزن لاحق ہو۔ اس کے بعد ابوسفیان نے نعرہ بلند کیا، ہبل بلند ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی، ہم کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم یہ کہو کہ اللہ ہی اعلیٰ اور اجل ہے۔'' ابوسفیان نے کہا، ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمھارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے جواب دو۔'' صحابہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا جواب دیں؟ فرمایا: ''یہ کہو کہ اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا، یہ دن جنگ بدر کے دن کا جواب ہے اور لڑائی کنویں کے ڈول کی طرح ہوتی ہے، تم دیکھو گے کہ تمھارے کچھ لوگوں کا مثلہ کر دیا گیا ہے، مگر اس کا میں نے حکم نہیں دیا تھا اور نہ یہ بات مجھے بری لگتی ہے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة أحد : ۴۰۴۳۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد ، باب فی الکمناء : ۲۶۶۲]

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو امت محمدیہ کے لیے حلال بنا دیا ہے۔ ''غنیمت'' اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے جنگ کرنے کے بعد ہاتھ آئے اور ''فے'' اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہو، جیسے وہ مال جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مصالحت کے نتیجہ میں حاصل ہو، یا کوئی ذمی مال چھوڑ کر مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو اور وہ مال جو جزیہ اور خراج کے طور پر حاصل ہو۔ اس آیت کریمہ کے مطابق مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں گے، ایک حصہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور آیت میں مذکور لوگوں کے لیے ہوگا، جبکہ باقی چار حصے جنگ میں شریک ہونے والوں پر عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے۔ پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ اور گھڑ سوار کے لیے تین حصے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے۔ آگے فرمایا کہ اگر تمھارا ایمان اللہ پر اور ان معجزات و آیات پر ہے جو ہم نے بدر کے دن اپنے بندے محمد (ﷺ) پر اتاری تھیں، جو حق و باطل کی جدائی کا دن تھا، تو پھر غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں ہم نے جو حکم نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو۔

<u>وَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ</u>: سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (اللہ کے رسول ﷺ نے قبیلہ عبد القیس کے) وفد کو صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، پھر آپ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو کہ ایک اللہ پر ایمان لانا کسے کہتے ہیں؟'' انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مزید برآں یہ کہ تم مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ (اسلامی حکومت کو) ادا کرو۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب أداء الخمس من الإیمان : ۵۳]

عبد اللہ بن شقیق رحمہ اللہ بلقین کے ایک شخص سے روایت بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ وادیٔ قریٰ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! غنیمت کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ''اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے ہے اور باقی چار حصے لشکر

کے لیے۔“ میں نے عرض کی کہ کیا ان میں سے کوئی ایک کسی دوسرے کی نسبت زیادہ حق تو نہیں رکھتا؟ فرمایا: ”نہیں، حتیٰ کہ وہ تیر بھی جو (دشمن کی جانب سے آیا اور تمھارے پہلو میں آ لگا اور اسے) تم اپنے پہلو سے نکالو، اپنے مسلمان بھائی کی نسبت تم اس کے زیادہ حق دار نہیں ہو۔“ [السنن الکبریٰ للبیھقی : ۳۲۴/۶، ح : ۱۲۸۶۲]

مقداد بن معدی کرب کندی بیان کرتے ہیں کہ وہ عبادہ بن صامت، ابو الدرداء اور حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا تذکرہ شروع کر دیا۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں غزوے میں مال غنیمت کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ عبادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی اور اس وقت مال غنیمت کا ایک اونٹ آپ کے سامنے تھا، سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان اونٹ کی ایک مینگنی پکڑی اور فرمایا: ”یہ بھی تمھاری غنیمتوں میں سے ہے اور خمس کے علاوہ باقی میرا حصہ بھی تمھارے حصے کے برابر ہی ہے اور یہ پانچواں حصہ بھی تمھی کو واپس کر دیا جاتا ہے، لہٰذا سوئی اور دھاگے کو بھی پیش کر دو۔ اس سے کوئی بڑی یا چھوٹی چیز ہو تو اسے بھی پیش کر دو اور خیانت نہ کرو، کیونکہ خیانت تو خائن لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں آگ اور عار ہے۔“ [مسند أحمد : ۳۱۶/۵، ح : ۲۲۷۶۵۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی فداء الأسیر بالمال : ۲۶۹۴]

مال غنیمت کے سلسلہ میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا، ورنہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانچ چیزیں ایسی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، مجھے ایک مہینے کی مسافت کے رعب سے مدد دی گئی ہے، میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے، لہٰذا میری امت میں سے جس کسی کے لیے (جہاں) نماز کا وقت ہو جائے تو اسے چاہیے کہ (اسی جگہ وقت پر) نماز پڑھ لے، میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور قبل ازیں ہر نبی بالخصوص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، مگر میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور مجھے شفاعت کا اختیار مرحمت فرمایا گیا ہے۔“ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : جعلت لی الأرض مسجدًا و طهورًا : ۴۳۸]

مالِ غنیمت کا ۴/۵ یعنی پانچ میں سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کیے جائیں، سوار کو تین حصے دیے جائیں اور پیدل کو ایک حصہ دیا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے لیے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کو ایک حصہ دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر : ۴۲۲۸۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب کیفیة قسمة الغنیمة بین الحاضرین : ۱۷۶۲]

اگر زخمیوں کی تیمار داری وغیرہ کے لیے عورتیں شریک جہاد ہوں تو انھیں بھی مالِ غنیمت میں سے کچھ دے دیا جائے، لیکن مردوں کی طرح ان کا حصہ مقرر نہ کیا جائے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواتین

کو غزوات میں شریک فرما لیا کرتے تھے۔ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور غنیمت میں سے انھیں بھی کچھ حصہ مل جایا کرتا تھا، لیکن آپ ان کا حصہ باقاعدہ متعین نہیں فرماتے تھے۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم ...... الخ : ۱۸۱۲]

مالِ غنیمت میں سے اس شخص کو بھی حصہ دیا جائے جو امیر کے حکم سے کسی دوسرے کام میں مصروف ہو اور شریک جہاد نہ ہو سکے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے، اس لیے کہ ان کے نکاح میں نبی ﷺ کی بیٹی تھیں اور وہ اس وقت بیمار تھیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''تمھارے لیے بھی اتنا ہی اجر اور حصہ ہوگا جتنا اجر اور حصہ بدر میں شریک ہونے والوں کو ملے گا۔'' [بخاري، كتاب فرض الخمس، باب إذا بعث الإمام رسولاً في حاجة ...... الخ : ۳۱۳۰]

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾

''جب تم قریب والے کنارے پر اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور مقرر وقت کے بارے میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تاکہ جو ہلاک ہو واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

قریب والے کنارے سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ شہر سے قریب تھا اور دور والے کنارے سے مراد وہ کنارہ جو مدینہ منورہ سے نسبتاً دور تھا، جہاں مشرکین موجود تھے اور قافلے سے مراد ابوسفیان کا تجارتی قافلہ تھا، جو بدر سے بہت دور مغرب کی طرف نشیب میں تھا، جبکہ بدر کا میدان بلندی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے دونوں جماعتوں کو بغیر کسی پیشگی وعدہ وعید کے میدان بدر میں اکٹھا کر دیا، اسی لیے کہ اگر جنگ کے لیے کسی دن اور تاریخ کا اعلان ہوتا تو یہ لڑائی کے لیے جمع نہ ہوتے، لیکن کیونکہ اس جنگ کا ہونا اللہ نے لکھ رکھا تھا، اس لیے ایسے اسباب پیدا کر دیے گئے کہ دونوں فریق میدان بدر میں بغیر کسی پیشگی وعدہ کے جمع ہو گئے۔ یوں اللہ کی مرضی سے مسلمانوں کی کافروں کے ایک بڑے لشکر سے مڈبھیڑ ہو گئی اور نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی، کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ اس کا دین غالب ہو، اس کا کلمہ بلند ہو کر رہے، تاکہ اب کسی کے پاس اسلام قبول نہ کرنے کی کوئی حجت باقی نہ رہے، جو کفر پر ہلاک ہو تو ہلاک ہونے سے پہلے اسے معلوم رہے کہ وہ جان بوجھ کر ضلالت و گمراہی کی راہ اختیار کر رہا ہے اور کفر پر مر رہا ہے

اور جو اسلام لانا چاہے وہ اس ایمان و یقین کے بعد اس دین کو قبول کر لے کہ یہی دین برحق ہے اور اسی کو اختیار کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بُسَیسَہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا، تا کہ وہ ابوسفیان کے (تجارتی) قافلہ کی خبر لائیں۔ بُسَیسَہ جب (قافلے کی خبر لے کر) لوٹے تو اس وقت گھر میں سوائے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے اور لوگوں سے فرمایا: ''ہمیں ایک کام (یعنی قافلہ کی طلب) کے لیے جانا ہے، لہٰذا جسے سواری دستیاب ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔'' کچھ لوگوں نے مدینہ کے بالائی حصے سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی، تو آپ نے فرمایا: ''نہیں، جس کی سواری موجود ہو بس وہی چلے۔'' قصہ کوتاہ، رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب (مدینہ سے) نکلے۔ چنانچہ آپ مشرکین سے پہلے بدر کے مقام پر پہنچ گئے اور بعد ازاں مشرکین بھی وہاں آ گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ١٩٠١]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے (تجارتی) قافلہ کے ارادے سے نکلے، (آپ قافلے کی تلاش میں چلتے رہے) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی باہمی معاہدہ کے (محض ناگہانی طور پر) جمع کر دیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب قصة بدر ...... الخ : ٣٩٥١]

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

''جب اللہ تجھے تیرے خواب میں دکھا رہا تھا کہ وہ تھوڑے ہیں اور اگر وہ تجھے دکھاتا کہ وہ بہت ہیں تو تم ضرور ہمت ہار جاتے اور ضرور اس معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑتے اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی امداد ہی کی ایک صورت تھی کہ عریش یعنی خیمہ میں اللہ کے حضور آہ و زاری اور فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کے بعد جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، تو حالتِ خواب میں آپ کو کفار کی تعداد ان کی اصل تعداد سے کم دکھلائی گئی اور اس کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان کہیں کفار کی تعداد اور ان کے اسلحۂ جنگ سے مرعوب ہو کر ہمت ہی نہ ہار بیٹھیں اور مشورہ کی صورت میں جنگ کرنے یا نہ کرنے کی مصلحتوں پر غور کیا جانے لگے اور پھر اس میں اختلاف ہونے لگے۔ گویا ایسا خواب دکھلانے کا ایک مقصد تو مسلمانوں کی ہمت بندھانا تھا اور دوسرا اختلاف سے بچانا اور جنگ پر دلیر بنانا تھا۔

وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ

اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع ۱

”اور جب وہ تمھیں، جس وقت تم مقابل ہوئے، ان کو تمھاری آنکھوں میں تھوڑے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی آنکھوں میں بہت کم کرتا تھا، تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا اور سب معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

یعنی تم مسلمان کافروں کی تعداد اصل تعداد سے تھوڑی سمجھ رہے تھے اور دشمن یہ سمجھتا تھا کہ مسلمان ہماری نسبت بہت تھوڑے ہیں۔ اس طرح فریقین کے حوصلے بڑھ گئے اور لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ یوں جو کام مشیت الٰہی میں ہونا مقدر تھا اس کے اسباب پیدا ہوتے گئے اور وہ بالآخر ہو کے رہا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب دونوں لشکر ابھی صف آرا نہیں ہوئے تھے اور جب صف آرا ہو گئے تو اس وقت کافروں کو مسلمانوں کی تعداد ان کی اصل تعداد سے دگنی نظر آنے لگی تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۳] ”یقیناً تمھارے لیے ان دو جماعتوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں، ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی تھی اور دوسری کافر تھی، یہ ان کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دو گنا دیکھ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی مدد کے ساتھ قوت بخشتا ہے، بلاشبہ اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی گروہ کے مقابل ہو تو جمے رہو اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا چلی جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو جنگ کے آداب سکھلائے ہیں۔ پہلی ہدایت یہ ہے کہ دشمن سے مقابلے کے وقت شجاعت و بہادری اور ثابت قدمی و استقلال کا مظاہرہ کیا جائے، کیونکہ اس کے بغیر میدان جنگ میں ٹھہرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ دوسری ہدایت یہ کہ اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ مسلمان اللہ کی مدد کے طالب رہیں اور اللہ بھی کثرتِ ذکر کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ رہے اور اگر مسلمان تعداد میں زیادہ بھی ہوں تو کثرت کی وجہ سے ان کے

اندر عُجب وغرور پیدا نہ ہو، بلکہ اصل توجہ اللہ کی امداد ہی پر رہے۔ تیسری ہدایت، اللہ اور رسول کی اطاعت، ظاہر بات ہے کہ ان نازک حالات میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کتنی سخت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے ویسے تو ہر حالت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے، تاہم میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے اور اس موقع پر تھوڑی سی بھی نافرمانی اللہ کی مدد سے محرومی کا باعث بن سکتی ہے۔ چوتھی ہدایت کہ آپس میں تنازع اور اختلاف نہ کرو، اس سے تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور پانچویں ہدایت کہ صبر کرو، یعنی جنگ میں جتنی بھی شدت آ جائے اور تمھیں کتنے بھی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے، صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شجاعت و بہادری، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری اور اطاعت و فرماں برداری کے اعتبار سے اس قدر آگے بڑھے ہوئے تھے کہ سابقہ امتوں اور زمانوں میں اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی اور نہ بعد میں نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی برکت سے انھوں نے بہت ہی قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے ملکوں اور ان میں بسنے والے لوگوں کے دلوں کو فتح کر لیا، حالانکہ رومیوں، ایرانیوں، ترکوں، بربر، حبشیوں اور قبطیوں کے لشکر ہائے جرار کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت ہی قلیل تھی، لیکن انھوں نے ان سب کو شکست دی، یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو گیا، اللہ کا دین تمام ادیان پر غالب آ گیا اور تیس سال سے بھی کم عرصے میں اسلامی ملکوں کا سلسلہ مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گیا۔

<u>یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴾ [الأنفال : ۱۵، ۱۶] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ان لوگوں سے جنھوں نے کفر کیا، ایک لشکر کی صورت میں ملو تو ان سے پیٹھیں نہ پھیرو۔ اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ۟ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۲۰۰] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر کرو اور مقابلے میں جمے رہو اور مورچوں میں ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے رہو اور جب تمھارا دشمن سے سامنا ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور خوب جان لو کہ جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب كان النبي ﷺ إذا لم يقاتل أول النهار أخر القتال حتى تزول الشمس : ۲۹٦٦۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كراهة تمني لقاء العدو ...... الخ : ۱۷٤۲]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لڑائیاں دو قسم کی ہیں، جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے لڑائی لڑی، اپنے امیر کی اطاعت کی، اپنا بہترین مال خرچ کیا، ساتھی کے لیے سہولت پیدا کی اور فساد سے اجتناب کیا تو اس کا سونا و جاگنا سب اجر کا مستحق ہے، تاہم جس نے شیخی بگھارنے، دنیا کے دکھاوے اور شہرت کے لیے جنگ کی، نیز امیر کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا تو وہ کچھ ثواب لے کر نہ لوٹا (بلکہ الٹا عذاب کا مستحق ٹھہرا)۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب فيمن يغزو ويلتمس الدنيا : ٢٥١٥۔ نسائي، كتاب البيعة، باب التشديد في عصيان الإمام : ٤٢٠٠۔ مستدرك حاكم : ٨٥/٢، ح : 2435۔ مسند أحمد : ٢٣٤/٥، ح : ٢٢١٠٣]

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٥٢]
''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔''

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: ''آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا، بشارت دینا نفرت پیدا نہ کرنا، اتفاق رکھنا اختلاف نہ کرنا۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب ما يكره من التنازع والاختلاف في الحرب ...... الخ : ٣٠٣٨]

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاوا کرتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ اس کا جو وہ کر رہے تھے، احاطہ کرنے والا تھا۔''

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس کی راہ جہاد میں اخلاص سے کام لینے اور کثرت سے اس کا ذکر کرنے کے حکم کے بعد مشرکوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے گھروں سے اس طرح نہ نکلو جس طرح مشرک نکلے تھے، یعنی فخر اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے، جیسا کہ ابوجہل سے کہا گیا کہ قافلہ بچ کر آ گیا ہے، لہٰذا لوٹ جاؤ، تو اس نے کہا، نہیں، واللہ! ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک بدر کے پانی تک نہ پہنچ جائیں، اونٹوں کو ذبح نہ کر

لیں، شرابیں نہ پی لیں، باندیاں گانے نہ گا لیں، تا کہ ہماری آج کی اس شان و شوکت کے بارے میں عرب ہمیشہ بیان کرتے رہیں، لیکن یہ سب کچھ اس کے الٹ ثابت ہوا، اس لیے کہ وہ جب بدر کے میدان میں آئے تو درحقیقت موت کے میدان میں آئے تھے اور قتل ہونے کے بعد انھیں قلیب بدر میں اس طرح پھینک دیا گیا کہ وہ بے حد ذلیل و رسوا تھے اور سرمدی و ابدی عذاب ان کا منتظر تھا۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ : یعنی اپنی قوت پر ناز اور فخر کرنا اور اپنی بہادری جتانے کے لیے لڑنا آخرت کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ غزوۂ حنین میں بعض ایمان والوں نے اپنی کثرت پر ناز کیا تھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴾ [التوبة : ٢٥] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہو گئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر دریافت کیا کہ ایک آدمی مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، ایک آدمی شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے تو ان میں سے کون اللہ کے راستے میں متصور ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، صرف وہی اللہ کے راستہ میں لڑنے والا ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ٢٨١٠۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ١٩٠٤]

وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع

”اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمھارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور اس نے کہا بے شک میں تم سے بری ہوں، بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

شیطان نے مشرکین قریش کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی کہ تمھارا ارادہ بہت ہی اچھا ہے، کیونکہ اس طرح

محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کی کمر ٹوٹ جائے گی اور یقین کر لو کہ آج تم غالب ہو کر رہو گے اور محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو بھاگنے کی بھی جگہ نہیں ملے گی، مزید یہ کہ میں تمھارا معین و مددگار ہوں گا۔ لیکن جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور شیطان نے فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کے لیے آسمان سے اترتے دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگا اور کہنے لگا کہ میں تمھارے ساتھ کیے ہوئے عہد و پیمان سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، میں تو فرشتوں کو آسمان سے اترتے دیکھ رہا ہوں، جنھیں تم نہیں دیکھ رہے ہو اور مجھے ڈر ہے کہ اللہ اس عذاب میں مجھے بھی گرفتار نہ کر دے۔

وَ اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ : شیطان نے کافروں سے یہ ساری باتیں کیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ١٢٠] ''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔''

شیطان کا اعمال بد کو مزین کر کے دکھانے والا معاملہ صرف کافروں کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی ایسے جال میں پھنسانا اس کی فطرت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے ہر ایک کی گردن کے پیچھے گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ پڑھ کر پھونک دیتا ہے کہ ابھی بہت رات باقی ہے، مزے سے سوئے رہو۔ پھر اگر وہ شخص بیدار ہوا اور اس نے اللہ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے وضو کر لیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے، پھر اگر اس نے نماز پڑھ لی تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اور وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ ہشاش بشاش اور دل شاد ہوتا ہے، ورنہ صبح کو بد باطن اور سست مزاج اٹھتا ہے۔'' [بخاري، كتاب التهجد، باب عقد الشيطان على قافية ...... الخ : ١١٤٢]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ برابر صبح تک سوتا رہا، نماز کے لیے نہیں اٹھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان نے اس کے کان میں پیشاب کر دیا ہے۔'' [بخاري، كتاب التهجد، باب إذا نام و لم يصل بال الشيطان في أذنه : ١١٤٤]

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ : یعنی جب اسے فرشتوں کی صورت میں امداد الٰہی نظر آئی تو ایڑیوں کے بل بھاگ کھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ان لشکروں کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا: ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٩] ''جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾ [الأنفال : ١٢] ''جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ

ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔‘‘

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

’’جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

مدینہ کے منافق اور یہودی کہتے تھے کہ مسلمان اپنے دینی جوش میں دیوانے ہو گئے ہیں، بھلا ان کی اس مٹھی بھر بے سروسامان جماعت کا قریش جیسی زبردست طاقت سے ٹکر لینے کے لیے تیار ہو جانا دیوانگی نہیں تو کیا ہے؟ یہ لوگ پتا نہیں کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، جب کہ ہمیں تو اس معرکہ میں تباہی یقینی نظر آ رہی ہے اور سب کچھ دیکھتے بھالتے یہ لوگ اپنی موت کو دعوت دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیوانے مسلمان نہیں، بلکہ یہ خود ہیں، جو یہ بات نہیں سمجھتے کہ جو شخص اللہ پر بھروسا کر لیتا ہے تو اللہ ضرور اس کی مدد کرتا ہے، وہ مدد کرنے پر غالب ہے اور ایسے سب طریقے خوب جانتا ہے۔

ممکن ہے کہ اس آیت میں غزوۂ احد یا غزوۂ احزاب یا کسی اور غزوہ کی طرف اشارہ ہو، کیونکہ غزوۂ بدر کے زمانہ میں منافقین نہیں تھے، بلکہ منافقین غزوۂ بدر کے بعد وجود میں آئے، جیسا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، لمبی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار کے ساتھ بدر کے مقام پر جنگ ہوئی اور اس جنگ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کرا دیا، تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور دیگر مشرکین و بت پرست، جو اس کے ساتھ تھے، آپس میں کہنے لگے، یہ معاملہ (یعنی اسلام) تو غالب آ گیا ہے (اب ایمان لے آنے ہی میں عافیت ہے)، لہٰذا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے (بظاہر) اسلام قبول کر لیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لتسمعن من الذین ...... الخ ﴾ : ۴۵۶۶]

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۚ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

’’اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں۔ اور جلنے کا عذاب چکھو۔ یہ اس کے بدلے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لیے کہ یقیناً اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔‘‘

اللہ نے فرمایا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! اگر آپ اس حالت کو دیکھ لیں جب فرشتے کفار کی روحیں قبض کر رہے ہوتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ ایک ہولناک اور دہشت ناک منظر ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ واقعۂ بدر کے سیاق میں ہے، لیکن یہ ہر کافر کے حق میں عام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اسے اہل بدر کے ساتھ خاص نہیں کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ''اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۲۷، ۲۸] ''تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک تفصیلی حدیث مروی ہے، جس میں مومن و کافر کی جان کنی کا منظر پیش کیا گیا ہے، کافر سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کے وقت ملک الموت جب کافر کے پاس آتا ہے تو اس کی روح سے کہتا ہے، اے خبیث نفس! نکل اپنے اللہ کی ناراضی اور غضب کی طرف، تو (یہ سن کر) روح اس کے جسم میں چھپتی پھرتی ہے۔ تو ملک الموت اسے اس کے جسم سے اس طرح نکالتا ہے جس طرح گیلی اون سے لوہے کی سلاخ کو نکال لیا جاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۲۸۷/۴، ۲۸۸، ح : ۱۸۵۶۱]

وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ : یعنی وہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا، کیونکہ وہ تو عادل حاکم ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ غنی وحمید کی ذات بابرکات اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے، جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام قرار دے رکھا ہے اور اسے تمھارے لیے بھی حرام ٹھہرایا ہے، لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔'' [مسلم، کتاب البر و الصلة ، باب تحريم الظلم : ۲۵۷۷]

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

''(ان کا حال) فرعون کی آل اور ان لوگوں کے حال کی طرح (ہوا) جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا۔ بے شک اللہ بہت قوت والا، بہت سخت عذاب والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں شریک ہونے والے کافروں کا انجام بد بیان کرنے کے بعد اب یہاں یہ بتایا کہ کافر

قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ اور ہر دور میں یہی برتاؤ رہا ہے۔ جس طرح ان کافروں کا انجام بد ہوا اسی طرح ان سے پہلے فرعونیوں اور دوسرے کافروں کا انجام برا ہوتا رہا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۵۳﴾

''یہ اس لیے کہ بے شک اللہ کبھی وہ نعمت بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر کی ہو، یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے اور اس لیے کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم کفران نعمت کا راستہ اختیار کر کے اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض کر کے اپنے احوال و اخلاق کو نہیں بدل لیتی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں کا دروازہ بند نہیں فرماتا، گویا وہ جو نعمت کسی کو دیا کرتا ہے تو اس سے کسی گناہ کے ارتکاب کے سبب محروم بھی کر دیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴾ [الرعد : ۱۱] ''بے شک اللہ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَ كُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

''(ان کا حال) فرعون کی آل اور ان لوگوں کے حال کی طرح (ہوا) جو ان سے پہلے تھے، انھوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا تو ہم نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ہم نے فرعون کی آل کو غرق کیا اور وہ سب ظالم تھے۔''

اس کا تعلق اوپر کی آیت سے ہے، یعنی جیسا کہ فرعونیوں اور ان سے پہلے کے کافروں نے کیا، انھوں نے اپنے رب کی آیتوں کی تکذیب کی اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا غلط استعمال کر کے گناہوں کے مرتکب ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ نعمتیں چھین لیں، جو انھیں باغات، چشموں، کھیتیوں، خزانوں، نفیس مکانوں اور آرام کی ان چیزوں کی صورت میں عطا کی تھیں جن میں وہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ انھیں ہلاک کر دیا اور فرعونیوں کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اس کے بارے میں اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔

﴿ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ ﴾

’’بے شک سب جانوروں سے برے اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔‘‘

”شَرُّ النَّاسِ“ (لوگوں میں سب سے بدتر) کے بجائے انھیں ”شَرُّ الدَّوَآبِّ“ (جانوروں میں سے بدتر) کہا گیا ہے۔ ”دَوَابٌّ“ کا لفظ اگرچہ لغوی معنی کے لحاظ سے انسانوں اور چوپایوں دونوں پر بولا جاتا ہے، لیکن عام طور پر اس کا استعمال چوپایوں کے لیے ہوتا ہے۔ گویا کافروں کا تعلق انسانوں سے ہے ہی نہیں، کفر کا ارتکاب کر کے وہ جانور، بلکہ جانوروں میں بھی سب سے بدتر جانور بن گئے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اُولٰٓىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴾ [البينة : ۶، ۷] ’’بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔‘‘

﴿ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ ﴾

’’وہ جن سے تو نے عہد باندھا، پھر وہ اپنا عہد ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے۔‘‘

یہ ان کافروں ہی کی ایک عادت بیان کی گئی ہے کہ ہر بار نقض عہد کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے عواقب سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کو مراد لیا ہے جن سے رسول اللہ ﷺ کا یہ معاہدہ تھا کہ وہ کافروں کی مدد نہیں کریں گے، لیکن انھوں نے اس کی پاسداری نہیں کی۔

﴿ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ ﴾

’’پس اگر کبھی تو انھیں لڑائی میں پا ہی لے تو ان (پر کاری ضرب) کے ساتھ ان لوگوں کو بھگا دے جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔‘‘

یہود بنی قریظہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اگر یہ لوگ جنگ میں پکڑ لیے جائیں تو انھیں ایسی کاری ضرب لگایے اور ایسی سزا دیجیے کہ جو دوسرے دشمنانِ اسلام گھات لگائے بیٹھے ہیں وہ ڈر کے مارے بھاگ جائیں اور یہ یہود ان کے لیے نشانِ عبرت بن جائیں، رسول اکرم ﷺ نے اس حکم الٰہی پر کیسے عمل کیا، احادیثِ نبوی میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خندق سے لوٹے اور ہتھیار اتار کر غسل کیا، تو اسی وقت جبریل علیہ السلام آن پہنچے، ان کا سر غبار آلود تھا، کہنے لگے: ’’آپ نے ہتھیار اتار دیے؟

اللہ کی قسم ! میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''اب کہاں کا ارادہ ہے؟'' انھوں نے ایک طرف اشارہ کیا، یعنی بنو قریظہ کی طرف، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف نکلے۔ [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب الغسل بعد الحرب والغبار : ۲۸۱۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ احزاب سے واپس آئے، تو آپ نے منادی کی: ''تم میں سے کوئی شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ کے محلہ میں۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب...... الخ : ٤١١٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنو قریظہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو کر قلعے سے نیچے اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ وہ گدھے پر بیٹھ کر تشریف لائے۔ جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار یا (فرمایا) اپنے بزرگ کو لو (یعنی اسے نیچے اتارو)۔'' پھر آپ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ''یہ بنو قریظہ تمھارے فیصلے پر راضی ہوئے ہیں (اب تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟)'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جو کافر لڑائی کے قابل ہیں انھیں قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد اور عورتیں قید کی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ کا حکم تھا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرجع النبي ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ٤١٢١]

وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝۵۸

ربع

''اور اگر کبھی تو کسی قوم کی جانب سے کسی خیانت سے فی الواقع ڈرے تو (ان کا عہد) ان کی طرف مساوی طور پر پھینک دے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ کوئی بھی قوم جس سے تمھارا معاہدۂ امن ہو چکا ہو، خواہ وہ تمھاری ریاست کے اندر ہو یا باہر ہو اور اس قوم سے تمھیں عہد شکنی یا دغا بازی کا خطرہ پیدا ہو جائے تو تم اس کے خلاف کوئی خفیہ کارروائی یا سازش نہیں کر سکتے۔ ایسی صورت میں تمھیں علی الاعلان اس قوم پر واضح کر دینا چاہیے کہ اب ہمارا تمھارا معاہدہ ختم ہے، تاکہ وہ کسی دھوکے میں نہ رہیں اور تم پر عہد شکنی کا الزام نہ رہے۔ اس کی مثال یہ واقعہ ہے، جسے سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سرزمین روم کی طرف کوچ کر رہے تھے، جبکہ آپ کے اور ان کے مابین ایک معاہدہ تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ ان کے قریب پہنچ جائیں اور جب معاہدے کی مدت ختم ہو تو (اچانک) ان پر حملہ کر دیں، تو انھوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ایک سواری پر سوار ہیں اور کہہ رہے ہیں، اللہ اکبر، اللہ اکبر! وعدہ وفا کرنا ہے، بے وفائی نہیں کرنی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس کا کسی قوم کے ساتھ کوئی عہد ہو تو جب تک مدت گزر نہ جائے،

اس معاہدے کو ختم نہ کرے اور نہ کوئی نیا معاہدہ کرے، یہاں تک کہ اس وعدے کی مدت پوری ہو جائے، یا ان کا عہد برابری کی بنیاد پر انھی کی طرف پھینک دے۔'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ حدیث پہنچی تو واپس آ گئے، حدیث بیان کرنے والے یہ بزرگ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ [مسند أحمد : ۱۱۱/٤، ح : ۱۷۰۱۷۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الإمام یکون بینه وبین العدو عهد فیسیر نحوه : ۲۷۵۹۔ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الغدر: ۱۵۸۰]

البتہ اگر معاہدہ کی خلاف ورزی فریق ثانی کی طرف سے ہو تو پھر ایسے اعلان کی ضرورت نہیں، فریق ثانی کی بدعہدی ہی کو اعلانِ جنگ سمجھا جائے گا۔ اس کی مثال یہ واقعہ ہے کہ صلح حدیبیہ کی رو سے مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان میعادی معاہدۂ امن ہوا۔ بنو بکر مشرکین مکہ کے حلیف تھے اور بنو خزاعہ مسلمانوں کے۔ قریش مکہ نے بنو بکر کی حمایت کرتے ہوئے علانیہ بنو خزاعہ کی خوب پٹائی کی۔ بنو خزاعہ کے آدمی فریادی بن کر مدینہ پہنچے، اس عہد شکنی کا اعتراف قریش کو بھی تھا، کیونکہ اس کے بعد ابو سفیان تجدید عہد کے لیے مدینہ پہنچا، لیکن اس کی اس درخواست کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا اور بالآخر قریش کی یہی عہد شکنی اور غداری مکہ پر چڑھائی اور اس کی فتح کا سبب بنی۔

وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝۵۹

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔''

یہاں وہ کفار قریش مراد ہیں جو میدانِ بدر میں جان بچا کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے کہ وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ اللہ کی گرفت سے نکل گئے ہیں۔ اللہ کی گرفت سے کون نکل سکتا ہے، اسے کون عاجز بنا سکتا ہے؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾ [النور : ۵۷] ''تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔''

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰

''اور ان کے (مقابلے کے) لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کر سکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنھیں تم نہیں جانتے، اللہ انھیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں مسلمانوں کو صریح طور پر حکم دیا ہے کہ وہ دشمنانِ دین کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری جنگی تیاری کریں اور اس بارے میں کبھی غافل نہ ہوں۔ اس کی عظیم حکمت یہ بتائی کہ جب دشمنانِ اسلام کو معلوم ہو گا کہ مسلمان پوری طرح تیار ہیں، اگر جنگ کی نوبت آ گئی تو وہ ہمارا صفایا کر دیں گے تو ان پر رعب طاری رہے گا اور مسلمانوں پر دست درازی سے باز رہیں گے اور چونکہ جنگی تیاری اور جدید ترین اسلحہ کی صفت بغیر زر کثیر کے وجود میں نہیں آ سکتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس راہ کے اخراجات کو ''انفاق فی سبیل اللہ'' سے تعبیر کیا اور بتایا کہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ آج مسلمان ذلت و مغلوبیت کا شکار ہیں، تو اس کا سبب جہاں ایمان و عمل کی کمی ہے، وہاں یہ سبب بھی ہے کہ وہ اسلحہ سازی اور جنگی تیاریوں میں دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت ہی پیچھے ہیں۔ ہر مسلمان ملک ہتھیاروں کے لیے کاسۂ گدائی لے کر دوسری قوموں کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور وہ قومیں انھیں صرف دفاعی ہتھیار دینے پر راضی ہوتی ہیں۔ وہ کبھی نہیں چاہتیں کہ مسلمان اس پوزیشن میں آ جائیں کہ وہ اللہ اور رسول کے ان دشمنوں پر حملہ کر سکیں کہ جنھوں نے بہت سے ممالک میں مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ : سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ منبر پر تشریف فرما تھے، آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ ﴾ پھر فرمایا: ''خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔'' [مسند أحمد : ۱۵۷/٤، ح : ۱۷٤٤۲۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه …… الخ : ۱۹۱۷]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ''رَمْیٌ'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جو اس زمانے کے ہر اس ہتھیار پر بھی صادق آئے گا، جسے دشمن کی طرف سیکڑوں میل کی مسافت سے پھینک کر دشمن کی صفوں اور اس کے شہروں میں تباہی لائی جاتی ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس آیت کریمہ اور مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر جہادی تیاری پر پورا دھیان دینا چاہیے۔

مسلمانوں کی جہادی تربیت اور سامان حرب کے استعمال اور فراہمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلچسپیوں کا اندازہ درج ذیل احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا، ایک تیر کو بنانے والا، جو اسے خیر (جہاد) کی نیت سے بنائے، دوسرا تیر چلانے والا اور تیسرا مجاہد کو تیر فراہم کرنے والا۔'' نیز آپ نے فرمایا: ''اور تم تیر انداز بنو، شہسوار بنو، تاہم تمھارا تیر اندازی کرنا شہسواری کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ ہر وہ چیز جس سے انسان کھیل کود کرے وہ باطل و بے فائدہ ہے، سوائے اپنے گھوڑے کو تربیت دینے، اپنی بیوی سے دل لگی کرنے اور کمان سے تیر پھینکنے کے کہ یہ درست اور حق ہے اور جو شخص نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دیتا ہے وہ اپنے فن سے کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الجهاد، باب في الرمي : ۲۵۱۳۔ نسائي، كتاب الجهاد، باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله : ۳۱٤۸]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب کئی ملک تمھارے ہاتھ پر فتح ہوں گے اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی نصرتوں سے نواز دے گا، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص اس چیز سے عاجز نہ آئے کہ اپنے تیروں سے کھیلے۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه ...... الخ : ۱۹۱۸]

عامر بن سعد اپنے باپ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سعد کو تیر پکڑاؤ، اللہ تیرے تیروں کو ہدف پر پہنچائے۔ سعد! تیر چلاؤ، تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' [مستدرك حاكم : ۹٦/۲، ح : ۲٤۷۲۔ ترمذی، كتاب المناقب، باب ارم فداك أبي و أمي : ۳۷۵۳۔ بخاری، كتاب المغازی، باب ﴿ إذ همت...... الخ ﴾ : ٤۰۵۵]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کی جانب تشریف لے گئے، وہ لوگ (اس وقت سوق نامی جگہ میں) باہم تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے، آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''اے اسماعیل (علیہ السلام) کے بیٹو! نشانہ بازی کا شغل جاری رکھو! تمھارے باپ بھی ماہر نشانہ باز تھے۔ نشانہ لگاؤ! میں بھی فریقین میں سے فلاں گروہ کی طرف سے نشانہ لگانے میں شریک ہوتا ہوں۔'' اس کے بعد دوسرے گروہ کے لوگ تیر اندازی کرنے سے رک گئے۔ آپ نے فرمایا: ''تیر کیوں نہیں چلاتے؟'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ فلاں گروہ کے ساتھ ہیں، اس حالت میں ہم کیسے تیر پھینکیں؟ آپ نے فرمایا: ''اچھا تیر اندازی جاری رکھو، میں دونوں کے ساتھ ہوں۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب التحريض على الرمي ...... الخ : ۲۸۹۹]

سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر چلایا اور وہ دشمن کو لگا یا نہ لگا، تیر انداز کو بہر حال ایک گردن آزاد کرنے کے برابر اجر ملے گا، نیز جس نے مومن کو آزاد کیا تو وہ اس کے ایک ایک عضو کو جہنم سے بچانے کا باعث بنے گا اور جو شخص اللہ کے راستے میں بڑھاپے کو پہنچا تو قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگا۔'' [نسائی ، كتاب الجهاد، باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله : ۳۱٤۷۔ ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل من شاب شيبة في سبيل الله : ۱٦۳۵۔ مسند أحمد : ۳۸٦/٤، ح : ۱۹٤۵٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے نشانہ بازی سیکھی، پھر اس کو بھلا دیا تو وہ ہم میں سے نہیں'' یا فرمایا: ''اس نے نافرمانی کی۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الرمي والحث عليه ...... الخ : ۱۹۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حبشی صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد کے اندر) اپنے بھالوں سے کھیل رہے تھے، (وہ مختلف کرتب دکھا رہے تھے کہ) اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے، وہ کنکریاں اٹھا کر ان کو مارنے

لگے، مگر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عمر! انھیں چھوڑ دو (یعنی کھیلنے دو)۔“ [مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصۃ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ فی أیام العید : ۸۹۳۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب اللھو بالحراب و نحوھا : ۲۹۰۱]

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴾ [العادیات : ۱ تا ۵] ”قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں! پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں! پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں! پھر اس کے ساتھ غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدۂ (ثواب) کی تصدیق کرتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑا پالا تو اس کے گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب و لید سب قیامت کے دن نیکیوں کے ترازو میں رکھ کر تولا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الجہاد، باب من احتبس فرسًا فی سبیل اللہ : ۲۸۵۳]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے مروڑتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا: ”قیامت تک کے لیے خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانی کے ساتھ بندھی ہوئی ہے، یعنی اجر و ثواب اور مال غنیمت۔“ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب فضیلۃ الخیل و أن الخیر معقود بنواصیھا : ۱۸۷۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام ”عضباء“ تھا، تیز چلنے میں اس اونٹنی سے کوئی دوسری اونٹنی سبقت نہیں لے جا سکتی تھی، پھر ایک دیہاتی مدینہ میں آیا اور اس کے پاس ایک اصیل اونٹنی تھی اور یہ اونٹنی دوڑ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو یہ بات بڑی ناگوار گزری، مگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا: ”یہ اللہ پر حق ہے کہ وہ دنیا میں جس چیز کو بھی عروج حاصل ہو، اسے زوال دے۔“ [بخاری، کتاب الجہاد، باب ناقۃ النبی ﷺ ...... الخ : ۲۸۷۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھڑ دوڑ کرائی، جو گھوڑے سبک رفتار تھے انھیں آپ نے مقام حیفا، یا حفیا سے ثنیۃ الوداع تک دوڑایا اور جو سبک رفتار نہیں تھے، انھیں ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق تک۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس مسابقت میں، میں بھی بطور ایک سوار شامل تھا اور میں تمام سواروں پر سبقت لے گیا اور میرا گھوڑا تو مسجد بنی زریق کی دیوار کو بھی پھاند کر آگے نکل گیا۔ [مسند أحمد : ۲/۵، ح : ۴۴۸۶۔ أبو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی السبق : ۲۵۷۵۔ نسائی، کتاب الخیل، باب إضمار الخیل للسبق : ۴۶۱۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”گھوڑا تین قسم کے لوگ پالتے ہیں۔ ایک کے لیے یہ اجر کا ذریعہ ہے، دوسرے کے لیے باعث پردہ ہے اور تیسرے کے لیے باعث گناہ ہے۔ باعث اجر اس کے لیے جس

نے اسے اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے باندھا اور چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی دراز کیے رکھی۔ گھوڑے نے اپنی رسی کی اس درازی کے ساتھ چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھایا، وہ اس گھوڑے کے مالک کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر اس نے اپنی رسی تڑوالی اور وہ ایک یا دو ٹیلوں پر چڑھ گیا، تو اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید وغیرہ بھی اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی اور اگر گھوڑے نے کسی نہر کے پاس سے گزرتے ہوئے پانی پی لیا، خواہ گھوڑے کے مالک نے اسے پانی پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو، تو بھی وہ اس کے لیے نیکیاں بن جائیں گی۔ الغرض، یہ گھوڑا اس شخص کے لیے باعث اجر ہے اور دوسرا وہ شخص جس نے لوگوں سے بے پروا رہنے اور لوگوں (کے سامنے سوال کرنے) سے بچنے کے لیے گھوڑا باندھا اور اس کی گردن اور پشت کے بارے میں وہ اللہ کے حق کو نہ بھولا تو یہ اس کے لیے باعث پردہ ہوگا اور اگر کسی نے اسے فخر، ریا کاری اور مسلمانوں کی دشمنی کے لیے باندھا تو ایسے شخص کے لیے باعث گناہ ہوگا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فمن يعمل مثقال ذرة خيرًا يره ﴾ : ۴۹۶۲۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب إثم مانع الزکوة : ۹۸۷]

تُرۡهِبُوۡنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمۡ وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ : "وَاٰخَرِيۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ" سے مراد منافقین ہیں جو مدینہ میں پائے جاتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ؕ وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ ۛ مَرَدُوۡا عَلَى النِّفَاقِ ۟ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ ﴾ [التوبة : ۱۰۱] "اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے اردگرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔"

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَيۡءٍ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ : یعنی جہاد کے لیے تم جو بھی خرچ کرو گے تو اس کا تمھیں پورا پورا ثواب دیا جائے گا، جیسا کہ قبل ازیں اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی یہ بات بیان ہو چکی ہے: ﴿ مَثَلُ الَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنۡۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِيۡ كُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱] "ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۶۱﴾

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تو بھی اس کی طرف مائل ہو جا اور اللہ پر بھروسا کر۔ بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

بھرپور جنگی تیاری کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ دشمن مرعوب ہو کر صلح کی پیش کش کریں گے، اگر ایسا موقع آئے تو جنگی

صلاحیت ہونے کے باوجود مسلمانوں کو صلح پر آمادہ ہونے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے اس طرح وہ ایمان لانے کا سوچیں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور مسلمان صلح کرتے ہوئے اللہ پر بھروسا کریں، تا کہ کافروں کے مکر و فریب سے اللہ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مصالحت کے وقت یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو کوئی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارا کوئی آدمی تمھارے پاس آ جائے تو تم اسے ہمارے پاس واپس لوٹا دو گے۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو شخص ہم میں سے ان کے پاس چلا جائے گا اسے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیا ہے اور ان میں سے جو ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور کشائش اور کوئی راستہ نکال دے گا۔'' [مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب صلح الحديبية : ۱۷۸٤۔ مسند أحمد : ۲٦۸/۳، ح : ۱۳۸۳٤]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کے متعلق ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں، اس میں ہے کہ یہ وہ (دستاویز) ہے جس پر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سہیل بن عمرو سے صلح کی ہے (کہ دس سال جنگ بند رہے گی)۔
[بخاری، كتاب الشروط، باب الشروط فى الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۶۲﴾

''اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے دھوکا دیں تو بے شک تجھے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔''

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کافر صلح کے ذریعے مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہیں گے تو تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، اللہ پر بھروسا رکھیں، یقیناً اللہ دشمن کے فریب سے بھی محفوظ رکھے گا اور وہ آپ کو کافی ہے، لیکن صلح کی یہ اجازت ایسے حالات میں ہے جب مسلمان کمزور ہوں اور صلح میں اسلام اور مسلمانوں کا مفاد ہو۔ لیکن جب معاملہ اس کے برعکس ہو، مسلمان قوت و وسائل میں ممتاز ہوں اور کافر کمزور اور ہزیمت خوردہ تو اس صورت میں صلح کے بجائے کافروں کی قوت و طاقت کو توڑنا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے۔''

وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

''اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان

الفت نہ ڈال سکتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنوں پر جو احسانات فرمائے، ان میں سے ایک بڑے احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ نبی ﷺ کی مومنین کے ذریعے سے مدد فرمائی، وہ آپ کے دست و بازو اور محافظ و معاون بن گئے۔ مومنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے درمیان پہلے جو عداوت تھی، اسے محبت و الفت میں تبدیل کر دیا۔ پہلے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، اب ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے۔ پہلے ایک دوسرے کے دلی دشمن تھے، اب آپس میں رحیم و شفیق ہو گئے۔ صدیوں پرانی باہمی عداوتوں کو اس طرح ختم کر کے باہم پیار اور محبت پیدا کر دینا، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی اور اس کی قدرت و مشیت کی کارفرمائی تھی، ورنہ یہ ایسا کام تھا کہ دنیا بھر کے خزانے بھی اس پر خرچ کر دیے جاتے تب بھی یہ گوہر مقصود حاصل نہ ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کی غنیمتوں میں سے جب رسول اللہ ﷺ نے انصار کو کچھ نہ دیا اور انھیں اس کا ملال ہوا تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: ''اے گروہ انصار! کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں میری وجہ سے ہدایت بخشی؟ اور کیا تم اختلاف و انتشار میں مبتلا نہیں تھے، پھر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں متفق اور متحد کر دیا اور تم فقیر تھے تو میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں دولت مند بنا دیا؟'' آپ اس سلسلے میں جب بھی کوئی بات کرتے تو انصار جواب میں کہتے کہ یقیناً اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان : ۴۳۳۰۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفۃ قلوبہم علی الإسلام وتصبر من قوی إیمانہ : ۱۰۶۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنہ لا یدخل الجنۃ إلا المؤمنون ...... الخ : ۵۴]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ

اس کا بعض حصہ بعض کو تقویت دیتا ہے۔'' پھر آپ نے (تفہیم مثال کے لیے) ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں۔[بخاری، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضًا : ۶۰۲۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم : ۲۵۸۵]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم دیکھو گے کہ مومن آپس میں رحم و کرم، محبت اور مہربانی کے معاملہ میں ایک جسم کے مانند ہیں۔ جب بدن کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا بدن تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایسے کہ نیند اڑ جاتی ہے اور جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس و البهائم : ۶۰۱۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ۲۵۸۶]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں کہ اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ۲۵۸۶/۶۷]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ۶۴ ع

''اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور ان مومنوں کو بھی جو تیرے پیچھے چلے ہیں۔''

یعنی اکیلا اللہ ہی آپ کے لیے اور آپ کے پیروکار مومنوں کے لیے کافی ہے۔ اب اللہ کے علاوہ آپ کو کسی اور کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر میں ایک بڑی غلطی کھائی ہے اور کہا ہے کہ اللہ اور مومنین آپ کے لیے کافی ہیں۔ یہ معنی سراسر غلط ہیں، اس لیے کہ توکل، تقویٰ اور عبادت کی طرح ''کفایت'' بھی اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ جہاں تک تائید کا تعلق ہے تو اللہ اپنے نبی کی تائید کبھی خود کرتا ہے اور کبھی مومنوں کے ذریعے کراتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب اہل توحید اور متوکلین نے صرف اللہ کو اپنے لیے کافی مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ''وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں جامع باتیں دے کر بھیجا گیا ہوں اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے اور میں سو رہا تھا کہ زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں میرے پاس لائی گئیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (اس حدیث کو بیان کر کے) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو (دنیا سے) تشریف

لے گئے اور اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قول النبی ﷺ : نصرت بالرعب مسيرة شهر : ۲۹۷۷]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک زمانہ آئے گا کہ مسلمانوں کی فوج جنگ کرے گی، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا فوج میں ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں، تو ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا، پوچھا جائے گا کہ کیا ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کی صحبت اٹھائی ہو (یعنی تابعی)؟ تو کہا جائے گا ہاں! تو ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔ اس کے بعد ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں ایسے بزرگ بھی ہیں جنھوں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے شاگردوں کی صحبت اٹھائی ہو؟ کہا جائے گا کہ ہاں اور ان سے فتح کی دعا کروائی جائے گی۔''
[بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من استعان بالضعفاء والصالحين فی الحرب : ۲۸۹۷]

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵

''اے نبی! ایمان والوں کو لڑائی پر ابھار، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں تو ان میں سے ہزار پر غالب آئیں جنھوں نے کفر کیا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔''

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ : '' تَحْرِيْضٌ '' کے معنی ہیں ترغیب میں مبالغہ کرنا، یعنی خوب رغبت دلانا اور شوق پیدا کرنا۔ چنانچہ اس آیت کے مطابق نبی ﷺ جنگ سے قبل صحابہ کو جنگ کی رغبت دیتے اور اس کی فضیلت بیان کرتے۔ ابوبکر بن ابوموسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، وہ اس وقت دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک جنت تلواروں کے سایوں تلے ہے۔'' یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تم نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ہاں! اس پر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا، اس نے انھیں الوداعی سلام کہا اور پھر اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی، وہ ننگی تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اور

اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کون اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسے (ہمیشہ) روزہ رکھنے والا اور (ہمیشہ رات کو) قیام کرنے والا آدمی اور اللہ نے اپنے راستہ میں جہاد کرنے والے کو اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اس نے اسے (میدان جہاد میں) وفات دے دی تو وہ اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اسے اجر یا غنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس لوٹائے گا۔" [بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله ...... الخ : ٢٧٨٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میدانِ بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے، پھر بعد ازاں مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: "جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔" جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔" اس پر عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے یہ کیوں کہا ہے کہ بہت خوب، بہت خوب؟" انھوں نے عرض کی، اس امید سے کہ اللہ مجھے بھی اہل جنت میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: "تم اہل جنت میں سے ہو۔" عمیر رضی اللہ عنہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر کہنے لگے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی تو لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں انھوں نے وہ سب پھینک دیں اور پھر مشرکین سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ١٩٠١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو۔ یہ سب جنتوں کے درمیان ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔" [بخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ٢٧٩٥]

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۶۶

"اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

يَغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ ﴾ ''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں'' تو یہ آیت مسلمانوں پر بہت شاق گزری، (اس لیے کہ اس کے ذریعے) ان پر یہ فرض کر دیا گیا کہ ایمان والا ایک بھی ہو تو وہ دس کافروں کے مقابلہ میں بھی راہِ فرار اختیار نہ کرے۔ تاہم بعد ازاں تخفیف آ گئی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلۡـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنۡكُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِيۡكُمۡ ضَعۡفًا ؕ فَاِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ ﴾ ''اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آئیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ألئن خفف الله عنکم ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٣]

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتّٰى نَعۡلَمَ الۡمُجٰهِدِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ ۙ وَنَبۡلُوَا۟ اَخۡبَارَكُمۡ ﴾ [محمد : ٣١] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ اِذَآ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ ؕ اُولٰٓٮِٕكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ‌ وَاُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ﴾ [البقرة : ١٥٥ تا ١٥٧] ''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ ؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴾ [البقرة : ٢١٤] ''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَـنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ﴾ [آل عمران : ١٤٢] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔''

مَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗۤ اَسۡرٰى حَتّٰى يُثۡخِنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ تُرِيۡدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنۡيَا ‌ۖ وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝۶۷

’’کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

غزوۂ بدر میں ستر (۷۰) کافر مارے گئے اور ستر (۷۰) ہی قیدی بنا لیے گئے۔ یہ کفر و اسلام کا چونکہ پہلا معرکہ تھا اس لیے قیدیوں کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کیا جائے؟ ان کی بابت احکام پوری طرح واضح نہیں تھے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے ان ستر (۷۰) قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں باتوں کی گنجائش تھی۔ اسی لیے دونوں ہی باتیں زیرِ غور آئیں، لیکن بعض دفعہ جواز و عدمِ جواز سے قطع نظر حالات و ظروف کے اعتبار سے زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں بھی ضرورت زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی تھی، لیکن جواز کو سامنے رکھتے ہوئے کم تر صورت اختیار کر لی گئی، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤] ’’تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (غزوۂ بدر میں) جب قیدی گرفتار کر لیے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشاورت فرمائی: ’’ان قیدیوں سے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟‘‘ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے نبی! یہ ہمارے چچا زاد بھائی اور خاندان ہی کے لوگ ہیں، سو میری رائے تو یہ ہے کہ ان سے فدیہ لے لیا جائے، تاکہ (اس رقم سے) کفار کے مقابلہ میں ہمیں قوت حاصل ہو اور کیا عجب کہ اللہ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے ابن خطاب! تمھاری کیا رائے ہے؟‘‘ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میری رائے ابوبکر کی رائے کے موافق نہیں ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کیجیے، تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں، عقیل کو علی کے حوالے کیجیے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دیں اور میرے حوالے فلاں کو کیجیے، تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں، اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے سرغنے اور اس کے سردار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے لی اور میری رائے نظر انداز کر دی، پھر جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میں آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے بھی بتائیے آپ اور آپ کے دوست کیوں رو رہے ہیں، تاکہ اگر مجھے رونا آئے تو میں بھی روؤں، وگرنہ کم از کم آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’میں اس فیصلے کی مشاورت کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمھارے ساتھیوں نے قیدیوں کے فدیہ لے کر چھوڑنے کے سلسلہ میں مجھے دی تھی۔ اب میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ

قریب تھا۔‘‘ اور آپ کے قریب ایک درخت تھا اور اللہ عزوجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں : ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۞ لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [الأنفال: ٦٧ تا ٦٩] ’’کبھی کسی نبی کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خون بہا لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے۔‘‘ الغرض، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔ [مسلم، کتاب الجهاد، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر و إباحة الغنائم : ۱۷٦۳]

لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞

’’اگر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی بات نہ ہوتی، جو پہلے طے ہو چکی تو تمھیں اس کی وجہ سے جو تم نے لیا بہت بڑا عذاب پہنچتا۔‘‘

یہاں ’’كِتٰبٌ‘‘ سے مراد لوح محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات پہلے سے تھی جو لوح محفوظ میں بھی لکھی ہوئی تھی کہ امت مسلمہ کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا جائے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، ورنہ فدیہ لے کر کفار قریش کو آزاد کرنے پر اللہ کا عذاب مسلمانوں پر آ ہی جاتا۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖؗ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ ع ۵

’’سو اس میں سے کھاؤ جو تم نے غنیمت حاصل کی، اس حال میں کہ حلال، طیب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔‘‘

جب قیدیوں کو بروقت میدانِ جنگ میں قتل نہ کرنے اور گرفتار کر کے ان کے عوض فدیہ لینے کی بنا پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شک پیدا ہوا کہ یہ مال جو بطورِ فدیہ لیا گیا ہے، شاید حلال و طیب نہ رہا ہو۔ اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ کیونکہ فدیہ کی رقوم بھی اموال غنائم میں شامل تھیں اور فرمایا کہ یہ مال اللہ کا عطیہ ہے، اسے بطیّبِ خاطر استعمال میں لاؤ۔ البتہ جہاد کے سلسلہ میں دنیا کے مال کو اس قدر اہمیت نہیں دینی چاہیے کہ جہاد کا بلند تر مقصد ثانوی حیثیت اختیار کر جائے۔

گویا اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اس امت کے لیے غنیمتیں حلال ہیں، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جسے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ

سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی تھیں: ① ایک مہینے کی مسافت سے دشمن پر رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ ② میرے لیے ساری زمین کو مسجد اور ذریعۂ طہارت بنا دیا گیا ہے۔ ③ میرے لیے غنیمتوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، جبکہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ تھیں۔ ④ مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور ⑤ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التیمم، باب : ۳۳۵۔ مسلم، کتاب الصلوٰة، باب المساجد و مواضع الصلوٰة : ۵۲۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا، اس نبی نے اپنی قوم سے کہا، (اے میری قوم !) میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ جائے جس نے کسی عورت سے حال ہی میں نکاح کیا ہو اور وہ اس کے پاس جانا چاہتا ہو مگر ابھی گیا نہ ہو، نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے مکان بنائے ہوں، لیکن ابھی ان کی چھتیں نہ ڈالی ہوں اور نہ وہ شخص میرے ساتھ جائے جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ جنم دینے کا منتظر ہو۔ الغرض، اس نبی نے جہاد کیا، وہ نماز عصر یا عصر کے وقت کے قریب ایک بستی کے پاس پہنچے۔ اس نبی نے سورج سے کہا، تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں، (پھر اس طرح دعا کی): « اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا » ''اے اللہ! سورج کو ہم پر روک دے۔'' سو سورج روک دیا گیا، یہاں تک کہ اللہ نے اپنے نبی کو فتح عنایت فرمائی، پھر نبی نے مال غنیمت جمع کیا اور آگ لگائی کہ اسے جلا ڈالے، لیکن اس نے اسے نہیں جلایا۔ نبی نے کہا، تم میں خیانت (واقع) ہوئی ہے، لہٰذا ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی مجھ سے بیعت کرے۔ تو اس دوران میں ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گیا۔ نبی نے کہا، خیانت تم میں (واقع) ہوئی ہے، لہٰذا تمھارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے۔ (الغرض جب بیعت ہوئی تو) دو یا تین آدمیوں کے ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چپک گئے۔ نبی نے کہا، خیانت تم میں (واقع) ہوئی ہے۔ پھر وہ لوگ گائے کے سر کے برابر سونے کا سر لائے اور اسے (مال غنیمت میں) رکھ دیا گیا، چنانچہ اب آگ آئی اور اسے جلا گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور ہمارے عجز کو دیکھا تو اموال غنیمت کو ہمارے لیے حلال کر دیا۔'' [بخاری، کتاب الجہاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : أحلت لكم الغنائم : ۳۱۲۴۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب تحليل الغنائم لهذه الأمة خاصة : ۱۷۴۷]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّاۤ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے نبی! تمھارے ہاتھ میں جو قیدی ہیں ان سے کہہ دے اگر اللہ تمھارے دلوں میں کوئی بھلائی معلوم کرے گا تو تمھیں اس سے بہتر دے گا جو تم سے لیا گیا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

یعنی جو فدیہ تم سے لیا گیا ہے، اس سے بہتر تمھیں اللہ تعالیٰ قبول اسلام کے بعد عطا فرما دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، سیدنا عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ جوان قیدیوں میں تھے، وہ مسلمان ہو گئے، تو اس کے بعد اللہ نے انھیں دنیوی مال و دولت سے بھی خوب نوازا۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ انصاری اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔ فرمایا: ''اللہ کی قسم! تم ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔'' [بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ٤٠١٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تو آپ نے فرمایا: ''اسے مسجد میں رکھ دو۔'' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا اب تک کا سب سے زیادہ مال تھا۔ آپ مسجد میں نماز کے لیے تشریف لائے، مگر مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، نماز سے فراغت کے بعد آپ مال کے پاس بیٹھ گئے اور جو مسلمان بھی نظر آیا اسے مال سے نواز دیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! مجھے بھی مال دیجیے کہ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں! لے لو۔'' انھوں نے کپڑا بچھایا اور اسے مال سے اس قدر بھر لیا کہ جب اٹھانا چاہا تو اٹھا نہ سکے، اس پر انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کسی کو حکم دیجیے جو مال اٹھانے میں میری مدد کرے۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے عرض کی، آپ ہی اسے اٹھا کر میرے (کندھے) پر رکھ دیں۔ آپ نے فرمایا: ''یہ بھی نہیں۔'' چنانچہ انھوں نے اس میں سے کچھ مال نکال دیا، اور باقی کو اٹھانے کی کوشش کی (لیکن اب بھی نہ اٹھا سکے)، پھر کہا، یا رسول اللہ! کسی کو میری مدد کرنے کا حکم دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اب بھی انکار کر دیا، تو انھوں نے عرض کی کہ پھر آپ ہی اٹھوا دیجیے، آپ نے اس سے بھی انکار کر دیا، تو عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ مال اور نکال دیا اور پھر اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور چل دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مال کی حرص کی وجہ سے مسلسل انھیں دیکھتے رہے، حتیٰ کہ وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین سے آنے والا یہ سارا مال تقسیم فرما دیا تھا اور جب آپ اٹھے تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب القسمة وتعليق القنو فی المسجد : ٤٢١۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ٣٥٦/٦، ح : ١٣٠٢٨]

وَ اِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

''اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا ارادہ کریں تو بے شک وہ اس سے پہلے اللہ سے خیانت کر چکے ہیں، تو اس نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ اگر یہ مشرکین فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لیں اور بظاہر اسلام کا اعلان کر کے

آپ کو دھوکا دینا چاہیں اور مکہ پہنچ کر اپنے کفر کی طرف لوٹ جائیں تو آپ اس کی پروا نہ کیجیے۔ انھوں نے تو پہلے بھی کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی تو اللہ نے انھیں آپ کا قیدی بنا دیا، اگر انھوں نے پھر ایسا کیا تو دوبارہ ان کا انجام ایسا ہی ہوگا اور انھیں کفر کی ذلت کے ساتھ قید و بند کی ذلت سے بھی دو چار ہونا پڑے گا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، یہ لوگ! ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمھارے لیے ان کی دوستی میں سے کچھ بھی نہیں، یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں تم سے مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے، مگر اس قوم کے خلاف کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

معرکۂ بدر سے متعلق حالات و واقعات کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس دور کے مسلمانوں کو دینی مراتب کے اعتبار سے تین قسموں میں تقسیم کیا ہے، ایک تو وہ جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال کے ذریعے جہاد کیا اور دوسرے انصارِ مدینہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین کو پناہ دی، ان دونوں قسموں کے مسلمانوں کا اللہ کے ہاں بہت اونچا مقام ہے۔ ان کے بارے میں اللہ نے کہا کہ یہ لوگ مدد، دوستی اور وراثت میں ایک دوسرے کے حق دار ہیں، بعد میں ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ کے ذریعے وراثت کا حکم منسوخ ہو گیا اور تیسرے وہ مسلمان ہیں جنھوں نے کافروں کے ساتھ مکہ ہی میں رہنا پسند کیا اور ہجرت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا وہ مقام و مرتبہ نہیں جو مہاجر و انصار کا ہے، ان کے اور مہاجر و انصار کے درمیان کوئی دوستی اور وراثت اللہ نے ثابت نہیں کی، جب تک کہ ہجرت کر کے مدینہ نہ آ جائیں۔ ہاں، اگر یہ لوگ ان کافروں کے خلاف اپنے دین کی حفاظت کے لیے مدد طلب کریں اور مسلمانوں اور ان کافروں کے درمیان پہلے سے کوئی معاہدہ نہ ہو تو مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ : یعنی ان میں سے ہر ایک، دوسرے کا زیادہ حق دار ہے اور اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات قائم فرما دی تھی، یعنی مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا تھا، حتیٰ کہ وراثت میں وہ حقیقی رشتہ داروں سے مقدم سمجھے جاتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے میراث

کے احکام نازل فرما کر اسے منسوخ فرما دیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (قرآن مجید کی آیت) ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ کے متعلق فرمایا کہ (موالی کے معنی) ورثا کے ہیں اور ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ (کا قصہ یہ ہے کہ) مہاجرین جب مدینہ آئے تو مہاجر انصار کا وارث بنتا تھا اور انصاری کے رشتہ داروں کو کچھ نہ ملتا تھا۔ یہ اس مؤاخات کی وجہ سے تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی، پھر جب آیت: ﴿ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ نازل ہوئی تو پہلی آیت: ﴿ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ ﴾ منسوخ ہو گئی، سوائے تعاون اور خیر خواہی کے (یعنی وراثت نہیں ملے گی)۔ البتہ میراث کا حکم (جو انصار و مہاجرین کے درمیان مؤاخات کی وجہ سے تھا) وہ منسوخ ہو گیا اور وصیت جتنی چاہے (تہائی ترکہ میں سے، جسے نافذ کیا جائے گا) کی جا سکتی ہے۔[بخاری، کتاب الکفالة، باب قول الله عزوجل : ﴿ والذين عقدت أيمانكم فأتوهم نصيبهم ﴾ : ۲۲۹۲]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے، مثلاً ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾ [التوبة : ۷۱] "اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ [التوبة : ۱۰۰] "اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [الحشر : ۸، ۹] "(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان

(مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریش میں سے وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ثقیف میں سے وہ لوگ جو آزاد کر دیے گئے، یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں اور مہاجرین و انصار بھی آپس میں ایک دوسرے کے دنیا و آخرت میں دوست ہیں۔" [مسند أحمد : ٤/ ٣٦٣، ح : ١٩٢٤٠۔ ابن حبان : ٧٢٦٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر بار چھوڑ کر مدینہ آنے والے مہاجرین یعنی) قریش اور (مدینہ کے مقامی لوگوں یعنی) انصار کے درمیان (باہم بھائی چارے کا) عہد و پیمان میرے گھر میں کروایا۔ [بخاری، کتاب الکفالۃ، باب قول اللہ عزوجل …… الخ : ٢٢٩٤۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مؤاخاۃ النبی ﷺ …… الخ : ٢٥٢٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کروا دیا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بہت مال دار تھے۔ وہ اپنے (بھائی) عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، انصار جانتے ہیں کہ میں ان میں سب سے زیادہ مال دار ہوں، اس لیے میں اپنا مال آدھا آدھا تقسیم کر دینا چاہتا ہوں (نصف آپ کے لیے اور نصف اپنے لیے)، اسی طرح میری دو بیویاں ہیں، ان دونوں میں سے آپ کو جو اچھی لگے، میں اس کو طلاق دے دوں گا، پھر جب اس کی عدت (کے دن) گزر جائیں، تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کے اہل اور مال و دولت میں برکت فرمائے، مجھے یہ بتلایئے کہ تمھارا بازار کدھر ہے؟ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب إخاء النبی ﷺ بین المهاجرین والأنصار : ٣٧٨٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو مہاجرین کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم جن لوگوں کے پاس آئے ہیں ہم نے آج تک ان جیسی قوم نہیں دیکھی کہ ان میں سے جن کے پاس مال زیادہ ہے وہ ہم پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور جن کے پاس دولت تھوڑی ہے وہ ہماری ہمدردی اور خبر گیری میں کمال دکھاتے ہیں۔ انھوں نے مشکل میں ہمارا ساتھ دیا اور آسانی میں ہمیں اپنے ساتھ شریک کیا۔ اس قدر کہ اب تو ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں آخرت کا سارا ثواب وہی نہ لے جائیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک تم انصار کی تعریف اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو گے، تم سب ان کے اجر میں شریک رہو گے۔" [ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ثناء المهاجرین علی صنیع الأنصار معهم : ٢٤٨٧۔ أبو داؤد، کتاب الأدب، باب فی شکر المعروف : ٤٨١٢]

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ٩٧ تا ١٠٠] ”بے شک وہ لوگ جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، کہتے ہیں تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں ہم اس سرزمین میں نہایت کمزور تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ مگر وہ نہایت کمزور مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ پاتے ہیں۔ تو یہ لوگ، اللہ قریب ہے کہ انھیں معاف کر دے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد معاف کرنے والا، نہایت بخشنے والا ہے۔ اور وہ شخص جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے، وہ زمین میں پناہ کی بہت سی جگہ اور بڑی وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے، پھر اسے موت پا لے تو بے شک اس کا اجر اللہ پر ثابت ہو گیا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی سریہ یا لشکر کا امیر بنا کر روانہ کرتے تو اسے یہ وصیت فرماتے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے ہمراہ مسلمانوں سے خیر و بھلائی کا سلوک کرے، آپ فرماتے: ”اللہ کے راستے میں اللہ کے نام پر جہاد کرو، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑائی کرو۔ تم جہاد کرو، لیکن غنیمت کے مال میں سے چوری نہ کرنا، عہد نہ توڑنا، نہ مثلہ کرنا اور نہ (نابالغ) بچوں کو قتل کرنا اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انھیں دعوت دو کہ وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیں، پھر وہ ان میں سے جونسی بات بھی قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے رک جاؤ۔ انھیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے تسلیم کر لو، پھر انھیں دعوت دو کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کر کے مہاجرین و مسلمانوں کے ملک میں آ جائیں اور انھیں بتاؤ کہ ایسا کرنے سے انھیں بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں۔ اگر وہ انکار کریں اور اپنے ملک ہی میں رہنا پسند کریں تو انھیں بتاؤ کہ اس صورت میں ان کی حیثیت مسلمان اعراب کی سی ہوگی۔ ان پر بھی اللہ کا وہ حکم نافذ ہوگا جو مومنوں پر نافذ ہے۔ اس صورت میں مال فے اور مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، مگر یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انھیں جزیہ ادا کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو تم بھی اسے تسلیم کر لو اور ان سے جنگ کرنے سے باز رہو اور اگر وہ جزیہ

دینے سے بھی انکار کر دیں، تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ان کے خلاف جہاد کرو۔“ [مسلم، کتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث …… الخ : ۱۷۳۱۔ مسند أحمد : ۳۵۲/۵، ح: ۲۳۰۴۲]

وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ اعرابی جنھوں نے ہجرت نہیں کی، جہاد کے لیے اگر تم سے اپنے دشمن کے خلاف مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر واجب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙۚ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۷۵] ”اور تمھیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان کی دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور فرما دے گا۔“ [مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن : ۲۶۹۹]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر نہ ظلم کرے اور نہ ظلم ہونے دے اور جو شخص اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب لا يظلم المسلم المسلم : ۲۴۴۲۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۰]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”باہمی محبت و مودت، لطف و کرم اور رحم و ہمدردی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا بدن بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم : ۲۵۸۶۔ بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۱۱]

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ ﴿۷۳﴾

”اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، اگر تم یہ نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد ہو گا۔“

اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کافروں کو اپنا دوست بنائیں، چاہے وہ قریبی رشتہ دار

ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے کہ کافر کا دوست کافر ہی ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو دوست نہیں رکھیں گے اور کافروں سے قطع تعلق نہیں کریں گے تو بہت بڑے فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ جو مسلمان کمزور ہوں گے وہ کافروں سے مل جائیں گے اور ممکن ہے کہ مرتد ہو جائیں اور اگر مرتد نہ بھی ہوں تو بھی عقیدہ وعمل اور عادات واطوار میں کافروں کا اثر قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر مسلمان اس آیت کے بموجب آپس میں متحد نہیں ہوں گے تو کفار ان کے خلاف سازش کر کے ان پر حملہ آور ہو جائیں گے اور ان کے علاقوں پر قابض ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر آپس میں متحد رہیں گے تو ان کی قوت بڑھتی جائے گی، دوسرے مذاہب کے لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے اور فتنہ وفساد کے بہت سے دروازے از خود بند ہوتے جائیں گے۔

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا۔'' [بخاري، كتاب الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ...... الخ : ٦٧٦٤۔ مسلم، كتاب الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ...... الخ : ١٦١٤]

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔''

یہ مہاجرین وانصار کے انھی دو گروہوں کا تذکرہ ہے، جو پہلے بھی گزرا ہے، یہاں دوبارہ ان کا ذکر ان کی فضیلت کے سلسلے میں ہے، تاکہ اللہ کے نزدیک ان کا مقام ومرتبہ بیان کیا جائے اور اللہ کی طرف سے انھیں جو اجر عظیم ملے گا اس کی انھیں خوش خبری دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کو اچھی جزا دے گا، انھیں مغفرت سے نوازے گا اور ان کے گناہ معاف فرما کر رزق کریم سے نوازے گا، یعنی ایسے رزق سے جو بہت اچھا، بہت زیادہ، بہت پاکیزہ اور دائمی وابدی ہوگا، جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کے حسن وتنوع کی وجہ سے اس سے اکتاہٹ محسوس ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۙ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۙ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا يُنْزِفُوْنَ ۙ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ وَ لَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴾ [الواقعة : ١٠ تا ٢١] ''اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ بہت بڑی جماعت پہلوں سے۔ اور تھوڑے سے پچھلوں سے ہوں گے۔ سونے اور جواہر سے بُنے ہوئے

تختوں پر (آرام کر رہے ہوں گے)۔ان پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھنے والے (ہوں گے)۔ان پر چکر لگا رہے ہوں گے وہ لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔وہ نہ اس سے دردسر میں مبتلا ہوں گے اور نہ بہکیں گے۔اور ایسے پھل لے کر جنھیں وہ پسند کرتے ہیں۔اور پرندوں کا گوشت لے کر جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴾ [الدھر : ۱۵ تا ۲۰] "اور ان پر چاندی کے برتن اور آبخورے پھرائے جائیں گے، جو شیشے کے ہوں گے۔ایسا شیشہ جو چاندی سے بنا ہو گا، انھوں نے ان کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا۔اور اس میں انھیں ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔وہ اس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا جاتا ہے۔اور ان کے ارد گرد لڑکے گھوم رہے ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جب تو انھیں دیکھے گا تو انھیں بکھرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔"

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ع

"اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ : یعنی جو لوگ ہجرت مدینہ کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ بھی سابق مہاجرین و انصار کی طرح مناصرت و موالات کے مستحق ہیں۔وہ بھی حقیقی مومن ہیں اور آخرت میں ان پر بھی اللہ تعالیٰ عفو و مغفرت کی چادر ڈال دے گا اور انھیں جنت کی نعمتوں سے نوازے گا۔ارشاد فرمایا: ﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبۃ : ۱۰۰] "اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ

﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۱۰] ”تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی اللہ لقوله تعالٰی : ﴿ إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ﴾ : ٦١٦٨۔ مسلم، كتاب البر والصلة ، باب المرء مع من أحب : ٢٦٤٠]

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ : حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ”اُولُوا الْاَرْحَامِ“ سے مراد وہ رشتے دار نہیں ہیں جو علمائے میراث کی اصطلاح میں ” أُولُوا الْأَرْحَامِ “ ہیں، یعنی جن کے لیے میراث میں سے کوئی حصہ فرض نہیں ہے اور نہ انھیں عصبہ ہونے کی وجہ سے کچھ ملتا ہے، بلکہ اصحاب الفروض اور عصبات سے جو کچھ بچ جائے وہ انھیں ملتا ہے، مثلاً خالہ، ماموں، پھوپھی، نواسے اور بھانجے وغیرہ۔ بعض علماء اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اسے اس مسئلے میں صریح قرار دیتے ہیں، لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ اس سے مراد وہ تمام رشتہ داریاں ہیں جو رحم کے ذریعے قائم ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٦] ”اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو میں نے اور ایک اور عورت نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، میں نے پوچھا کہ اگر میں اپنے شوہر اور اپنی زیر پرورش یتیم بچوں پر (اپنا روپیا) خرچ کروں تو کیا یہ میری طرف سے کافی ہوگا؟ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں، اس کو دو اجر ملیں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقے کا۔“ [بخاری، كتاب الزكوة، باب الزكوة على الزوج والأيتام فى الحجر : ١٤٦٦۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل النفقة والصدقة على الأقربين والزوج ...... الخ : ١٠٠٠]

سورة التوبة مدنية

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ﴾ [النساء : ۱۷۶] اور (سورتوں میں سے) سب سے آخر میں سورۂ براءت نازل ہوئی ہے۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ براءة من الله و رسوله...... الخ ﴾ : ٤٦٥٤۔ مسلم، کتاب الفرائض ، باب آخر آية أنزلت آية الكلالة : ١٦١٨/١١]

بَرَاۗءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱

’’اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ان مشرکوں کی طرف بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تمام معاہدوں کی تنسیخ کا اعلان فرمایا ہے جو مسلمانوں نے مشرکوں سے کیے تھے۔ تنسیخ کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین ان عہد ناموں کو بار بار توڑ دیا کرتے تھے اور ان کی شرائط کو پورا نہیں کرتے تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۳] ’’کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔‘‘ معاہدہ کو توڑنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٥٨] ’’اور اگر کبھی تو کسی قوم کی جانب سے کسی خیانت سے فی الواقع ڈرے تو (ان کا عہد) ان کی طرف مساوی طور پر پھینک دے۔ بے شک اللہ خیانت کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔‘‘

قرآن کے اس اعلان براءت کے بعد تمام مسلمانوں پر کافروں کے ساتھ اپنے سابقہ معاہدوں سے براءت کا اظہار ضروری ہو گیا، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول ان معاہدوں سے، مشرکوں کی طرف سے نقض عہد کی وجہ سے، جب بری

ہو گئے تو مسلمانوں کے لیے ہرگز جائز نہیں رہا کہ مشرکوں کے ساتھ کیا گیا کوئی سابقہ معاہدہ باقی رکھیں۔

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ﴿٢﴾

''تو اس سرزمین میں چار ماہ چلو پھرو اور جان لو کہ بے شک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور یہ کہ یقیناً اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔''

مشرکوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار ماہ کی مہلت دی گئی، جس کی ابتدا ١٠ ذی الحجہ سے ہوئی اور ١٠ ربیع الثانی کو ختم ہو گئی۔ ان سے کہا گیا کہ اس مدت میں چاہیں تو اسلام لے آئیں، جو ان کے لیے ہر طرح سے بہتر ہے، یا چاہیں تو جزیرۂ عرب سے نکل جائیں اور اگر اس عرصہ میں نہ نکلے تو انھیں پکڑ لیا جائے گا اور قتل کر دیے جائیں گے۔ یہ چار ماہ کی مدت انھیں دی گئی جن سے غیر مؤقت معاہدہ تھا، یا چار مہینے سے کم تھا، یا جن سے چار مہینے سے زیادہ ایک خاص مدت تک معاہدہ تھا، لیکن ان کی طرف سے عہد کی خلاف ورزی کی گئی تھی، لیکن جن قبائل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ مدت کے لیے معاہدہ کیا تھا اور وہ مدت ابھی باقی تھی تو انھیں ان کی پوری مدت دی گئی؟ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ﴾ [التوبة : ٤] ''تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہلت مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ سے نہیں دی گئی، بلکہ اس میں حکمت یہ ہے کہ تم توبہ کر کے صدق دل سے اسلام قبول کر لو، ورنہ تم لوگ کبھی اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور اگر تم لوگ اپنے کفر پر باقی رہے تو اللہ تمھیں رسوا کر کے رہے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴾ [الأنفال : ٥٩] ''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔''

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣﴾

''اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنھوں نے کفر کیا انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کو اس جزیرۃ العرب کی مشرکین سے تطہیر مطلوب ہے اور تمھاری کوئی بھی کوشش اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ گویا اس اعلان سے صرف بیت اللہ ہی کو شرک کی نجاست سے بچانا مقصود نہ تھا، بلکہ پورے جزیرۂ عرب کو ان ناپاک مشرکوں سے پاک کرنا مقصود تھا۔

وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ١ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں بھیجا جو اعلان (براءت) کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورۂ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کے لیے نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و أذان من الله ورسوله ...... الخ ﴾ : ٤٦٥٦۔ مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرك ولا یطوف ...... الخ : ١٣٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بھی قربانی کے دن منیٰ میں اعلان کرنے والوں میں بھیجا اور ہم نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی عریاں ہو کر طواف کرے۔ حج اکبر کے دن سے مراد قربانی کا دن ہے۔ لوگ چونکہ (عمرے کو) حج اصغر کہتے تھے، اسی وجہ سے اس دن کو حج اکبر کہا گیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرا دیا اور اس کے نتیجے میں اگلے سال، یعنی جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج (یعنی حجۃ الوداع) کیا تھا، کسی مشرک نے حج نہ کیا۔ [بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب کیف ینبذ إلی أهل العهد ؟ : ٣١٧٧۔ مسلم، کتاب الحج، باب لا یحج البیت مشرك ...... الخ : ١٣٤٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مکہ والوں کی طرف براءت کا اعلان کرنے کے لیے بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کسی نے پوچھا تم کیا اعلان کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے پکار پکار کر منادی کی کہ جنت میں صرف ایمان دار ہی جائیں گے، نیز بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریاں حالت میں نہیں کر سکے گا اور جن سے ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ تک کی ہے، اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا بیٹھ گیا۔ [مسند أحمد : ٢/ ٢٩٩، ح : ٧٩٩٦۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ١٠/ ١١٢، ح : ١١١٥٠۔ مستدرك حاکم : ٢/ ٣٣١، ح : ٣٢٧٥]

وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ١ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ [فاطر : ٤٤] ”اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں کوئی چیز اسے

بے بس کر دے، بے شک وہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴾ [الأنفال : ٥٩] ”اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ (بچ کر) نکل گئے، بے شک وہ عاجز نہیں کریں گے۔“

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ④

”مگر مشرکوں میں سے وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا، پھر انھوں نے تم سے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور نہ تمھارے خلاف کسی کی مدد کی تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو! اس اعلان براءت سے وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا اور انھوں نے اس معاہدے کو خوب نبھایا، اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی اور نہ انھوں نے تمھارے مقابلے میں آنے والی کسی قوم کی مدد کی ہے تو ان سے طے شدہ مدت تک عہد پورا کرو، بے شک اللہ عہد نبھانے والے متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ یہاں پرہیز گاروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں۔ درج ذیل آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنا متقین کی صفت بتائی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [البقرة : ١٧٧] ”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔“

اسلام نے معاہد قوم کے جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی ہے اور دغا بازی کو حرام قرار دیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی ایسے کافر کو قتل کیا جس سے معاہدہ ہو گیا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔“ [بخاری، کتاب الدیات، باب إثم من قتل ذمیا بغیر جرم : ٦٩١٤]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دغا باز کے لیے ایک جھنڈا ہوگا، جسے (اس کے پیچھے) نصب کیا جائے گا، یا (فرمایا) قیامت کے دن اسے دکھایا جائے گا (یعنی سب لوگ اسے دیکھیں گے)، جس سے پہچان لیا جائے گا (کہ یہ بندہ دغا باز تھا)۔'' [بخاری، کتاب الجزیة، باب إثم الغادر للبر و الفاجر : ۳۱۸۶، ۳۱۸۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر : ۱۷۳۷]

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾

''پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

چونکہ مشرکین مکہ بدر اور احد میں مسلمانوں پر حملہ آور ہو چکے تھے، خندق میں مدینے کا محاصرہ کر چکے تھے اور پھر صلح کا عہد بھی توڑ چکے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دی گئی مہلت ختم ہوتے ہی بلا تاخیر مشرکین کے خلاف چار قسم کی کارروائیاں شروع کر دیں: ① مہلت ختم ہوتے ہی جہاں کہیں ملیں انھیں قتل کر کے ان کے ناپاک جسم سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کر دیں۔ ② کافر و مشرک جان بچانے کے لیے بھاگنے کی کوشش میں ہو تو تعاقب کر کے گرفتار کر لو۔ ③ کافر و مشرک بھاگ کر کسی علاقے یا قلعہ میں چھپ جائے تو اس کا محاصرہ کر لو۔ ④ تمام راستوں، دروں، گھاٹیوں، بندرگاہوں اور خفیہ سرنگوں کی خوب نگرانی کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاؤ۔ آگے اسلام کے ازلی اور ابدی دشمن قریش مکہ کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ باوقار طریقے سے اپنی جان بچانا چاہیں تو شرکیہ عقائد سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، تو ان کی جان محفوظ و مامون ہے۔ یہ بات خوب ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ صرف زبانی توبہ کافی نہیں، بلکہ ظاہری عمل سے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مسلمان ہو چکے ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کرتا رہوں، یہاں تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ یہ (تین) کام کر لیں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانیں اور مال محفوظ کر لیے، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب

اللہ کے ذمے ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلٰوۃ ...... الخ ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے، یہاں تک کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دیں۔ جب وہ اس کا اقرار کر لیں اور ہماری طرح نماز ادا کریں، ہمارے قبلے کی طرف منہ کر لیں اور ہمارے ذبح کرنے کی طرح ذبح کرنے لگیں، تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہیں، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الصلٰوۃ ، باب فضل استقبال القبلة : ۳۹۲۔ أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب علی ما یقاتل المشرکون : ۲۶۴۱]

درج بالا کام کرنے والا شخص ہر لحاظ سے مامون و محفوظ ہے، ملتِ اسلامیہ کا ایک فرد ہے اور مسلمانوں کو ملنے والے تمام حقوق کا مستحق ہے، اگرچہ اس کے دل میں نفاق اور نیت میں فتور بدستور موجود ہے۔ مسلمانوں کو اس کے خلاف تلوار استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں، الا یہ کہ وہ ارتداد یا ناحق قتل کے جرم کا مرتکب ہو، ایسی صورت میں بدلے اور قصاص میں اس کا قتل جائز ہے، یا وہ شادی شدہ زانی ہو، تو ان صورتوں کے علاوہ کسی کلمہ گو مسلمان کے خلاف تلوار کا استعمال ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا...... پھر جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا اور میں نے ایک شخص پر حملہ کرنا چاہا، تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار کرنے لگا، مگر میں نے نیزے کے زبردست وار سے اسے قتل کر دیا، تاہم اس بات سے میرے دل میں کھٹکا پیدا ہوا، سو جب میں واپس آیا تو میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس شخص کو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے کے باوجود قتل کر دیا؟'' میں نے کہا، اس نے تو تلوار کے خوف سے ''لا الٰہ الا اللہ'' کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا، یا ڈر کی وجہ سے؟'' پھر آپ نے فرمایا: ''تم نے ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بعد اسے قتل کر دیا؟'' آپ بار بار یہی جملہ فرما رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے: ''جب وہ شخص قیامت کے دن ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے (اس قتل کا حساب کیسے دو گے)؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے بخشش اور مغفرت کی دعا کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا: ''قیامت کے دن جب وہ مقتول ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ آئے گا تو تم کیا کرو گے؟'' جب میں نے رسول اللہ ﷺ سے بار بار یہی بات سنی تو میں نے بڑی حسرت سے یہ آرزو کی کہ کاش! میں نے آج ہی اسلام قبول کیا ہوتا۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا إله إلا الله : ۹۶، ۹۷]

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ : یعنی اگر مشرکین اسلام قبول کر لیں، نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر انھیں قتل نہیں کیا جائے گا، اس لیے کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی آیت

سے استدلال کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، مانعین زکوٰۃ کے خلاف اعلانِ جہاد کیا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں سے قتال اس شرط کے ساتھ ہی حرام تھا کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس کے عائد کردہ واجبات کو ادا کریں۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔''

اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایک استثنائی حکم دیا جا رہا ہے کہ قبل ازیں جن مشرکین سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن کی درخواست کرے تو آپ اس کی خواہش کو پورا کر دیں۔ پھر اس کو قرآن سنائیں، سوچنے کا موقع دیں اور کلام اللہ کے ذریعے دین کی تعلیم دیں۔ ممکن ہے اس کی قسمت جاگ جائے اور وہ دین حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کر لے، کیونکہ مشرک بے علم اور جاہل ہوتا ہے۔ ممکن ہے قرآن کریم کے دلائل سے اس کا دل منور ہو جائے، یا دوسری صورت یہ ہے کہ آپ فریضۂ دعوت سے سرخرو ہوں اور اس پر حجت قائم ہو جائے۔ اچھی طرح فریضۂ تعلیم دین ادا کرنے کے بعد ایسے لوگوں کو پر امن مقام تک بحفاظت پہنچا دو، تا کہ بے خوفی کے ماحول میں پہنچ کر اسے مزید سوچنے سمجھنے کا موقع میسر آ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کو امان دے دیتے تھے جو آپ کے پاس راہنمائی حاصل کرنے کے لیے، یا کوئی پیغام لے کر آتا، جیسا کہ حدیبیہ کے دن آپ کے پاس قریش کے قاصدوں کی ایک جماعت آئی تھی۔ مثلاً عروہ بن مسعود، مکرز بن حفص اور سہیل بن عمرو وغیرہ، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس یکے بعد دیگرے اس قضیے کے سلسلے میں آئے تھے جو آپ کے اور مشرکین کے مابین تھا۔ انھوں نے جب دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ تعظیم بجا لاتے ہیں تو وہ اس سے مبہوت ہو گئے، کیونکہ انھوں نے اس طرح کی تعظیم نہ روم کے بادشاہ قیصر کی دیکھی تھی اور نہ دنیا کے کسی اور بڑے سے بڑے بادشاہ کی اور انھوں نے واپس جا کر اپنی قوم کو بھی اس کے بارے میں بتلایا اور یہی باتیں ان میں سے اکثر کی ہدایت کا بڑا سبب ثابت ہوئیں۔

سیدنا نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ (کذاب) کے دو ایلچی اس کا خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، جب آپ ﷺ نے اس کا خط پڑھا تو ان دو ایلچیوں سے پوچھا: ''تم دونوں (اس کے بارے میں) کیا کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا، ہم وہی کہتے ہیں جو اس نے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سفیر اور قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا، تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔'' [مستدرك حاكم : ۲/ ۱٤۲، ۱٤۳، ح : ۲٦۳۲۔ أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب في الرسل : ۲۷٦۱۔ مسند أحمد : ۳/ ٤۸۷، ٤۸۸، ح : ۱٥۹۹٥]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ام ہانی بنت ابو طالب رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس نے فتح مکہ کے روز ایک مشرک کو پناہ دی تھی، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: ''ہم نے پناہ دی اسے جس کو تو نے پناہ دی، ہم نے امان دی اسے جس کو تو نے امان دی۔'' [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب في أمان المرأة : ۲۷٦۳۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة ...... الخ : ۳۳٦/۸۲، بعد الحديث : ۷۱۹]

ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ: یعنی اگر مسلمانوں کے درمیان رہنے، قرآن کریم سننے، سمجھنے اور اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے اس کے امان کی جگہ پہنچا دیا جائے، تاکہ کفار مسلمانوں کو خائن نہ کہیں، تاہم اس کے دارالکفر پہنچ جانے کے بعد اگر مسلمان اس علاقے پر حملہ کریں اور وہ مارا جائے تو مسلمانوں کو کوئی گناہ لاحق نہیں ہوگا۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝۷

''ان مشرکوں کا اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی عہد کیسے ممکن ہے، سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا۔ سو جب تک وہ تمھارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔ بے شک اللہ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت میں مشرکین سے اعلانِ براءت اور انھیں صرف چار ماہ کی مہلت دیے جانے کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکین کو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے امان کس بنیاد پر دیا جائے؟ نہ تو وہ ایمان لائے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی، حق کے خلاف جنگ کی، باطل کی تائید کی اور زمین میں فساد برپا کیا، اس لیے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ ہاں! بنو بکر بن کنانہ کے جن لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر حرم کے پاس معاہدہ کر لیا تھا ان کے معاہدہ کا خیال کیا جائے، اگر وہ بھی اس کی پاسداری کریں، اس لیے کہ اللہ غدر و خیانت کو پسند نہیں کرتا۔

سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریشیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام کی رغبت ڈال دی گئی۔ پس میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں تو اب اللہ کی قسم! کبھی ان کی طرف نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا: ''میں عہد کو نہیں توڑتا اور نہ قاصدوں کو قید کرتا ہوں، تمھیں چاہیے کہ واپس جاؤ، پھر اگر تمھارے دل میں وہی بات رہے جو اب ہے تو واپس آ جانا۔'' کہتے ہیں کہ میں واپس چلا گیا اور دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوٹ آیا اور اسلام قبول کر لیا۔ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الإمام يستجن به في العهود : ۲۷۵۸]

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ
وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰

”کیسے ممکن ہے جبکہ وہ اگر تم پر غالب آجائیں تو تمھارے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کریں گے اور نہ کسی عہد کا، تمھیں اپنے مونہوں سے خوش کرتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔ انھوں نے اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت لے لی، پھر انھوں نے اس کے راستے سے روکا۔ بے شک یہ لوگ برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ کسی مومن کے بارے میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرنے والے ہیں۔“

ان آیات میں کفار و مشرکین ایسے عہد شکن اور بد کردار لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے تمھیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، عہد نبھانے کی یقین دہانیاں کراتے ہیں، مگر دل سے وہ اس کے انکاری ہیں۔ تمھاری دشمنی میں دانت پیستے، ناپاک منصوبے بناتے اور بغض و عداوت کی انتہائی حدوں کو پار کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ یہ بد کردار اور فاسق ہیں، تم پر غلبہ پالیں تو بے بس عورتوں اور نہتے قیدیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالیں اور مسلم آبادیوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔ مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھا کے خوشیوں کے شادیانے بجائیں۔ نہ تو ان کو قرابت داری کا کوئی لحاظ ہے اور نہ کسی عہد کی پروا۔ ایسی بدعہد اور دغا باز قوم سے اللہ اور اس کے رسول کا عہد کیا ہو سکتا ہے؟ یہ آیات یہود مدینہ کے رویہ اور عادات کی وضاحت میں نازل ہوئیں۔ جو شرمناک رویہ مشرکین مکہ کا تھا وہی ناپسندیدہ طرزِ عمل یہودیوں کا بھی تھا۔ اس مکروہ عمل میں تمام کافر برابر ہیں۔ یہ لوگ اسلام دشمنی میں ایک ہی قسم کا رویہ رکھتے ہیں، یہ بد اخلاقی اور دشمنی کی انتہا تک پہنچتے ہیں۔ انھوں نے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی بجائے دنیا کی حقیر متاع کو ترجیح دی اور خود کو اور دوسروں کو اللہ کی سیدھی راہ پر چلنے سے روکا۔ اللہ اور رسول کے ساتھ اسی عداوت کی وجہ سے وہ کسی مسلمان کے سلسلہ میں کسی معاہدہ وغیرہ کا کوئی خیال نہیں رکھتے۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن سب سے برا اس شخص کو پاؤ گے جو دو رخا ہو کہ ان کے پاس ایک منہ لے کر آئے اور ان کے پاس دوسرا منہ لے کر آئے۔“ [بخاري، كتاب الأدب، باب ما قيل في ذي الوجهين : ٦٠٥٨۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب ذم ذي الوجهين و تحريم فعله : ٢٥٢٦/١٠٠]

فَاِنۡ تَابُوۡا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ؕ وَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝۱۱

’’پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں، اور ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔‘‘

کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی بری عادات کے ذکر کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں، یعنی اسلام قبول کرلیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو مسلمانو! یہ لوگ دین میں تمھارے بھائی ہیں۔ ان کی پہلی غلطیاں، ظلم و تشدد، قتل و غارت گری، گھروں سے نکالنے اور دیگر تمام دشمنیاں اب تمام ہو چکیں، اب یہ تمھارے بھائی ہیں اور اخوت اسلامی میں تمھارے ساتھ شریک ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تین چیزوں سے اخوت اسلامی قائم ہوتی ہے: ① کفر سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ایک شخص کلمہ تو پڑھے لیکن نماز کا تارک ہو، بلکہ اس کا مذاق اڑائے، اسی طرح زکوٰۃ سے بچنے کے لیے تاویلیں کرے تو یہ شخص حقیقت میں اخوت اسلامیہ میں شامل نہیں۔ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے لوگوں پر حد لگتی ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی تو وہ اسی اصول پر اٹھائی تھی کہ زکوٰۃ کا انکار کرنے والے دائرۂ اسلام سے خارج اور نماز کا انکاری دائرۂ اسلام سے باہر ہو جاتا ہے، اسی لیے ایسے لوگوں پر حد لگانے کا حکم ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب انھوں نے ایسا کیا تو انھوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا، سوائے اسلام کے حق کے اور (اگر وہ دل سے ایمان نہیں لاتے تو) ان کا حساب اللہ کے ذمے ہوگا۔‘‘ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة ...... الخ ﴾ : ۲۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں، یہاں تک کہ وہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کا اقرار کریں، پھر جب وہ ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہہ دیں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیے اور ان (کے دل) کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ فَذَكِّرْ ۟ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ : ۲۱، ۲۲] ’’پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس ...... الخ : ۲۱/۳۵]

سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کی وفات کے وقت

ان سے فرمایا تھا: ''اے میرے چچا! ''لا الٰہ الا اللہ'' کہیے۔ یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس کی بنیاد پر میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے گواہی دے سکوں گا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا قال المشرك عند الموت : لا إله إلا الله : ١٣٦٠]

سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو، وہ مجھ سے لڑے اور تلوار مار کر میرا ایک ہاتھ کاٹ دے، پھر جب میں اسے قتل کرنے کے لیے جھکوں تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پڑھے اور کہے کہ میں اسلام لایا اور میری زد سے بچنے کے لیے ایک درخت کی پناہ لے، تو اے اللہ کے رسول! کیا میں اسے یہ کہنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا اور کاٹنے کے بعد یہ بات کہی تو کیا (ایسی صورت) میں میں اسے قتل نہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، قتل نہ کرنا، ورنہ وہ اس درجے پر پہنچ جائے گا جس درجے پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس درجے پر پہنچ جاؤ گے جس درجے پر وہ یہ بات کہنے سے پہلے تھا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم قتل الکافر بعد قوله : لا إله إلا الله : ٩٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے فرمایا: ''تم اہل کتاب کی ایک قوم کی طرف جا رہے ہو، لہٰذا جس چیز کی تم سب سے پہلے انھیں دعوت دو گے وہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کریں، جب وہ توحید کو سمجھ لیں تو پھر انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ نماز پڑھیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مال دار طبقہ سے لی جائے گی اور ان کے محتاج لوگوں کو لوٹا دی جائے گی۔ جب وہ یہ تسلیم کر لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا، لیکن ان کے بہترین مال لینے سے پرہیز کرنا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی دعاء النبی ﷺ أمته إلی توحید الله تبارك و تعالی : ٧٣٧٢]

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔ بے شک یہ لوگ، ان کی کوئی قسمیں نہیں ہیں، تاکہ وہ باز آ جائیں۔''

یعنی جن لوگوں کی حالت یہ ہو کہ وہ نہ صرف تم سے معاہدہ کر کے اسے توڑتے ہوں، بلکہ تمھارے دین کا بھی مذاق اڑاتے ہوں تو سمجھ لو کہ ایسے ہی لوگ ''ائمۃ الکفر'' (کفر کے سردار) ہیں۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا تم ایسے لوگوں کو کسی قسم کا موقع دیے بغیر برسرِ پیکار ہو جاؤ۔ شاید تمھاری تلواریں ہی انھیں ان کے کرتوتوں سے باز رکھ سکیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳

''کیا تم ان لوگوں سے نہ لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں نے ہی پہلی بار تم سے ابتدا کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔''

مسلمانوں کو بار بار مشرکین مکہ کے خلاف جنگ پر ابھارا جا رہا ہے اور ان کے وہ اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں جنھیں سن کر مسلمانوں کا غیظ و غضب بھڑکے اور وہ کفر کے خلاف جنگ میں اور سخت ہوں۔ اللہ نے کہا، یہ وہی مشرکین ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے اپنے معاہدے کا پاس نہیں رکھا تھا اور اپنے حلیف بنو بکر کی بنو خزاعہ کے خلاف مدد کی تھی، جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو شہر مکہ سے نکالنے کی دار الندوہ میں سازش کی تھی۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ لوگ اللہ کے رسول کا احترام کرتے اور آپ کا مقام پہچانتے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر قتال کی ابتدا انھی کی طرف سے ہوئی کہ تجارتی قافلہ کو بچانے مکہ سے چلے تھے اور قافلہ بچ کر نکل بھی گیا، لیکن انھوں نے کبر و غرور میں آ کر مسلمانوں سے جنگ کی ٹھانی۔ مقام حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدۂ صلح کو توڑنے میں بھی پہل کی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کی سرکوبی کے لیے مکہ پر چڑھائی کرنا پڑی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ منورہ سے نکلے، رمضان کا مہینا تھا، آپ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر تھا۔ آپ کو مدینہ تشریف لائے ہوئے ساڑھے آٹھ سال ہونے کو تھے۔ آپ نے جب مکہ کی طرف کوچ فرمایا، تو آپ بھی روزہ رکھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا۔ آپ جب مقام کدید پر، جو عسفان و قدید کے درمیان ایک چشمہ ہے، پہنچے تو آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے روزہ کھول لیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح فی رمضان : ۴۲۷۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب جواز الصوم والفطر ...... الخ : ۱۱۱۳]

سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو قریش کو اس روانگی کا علم ہو گیا تھا، چنانچہ ابو سفیان بن حرب اپنے ساتھیوں حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا کے ہمراہ مکہ سے باہر نکلا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے نکلے تھے، چلتے چلتے یہ ''مر الظہران'' میں آن نکلے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ ہر جانب آگ کے الاؤ جل رہے ہیں، آگ کے یہ الاؤ ایسے ہی تھے جیسے عرفہ میں (حاجی لوگ قیام کے دوران میں) آگ جلاتے ہیں، یہ آگ دیکھ کر ابو سفیان کہنے لگا، یہ آگ کیسی ہے؟ یہ آگ تو ایسی ہے جیسی عرفات میں ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقا جواباً کہنے لگا، بنی عمرو قبیلے کی آگ لگتی ہے۔ ابو سفیان کہنے لگا، وہ اس قابل کہاں، وہ بہت

تھوڑے لوگ ہیں۔ اتنے میں ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے پہرے داروں نے دیکھ لیا، لہٰذا انھوں نے انھیں فوراً قابو کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ ابوسفیان نے یہاں اسلام قبول کر لیا، جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہاں سے جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ''ابوسفیان کو ایسی جگہ روک رکھو جہاں جاتے وقت گھوڑوں کا ہجوم ہو، تاکہ وہ مسلمانوں کی فوجی قوت کا نظارہ کرے۔'' چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ ایسی ہی ایک جگہ ابوسفیان کو لے کر کھڑے ہو گئے۔ اب وہ قبائل جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پابرکاب تھے، وہ ایک ایک دستہ (رجمنٹ) کی شکل اختیار کرتے ہوئے ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگے۔ ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے، اے عباس! یہ کون لوگ ہیں؟ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے بتلایا، یہ قبیلۂ غفار ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے غفار سے کیا سروکار، پھر ''جہینہ'' کا دستہ گزرا تو ابوسفیان نے وہی جملہ دہرایا، پھر سعد بن ہزیم قبیلہ گزرا تو بھی ابوسفیان نے ایسا ہی کہا، پھر قبیلہ سلیم گزرا تو بھی ابوسفیان نے ایسا ہی کہا۔ آخر گزرتے گزرتے ایک ایسا عسکری دستہ گزرنے لگا کہ اس شان کا دستہ پہلے نہ گزر پایا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ انصار ہیں، ان کے امیر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں، انھی کے پاس جھنڈا ہے۔ پھر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے ابوسفیان! آج کا دن کفار کے قتل کا دن ہے، آج کے دن کعبہ حلال ہو جائے گا (یعنی کفار کا قتل اس میں جائز ہو جائے گا)۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے عباس! یہ تو قریش کی تباہی اور بربادی کا دن آ گیا ہے۔ پھر ایک سب سے چھوٹا دستہ گزرا، جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے اور آپ کا جھنڈا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس تھا تو جب رسول اللہ ﷺ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، تو اس نے کہا (اے اللہ کے رسول!) کیا آپ کے علم میں ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا؟ آپ نے پوچھا: ''کیا کہا؟'' ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہنے لگے، وہ تو یہ یہ کہہ گئے ہیں (کہ آج قریش کا قصہ تمام ہو جائے گا)۔ آپ نے فرمایا: ''سعد نے غلط کہا، آج کا دن تو وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو چار چاند لگائے گا اور یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٠]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس چھڑی سے انھیں مارتے جا رہے تھے اور یہ آیات پڑھتے جا رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بني إسرائيل : ٨١] ''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ٤٩] ''حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح؟ : ٤٢٨٧۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام : ١٧٨١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود پہنے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے، جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! ابن خطل کعبہ کے پردے پکڑے لٹک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے وہیں قتل کر دو۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب قتل الأسير و قتل الصبر : ۳۰۴٤]

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

''ان سے لڑو، اللہ انھیں تمھارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انھیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمھاری مدد کرے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دور کرے گا اور اللہ توبہ کی توفیق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ تو قادر ہے کہ آن واحد میں دشمنانِ دین کو ہلاک کر دے، لیکن اس نے ایسا نہ کر کے جہاد کا حکم دیا، اس لیے کہ وہ اپنے مومن بندوں کے ہاتھوں ان مشرکین کو سزا دینا چاہتا ہے، انھیں رسوا کرنا چاہتا ہے اور ان کے خلاف مومنوں کی مدد کر کے کافروں کو بتانا چاہتا ہے کہ اللہ مومن بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مشروعیت جہاد کی دوسری علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کے ہاتھوں ان کافروں کا صفایا کروا کر ان کے دلوں کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے، اس لیے کہ انھیں ان مشرکین کے ہاتھوں بڑی اذیتیں پہنچی ہیں اور انھوں نے بڑا غم اٹھایا ہے، جب اپنے ہاتھوں سے انھیں قتل کریں گے تو ان کے دلوں کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ ع ۸

''یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ اللہ کے اور نہ اس کے رسول کے اور نہ ایمان والوں کے سوا کسی کو راز دار بنایا اور اللہ اس سے پورا باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دینے کے بعد مسلمانوں سے بطور تاکید فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمھیں ایسی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا جس کے ذریعے صادق و کاذب اور مومن و منافق کے درمیان تمیز ہو جائے؟ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جاننا چاہتا ہے جو اللہ کا حکم بلند کرنے کے لیے جہاد کرتے ہیں اور جو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے علاوہ کسی کافر کو اپنا دوست

نہیں بناتے۔ قرآن حکیم کی کئی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ مشروعیت جہاد کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ کے فرماں بردار اور نافرمان بندے پہچانے جائیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ۲] ”کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۴] ”یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۲] ”یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۱] ”اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔“

وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً : جو لوگ جہاد سے پہلوتہی کریں گے، یا کافروں کو اپنا دوست اور راز داں بنائیں گے وہ آزمائش میں ناکام ہو جائیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَيْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [الممتحنۃ : ۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ''تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴾ [النساء : ١٤٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کے لیے اپنے خلاف ایک واضح حجت بنا لو۔''

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿١٧﴾

''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

یعنی کعبہ یا کسی بھی مسجد کی تولیت و آباد کاری مشرکوں کے لیے مناسب ہی نہیں، کعبہ خالصتاً اللہ کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا اور ایسے ہی دوسری مساجد بھی اسی غرض کے لیے بنائی جاتی ہیں، لیکن یہ مشرک بیت اللہ میں بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتے تھے۔ چنانچہ مشرکوں نے اللہ کے اس گھر میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ دیواروں پر اپنے بزرگوں اور دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنا رکھی تھیں اور ان ظالموں نے سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے مجسمے بنا کر ان کے ہاتھوں میں فال کے تیر پکڑا رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بیت اللہ کو ان سب چیزوں سے پاک کیا۔ پھر بیت اللہ میں ایسی فحاشی روا رکھی جاتی تھی کہ کیا مرد کیا عورت، سب ننگے طواف کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں سرے سے بیت اللہ کے احترام کا تصور ہی نہ تھا، حتیٰ کہ انھوں نے اپنی عبادت کو سیٹیوں، تالیوں اور گانے بجانے کی محفلیں بنا رکھا تھا۔ پھر کیا ایسے لوگ مساجد کی آباد کاری اور سرپرستی کے مستحق ہو سکتے ہیں؟ آگے فرمایا کہ اعمال کی جزا کا انحصار اللہ اور روز آخرت پر ایمان ہے اور مشرک تو روز آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے تھے اور اللہ پر ایمان کے معاملہ میں ان کا تصور ہی غلط تھا۔ انھوں نے سب خدائی اختیارات و تصرفات اپنے دیوی دیوتاؤں اور بزرگوں کو دے رکھے تھے،

لہٰذا ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال ضائع ہوں گے اور شرک اور بداعمالی کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہوگا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کرنے والوں کو یہ بات زیبا نہیں کہ وہ اس کی مسجدوں کو آباد کریں، کیونکہ یہ مسجدیں تو اسی وحدہ لاشریک لہ کے پاک نام پر بنائی گئی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن : ١٨] ''اور یہ کہ بلاشبہ مساجد اللہ کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔''

شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین یوں تلبیہ کہتے: « لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ...... إِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ » ''ہم حاضر ہیں! اے اللہ! ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، ہاں نیک ہستی تیری شریک ہے، جس کا تو مالک ہے اور وہ تیری مالک نہیں۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها ووقتها : ١١٨٥]

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

''اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔''

آباد کرنے سے مراد مساجد میں نمازوں کے لیے آنا جانا، مساجد کی صفائی، ان میں روشنی کا انتظام، مساجد کی تعمیر، ان کی مرمت اور تولیت وغیرہ سب کچھ شامل ہے اور یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے جن میں بالخصوص چار باتیں پائی جائیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان، پھر اسی ایمان کی ظاہری شہادت کے لیے نماز کا قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا۔ مساجد کی آبادکاری اور ان کا ادب و احترام نہایت اعلیٰ درجے کا عمل ہے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مسجد بنائے اور محض اللہ کی رضا کے لیے بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہشت میں ویسا ہی گھر بنا دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الصلوة، باب من بنی مسجدًا : ٤٥٠۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث علیها : ٥٣٣]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے ناپسندیدہ جگہیں بازار ہیں۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد : ٦٧١]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے (مسجد کی طرف) جاتا ہے تو اسے حج کا احرام باندھنے والے حاجی کے مانند ثواب ملتا ہے۔'' [أبو داوٗد، كتاب الصلوة، باب ما جاء فى فضل المشى إلى الصلوة : ٥٥٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات قسم کے شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہیں ہوگا، (پہلا) عادل حاکم۔ (دوسرا) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں جوان ہوا۔ (تیسرا) وہ شخص کہ جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو (وہ جس وقت نماز پڑھ کر نکلتا ہے تو مسجد کی طرف دوبارہ آنے کے لیے بے تاب رہتا ہے)۔ (چوتھے) وہ دو شخص جو (صرف) اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، جب ملتے ہیں تو اسی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو اسی محبت میں۔ (پانچواں) وہ شخص کہ جسے کسی خاندانی و خوبصورت عورت نے (برائی کے لیے) بلایا، پھر اس شخص نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (چھٹا) وہ شخص کہ جس نے اللہ کے نام پر کچھ دیا، پھر اس کو چھپایا، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (ساتواں) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب من جلس فى المسجد ينتظر الصلوة وفضل المساجد : ٦٦٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١۔ ابن حبان : ٧٣٣٨]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے ان دو آدمیوں سے (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) کہا، اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔ [بخاری، كتاب الصلاة، باب رفع الصوت فى المساجد : ٤٧٠]

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں روئے سخن مسلمانوں اور مشرکوں سب کے لیے عام ہے۔ مشرکوں کے لیے اس لحاظ سے کہ وہ بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انھیں پانی پلاتے اور انھیں کھانا اور کپڑا مہیا کرتے ہیں، نیز ہم مسجد حرام کی مرمت، غلاف کعبہ اور اس میں روشنی وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت کو افضل اعمال سمجھتے ہیں تو ہمارے پاس بھی عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ انھیں تو یہ جواب دیا گیا کہ جب تمھارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہی نہیں تو تمھارے سب اعمال رائیگاں جائیں گے اور اگر اس آیت کا روئے سخن مسلمانوں کی طرف سمجھا جائے تو

اس سے مراد ان کے اعمال کا باہمی موازنہ ہوگا۔ یعنی صرف اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے مسلمان اللہ کے نزدیک ان مسلمانوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو ایمان بھی لائے اور انھوں نے جہاد بھی کیا۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا (کہ کچھ لوگ بحث و تکرار میں مصروف تھے)ایک شخص کہنے لگا، اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ میں کوئی اور کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی فکر نہیں۔ دوسرا بولا، اسلام قبول کرنے کے بعد میں مسجد حرام کی خدمت کے علاوہ اور کوئی کام نہ بھی کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ تیسرا کہنے لگا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ان دونوں کاموں سے بہتر اور افضل عمل ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بلند آوازیں اور بحث و تکرار سنی تو انھیں ڈانٹا اور فرمایا، جمعہ کے دن منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر آوازیں بلند نہ کرو، میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ کے متعلق دریافت کروں گا جس میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ ”کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اس جیسا بنا دیا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ اللہ کے ہاں برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله تعالى : ١٨٧٩]

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ : حاجیوں کو پانی پلانا نیک کام ہے، اسی کام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر رات کے وقت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو منیٰ کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں پانی پلانے کی وجہ سے مکہ میں رہنے کی اجازت طلب کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ [بخاري، كتاب الحج، باب هل يبيت أصحاب السقاية أو غيرهم بمكة ليالي منى؟ : ١٧٤٥۔ مسلم، كتاب الحج، باب وجوب المبيت بمنى ليالي أيام التشريق ...... الخ : ١٣١٥]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف لائے۔ آپ کے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پانی طلب کیا تو ہم نے آپ کو نبیذ کا ایک پیالہ پیش کیا۔ آپ نے وہ نبیذ خود بھی

پیا اور اسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا۔ پھر ہم سے فرمایا: ''تم اچھا اور عمدہ کام کر رہے ہو، سو اسی طرح کرتے رہو۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب فضل القیام بالسقایۃ ...... الخ : ١٣١٦]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پلانے کو صرف اچھا کام ہی نہیں کہا، بلکہ اس کام کی خود تمنا کی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمزم پر تشریف لائے۔ لوگ پانی پلا رہے تھے اور اس سلسلہ میں (ضروری) خدمت انجام دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ کام کیے جاؤ، اس لیے کہ تم اچھے عمل پر (قائم) ہو، اگر یہ (اندیشہ) نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں (سواری سے) اترتا اور رسی کو اپنے کندھے پر رکھتا اور پانی کھینچ کھینچ کر حاجیوں کو پلاتا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب سقایۃ الحاج : ١٦٣٥]

وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : دوسرا نیک کام جس کا ذکر اس آیت میں ہے وہ ہے مسجد حرام کی تعمیر و آباد کاری کرنا۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری مسجد میں نماز مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز سے افضل ہے اور مسجد حرام کی نماز دیگر مساجد کی ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔'' [مسند أحمد : ٣٩٧/٣، ح : ١٥٢٧٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسے شخص کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں جو (مسجد میں) نماز ادا کرنے کے بعد اسی جگہ بیٹھا رہے، جہاں اس نے نماز ادا کی تھی، تو جب تک (وہ وہاں بیٹھا ہے اور) وہ بے وضو نہیں ہوتا، تو فرشتے اس کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں، یا اللہ! اسے بخش دے، یا اللہ! اس پر رحم فرما۔'' [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب الحدث فی المسجد : ٤٤٥]

مسجدوں کا تعمیر کرنا بڑے ثواب کا کام ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد تعمیر کرنے اور انھیں پاک صاف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ [أبو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اتخاذ المساجد فی الدور : ٤٥٥]

كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، افضل عمل کون سا ہے؟ فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ''والدین سے اچھا سلوک کرنا۔'' میں نے عرض کی، اس کے بعد؟ فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب الجہاد، باب فضل الجہاد والسیر ...... الخ : ٢٧٨٢۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالی أفضل الأعمال : ٨٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا، مجھے ایسا عمل بتایئے! جو جہاد کے برابر ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا (جو جہاد کے برابر ہو)۔'' پھر ارشاد فرمایا: ''کیا تم میں اتنی ہمت و استطاعت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور (اس کے لوٹ

آنے تک) مسلسل قیام کرتے رہو اور کبھی نہ تھکو اور روزہ رکھتے رہو اور کبھی افطار نہ کرو؟'' پھر آپ نے خود ہی فرمایا: ''یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد ...... الخ : ۲۷۸۵]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله : ۲۷۸٦۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۸]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل عمل کے متعلق سوال کیا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔'' عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' عرض کیا گیا، اس کے بعد؟ فرمایا: ''مقبول حج۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب من قال إن الإیمان هو العمل ...... الخ : ۲٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان بالله تعالیٰ أفضل الأعمال : ۸۳]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل عمل کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب أی الرقاب أفضل ؟ : ۲۵۱۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان بالله أفضل الأعمال : ۸٤]

سیدنا معاذ بن انس جہنی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا تو آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا، یا رسول اللہ! آپ نے لشکر روانہ کیا ہے اور میرا خاوند جہاد پر چلا گیا ہے۔ (بات یہ ہے کہ) جب وہ یہاں تھا تو میں اس کی نماز، روزہ میں اقتدا کرتی اور اس کے ساتھ ہر نیکی کا کام کرتی تھی، اب مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو میں کرتی رہوں اور مجھے اس کے جہادی عمل کے برابر ثواب ملے، حتیٰ کہ وہ واپس پلٹ آئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کہ تو مسلسل قیام کرے اور بیٹھی نہ رہے اور روزے رکھے اور کبھی افطار نہ کرے اور مسلسل اللہ کا ذکر کرے اور کبھی غافل نہ ہو (حتیٰ کہ وہ واپس آ جائے)۔'' اس نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! کیا میں یہ طاقت رکھتی ہوں؟'' فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تجھ میں اتنی طاقت ہو بھی تو پھر بھی تو اپنے خاوند کے جہادی اجر کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔'' [مستدرك حاكم : ۲/ ۷۳، ح : ۲۳۹۷]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ کے راستے (یعنی جہاد) میں گھڑی بھر کھڑا ہونا حجر اسود کے سامنے لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔'' [ابن حبان : ٤٦٠٣]

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ

دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔''

اوپر جو ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے، اسی کو مزید صراحت کے ساتھ اللہ نے اس آیت میں بیان کر دیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانا، اس کی رضا کی خاطر ملک و وطن اور مال و دولت چھوڑ کر ہجرت کرنا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ اونچا مقام رکھتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستہ میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے، اس سب سے بہتر ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة في سبيل الله ...... الخ : ۲۷۹۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کے برابر فاصلہ ہے۔ سو تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو، یہ تمام جنتوں کے درمیان سب سے عالی شان جنت ہے۔ اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔'' [بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله ...... الخ : ۲۷۹۰]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو سعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو جائے، اسلام کو دین تسلیم کر لے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا نبی جان کر راضی ہو جائے تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔'' ابو سعید رضی اللہ عنہ نے تعجب کیا اور درخواست کی، اے اللہ کے رسول! ذرا اپنی بات دہرا دیجیے۔ آپ نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے، پھر فرمایا: ''ایک اور چیز جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندے کے سو درجے بلند کر دیتا ہے اور ہر درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔'' ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وہ کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالى للمجاهد في الجنة من الدرجات : ۱۸۸٤]

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

''ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضا مندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے

ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

یعنی اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے گا، ان سے ہمیشہ کے لیے خوش ہو جائے گا اور انھیں لازوال نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرے گا جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب تمنى المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ۲۸۱۷۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله : ۱۸۷۷]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے اور ہم ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں داخل ہو گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا، ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۱]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر سے محبت رکھیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا ہے کہ کفار سے علیحدگی اختیار کر لی جائے، خواہ وہ تمھارے باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، وہ ایمان کی بجائے کفر کو پسند کرتے ہوں تو ان سے دوستی ممنوع ہے اور ایسا کرنے پر دھمکی دی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [المجادلة : ٢٢] ”تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۗ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الممتحنة : ١ تا ٣] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اگر وہ تمھیں پائیں تو تمھارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمھاری طرف برائی کے ساتھ بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔ قیامت کے دن ہر گز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾

[الممتحنة : ٨، ٩] ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو اللہ کے مقابلہ میں اہل و عیال اور رشتہ داروں کو ان کے کفر و شرک کے باوجود ترجیح دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول سے حقیقی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی محبت کو ہر شے کی محبت پر مقدم رکھا جائے۔ باپ ہو یا بیٹا، بھائی ہو یا بیوی، یا خاندان کا کوئی فرد، یا مال و دولت جسے آدمی اپنی کدو کاوش سے حاصل کرتا ہے، یا انواع و اقسام کے اموال تجارت، یا بلند و بالا محلات اور کوٹھیاں، ان سب کی اللہ اور رسول کے مقابلہ میں مومن کے دل میں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جس کے نزدیک یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہوں گی وہ فاسق اور اپنے حق میں ظالم ہو گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ ...... مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین چیزیں جس شخص میں ہوں اس نے ایمان کی مٹھاس پا لی، وہ یہ کہ جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہو اور جو کسی بندے سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ کے لیے کرے اور وہ کفر میں لوٹنے کو، جبکہ اللہ اسے کفر سے نجات دے چکا ہو، اتنا ہی برا سمجھے جتنا برا وہ آگ میں ڈالے جانے کو جانتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب من كره أن يعود في الكفر ...... الخ : ٢١۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصال من اتصف بهن وجد حلاوة الإيمان : ٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قسم اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ [بخاری، كتاب الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان : ١٤]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ [بخاری، كتاب الإيمان، باب حب الرسول ﷺ من الإيمان : ١٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب وجوب محبة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل : ٤٤/٧٠]

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، بجز میری اپنی جان کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک کہ میں تجھے تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فی الفور عرض کی، اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اب اے عمر! (معاملہ درست ہوا)۔“ [بخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ؟ : ٦٦٣٢]

وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ: ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [التوبة : ٣٨، ٣٩] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٥٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا،

سب کچھ جاننے والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں فوت ہو کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات و لم یغز و لم یحدث نفسه بالغزو : ۱۹۱۰]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عنقریب تم پر ہر طرف سے (کفار) قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔“ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ فرمایا: ”تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمھاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمھارے دشمن کے سینے سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔“ ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ”زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔“ [مسند أحمد : ۲۷۸/۵، ح : ۲۲۴۵۹۔ أبو داؤد، کتاب الملاحم، باب فی تداعی الأمم علی الإسلام : ۴۲۹۷]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے نہ جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو کوئی سامان مہیا کیا اور نہ کسی مجاہد کے اہل و عیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی، تو اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے کسی شدید آفت سے دو چار کرے گا۔“ [أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب کراهیة ترك الغزو : ۲۵۰۳۔ ابن ماجه، کتاب الجهاد، باب التغلیظ فی ترك الجهاد : ۲۷۶۲۔ ”الأربعین فی الحث علی الجهاد“ لابن عساکر : ۲۰]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مجھے تلوار دے کر بھیجا ہے، حتیٰ کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت ہونے لگے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے اور ذلت و رسوائی اس کا مقدر بنا دی گئی ہے جو میرے طریقہ کی مخالفت کرے اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ انھی میں سے ہو جائے گا۔“ [مسند أحمد : ۵۰/۲، ح : ۵۱۱۳]

حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴾ [هود : ۷۶] ”بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا حکم آچکا اور یقیناً یہ لوگ! ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [النحل : ۳۳، ۳۴] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں، یا تیرے رب کا حکم آجائے۔ ایسے ہی ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کیا کرتے تھے۔ پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آپہنچے جو انھوں نے کیا اور انھیں اس

چیز نے گھیر لیا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔“

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝۲۵ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

”بلاشبہ یقیناً اللہ نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی، جب تمھاری کثرت نے تمھیں خود پسند بنا دیا، پھر وہ تمھارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ وہ فراخ تھی، پھر تم پیٹھ پھیرتے ہوئے لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کو سزا دی جنھوں نے کفر کیا اور یہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ توبہ کی توفیق دے گا جسے چاہے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

ان آیات میں غزوۂ حنین کا ذکر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب رمضان ۸ ھ میں مکہ فتح کر لیا تو انھیں معلوم ہوا کہ قبیلۂ ہوازن کے لوگ آپ سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہو رہے ہیں، تو آپ شوال ۸ ھ میں بارہ ہزار مجاہدین لے کر (جن میں دس ہزار مدینہ سے آئے ہوئے مجاہدین تھے اور دو ہزار فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں میں سے تھے) ان سے نمٹنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ بعض مسلمانوں کو اس موقع پر اپنی کثرتِ تعداد پر فخر ہوا۔ جب دونوں فوجیں جمع ہوئیں تو ہوازن نے اپنی کمین گاہوں سے نکل کر یک بارگی ایسا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف سو (۱۰۰) کے قریب مجاہدین رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد رہ گئے جو مشرکین سے جنگ کرتے رہے۔ نبی ﷺ نے عباس بن عبدالمطلب کو، جن کی آواز بہت اونچی تھی، حکم دیا کہ وہ انصار اور باقی مسلمانوں کو آواز دیں۔ جب انھوں نے آواز سنی تو وہ پلٹے اور مشرکین پر ایسے جھپٹے کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے ان کی عورتوں، بچوں اور مال و دولت ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً چھ ہزار آدمی پابند سلاسل ہوئے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے بعد میں آزاد کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے اکثر و بیشتر لوگ مسلمان ہو گئے۔ غزوۂ حنین کے انھی واقعات و احوال کو ان آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ آیات زیر تفسیر سے معلوم ہوا کہ ① اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر ایمان والوں کی مدد کی۔ ② اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین میں بھی ایمان والوں کی مدد کی۔ ③ غزوۂ حنین میں ایمان والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ④ ایمان والوں کو اپنی کثرتِ تعداد پر ناز ہو گیا اور اسی پر بھروسا کر بیٹھے۔ ⑤ اللہ تعالیٰ کو یہ ناز پسند نہیں آیا، نتیجہ یہ

نکلا کہ غزوۂ حنین میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایمان والوں کے قدم اکھڑ گئے اور انھوں نے پیٹھ پھیر لی۔ ان کی کثرتِ تعداد ان کے کچھ کام نہ آئی۔ ⑥ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین میں ایسے لشکر بھیج دیے جو ایمان والوں کو نظر نہیں آتے تھے۔ ⑦ غزوۂ حنین میں کافروں کو سخت شکست ہوئی اور انھیں اس جنگ میں زبردست سزا ملی۔ ⑧ اللہ تعالیٰ کافروں کو سرکشی کی بنیاد پر سزا دیتا ہے اور پھر اگر چاہے تو بعد میں انھیں توبہ کی توفیق بھی عنایت فرما دیتا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ : حنین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے کن کن مواقع پر ایمان والوں کی مدد کی؟ ان میں غزوۂ بدر، احد، احزاب، بنوقریظہ، بنونضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ اور دیگر غزوات شامل ہیں، درج ذیل آیات میں اسی طرف اشارہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ﴾ [آل عمران : ۱۲۳] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی، جب کہ تم نہایت کمزور تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴾ [الأنفال : ۹] ”جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کر لی کہ بے شک میں ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرنے والا ہوں، جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴾ [الأنفال : ۱۲] ”جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا کہ بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکھو جو ایمان لائے ہیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنھوں نے کفر کیا، رعب ڈال دوں گا۔ پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے ہر ہر پور پر ضرب لگاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسے لشکر جنھیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے خوب دیکھنے والا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۵۲] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا، جب تم انھیں اس کے حکم سے کاٹ رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور تم نے حکم کے بارے میں آپس میں جھگڑا کیا اور تم نے نافرمانی کی، اس کے بعد کہ اس نے تمھیں وہ چیز دکھا دی جسے تم پسند کرتے تھے۔ تم میں سے کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور تم میں سے کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اس نے تمھیں ان سے پھیر دیا، تاکہ تمھیں آزمائے اور بلاشبہ یقیناً اس نے تمھیں معاف کر دیا اور اللہ مومنوں پر بڑے فضل والا ہے۔“

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ : غزوۂ حنین کے حالات و واقعات اور اسباب و نتائج کا تفصیلاً تذکرہ احادیث میں موجود ہے، چند احادیث کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کی فتح سے

فارغ ہوئے اور حنین کی طرف بڑھے، تو مالک بن عوف نے مختلف قبائل کو اکٹھا کیا، ان کے مال مویشی، عورتوں اور بچوں کو ہمراہ لیا اور لڑائی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف چل کھڑا ہوا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس خبر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے عبد الرحمٰن بن ابو حدرد رضی اللہ عنہ کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ ان کی طرف جا، ان کی قوم میں داخل ہو جا اور دیکھ کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور سب حالات کا جائزہ لے کر آ۔ چنانچہ عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں داخل ہو گئے، ان میں ایک یا دو دن ٹھہرے، پھر واپس پلٹے اور آ کر تمام صورت حال سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا۔[مستدرك حاكم : ۳ / ۴۸، ۴۹، ح : ۴۳۶۹۔ مسند أحمد : ۳ / ۱۹۰، ح : ۱۲۹۸۲، عن أنس رضی الله عنه]

سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مکہ سے حنین کی طرف نکلے۔ راستے میں ایک ایسی جگہ آئی کہ وہاں بیری کا ایک درخت تھا، یہ درخت کافروں کا ایک متبرک مقام تھا۔ وہ اس کے گرد اپنی مرادیں پوری کروانے کے لیے بیٹھا کرتے اور اس پر اپنا اسلحہ لٹکایا کرتے تھے۔ اس مقام کو ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا۔ چنانچہ جب ہم بیری کے اس بہت بڑے سبز درخت کے پاس سے گزرے تو ہم میں سے بعض لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایسا ہی کوئی آستانہ بنا دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگوں نے بھی وہی بات کہہ ڈالی جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہی تھی: ﴿ اجْعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴾[الأعراف : ۱۳۸] '' (اے موسیٰ!) ہمارے لیے کوئی معبود بنا دے، جیسے ان کے کچھ معبود ہیں؟ اس نے کہا بے شک تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کرتے ہو۔'' حقیقت یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو، یہ ایسے چلن ہیں جو تم سے پہلے لوگوں نے بھی اختیار کیے تھے سو تم بھی ایک ایک کر کے ان کو اختیار کرتے چلے جاؤ گے۔''[مسند أحمد : ۵ / ۲۱۸، ح : ۲۱۹۵۶۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم : ۲۱۸۰]

سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجاہدین غزوۂ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک بہت لمبی مسافت طے کی، حتیٰ کہ پچھلا پہر ہو گیا، سو میں نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا کہ ایک گھڑ سوار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے اللہ کے رسول! میں حسب حکم آپ کے درمیان سے نکلا اور تیزی سے چلتا ہوا فلاں فلاں پہاڑ سے ہو کر واپس آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ میں ''ہوازن'' کے لوگوں کو دیکھ آیا ہوں، وہ اپنی عورتوں، چوپایوں، بکریوں اور اموال سمیت وہاں خیمہ زن ہیں، سب حنین میں جمع ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''اللہ نے چاہا تو یہ سارا مال کل مسلمانوں کے لیے مالِ غنیمت ہوگا۔''[أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی فضل الحرس فی سبیل الله عزوجل : ۲۵۰۱]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ فتح کرنے کے بعد حنین کے میدان میں جنگ کے لیے چل رہے تھے، میں دیکھ رہا تھا کہ مشرک بھی اپنی صفیں کمال انداز سے باندھ کر آئے ہیں۔ سب سے آگے گھڑ سواروں کی صفیں تھیں، اس کے

بعد پیدل جنگجوؤں کی، پھر عورتوں کی صفیں تھیں، عورتوں کے پیچھے بکریوں کے ریوڑ تھے اور ان کے پیچھے دیگر چوپائے اونٹ وغیرہ تھے۔[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ١٣٦۔ مسند أحمد : ٣/ ١٩٠، ح : ١٢٩٨٢]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ تہامہ کی وادیوں میں سے حنین کی وادی میں ہم جا رہے تھے، وادی بڑی وسیع و عریض تھی۔ اس میں اوپر نیچے ٹیلے اور چھوٹی چھوٹی ڈھلوانی پہاڑیاں تھیں، ہم اوپر چڑھتے اور نیچے اترتے ہوئے آگے کی جانب بڑھتے اور لڑھکتے جا رہے تھے اور ابھی صبح کا اندھیرا قدرے باقی تھا۔ دشمن ہمارے اردگرد کی گھاٹیوں میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ وہ لوگ اس وادی کی ہر سمت موجود اور ہر تنگ مقام پر مورچہ زن تھے۔ وہ چاروں طرف جمع ہو چکے تھے اور حملے کے لیے پر تول رہے تھے، جبکہ ہم اردگرد سے بے خبر اپنے دھیان میں چلے جا رہے تھے کہ دشمن کے دستوں نے بڑی شدت سے یک بارگی ایسا زوردار حملہ کر دیا جیسے ایک ہی آدمی نے حملہ کیا ہو، اب سب مجاہدین شکست کھاتے ہوئے واپس پلٹنے لگے۔ کسی کو دوسرے کی خبر نہ تھی اور سب بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر دائیں جانب کو جھکے ہوئے تھے اور آواز دے رہے تھے: ”لوگو! میری طرف توجہ کرو، میری طرف پلٹو، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔“ بھگدڑ میں کہیں سے جواب نہیں آ رہا تھا۔ اونٹ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔ لوگ چلے جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد مہاجرین اور انصار کا گروہ تھا، کچھ آپ کے خاندان کے لوگ تھے۔ تب آپ کے گرد جم کر ٹھہرنے والوں میں سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ آپ کے خاندان والوں میں سے سیدنا علی، سیدنا عباس اور ان کے بیٹے فضل رضی اللہ عنہم تھے۔ سیدنا ابوسفیان بن حارث اور ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہما بھی استقامت سے کھڑے تھے۔ سیدہ ام ایمن کے بیٹے سیدنا ایمن اور سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم پامردی سے کھڑے تھے۔“[مسند أحمد : ٣/ ٣٧٦، ح : ١٥٠٣٧۔ ابن حبان : ٤٧٧٤۔ مسند أبي يعلى : ٣/ ٣٨٨، ٣٨٩، ح : ١٨٦٣]

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے قبیلہ قیس کے ایک آدمی نے پوچھا، اے ابوعمارہ! تم لوگ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انھوں نے کہا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے، قبیلہ ہوازن کے لوگ ان دنوں زبردست تیر انداز تھے۔ جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ پسپائی اختیار کر گئے تھے اور ہم مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کے تیر و تفنگ نے ہمارا استقبال کیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید خچر پر سوار دیکھا، ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس کی لگام پکڑی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے: ((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ)) ”میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ٨٠/ ١٧٧٦]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے ...... اب

کے میں نے آپ کے خچر کی لگام تھام لی تھی اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے رکاب پکڑ رکھی تھی۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میری آواز بڑی بلند تھی، اس وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا: ''اے عباس کیکر کے درخت والوں کو آواز دو۔'' چنانچہ میں نے بلند آواز سے پکارا، وہ کیکر کے درخت (تلے بیعت رضوان کرنے والے کہاں ہیں؟ اللہ کی قسم! ان لوگوں نے جب میری آواز سنی تو وہ ''ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں'' کہتے ہوئے اس طرح دوڑے جس طرح گائے اپنے بچے کی جانب دوڑتی ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پکڑے اور دشمنوں کی طرف پھینکے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رب کی قسم! وہ شکست کھا گئے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنا سر اونچا کر کے میدان جنگ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا: ''اب جنگ کا تندور بھڑکا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب جنگ کا میدان بھڑک کر سرخ ہو جاتا تو ہم آپ کو ڈھال بنا کر اپنے آپ کو بچاتے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم میں سے بہادر تو وہی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تھے جو میدان جنگ میں دشمن کے سامنے ڈٹ جاتے تھے۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے موقع پر سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا بیس مشرکوں کو قتل کیا۔ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في السلب يعطى القاتل : ۲۷۱۸]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ میں جدھر بھی نظر اٹھتی، کفار کی طاقت دم توڑتی نظر آتی، وہ لوگ پیٹھ دکھا کر بھاگ رہے تھے۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۵]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے شکست سے دوچار کیا اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے تو تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم فرما دیا۔ [مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة حنين : ۱۷۷۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کی جنگ کے دوران میں ان کی والدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس خنجر تھا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ خنجر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کرتے ہوئے کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! یہ دیکھیے، ام سلیم کے پاس تو خنجر ہے۔ آپ نے ام سلیم سے پوچھا: ''تم یہ خنجر کیوں لیے پھرتی ہو؟'' سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا، اے اللہ کے رسول! اس لیے کہ اگر کسی مشرک نے میرے قریب آنے کی جسارت کی تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ کے رکھ دوں گی۔ اس

رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔[مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوة النساء مع الرجال : ۱۸۰۹]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوازن کا مال اپنے رسول کو عطا فرمایا تو آپ نے یہ مال تقسیم فرما دیا، کچھ انصار نے تقسیم پر اپنے رنج کا اظہار کیا کہ آپ نے کئی لوگوں کو سو سو کی تعداد میں اونٹ عطا فرما دیے تھے۔ چنانچہ انصار کہنے لگے، اللہ اپنے رسول ﷺ کو معاف فرمائے، آپ قریش کو عطا فرما رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، حالانکہ ابھی تک ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، انصار کی یہ بات جب اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچی تو آپ نے انھیں بلایا اور چمڑے سے بنے ایک خیمے میں جمع کیا۔ آپ نے ان انصار کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلایا تھا۔ جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور انصار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے انصار کے گروہ! تمھاری طرف سے ایک بات مجھ تک پہنچی ہے (کیا وہ صحیح ہے)؟'' انصار کے دانشور لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمارے ذمہ دار سردار لوگوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی، ہاں البتہ کچھ نوعمر لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ اپنے رسول کو معاف فرمائے، وہ قریش کو عطا کر رہے ہیں اور ہمیں محروم کر رہے ہیں، جبکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک ان کا خون ٹپک رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا: ''سنو! میں ایسے لوگوں کو دے رہا ہوں جو اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے ہیں۔ میں محض ان کے دل جیتنے کے لیے ایسا کر رہا ہوں، کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ لوگ اپنے گھروں میں یہ دنیا اور مال و دولت لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں اللہ کے رسول ﷺ کو لے جاؤ؟ اللہ کی قسم! جو نعمت تم لے کر اپنے گھروں میں جاؤ گے، وہ اس سے کہیں بہتر ہے جس کو یہ لوگ اپنے گھروں میں لے کر جائیں گے۔'' یہ سنتے ہی انصار کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہم اس پر خوش ہو گئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے انصار سے ارشاد فرمایا: ''میرے بعد دوسرے لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی، ایسے حالات میں صبر کرنا، حتیٰ کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جا ملو اور میں اس وقت حوض (کوثر) پر ہوں گا۔'' اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اگر لوگ ایک وادی میں سفر کر رہے ہوں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں جا رہے ہوں تو میں انصار والی گھاٹی میں (ان کے ساتھ) سفر کروں گا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف ...... الخ : ۴۳۳۱، ۴۳۳۲]

سیدنا مروان بن حکم اور سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہوازن کے رؤسا کا وفد مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے درخواست کی کہ ان کے اموال اور قیدی ان کو واپس لوٹا دیے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''میرے ساتھ اس وقت جو لوگ ہیں (وہ نئے نئے مسلمان ہونے والے ہیں) ان کو تم دیکھ ہی رہے ہو۔ (سچی اور کھری بات یہ ہے کہ) مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ میں تمھارے اموال اور قیدی واپس کر دوں، تاہم تم دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کر لو، یا مال لے لو یا قیدی لے لو۔ میں نے تو تم لوگوں ہی کے خیال سے تقسیم میں بھی تاخیر کی تھی۔''

سیدنا مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپس آنے کے بعد دس دن تک ان لوگوں کا انتظار کیا۔ بہرحال ہوازن کے وفد کے سامنے جب یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ دو چیزوں میں سے ایک ہی واپس کریں گے تو انھوں نے کہا، ہمارے قیدی ہمیں واپس کر دیجیے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالٰی : ﴿ و یوم حنین ...... الخ ﴾ : ۴۳۱۸، ۴۳۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبة : ۲۱۴۹]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں، پس وہ اپنے اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم کسی قسم کے فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ جلد ہی تمھیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس وجہ کا ذکر فرمایا ہے جس کی بنیاد پر مشرکین کو حج کی ممانعت کی گئی۔ وجہ یہ ہے کہ مشرکین ناپاک ہیں اور ناپاکی کی حالت میں مشرکین مسجد الحرام میں داخل نہیں ہو سکتے۔ چونکہ بغیر مسجد الحرام میں داخل ہوئے طواف نہیں ہو سکتا اور بغیر طواف کیے حج نہیں ہو سکتا، لہٰذا مشرکین کو حج کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ : مشرکین کی ناپاکی ان کے ناپاک اور مشرکانہ عقائد کی وجہ سے ہے۔ مومن مشرکانہ عقائد سے مبرا ہوتا ہے، لہٰذا وہ عقیدتاً ناپاک نہیں ہوتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ میں جنبی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ چلتا رہا، یہاں تک کہ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں وہاں سے کھسک گیا اور اپنے گھر آ گیا۔ میں نے غسل کیا اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے؟'' میں نے کہا، میں جنبی تھا اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں ناپاکی کی حالت میں آپ کے پاس بیٹھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! اے ابو ہریرہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب الغسل، باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق وغیرہ : ۲۸۵، ۲۸۳۔ مسلم، کتاب الحیض، باب الدلیل علی أن المسلم لا ینجس : ۳۷۱]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد پر جاتے تھے تو ہمیں مشرکوں کے برتن اور مشکیزے مل جاتے تو ہم انھیں استعمال کر لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ [أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب في استعمال آنية أهل الكتاب : ٣٨٣٨۔ مسند أحمد : ٣/٣٧٩، ح : ١٥٠٦٣]

یہ اس وقت ہے جب وہ اپنے برتن حرام چیزوں کے لیے استعمال نہ کریں، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم اہل کتاب کی ہمسائیگی میں رہتے ہیں، جبکہ وہ اپنی ہنڈیوں میں خنزیر پکاتے اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تمھیں اور برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ اور پیو اور اگر ان کے علاوہ اور برتن نہ ملیں تو انھیں پانی سے اچھی طرح دھو کر ان میں کھا پی لیا کرو۔“ [أبو داوٗد، كتاب الأطعمة، باب في استعمال آنية أهل الكتاب : ٣٨٣٩]

فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں میں جو حج کے دوران میں اعلان کے لیے بھیجے گئے تھے، بھیجا۔ ہم نے منیٰ میں منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی شخص بیت اللہ کا طواف ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ رہ کر لوگوں کو سورۂ براءت سنائی اور یہ اعلان بھی کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور نہ کوئی شخص ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ و أذان من الله و رسوله ﴾ ...... الخ : ٤٦٥٦۔ مسلم، كتاب الحج، باب لا يحج البيت مشرك ولا يطوف ...... الخ : ١٣٤٧]

وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ : رزق کی تنگی اور فراخی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، ذرائع اور وسائل کی کوئی حقیقت نہیں۔ اگر وہ ایک ذریعہ کو ختم کرتا ہے تو دوسرے ذریعہ سے دیتا ہے۔ مفلسی سے نہ ڈرو، بلکہ اللہ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ کا خوف کشائش رزق کے بہت سے وسائل کی فراہمی کا ذریعہ بن جائے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ٢، ٣] ”اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴾ [الرعد : ٢٦] ”اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾

[الفتح : ۲۰] ''اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ﴾ [النساء : ۹۴] ''تو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔''

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا: ''اگر تمھاری عمر لمبی ہوئی تو تم ضرور کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔'' ...... سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کیے۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۵۹۵]

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔''

قبل ازیں مشرکین کی اصلیت اور پلیدی بیان کر کے انھیں حرم کی مقدس سرزمین کے قریب نہ آنے کا حکم دیا گیا تھا، تو اس آیت میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جہاد و قتال کا حکم دیا جا رہا ہے اور دلائل سے سمجھایا جا رہا ہے کہ ان میں چار خرابیاں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان سے لڑنا فرض ہے۔ اس لیے اب ان سے کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں، بلکہ اہل اسلام کی ان سے کھلی جنگ ہے۔ خرابیاں یہ ہیں: ① اللہ رب العالمین پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ بھی نجس مشرک ہیں، اس لیے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا ہے۔ ② آخرت کے دن پر ان کا ایمان نہیں ہے۔ ③ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اس کو حرام نہیں مانتے، بلکہ ان کے علماء وصوفیا جس چیز کو حلال کہیں اس کو حلال اور جس چیز کو وہ حرام کہہ دیں اس کو حرام مان کر گویا انھوں نے انھیں رب بنایا ہوا ہے اور ④ دین حق کو بھی قبول نہیں کرتے، بلکہ خود ساختہ دین پر عمل پیرا ہیں۔ یہ چار جرم ایسے ہیں کہ ان کے مرتکبین سے لڑنا فرض ہے۔ مسلمانو! ان سے لڑو، قتال کرو، ان کو اتنا مارو، اتنا زچ کرو کہ یہ از خود اپنے ہاتھ سے جزیہ اور ٹیکس دینے کی پیش کش کرنے لگیں، ہاتھ کھڑے کر دیں، شکست مان لیں، چھوٹے اور ذلیل بن کر رہیں اور ان میں تمھارے سامنے آنکھ اٹھانے کی جرأت بھی باقی نہ رہے۔ آیت زیر تفسیر کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ اس لشکر نے موتہ کے مقام پر اہل کتاب سے جنگ کی اور فتح پائی۔ ذیل میں ہم جنگ موتہ سے متعلق چند صحیح احادیث درج کرتے ہیں، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ موتہ کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور پھر فرمایا: ''اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر کمان سنبھال لے اور اگر جعفر شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ کمان سنبھال لے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦١]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ موتہ میں جنگ کے روز سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا، میں نے زخموں کی گنتی شروع کی تو ان کے جسم پر نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کیے۔ لطف کی بات یہ تھی کہ ان زخموں میں سے کوئی ایک بھی زخم ان کی کمر پر نہ تھا۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٠]

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: ''لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا جائے۔'' اہل مدینہ جمع ہو گئے تو آپ فرمانے لگے: ''مسلمانو! اللہ کی طرف سے مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمھارے لشکر کے مجاہدین اپنے سفر پر گامزن رہے، تا آنکہ وہ دشمن کے خلاف معرکہ آرا ہوئے، اس دوران میں زید (رضی اللہ عنہ) شہید ہو گئے، سو تم ان کے لیے بخشش طلب کرو۔'' لوگوں نے ان کے لیے بخشش کی دعا کی اور آپ نے فرمایا: ''زید کے بعد ابو طالب کے بیٹے جعفر (رضی اللہ عنہ) نے پرچم تھاما، وہ دشمن کے خلاف جواں مردی سے خوب لڑے، یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے، میں ان کی شہادت کی گواہی دیتا ہوں۔ لوگو! ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو، اس کے بعد عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا اور ثابت قدمی سے جمے رہے، حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا سوال کرو، اب کے خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) نے پرچم کو پکڑ لیا ہے، گو وہ مقرر کیے گئے کمانڈروں میں سے نہ تھے، مگر انھوں نے اپنے دل کو اس مشکل وقت میں مشکل ذمہ داری سنبھالنے کا حکم دیا۔'' اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو بلند فرمایا اور اللہ کے حضور دعا کرنے لگے: ''اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے، اس کی مدد فرما۔'' عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اس طرح بھی فرمایا: ''(اے اللہ!) خالد کے ذریعے مدد فرما۔'' [مسند أحمد : ٢٩٩/٥، ح : ٢٢٦١٢۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ٤٨/٥، ح : ٨١٥٩۔ ابن حبان : ٧٠٤٨]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لشکر کے بارے میں ابھی کوئی خبر نہ آئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت سے لوگوں کو آگاہ فرما دیا۔ آپ نے بتلایا: ''زید نے پرچم تھاما، وہ شہید کر دیے گئے تو جعفر نے پرچم پکڑ لیا، وہ شہید ہوئے تو عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔'' آپ خبر سنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے متواتر آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''آخر اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم تھام لیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں رومیوں کے خلاف فتح سے ہمکنار کر دیا۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٢]

قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے، موتہ کی جنگ

میں میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ میرے ہاتھ میں اب کوئی تلوار نہ رہی، صرف یمن کا بنا ہوا چوڑے پھل کا تیغہ باقی رہ گیا (تو میں اسی سے لڑتا رہا)۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة مؤتة من أرض الشام : ٤٢٦٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جعفر بن ابی طالب کو (جنت میں) بادشاہ (کی صورت میں) دیکھا کہ وہ دو پروں کے ساتھ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔'' دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جعفر تو جبریل اور میکائیل کے ہمراہ پرواز کر رہا ہے، اس کے دو پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے دو ہاتھوں کے بدلے اسے عطا فرمائے ہیں۔'' [مستدرك حاكم : ٢٠٩/٣، ٢١٠، ح : ٤٩٣٥، ٤٩٣٧۔ طبرانی کبیر : ١٠٧/٢، ح : ١٤٦٧]

حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ : ''جِزْيَةٌ'' اس مال کو کہتے ہیں جو اہل کتاب اور دیگر کفار سالانہ مسلمانوں کو اس عوض میں دیتے ہیں کہ مسلمان ان سے قتال نہیں کریں گے، مسلمانوں کے درمیان انھیں رہنے کی اجازت دی جائے گی اور ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ رہیں گے، اس کی مقدار مال دار، متوسط اور فقیر کے اعتبار سے گھٹتی بڑھتی ہے، جس کی تعیین مسلمان حاکم یا اس کا نمائندہ کرے گا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے ایک سال قبل اہل بصرہ کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر کسی مجوسی نے اپنی کس محرم عورت سے نکاح کیا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دو اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ نہیں لیا، یہاں تک کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس امر کی شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقام) ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔[بخاری، کتاب الجزية، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة ...... الخ : ٣١٥٦]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر کسریٰ کے ایک سپہ سالار سے کہا، ہم عرب لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور شدید مصیبت میں مبتلا تھے، بھوک میں چمڑے اور کھجور کی گٹھلیاں چوسا کرتے تھے، چمڑے اور بالوں کی پوشاک پہنتے تھے، درختوں اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے، ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمین کے مالک نے، جس کا ذکر بلند ہے، جس کی عظمت جلیل ہے، ہماری طرف ہم ہی میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا، جس کے باپ اور ماں سے ہم اچھی طرح واقف تھے۔ ہمارے نبی، ہمارے رب کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے جنگ کریں، یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ کی عبادت کرو، یا جزیہ ادا کرو۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے رب کا یہ پیغام بھی ہمیں پہنچایا کہ جو شخص ہم میں سے قتل ہو گا وہ جنت میں ایسی نعمتوں میں رہے گا کہ ایسی نعمتیں اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی اور جو ہم میں سے باقی رہے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک ہو گا۔[بخاری، کتاب الجزية، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة ...... الخ : ٣١٥٩]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو خاص طور پر اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیتے۔ پھر

آپ فرماتے: ”اللہ کے نام کے ساتھ اللہ کے راستے میں لڑو، ان لوگوں سے لڑو جو اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں، لڑائی کرو مگر خیانت نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، کسی کے ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا اور بچوں کو قتل نہ کرنا اور جب مشرکین میں سے ان لوگوں سے تمھارا مقابلہ ہو جو تمھارے دشمن ہیں تو انھیں تین باتوں کی دعوت دینا اور وہ ان میں سے جس بات کو بھی قبول کر لیں تم بھی اسے قبول کر لینا اور لڑنے سے باز رہنا۔ انھیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ تمھاری دعوت قبول کر لیں تو تم ان کے ایمان قبول کر لینا اور لڑائی سے باز رہنا۔ پھر ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ اپنا ملک چھوڑ کر مہاجر مسلمانوں کے ملک میں ہجرت کر جائیں اور انھیں یہ بھی خبر دینا کہ اگر وہ ایسا کر لیں تو جو حقوق مومنوں کے ہوں گے وہی ان کے بھی ہوں گے۔ اگر وہ اپنا ملک چھوڑنے سے انکار کریں تو انھیں خبر دینا کہ پھر وہ دیہاتی مسلمانوں کے مانند ہوں گے۔ ان پر اللہ کا وہی حکم جاری ہوگا جو (عام) مسلمانوں پر جاری ہوتا ہے۔ ان کو مال غنیمت اور مال فے میں سے کچھ نہیں ملے گا، سوائے اس صورت کے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیہ طلب کرنا، اگر وہ جزیہ دینا قبول کر لیں تو تم ان سے جزیہ قبول کر لینا اور جنگ سے باز رہنا، لیکن اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کرنا اور ان سے جنگ کرنا۔“ [مسلم، کتاب الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث ...... الخ : ۳/۱۷۳۱]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص ایسے کافر کو قتل کرے جس سے معاہدہ ہو گیا ہو تو وہ جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آتی ہے۔“ [بخاری، کتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدًا بغير جرم : ۳۱۶۶]

وَهُمْ صٰغِرُوْنَ : یعنی ذلیل و خوار اور رسوا ہو کر۔ یہی وجہ ہے کہ ذمیوں کی عزت کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ انھیں مسلمانوں پر کوئی فوقیت دی جائے، بلکہ وہ تو ذلیل و حقیر اور بدبخت ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو اور جب راستے میں ان میں سے کسی سے ملاقات ہو تو اسے تنگ حصے کی طرف مجبور کر دو۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب النهي عن ابتداء أهل الكتاب بالسلام ...... الخ : ۲۱۶۷]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

”اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے، وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“

یہود و نصاریٰ کے مشرکانہ عقائد بیان کیے جا رہے ہیں، تاکہ مسلمان انھیں جان کر ان کے خلاف جنگ پر آمادہ

ہوں۔ جاہل اور غلو کرنے والے یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا اور نصرانیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا لیا۔ یہ بہت بڑا ظلم اور بہت بڑا شرک ہے۔ انھوں نے اسی عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنا کر اس کی دعوت دینا شروع کر دی۔ یہ اللہ کی بغاوت ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو ان پر سخت غصہ ہے۔ مشرک اور اہل مکہ بھی اسی قسم کے شرکیہ اور ناپاک عقائد رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، کسی نے اللہ کے برگزیدہ بندوں کو اللہ کے بیٹے قرار دے دیا۔ یہ کتنے ظالم ہیں، حالانکہ اہل کتاب کے پاس تو اللہ تعالیٰ نے شریعت بھیجی، کتابیں نازل کیں، انبیائے کرام نے انھیں بہت سمجھایا مگر یہ بد بخت تھے کہ سچی ہدایت، صراط مستقیم اور اللہ کی کتاب چھوڑ بیٹھے، اس لیے اللہ کے غضب اور غصے کے حق دار ٹھہرے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کو ان سے لڑنے کے لیے تیار کر رہا ہے، مدد کے وعدے دے رہا ہے اور کافروں کی ذلت و رسوائی کی یقین دہانیاں کروا رہا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک پکارنے والا پکارے گا، اے لوگو! تم میں سے جو آدمی جس کو پوجتا تھا اسی کے ساتھ ہو جائے۔ (الغرض) اللہ کی پرستش چھوڑ کر بتوں یا آستانوں کی پرستش کرنے والوں میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا، سب جہنم میں گر جائیں گے اور صرف وہی باقی رہ جائیں گے جو اللہ اکیلے کی عبادت کرتے تھے، ان میں اچھے برے سب ہی ہوں گے اور کچھ اہل کتاب باقی رہ جائیں گے۔ پھر یہودی بلائے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا، تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے، ہم عزیر (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے، جو اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا، تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ ان سے پوچھا جائے گا، تم کیا چاہتے ہو؟ تو وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں، بس ہم کو پانی پلا دے، پھر انھیں (جہنم کی طرف) اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم ادھر نہیں جاتے۔ پھر وہ جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے، جو سراب کی طرح ہوگی، اس کا بعض حصہ بعض کو توڑ رہا ہوگا اور وہ جہنم میں گرا دیے جائیں گے۔ پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا، پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم عیسیٰ (علیہ السلام) کی عبادت کرتے تھے، جو اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان سے (بھی یہی) کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ ان سے پوچھا جائے گا، تم کیا چاہتے ہو؟ اور ان کے ساتھ بھی وہی ہوگا جو یہود کے ساتھ ہوا تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إن الله لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ٤٥٨١]

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس زمانے (یعنی اب سے لے کر قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کسی اور دین کا پیروکار) اگر میرے بارے میں سنے اور پھر وہ اس چیز پر ایمان لائے بغیر مر گیا جو میں دے کر بھیجا گیا

ہوں (یعنی شریعت) تو وہ جہنم میں جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس ...... الخ : ۱۵۳]

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

''انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

ان اہل کتاب کا دوسرا شرک یہ تھا کہ حلت وحرمت کے اختیارات انھوں نے اپنے علماء و مشائخ کو سونپ رکھے تھے، حالانکہ یہ اختیار صرف اللہ کو ہے۔ وہ کتاب اللہ کو دیکھتے تک نہ تھے، بس جو کچھ ان کے علماء و مشائخ کہہ دیتے اسے اللہ کا حکم سمجھ لیتے تھے۔ جبکہ ان کے علماء و مشائخ کا یہ حال تھا کہ تھوڑی سی رقم لے کر ان کی مرضی کے مطابق فتویٰ دے دیا کرتے تھے۔ اس طرح انھوں نے اپنے علماء و مشائخ کو رب کا درجہ دے رکھا تھا۔ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ کے بجائے اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ انھیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی ایک اور قسم کی گمراہی کو بیان کیا ہے، یعنی وہ لوگ اپنے جھوٹے اقوال اور باطل مناظروں کے ذریعے اللہ کے آخری دین، دینِ اسلام کی تکذیب کرتے ہیں اور لوگوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ کا دین نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے آخری نبی نہیں ہیں، تو ان کی مثال اس آدمی کی ہے جو آفتاب یا چاندکی روشنی کو اپنی پھونکوں سے ختم کرنا چاہتا ہو۔ جس طرح اس آدمی کی یہ حرکت مجنونانہ ہے اور وہ آفتاب یا مہتاب کی روشنی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا، اسی طرح یہ یہود و نصاریٰ اپنی پھونکوں سے اسلام کی شمع کو نہیں بجھا سکتے۔ اس لیے کہ اللہ چاہتا ہے کہ چہار دانگ عالم میں اس دین کی روشنی پھیل جائے اور کافروں کے ہزار نہ چاہنے کے باوجود ایسا ہو کر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آیت زیر تفسیر میں واضح الفاظ میں اعلان کر دیا تھا کہ وہ اس نورِ ہدایت کی تکمیل فرمائے گا اور بالآخر اس نے اس کی تکمیل فرما دی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ [المائدۃ : ۳] ''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے

اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا۔‘‘

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

’’وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔‘‘

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ دینِ اسلام غالب اور نافذ ہو گا اور دوسرے تمام ادیان مغلوب ہو جائیں گے اور اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے۔ جہاں جہاں اسلام پہنچے گا دوسرے ادیان ان مقامات سے عملاً مٹ جائیں گے۔ اس حقانیت کو واضح کرنے والی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں، سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میرے لیے زمین لپیٹ دی گئی، یہاں تک کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لیے اور عنقریب میری امت کا اقتدار اس زمین تک پہنچے گا جو میرے لیے لپیٹ دی گئی۔‘‘ [مسلم، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض : ۲۸۸۹]

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غلبہ پائے گا، حتیٰ کہ ان میں سے آخری گروہ مسیح دجال سے لڑے گا۔‘‘ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في دوام الجهاد : ۲۴۸۴۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۴۴۹، ۴۵۰، ح : ۸۳۹۰]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے قیامت تک لڑتی رہے گی۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من أمتي ...... الخ : ۱۹۲۲]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ’’یہ دین وہاں وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں جہاں دن اور رات ہے۔ اللہ تعالیٰ معزز کو عزت اور ذلیل کو ذلت دے کر شہر اور دیہات کے ہر ہر گھر میں اس دین کو داخل کر دے گا۔ عزت سے مراد وہ عزت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اسلام کو معزز کر دے گا اور ذلت سے مراد وہ ذلت ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کفر کو ذلیل کر دے گا۔‘‘ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اس بات کا خود اپنے اہل خانہ میں مشاہدہ کر لیا کہ ان میں سے جو مسلمان ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے خیر و بھلائی اور عزت و شرف سے نوازا اور جو حالت کفر پر رہا، اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت و رسوائی سے دو چار کر کے جزیہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا۔‘‘ [مسند أحمد : ۴/ ۱۰۳، ح : ۱۶۹۵۹۔ مستدرك حاكم : ۴/ ۴۳۰، ۴۳۱، ح : ۸۳۲۶۔ السنن الكبرى للبيهقي : ۹/ ۱۸۱، ح : ۱۸۶۱۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسریٰ (شاہ ایران) ہلاک ہوا، اس کے بعد کوئی دوسرا کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر (شاہ روم) ضرور مرے گا، اس کے بعد پھر دوسرا قیصر نہیں ہوگا (روم و ایران دونوں مسلمانوں کے زیرنگیں ہوں گے) اور وہاں کے خزانے تم اللہ کے راستہ میں تقسیم کرو گے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب الحرب خدعة : ۳۰۲۷]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو علماء اور مشائخ سے متنبہ کیا ہے کہ تمام عالم اور تمام بزرگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ اکثر عالم اور بزرگ اللہ کو ناراض کر لیتے ہیں، لیکن حق کو ظاہر کر کے اپنی جماعت کو ناراض نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ اگر وہ اپنی جماعت کو ناراض کر لیں تو ان کے وظیفے اور نذرانے وغیرہ بند ہو جائیں، وہ مساجد اور مدارس سے نکال دیے جائیں، ان کی تنخواہیں بند ہو جائیں، تقاریر، خطبات اور دروس کی فیسیں ختم ہو جائیں۔ الغرض حق کو چھپا کر وہ اللہ کے بندوں کو راہِ راست سے روکتے ہیں۔ حق کو چھپا کر وہ اپنی روزی کما رہے ہیں، ان کی یہ روزی قطعاً حرام ہے۔ یہ چیز جس طرح یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی تھی، اس امت میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس امت کے علماء و مشائخ بھی یہود و نصاریٰ کے علماء اور مشائخ کی پیروی کر رہے ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم یقیناً اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ذراع میں پیروی کرو گے (یعنی ان کی ایک ایک روش کو اپناؤ گے) حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے پیچھے (بل میں گھس) جاؤ گے۔'' ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا (ان لوگوں سے آپ کی) مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کون؟'' [بخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لتتبعن سنن من كان قبلكم : ۷۳۲۰]

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ : علماء و مشائخ کے حالات بیان کرنے کے بعد آیت کے اس حصہ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے، جو سونا اور چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اسے

اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ جہنم کا دردناک عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے۔ یہ حکم عام ہے، اس میں یہود و نصاریٰ کے وہ علماء اور مشائخ بھی شامل ہیں جو سونا اور چاندی جمع کرتے تھے، لیکن اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تھے اور وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابھی فرضیت زکوٰۃ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، پھر جب فرضیت زکوٰۃ کا حکم آ گیا، تو اللہ تعالیٰ نے اموال کو زکوٰۃ کی ادائیگی کی وجہ سے پاک صاف کر دیا۔ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب ما أدی زکاته فلیس بکنز : ١٤٠٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو روز قیامت اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں (اس کے پاس لایا جائے گا)، جس کی پیشانی پر کشمش کی طرح کے دو سیاہ نشان ہوں گے۔ قیامت کے دن وہ سانپ اس کے لیے طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کے دونوں جبڑوں کو کاٹے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“ پھر آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ [آل عمران : ١٨٠] ”اور وہ لوگ جو اس میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، ہرگز گمان نہ کریں کہ وہ ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے، عنقریب قیامت کے دن انھیں اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ ...... الخ : ١٤٠٣]

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۳۵

”جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر کوئی سونے یا چاندی کا مالک اس کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ سے (اس کی چاندی و سونے کے) تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے، اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ (مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا) بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔“ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إثم مانع الزکوۃ : ٩٨٧]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کنز (یعنی خزانہ) جمع کرنے والوں کو (پتھروں کے ذریعے) ایسے داغ کی بشارت دو جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے تو ان کے پہلوؤں سے نکل جائیں گے اور ان کی گدیوں میں لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل جائیں گے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی الکنازین للأموال والتغلیظ علیھم : ۳۵/۹۹۲]

زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مقام ربذہ میں ملا اور دریافت کیا کہ اس جنگل میں آپ نے کیوں قیام پسند کیا؟ آپ نے فرمایا، ہم شام میں تھے (کہ مجھ میں اور وہاں کے حاکم معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہو گیا، وہ اس طرح کہ) میں نے یہ آیات تلاوت کیں: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴾ تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ آیات ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں (جب تک وہ زکوۃ دیتے رہیں)، یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہیں، میں نے کہا، نہیں بلکہ ہمارے اور ان کے، سب کے بارے میں ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ والذین یکنزون ...... الخ ﴾ : ۴۶۶۰]

هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ : یعنی یہ انھیں رلانے، ڈانٹ پلانے اور مذاق کے طور پر کہا جائے گا، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ۝ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴾ [الدخان : ۴۸، ۴۹] ''پھر کھولتے پانی کا کچھ عذاب اس کے سر پر انڈیلو۔ چکھ، بے شک تو ہی وہ شخص ہے جو بڑا زبردست، بہت باعزت ہے۔'' یعنی یہ ہے تمھارا وہ مال جسے تم جمع کر کے رکھتے تھے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۶

''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

یہود اور مشرکین کی بری عادات تقریباً ایک جیسی ہیں، یہود کی بری خصلت کے بیان کے ساتھ ہی مشرکین کی ہیرا پھیری کا ذکر ان آیات میں آیا ہے۔ عرب مشرکین کے نزدیک بھی چار حرمت والے مہینے بڑی ہی عزت و احترام والے تھے۔ ان مہینوں میں ہر قسم کی لڑائی جھگڑا، جنگ و جدال، قتل و خون ریزی، لوٹ مار اور چوری ڈاکے کو وہ قطعی حرام

سمجھتے تھے۔ ان مہینوں میں ان جرائم کے ارتکاب کو کبیرہ گناہ سمجھتے تھے، یہ حرمت والے مہینے ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب ہیں۔ پہلے دو مہینے حج کے مہینے ہیں، ان کے متصل بعد محرم کا مہینا ہے، ان میں ہر طرف سے تجارتی قافلے اور حج بیت اللہ کی زیارت کے ارادے سے قافلے بے خطر چلتے رہتے، وہ مکہ کا سفر امن واطمینان سے طے کرتے۔ چوتھا مہینا رجب کا تھا، اس میں بھی عمرہ اور ہر قسم کے قافلے آتے جاتے تھے۔ قدیم زمانہ سے طے شدہ ان حرام مہینوں میں مشرکین محض اپنے مفاد کے لیے ردو بدل کر کے سال میں چار مہینوں کی گنتی پوری کر لیتے تھے، مثلاً ایک قبیلہ جب اپنے دشمن قبیلہ سے انتقام، یا کسی اور غرض سے جنگ چھیڑنا چاہتا تو اعلان کر دیتا کہ اس سال محرم کی بجائے صفر کا مہینا حرمت والا ہے۔ اس اچانک اعلان سے دوسرا قبیلہ جنگی تیاری کے بغیر مقابلہ کی ہمت نہ رکھتے ہوئے شکست کھا کر شدید نقصان سے دو چار ہو جاتا۔ اس طرح طے شدہ اصول میں ہیرا پھیری اور ردو بدل کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ﴾ : سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ”زمانہ گردش کرتا ہوا اپنی اسی حالت پر آ گیا ہے جس پر وہ اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین لگا تار ہیں، ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور (چوتھا) رجب مضر ہے، جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ (پھر آپ نے پوچھا) یہ کون سا مہینا ہے؟“ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ اس پر آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، ہم کو خیال ہوا کہ آپ اس مہینے کا نام کوئی اور رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا یہ ذوالحجہ کا مہینا نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، جی ہاں! پھر آپ نے پوچھا: ”یہ کون سا شہر ہے؟“ عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، ہم نے خیال کیا کہ آپ اس شہر کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا اس کا نام بلدہ (یعنی مکہ) نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، ہاں! پھر آپ نے پوچھا: ”آج کون سا دن ہے؟“ ہم نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ پھر خاموش رہے، ہم کو خیال ہوا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟“ ہم نے عرض کی، جی ہاں! اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”خوب سن لو! تمھاری جانیں، تمھارے مال اور تمھاری آبروئیں تم پر اسی طرح محترم ہیں جس طرح اس مہینا اور اس شہر میں آج کا دن محترم ہے۔ تم ایک روز اپنے رب سے ملاقات کرو گے، وہ تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھے گا، لہٰذا یہ نہ کرنا کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو اور گمراہ ہو جاؤ۔“ [بخاری، كتاب المغازى، باب حجة الوداع : ٤٤٠٦]

﴿ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اجازت دی ہے کہ وہ حرمت والے مہینے میں بھی مشرکوں سے لڑائی کر سکتے ہیں، بشرطیکہ لڑائی کی ابتدا ان کی طرف سے ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ لَا

تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ﴾ [البقرة : ١٩١] ''اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح حنین کے بعد ہم طائف کی طرف گئے اور چالیس دن تک ان کا محاصرہ کیے رکھا، پھر ہم مکہ کی طرف لوٹ آئے۔[مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ۱۳۶/ ۱۰۵۹]

اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ ع ٥/١١

''حقیقت یہی ہے کہ مہینوں کو پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کر لیتے ہیں، تاکہ ان کی گنتی پوری کر لیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں، پھر جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے گئے ہیں اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی مذمت فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی شریعت میں اپنی فاسد آراء کے ساتھ تصرف کرتے، اپنی بے ہودہ خواہشات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل دیتے اور اللہ تعالیٰ نے جسے حرام قرار دیا ہے، اسے حلال اور جسے حلال قرار دیا اسے حرام ٹھہرا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی لڑائیوں میں نخوت اور حمیت کی وجہ سے ان تین مہینوں کی مدت کو بہت طویل سمجھتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں رکاوٹ سمجھتے تھے، جیسے دشمنوں سے لڑائی کرنا وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے ایک عرصہ تک انھوں نے محرم کو حلال قرار دے لیا تھا اور اس کی بجائے صفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیا تھا، تاکہ حرمت والے چار مہینوں کی تعداد کو پورا کر لیں۔ یہ لوگ کبھی محرم کو حلال قرار دے لیتے تھے، اس کے بدلے میں صفر کو حرمت والا مہینا قرار دے دیتے تھے اور کبھی محرم ہی کو حرمت والا مہینا رہنے دیتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے

مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے مخاطب ہے کہ ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ آخر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دے رہا ہے اور تم ہو کہ زمین کی طرف بوجھل ہو کر بچھتے اور گرتے جا رہے ہو؟ اللہ کے رسول تمھیں جہاد کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم دے رہے ہیں، مگر تمھارے قدم بوجھل، سست اور زمین کے ساتھ جے ہوئے ہیں۔ تمھیں جہاد کے لیے نکلنا اتنا سخت اور دشوار کیوں معلوم ہو رہا ہے؟ تم پر یہ شدید پریشانی اور بزدلی کی کیفیت کیوں طاری ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھیں دنیا فانی سے پیار ہو گیا ہے اور دشمن کے مقابلہ میں اٹھنے والے قدموں میں اب سکت اور ہمت باقی نہیں رہی؟ یاد رکھو! آخرت کے ابدی گھر اور نعمتوں بھری جنت کے مقابلہ میں یہ سامانِ دنیا بہت قلیل اور بہت ہی بے حیثیت اور حقیر ہے۔ یہاں سے ان لوگوں کو سرزنش کا آغاز ہوتا ہے، جو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے اور جہاد میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ یاد رہے! غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم میں اس وقت پیش آیا تھا جب پھل پک چکے تھے اور گھنے سائے بہت فرحت بخش معلوم ہوتے تھے۔ یہاں ہم غزوۂ تبوک کے حوالے سے چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں، تاکہ قاری کے لیے سارا منظر واضح ہو جائے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب بھی کسی جنگی مہم کے لیے نکلتے تو اپنے ہدف کے بارے میں مبہم الفاظ استعمال فرماتے، تاہم اب کے (تبوک کے لیے) آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ وجہ واضح تھی کہ گرمی بڑی شدید تھی، سفر بہت لمبا تھا، راستہ بیابانوں، صحراؤں اور جنگلوں پر مشتمل تھا اور دشمن کی فوجی تعداد اور استعداد بہت زیادہ تھی، لہٰذا آپ نے دشمن کے بارے میں واضح طور پر تفصیل سے بیان فرما دیا، تاکہ مجاہدین اس کے مطابق اپنی تیاری بخوبی کر لیں۔ [بخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك : ٤٤١٨]

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب (تبوک کے لیے) تنگی کی حالت میں لشکر تیار کرنا شروع کیا تو سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس تیاری میں حصہ ڈالنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے، اپنے کپڑے میں انھوں نے ایک ہزار دینار ڈال رکھے تھے۔ انھوں نے یہ ساری رقم رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں ڈال دی۔ اب رسول اللہ ﷺ ان دیناروں کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ''آج کے بعد عفان کا بیٹا جو بھی عمل کرے گا وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' رسول اللہ ﷺ یہ جملہ بار بار دہرا رہے تھے۔ [مسند أحمد : ٥/ ٦٣، ح : ٢٠٦٥٧۔ مستدرك حاكم : ٣/ ١٠٢، ح : ٤٥٥٣]

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمیں جہاد فنڈ دینے کا حکم ہوا تو ہم بوجھ اٹھاتے (اور مزدوری جہاد فنڈ میں دینے لگے)۔ چنانچہ ابو عقیل رضی اللہ عنہ (اسی مزدوری سے) نصف صاع (ایک کلو کے قریب) کھجوریں لے کر آئے، جبکہ ایک اور صحابی (جو مال دار تھے) وہ کہیں زیادہ لے کر آئے۔ (دونوں کے جہاد فنڈ کا منظر) منافقوں نے

دیکھا تو کہنے لگے، اس (یعنی عقیل کے) صدقے کی بھلا اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ اور (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگے) اس نے اتنا بڑا صدقہ کر کے دکھلاوا کرنا چاہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۷۹] ''وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ الذين يلمزون المطوعين ...... الخ ﴾ : ٤٦٦٨]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن مدینہ منورہ سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن نکلنا پسند کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب الجهاد، باب من أراد غزوة فورّى بغيرها ...... الخ : ٢٩٥٠]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے غزوہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے درمیان چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة تبوك و هي غزوة العسرة : ٤٤١٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ''ان شاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے۔ جب تک دن نہ چڑھ جائے تم وہاں نہیں پہنچو گے۔ آگاہ رہو! جو شخص بھی اس چشمے پر پہنچے، جب تک میں نہ پہنچ جاؤں وہ پانی کے چشمے کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔'' پھر جب (اگلے روز دن چڑھے) ہم اس چشمے کے پاس پہنچے تو دو آدمی اس چشمے کے پاس پہنچ چکے تھے، چشمے کے پانی کا حال یہ تھا کہ جوتی کے تسمے کے برابر پانی کی دھار ٹپک رہی تھی، آپ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا: ''تم نے اس پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں! لگایا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کو منظور تھا ان کی سرزنش کی۔ اس کے بعد آپ کے حکم سے مجاہدین نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ اس پانی میں دھوئے، پھر وہی پانی اس چشمہ میں ڈال دیا، اب تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا۔ پھر لوگوں نے پانی پیا اور (جانوروں کو) پلانا شروع کر دیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا کہ اس پانی کی وجہ سے یہاں باغات ہی باغات ہو جائیں گے۔'' [مسلم، كتاب الفضائل، باب في معجزات النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۰٦، بعد الحديث : ٢٢٨١]

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم تبوک پہنچے تو (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آج رات کو سخت

آندھی چلے گی، لہٰذا تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو اسے چاہیے کہ اسے باندھ دے۔'' الغرض ہم نے اونٹوں کو باندھ دیا، (پیشین گوئی کے مطابق) سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہو گیا تو ہوا نے اسے اٹھا کر جبل طیئ پر پھینک دیا۔[بخاري، كتاب الزكوة، باب خرص التمر : ١٤٨١۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب في معجزات النبي ﷺ : ١١/١٣٩٢، بعد الحديث : ٢٢٨١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک میں لوگوں کو بھوک لگی تو انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے اونٹوں کو نحر کر لیں، تا کہ کھائیں اور تیل کی مالش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا کر لو۔'' اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، آپ ایسا کیجیے کہ لوگوں کو اپنے بچے ہوئے کھانے کے ساتھ بلائیے، پھر آپ اللہ سے ان کے لیے برکت کی دعا کیجیے، شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' پھر آپ نے ایک دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا، پھر آپ نے بچا ہوا کھانا منگوایا، کوئی ایک مٹھی جو لایا، کوئی ایک مٹھی کھجور لایا، کوئی روٹی کے ٹکڑے لایا، یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ کھانا جمع ہو گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: ''اپنے برتن بھر لو۔'' چنانچہ تمام برتن بھر لیے گئے۔ اتنی برکت ہوئی کہ سب کے پیٹ بھر کر بھی (بہت کچھ) بچ گیا۔[مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على من مات على التوحيد دخل الجنة قطعًا : ٤٥/٢٦]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ''دومۃ الجندل'' کے حکمران ''اکیدر'' کی طرف لشکر روانہ کیا، تو اکیدر (مغلوب ہوا اور اس) نے ریشم سے بنا ہوا ایک جبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، اس جبے میں سونے کی باریک تاروں کو استعمال کیا گیا تھا۔ آپ نے اسے زیب تن کیا (کیونکہ اس وقت تک رسول اللہ ﷺ نے ابھی ریشم پہننا منع نہیں فرمایا تھا)۔[مسند أحمد : ١٢١/٣، ١٢٢، ح : ١٢٢٣١۔ ابن حبان : ٧٠٣٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو فرمایا: ''مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ جب تم کوئی راستہ طے کرتے ہو، یا کسی وادی کو پار کرتے ہو تو وہ تمھارے ساتھ ہوتے ہیں۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگرچہ وہ مدینہ ہی میں موجود ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگرچہ وہ مدینہ ہی میں ہوتے ہیں، ان کو عذر نے روک رکھا ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب : ٤٤٢٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب ثواب من حبسه العذر عن الغزو ...... الخ : ١٩١١]

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے، تو میں اور دوسرے بچے رسول اللہ ﷺ کا استقبال کرنے ثنیۃ الوداع تک گئے تھے۔[بخاري، كتاب المغازي، باب كتاب النبي ﷺ إلى كسرىٰ و قيصر : ٤٤٢٧]

﴿ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴾ :ارشاد فرمایا: ﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [الأعلى : ١٦، ١٧] ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ﴾ [النساء : ٧٧] ''کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے۔''

سیدنا قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مستورد رضی اللہ عنہ جو بنی فہر سے تھے، ان کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس (انگلی کو لگے پانی) کے مثل ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها ، باب فناء الدنيا و بيان الحشر يوم القيمة : ٢٨٥٨]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ہر طرف سے قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے کھانا کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔'' ہم نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہماری یہ حالت قلت تعداد کی وجہ سے ہوگی؟ فرمایا: ''تم تعداد میں بہت زیادہ ہو گے، لیکن تمھاری حیثیت سمندر کی جھاگ کی سی ہوگی۔ تمھارے دشمن کے سینے سے تمھارا رعب نکل جائے گا اور تمھارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔'' ہم نے عرض کی، وہن کیا ہے؟ فرمایا: ''زندگی سے محبت اور (جہاد کی) موت سے نفرت۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٢٧٨، ح : ٢٢٤٥٩۔ أبو داؤد، كتاب الملاحم ، باب فى تداعى الأمم على الإسلام : ٤٢٩٧]

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

''اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے بالخصوص شدید وعید ہے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوئے اور بالعموم ان تمام لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدة : ٥٤] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی

ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۸] "اور اگر تم پھر جاؤ گے تو وہ تمھاری جگہ تمھارے سوا اور لوگوں کو لے آئے گا، پھر وہ تمھاری طرح نہیں ہوں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد فرمایا: "اب (مکہ سے مدینہ) ہجرت نہیں رہی، لیکن جہاد اور (جہاد یا ہجرت کی) نیت باقی ہے اور جب تم سے کہا جائے کہ جہاد کے لیے نکلو تو نکل پڑا کرو۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح : ۳۰۷۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب تحريم مكة و تحريم صيدها...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے نہ جہاد کیا، نہ کسی مجاہد کو سامان مہیا کیا اور نہ کسی مجاہد کے اہل وعیال کی نیک نیتی سے دیکھ بھال کی، تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت (یعنی موت) سے پہلے شدید آفت سے دوچار کرے گا۔" [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ۲۵۰۳۔ ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب التغليظ في ترك الجهاد : ۲۷۶۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ کیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔" [مسلم، كتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو : ۱۹۱۰]

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۴۰

"اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔"

جہاد سے پیچھے رہنے یا اس سے جان چھڑانے والوں سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد اس وقت بھی کی تھی جب ہجرت کے وقت مشرکوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ

آپ کو قتل کر دیں، یا قید کر دیں، یا جلا وطن کر دیں، مگر آپ اپنے دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر پہلے غارِ ثور میں تین دن مقیم رہے تھے، تاکہ آپ کے تعاقب میں نکلنے والے لوگ واپس چلے جائیں اور آپ پھر مدینہ کی طرف تشریف لے جائیں۔ اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ فکر لاحق تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کوئی جھانک کر غار میں دیکھ لے اور نبی کو ان کی طرف سے کوئی گزند پہنچے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ کر آپ انھیں تسلی دے رہے تھے اور ثابت قدم رکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”ابوبکر! ان دو آدمیوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے؟“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر سکون و اطمینان نازل کیا اور فرشتوں کے ذریعے ان کی مدد کی جو غار میں آپ کی حفاظت کرتے رہے اور کفر و شرک مغلوب ہوا اور توحید و اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ ...... لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا : اس آیت سے پہلے اور بعد والی آیات میں سفر تبوک کا ذکر ہے، مگر ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مدد کا ذکر کیا ہے جو نو سال پہلے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت کی تھی۔ ہجرت کے سفر کے اہم واقعات و احوال احادیث کی روشنی میں ملاحظہ کیجیے، سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو کھجوروں والی ہے، اس خواب کے بعد میرا وہ خیال جاتا رہا کہ ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہوگی، اب پتا چلا کہ وہ یثرب یعنی مدینہ ہے۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام : ٣٦٢٢]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے گھر میں ظہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ آگاہ کرنے والے نے سیدنا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بتلایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اپنا سر ڈھانپے ہوئے آ رہے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا کہ ایسے وقت میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اللہ کی قسم! آپ جو اس وقت تشریف لائے ہیں تو ضرور کوئی خاص بات ہے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر پہنچ گئے اور انھوں نے داخلے کی اجازت طلب کی۔ آپ کو تشریف لانے کے لیے کہا گیا تو آپ اندر داخل ہوئے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”یہ جو تمھارے پاس ہیں، ان کو ذرا الگ کر دو۔“ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرا باپ آپ پر قربان ہو! یہ تو آپ کے گھر والے ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے تو یہاں سے ہجرت کر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔“ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرا باپ آپ پر فدا ہو! میں آپ کی ہمراہی کی درخواست کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا باپ آپ پر قربان ہو! میری دو اونٹنیوں میں سے ایک لے لیجیے۔ آپ نے فرمایا: ”درست ہے، لیکن میں اس کی ادائیگی کروں گا۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ھجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و أصحابه إلی المدینة : ٣٩٠٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے بتلایا، جب میں غار میں تھا تو میں نے آپ سے کہا، اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ کر لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! تمھارا ان دو آدمیوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے۔'' [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ ، باب مناقب المهاجرين وفضلهم ...... الخ : ۳۶۵۳]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تین راتیں (جمعہ، ہفتہ، اتوار) وہاں (غار میں) چھپے رہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ (رضی اللہ عنہ) جو ہوشیار اور معاملہ فہم نوجوان تھے، رات کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہر کر منہ اندھیرے ہی مکہ میں قریش کے پاس آ جاتے، وہ قریش کے درمیان اپنی صبح یوں کرتے جیسے رات انھوں نے مکہ ہی میں گزاری ہو، اب وہ دن بھر قریش کی وہ باتیں اور منصوبے سنتے جو وہ رسول اللہ ﷺ کی تلاش کے لیے بناتے اور پھر جونہی رات پڑتی عبداللہ رضی اللہ عنہ غار میں آ جاتے اور دن بھر کی کارروائی سے رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد گرامی کو آگاہ کرتے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ (رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پلانے کے لیے) غار کے قریب ہی دودھ دینے والی بکریاں چرایا کرتے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر جاتا تو وہ بکری کو غار میں لے آتے اور آپ اسی دودھ پر رات گزارتے۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تین راتیں ایسا ہی کرتے رہے۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ ...... الخ : ۳۹۰۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیل قبیلے کے ایک شخص (عبداللہ بن اریقط) کو رقم دے کر پہلے ہی معاملہ طے کر لیا تھا کہ وہ تین راتیں گزارنے کے بعد دونوں اونٹنیوں کو لے کر غار ثور میں آ جائے گا۔ یہ شخص بے شک کافر تھا، لیکن قابل اعتماد اور راستوں کا ماہر تھا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح وہ دونوں سواریاں لے کر آ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے ان دونوں سواریوں کو اچھی طرح تیار کر دیا۔ سفر خرچ کو توشہ دان میں لٹکانے لگے (تو بندھن ہی نہیں تھا)، چنانچہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، اپنا کمر بند کھولا، دو حصوں میں پھاڑا اور ایک کے ساتھ توشہ دان باندھ دیا (اور دوسرے کو کمر کے ساتھ باندھ لیا)، اسی لیے ان کا لقب ''ذات النطاق'' (پٹکے والی) پڑ گیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت کے مطابق، قافلہ چل پڑا، عامر بن فہیرہ بھی ہمراہ تھے اور راستے کے ماہر (عبداللہ بن اریقط) نے سمندر کے ساحل والا راستہ اختیار کیا۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۰۵]

سیدنا سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس قریشی کافروں کے قاصد آئے اور پیش کش کی کہ اگر کوئی شخص محمد (ﷺ) اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دے، یا قید کر کے لے آئے، تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے بدلے میں اسے سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ میری قوم بنی مدلج تھی۔ میں ان کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ اسی قوم کا ایک آدمی سامنے

سے آیا اور ہمارے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ میں بیٹھا تھا کہ وہ مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا، اے سراقہ! میں ساحل پر ابھی ابھی چند لوگوں کو دیکھ کر آیا ہوں، میرا خیال یہی ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہیں۔ میں سمجھ تو گیا کہ یہ لوگ واقعی وہی ہیں، لیکن میں نے کہا، نہیں، نہیں، یہ وہ نہیں ہو سکتے، دراصل تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے، وہ ابھی ہمارے سامنے سے اپنی گم شدہ چیز ڈھونڈنے کے لیے گئے ہیں۔ پھر میں مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھا اور کھڑا ہوتے ہی سیدھا گھر گیا۔ اپنی لونڈی سے کہا، میرا گھوڑا تیار کر دے اور اسے لے کر ٹیلے کے پیچھے چلی جا، وہیں میرا انتظار کر۔ اس کے بعد میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور مکان کی پچھلی جانب سے باہر نکلا۔ گھر سے گھوڑے تک میں نیزے کی نوک سے زمین پر لکیر کھینچتا ہوا بڑھتا گیا، اس طرح سے میں نے نیزے کی بلندی کو پست رکھا (تاکہ کسی کو خبر نہ ہو کہ نیزہ لے کر کدھر جا رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ کوئی میرے پیچھے چلا آئے اور وہ بھی انعام میں شامل ہو جائے)، یوں جب میں گھوڑے کے پاس آیا تو اس پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے کو میں نے خوب دوڑایا، تاکہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے ہدف کے قریب کر دے۔ آخر کار، جب میں قریب پہنچا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ میں اٹھا اور میں نے اپنا ہاتھ ترکش کی طرف بڑھایا۔ ترکش سے تیر نکال کر فال نکالی کہ جن کا میں پیچھا کر رہا ہوں ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہوں یا نہیں۔ فال وہی نکلی جو مجھے ناپسند تھی، لیکن میں نے فال کی کوئی پروا نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گھوڑے نے اب کے دوسری بار پھر مجھے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب کر دیا۔ اتنا قریب کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی تلاوت کو سن لیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ ﷺ میری طرف کوئی توجہ نہیں کر رہے تھے، جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار میری طرف مڑ کر دیکھتے تھے۔ اس دوران میں میرے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے گھوڑے کو جھڑکا کہ وہ کھڑا ہو، لیکن وہ اپنے پاؤں زمین سے نہیں نکال سکا۔ بڑی مشکل سے جب اس نے پوری طرح کھڑے ہونے کی جدوجہد کی تو اس کے سامنے والے قدموں سے غبار سا اٹھا اور وہ دھوئیں کی طرح آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ میں نے اب دوبارہ تیروں کی فال نکالی، لیکن اس مرتبہ بھی وہی فال نکلی جو مجھے پسند نہ تھی۔ چنانچہ میں نے (شکست خوردہ ہو کر ہار مان لی اور) امان طلب کرتے ہوئے انھیں آواز دی تو وہ ٹھہر گئے۔ اب میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بآسانی ان کے پاس جا پہنچا، گویا ان تک برے ارادے سے پہنچنے سے مجھے روک دیا گیا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) کی دعوت غالب آ کر رہے گی۔ اب میں نے آپ کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کو شہید کرنے کے لیے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ مزید برآں! ان لوگوں کے ارادوں کے بارے میں بھی آپ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں کچھ توشہ اور سامان سفر پیش کیا، لیکن آپ نے مجھ سے قبول نہیں فرمایا، مجھ سے رسول کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ بھی طلب نہیں کیا، صرف اتنی بات کہی: ''ہمارے بارے میں رازداری سے کام لینا۔'' اب میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی کہ میرے لیے امن کی ایک تحریر لکھ دیجیے، اس پر آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اور عامر نے چمڑے کے

کاغذ پر امن کی تحریر لکھ دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة …… الخ : ۳۹۰۶]

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی قرآن کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کے گھر میں گھوڑا بندھا ہوا تھا، تو اچانک گھوڑا بدکنا شروع ہو گیا۔ وہ صحابی باہر نکلے، ادھر ادھر دیکھا، کچھ نظر نہ آیا، حالانکہ گھوڑا بدک رہا تھا۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ سکینت ہے جو قرآن کی وجہ سے نازل ہوتی ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ هو الذي أنزل السكينة …… الخ ﴾ : ۴۸۳۹۔ مسلم، کتاب صلوة المسافرين ، باب نزول السكينة لقراءة القرآن : ۷۹۵]

وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا : کافروں کے کلمہ سے مراد شرک اور اللہ کے کلمہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی، آپ اس چھڑی سے انھیں مارتے جا رہے تھے اور یہ آیات پڑھتے جا رہے تھے: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۱] ”حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔“ اور یہ آیت: ﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴾ [سبا : ۴۹] ”حق آ گیا اور باطل نہ پہلی دفعہ کچھ کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح؟ : ۴۲۸۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب إزالة الأصنام : ۱۷۸۱]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! کوئی آدمی لڑتا ہے غنیمت کے لیے، کوئی ناموری کے لیے اور کوئی اپنا مرتبہ و بہادری دکھانے کے لیے، ان میں سے فی سبیل اللہ لڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”جو اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے، وہ فی سبیل اللہ ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا : ۲۸۱۰۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله : ۱۹۰۴]

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱

”نکلو ہلکے اور بوجھل اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کا صریح حکم ہے کہ مسلمان جس حال میں بھی ہوں، قوی ہوں

یا ضعیف، مال دار ہوں یا فقیر، جوان ہوں یا بوڑھے، سوار ہوں یا پیدل جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں۔ بہت سے صحابہ کرام اسی آیت کے پیش نظر کسی بھی غزوہ سے غیر حاضر نہیں رہے، لیکن جہاد کے اس حکم عام میں کمزور اور مریض شامل نہیں۔ اس کے بعد اللہ کی راہ میں جان و مال کے ذریعے جہاد کی ترغیب دلائی گئی ہے، تاکہ فقرا اپنی جانوں کے ذریعے اور مال دار اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعے جہاد کریں۔ اس لیے کہ جہاد اسلام کا ایک عظیم ترین فریضہ ہے۔ اس آیت نے ہتھیار نہ ہونے کے عذر کو کلیتاً مسترد کر دیا۔ ہتھیار نہ ہوں تو بھی امیر کے حکم کی تعمیل میں جہاد کے لیے نکل آنا ضروری ہے۔ یہ امیر کے فرائض میں سے ہے کہ وہ ہتھیار فراہم کرے اور وہ ضرور اپنے فرائض کو پورا کرے گا۔ مسلمانوں کا فرض امیر کی اطاعت کرنا ہے، عذر پیش کرنا مناسب نہیں ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا : ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا ﴾ [النساء : ۷۱] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان پکڑو، پھر دستوں کی صورت میں نکلو، یا اکٹھے ہو کر نکلو۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ”اب کوئی ہجرت نہیں (یعنی فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کو ہجرت کر کے مدینہ آنے کی ضرورت نہیں رہی) لیکن جہاد اور نیتِ (جہاد) برقرار ہے اور جب تمھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب لا هجرة بعد الفتح : ۳۰۷۷۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب تحریم مكة و تحريم صيدها ...... الخ : ۱۳۵۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے تو جب سورۂ توبہ کی اس آیت پر پہنچے : ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ تو فرمایا، ہمارا رب تو ہمیں جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں جہاد کا حکم فرماتا ہے، اے میرے بیٹو! مجھے سامان دے کر جہاد کے لیے رخصت کرو۔ بیٹوں نے کہا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہ کر جہاد کیا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، پھر آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، یہاں تک کہ ان کی وفات بھی ہوگئی، پھر آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر جہاد کیا، حتیٰ کہ وہ بھی فوت ہو گئے۔ اب آپ جہاد پر جانے کو رہنے دیجیے، اب ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔ (فرمانے لگے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، تم لوگ میرا سامان تیار کرو) پھر وہ نکلے اور انھوں نے جہاد کے لیے سمندر کا سفر اختیار کیا۔ بعد ازاں کشتی میں ان کا انتقال ہو گیا تو ان کی تدفین کے لیے کوئی جزیرہ یا خشکی نہیں ملتی تھی، یہاں تک کہ ان کی وفات کے سات دن بعد ایک جزیرہ ملا، جہاں ان کو دفن کیا گیا اور اس دوران میں ان کے جسم یا چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ [مستدرك حاكم : ۳۵۳/۳، ح : ۵۵۰۸۔ ابن حبان : ۷۱۸٤۔ مسند أبي يعلى : ۱۳۸/٦، ح : ۳٤۱۳]

وَ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مشرکوں

کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو : ٢٥٠٤]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرو، بے شک جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ رنج و غم سے نجات دلاتا ہے۔'' [مسند أحمد : ٣١٤/٥، ح : ٢٢٧٤٦۔ مستدرك حاكم : ٧٤/٢، ٧٥، ح : ٢٤٠٤]

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے اور جہاد کی نیت لیے ہوئے اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے، (اللہ فرماتے ہیں) کہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، یا اجر یا غنیمت کے ساتھ گھر واپس لوٹاؤں گا۔'' [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ١٨٧٦]

سیدنا ابو عبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستہ پر چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑی اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب من اغبرت قدماه في سبيل الله ...... الخ : ٢٨١١]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ لوگوں میں افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله ...... الخ : ٢٧٨٦۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ١٨٨٨]

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ
وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ع ١٤
وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

''اگر نزدیک سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے، لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور عنقریب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اللہ نے تجھے معاف کر دیا، تو نے انھیں کیوں اجازت دی، یہاں تک کہ تیرے لیے وہ لوگ صاف ظاہر ہو جاتے جنھوں نے سچ کہا اور تو جھوٹوں کو جان لیتا۔''

جو منافقین غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے ان کی دینی اور اخلاقی گراوٹ بیان کی گئی ہے کہ آخرت ان کی نگاہوں سے کیوں اوجھل ہے؟ ان کا مطمحِ نظر صرف دنیاوی مفاد ہے۔ اگر تبوک کے بجائے قریب کے علاقے کا سفر ہوتا اور کوئی فوری دنیاوی فائدہ نظر آتا تو ضرور آپ کے پیچھے ہو لیتے۔ لیکن راستہ طویل، گرمی کا زمانہ اور کوئی ظاہری دنیاوی فائدہ سامنے نہیں، اسی لیے انھوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں، بہانے بنائے اور جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے اور اللہ کی ناراضی اور اپنی ہلاکت و بربادی کا سامان کیا۔ اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ سے محبت بھرے انداز میں کہا جا رہا ہے کہ آپ نے بغیر تحقیق کے جہاد میں عدم شرکت کی اجازت مانگنے والوں کو جو اجازت دے دی تھی، اللہ نے آپ کی اس لغزش کو معاف کر دیا ہے، لیکن اگر آپ نے انھیں اجازت نہ دی ہوتی تو اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ جھوٹوں کا پول کھل جاتا اور سچوں کا پتا چل جاتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٣۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٩]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزیں جس شخص میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ وہ یہ کہ جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۴۴

''تجھ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اس سے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کریں اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہاں ایک اصول بیان کر دیا ہے کہ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہے وہ تو کبھی جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے، بلکہ سچے مومن تو جہاد میں بھاگ بھاگ کر جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ کی رضا مقصود ہوتی ہے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کا مال جہاد میں لگ جائے اور ان کی اپنی جان اللہ کے دین کی سربلندی کے کام آ جائے۔ ان لوگوں کے دلوں کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے، یہ لوگ تو جہاد

میں شریک ہونے کے لیے ہر وقت قافلہ کی روانگی کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب دشمن سے مقابلے کا موقع آئے اور وہ اپنا مال اور جان اللہ کے راستے میں پیش کر کے اسے راضی کر سکیں۔ پیچھے رہنے کی اجازت طلب کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اگر انھیں کسی ضروری امر کی وجہ سے جہاد سے پیچھے رہ جانے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی ہو تو ان کے لیے پیچھے رہنا بہت دشوار اور سخت گراں ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو مدینہ میں آپ نے اپنا جانشین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”علی! تو اس بات سے خوش نہیں کہ میرے نزدیک تیرا وہی درجہ و مقام ہو جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاں ہارون علیہ السلام کا تھا، فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک و ھی غزوۃ العسرۃ : ٤٤١٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش اور نہ دیا گیا تو ناخوش ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)، خوشخبری ہو اس بندے کے لیے جو اللہ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہو، اس کا سر پراگندہ ہے اور پاؤں غبار آلود۔ اگر وہ پہرے پر ہو تو اس کا حق ادا کرے اور اگر پیچھے ہو (یعنی اس کو لشکر کے پچھلے حصے میں مقرر کیا گیا ہو) تو اس کا حق ادا کرے۔ (حالانکہ اس کی دنیاوی حالت یہ ہے کہ) اگر وہ اجازت چاہے تو نہ ملے، اگر وہ سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ : ٢٨٨٧]

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝

”تجھ سے اجازت صرف وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شک میں حیران پھرتے ہیں۔“

منافقین کے دل ایمان سے خالی اور شکوک و شبہات سے بھرے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ مجاہدین کو کامیاب اور اسلام کو غالب دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں جہاد میں شریک نہ ہوئے تو عزت مجروح ہو گی، لوگ ہمیں اچھی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔ ایسی باتیں سوچ سوچ کر وہ جہاد میں شرکت کے لیے ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں، پھر جہادی مشکلات پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں، اسی لیے وہ رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرتے ہیں۔

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ : یعنی آپ جس دین کو لائے ہیں، اس کے بارے میں انھیں شک ہے، لیکن مومنوں کو اللہ

تعالیٰ شک کی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ''مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔''

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۴۶

''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے اور لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انھیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

منافقین اپنا عذر بیان کرنے میں قطعی جھوٹے ہیں، اگر ان کا ارادہ آپ کے ساتھ نکلنے کا ہوتا تو ہتھیار، زادِ سفر اور سواری کی تیاری ضرور کرتے، لیکن ان کا ایسا ارادہ ہی نہیں تھا۔ اس لیے اگر انھیں اجازت مل جاتی تو بھی آپ کے ساتھ نہ جاتے، اللہ نے بھی نہیں چاہا کہ وہ آپ کے ساتھ جائیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں جہاد کا خیال ہی آیا تو وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مر گیا۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز ...... الخ : ١٩١٠۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب التشدید فی ترك الجهاد : ٣٠٩٩]

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۴۷

''اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمھارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ مسلمانو! ان منافقین کا نہ نکلنا عین تدبیر الٰہی کے مطابق تمھارے لیے بہت ہی بہتر تھا۔ بالفرض اگر یہ لوگ سفر تبوک میں تمھارے ساتھ نکل پڑتے تو تمھاری قوت و طاقت میں ہرگز ہرگز اضافہ نہ کرتے، بلکہ تمھیں پریشان کرتے، افواہیں پھیلا پھیلا کر اضطرابی کیفیت پیدا کرتے، لوگوں کے ذہن خراب کرتے، اہل ایمان کی صفوں میں انتشار و فساد برپا کرنے کی سازشیں کرتے۔ ادھر کی بات ادھر اور ادھر کی ادھر، معمولی بات کو بڑھا چڑھا کر

آپس میں دشمنیاں اور عداوتیں پیدا کرتے، اختلاف و انتشار پیدا کرنے کے لیے بھاگے پھرتے اور اپنی شرارتوں کے ذریعے فساد کی آگ بھڑکا دیتے۔ مسلمانو! تمھارے اندر بعض سادہ لوح مسلمان ایسے بھی ہیں جو منافقین کی باتوں کو توجہ سے سنتے ہیں اور اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے منافقین کی شرانگیزیوں کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے اگر بڑے بڑے منافق شریک سفر ہوتے تو یہ سادہ لوح مسلمان ان کی باتوں میں آ سکتے تھے۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾

"بلاشبہ یقیناً انھوں نے اس سے پہلے فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہوگیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔"

یعنی یہ منافقین تو، جب سے آپ مدینہ آئے ہیں، آپ کے خلاف فتنے تلاش کرنے اور معاملات کو بگاڑنے میں سرگرم رہے ہیں، حتیٰ کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و غلبہ عطا فرما دیا، جو ان کے لیے بہت ہی ناگوار تھا۔ اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر بھی ان منافقین نے میدان جنگ سے واپس ہو کر مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ زندگی بھر ان کی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ رہیں، انھیں اکسا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا ان کا پسندیدہ شغل تھا۔ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر انھوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا دی اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو ذہنی کوفت میں مبتلا کیے رکھا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت نازل فرمائی۔ مسجد ضرار تعمیر کر کے انھی ناپاک سازشوں کے لیے ایک نیا اڈا بنا لیا اور اس کے بعد بھی ہر موقع پر بگاڑ کی کوششیں کرتے رہے، حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا اور اکثر عرب مسلمان ہو گئے، جس پر کف حسرت و افسوس مل رہے ہیں۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾

"اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔"

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت کریمہ جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی تھی، یہ بنو سلمہ کے سرداروں میں سے تھا۔ ﴿وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾ "مجھے فتنے میں نہ ڈال" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے تو مجھے بغیر اجازت رکنے پر سخت گناہ ہوگا۔ اس اعتبار سے فتنہ گناہ کے معنی میں ہوگا، یعنی مجھے گناہ میں نہ ڈالیے۔ فتنے کا دوسرا

مطلب ہلاکت ہے، یعنی مجھے ساتھ لے جا کر ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ﴾ ''سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں'' یعنی جہاد سے پیچھے رہنا اور اس سے گریز کرنا بجائے خود ایک فتنہ اور سخت گناہ کا کام ہے، جس میں یہ ملوث ہی ہیں اور مرنے کے بعد جہنم ان کو گھیر لینے والی ہے، جس سے فرار کا کوئی راستہ ان کے لیے نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو گلوں یعنی دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقين و أحكامهم، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٨٤]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: ''تمھیں اندھیری رات کی طرح فتنے گھیر لیں گے، ان میں سب سے زیادہ نجات پانے والا وہ ہوگا جو کسی پہاڑی درے پر جاگزیں ہوگا اور اپنی بکریوں کی کمائی سے کھاتا ہوگا، یا وہ آدمی جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے جہادی راستوں پر گامزن ہوگا اور اپنی تلوار کی کمائی سے کھاتا ہوگا۔'' [مستدرك حاكم : ٩٣/٢، ح : ٢٤٦٠]

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ۝۵۰

''اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا اور اس حال میں پھرتے ہیں کہ وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ منافقین کی خصلتوں کو بیان کرتا ہے کہ اہل ایمان کو اگر کامیابی مل جائے، کوئی علاقہ فتح کر لیں یا مال غنیمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو منافقین کو یہ کامیابی بری لگتی ہے، بہت تکلیف اور جلن ہوتی ہے۔ اہل ایمان کی کامیابی کی خبر سنتے ہی ان کے منہ لٹک جاتے ہیں، جل بھن جاتے ہیں اور اگر اہل ایمان کو میدانِ جہاد میں تکلیف پہنچے، ان کو اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنا پڑے اور شہداء کی تعداد میں اضافہ ہو تو منافقین بغلیں بجاتے ہوئے خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ تبصرے کرتے ہوئے کہتے ہیں، ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ محمد (ﷺ) ان بے وقوفوں کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال رہے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے حیلوں بہانوں کو عقل مندی اور دور اندیشی سے تعبیر کرتے اور اپنی عیاری، ہوشیاری اور چالاکی گردانتے ہوئے کہتے ہیں، دیکھو! ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا معاملہ درست کر لیا تھا، بلکہ ہم تو ان لوگوں کو بھی سمجھاتے رہے کہ جہاد میں نہ جاؤ، محمد (ﷺ) تمھیں مروا دیں گے، مگر ان لوگوں نے ہماری بات پر توجہ ہی نہیں دی۔

ان کی اس بد خصلت کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [آل عمران : ۱۵۶] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب انھوں نے زمین میں سفر کیا، یا وہ لڑنے والے تھے، اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے، تاکہ اللہ اسے ان کے دلوں میں حسرت بنا دے اور اللہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴾ [النساء : ۷۲] ''اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمھیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔''

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۵۱

''کہہ دے ہمیں ہرگز کوئی نقصان نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا، وہی ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی پر پس لازم ہے کہ ایمان والے بھروسا کریں۔''

یہ منافقین کے جواب میں مسلمانوں کے صبر و ثبات اور حوصلے کے لیے فرمایا جا رہا ہے، کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ کی طرف سے مقدر کا لکھا ہر صورت میں پورا ہونا ہے اور جو بھی مصیبت یا بھلائی ہمیں پہنچتی ہے اسی تقدیر الٰہی کا حصہ ہے، تو انسان کے لیے مصیبت کا برداشت کرنا آسان اور اس کے حوصلے میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ﴾ [آل عمران : ۱۵٤] ''کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴾ [الحدید : ۲۲، ۲۳] ''کوئی مصیبت نہ زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ایک کتاب میں ہے، اس سے پہلے کہ ہم اسے پیدا کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ تاکہ تم نہ اس پر غم کرو جو تمھارے ہاتھ سے نکل جائے اور نہ اس پر پھول جاؤ جو وہ تمھیں عطا فرمائے اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، بہت فخر کرنے والے سے محبت نہیں رکھتا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا: ''اے چھوٹے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھلا رہا ہوں، بغور سنو! اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو، وہ تیری حفاظت کرے گا، تو

اللہ کی حفاظت کر، تو اس کو اپنے رو برو پائے گا، تو جب سوال کرے اور جب مدد طلب کرے، تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگو اور اس حقیقت کو جان لو کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے صرف وہی نفع پہنچے گا جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر دیا ہے اور اگر تمام امت تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔" [ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب [حديث حنظلة ......] : ٢٥١٦ـ مسند أحمد : ٣٠٣/١، ح : ٢٧٦٦]

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿٥٢﴾

"کہہ دے تم ہمارے بارے میں دو بہترین چیزوں میں سے ایک کے سوا کس کا انتظار کرتے ہو اور ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمھیں اپنے پاس سے کوئی عذاب پہنچائے، یا ہمارے ہاتھوں سے۔ سو انتظار کرو، بے شک ہم (بھی) تمھارے ساتھ منتظر ہیں۔"

اس آیت میں منافقین کو مزید ذہنی اذیت پہنچانے کے لیے اللہ نے کہا کہ اے میرے رسول! آپ ان سے کہیے کہ تم ہمارے بارے میں اللہ کی جانب سے دو عظیم بھلائیوں میں سے ایک کے سوا اور سوچ ہی کیا سکتے ہو، یا تو ہمیں دشمنوں پر فتح ملے گی، یا اللہ کی راہ میں شہادت اور ہم تمھارے بارے میں انتظار کر رہے ہیں کہ کب اللہ تم پر کوئی عذاب بھیج دے، یا ہمارے ہاتھوں تمھارا صفایا کروا دے۔ اس لیے تم بھی انتظار کرو، ہم بھی انتظار کر رہے ہیں، عنقریب تم ہماری خوشیوں کا مشاہدہ کر لو گے اور ہم تمھارے غم والم کے قصے غیروں سے سن لیں گے۔

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کی حالت پر تعجب ہے، اس کا ہر معاملہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ چیز سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے، یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ، کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔" [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ضمانت دی ہے کہ جو شخص میری راہ میں جہاد کے لیے نکلے، اس حال میں کہ اسے مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ کسی اور چیز نے جہاد کے لیے نہ نکالا ہو تو میں اسے اجر و ثواب اور غنیمت کے ساتھ واپس لے آؤں گا، یا (شہید ہونے کی صورت میں) جنت میں داخل کروں گا۔" [بخاری، كتاب الإيمان، باب الجهاد من الإيمان : ٣٦]

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ

اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۝۵۴

''کہہ دے خوشی سے خرچ کرو، یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ بے شک تم ہمیشہ سے نافرمان لوگ ہو۔ اور انھیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں مگر یہ بات کہ بے شک انھوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔''

منافقین چاہے اپنی خوشی سے خرچ کریں، یا قتل کے خوف سے اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرے گا، اس لیے کہ وہ اللہ کے نافرمان بندے ہیں۔ اگلی آیت میں ان کے صدقات کے عدم قبول کی تین دلیلیں بیان کی گئی ہیں، پہلی ان کا کفر و فسق، دوسری کاہلی سے نماز پڑھنا، اس لیے کہ وہ نماز پر ثواب کی امید رکھتے ہیں نہ اس کے ترک کی سزا سے انھیں کوئی خوف ہے۔ کیونکہ رجا اور خوف بھی ایمان کی علامت ہے جس سے یہ محروم ہیں اور تیسری دلیل کراہت سے خرچ کرنا، تو جس کام میں دل کی رضا نہ ہو، وہ قبول کس طرح ہوسکتا ہے؟ بہر حال یہ تینوں وجوہ ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک ایک وجہ بھی عمل کی نامقبولیت کے لیے کافی ہے، چہ جائیکہ تینوں وجوہ جہاں جمع ہو جائیں تو اس عمل کے بارگاہِ الٰہی میں مردود ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ...... كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ: آیت زیر تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین چیزیں صدقات کے قبول ہونے کی شرطیں ہیں۔ کیونکہ منافقین میں یہ تینوں چیزیں نہیں پائی جاتیں، لہٰذا ان کے صدقات قبول نہیں ہو سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [المائدۃ : ۲۷] ''بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ﴾ [الحج : ۳۷] ''اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۵] ''اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۲]

’’اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔‘‘

وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى : منافقین کی یہ مجبوری تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کریں، چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو جانتے تھے کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے، اس لیے جو شخص نماز میں نہ آتا تو اہل ایمان کو اس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ منافق ہے۔ مسلمان تو بڑے شوق و ذوق اور محبت کے ساتھ اذان سنتے ہی مسجد کا رخ کرتے، مگر منافقین کے لیے اس وقت قدم بھاری، دل بوجھل ہو جاتے اور چہروں پر مردنی چھا جاتی، وہ مجبوراً آ جاتے مگر کاہل، سست اور مریل مریل سے، محض حاضری لگوانے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز میں شامل ہوتے۔ منافقین کی نماز کا نقشہ کھینچتے ہوئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۴۲] ’’اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’منافق بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آ جاتا ہے (غروب ہونے لگتا ہے) تو وہ کھڑا ہو کر جلدی جلدی چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس نماز میں وہ اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر : ۶۲۲۔ نسائی، کتاب المواقیت، باب التشدید فی تأخیر العصر : ۵۱۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں، پھر اذان کہی جائے، پھر میں ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کروائے، پھر میں (جماعت سے پیچھے رہنے والے) لوگوں کے پیچھے جاؤں اور ان کو ان کے گھروں سمیت آگ لگا دوں۔‘‘ [بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب صلاۃ الجماعۃ...... الخ : ۶۴۴۔ مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و بیان التشدید فی التخلف عنھا ...... الخ : ۶۵۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک منافقین پر سب سے زیادہ بوجھل نمازیں فجر اور عشاء کی ہیں، اگر وہ یہ جان لیں کہ ان دونوں میں کتنا اجر ہے تو ان دونوں میں حاضر ہوں، اگرچہ انھیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔‘‘ [مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ و بیان التشدید فی التخلف عنھا ...... الخ : ۶۵۱/۲۵۲۔ أبو داوٗد، کتاب الصلوٰۃ، باب التشدید فی ترك الجماعۃ : ۵۵۰]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یقیناً ہم ایک دوسرے کو دیکھتے تھے کہ نماز باجماعت سے صرف منافق ہی پیچھے رہتا تھا، جس کا نفاق معلوم تھا، یا مریض، مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چلتا، یہاں تک کہ وہ نماز

(باجماعت) میں حاضر ہوتا۔[مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب صلاۃ الجماعۃ من سنن الھدی : ٦٥٤]
وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ : منافق کے مال خرچ کرنے کا مقصد لوگوں کو دکھانا ہوتا ہے اور اس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ﴾ [البقرۃ : ٢٦٤] ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔''
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اللہ تعالیٰ خود بھی پاک ہے اور صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا : ١٠١٥]

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ١ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝۵۵

''سو تجھے نہ ان کے اموال بھلے معلوم ہوں اور نہ ان کی اولاد، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جا رہا ہے کہ منافقین کے مال و دولت، اولاد اور ان کی دنیاوی چمک دمک کی وجہ سے آپ دھوکے میں نہ آ جائیں، یہ تو انھیں ڈھیل دی گئی ہے، تاکہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر مال و دولت حاصل کریں، اس کی حفاظت کے لیے دن کا چین اور رات کا سکون کھو بیٹھیں اور اللہ کی طرف سے اس سلسلے میں مصائب و شدائد کو برداشت کریں اور بالآخر ان کی موت کفر پر ہو جائے۔

مال اور اولاد پر دین اور آخرت کو ترجیح نہ دینا آخرت میں عذاب کا سبب ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التغابن : ١٥] ''تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں اور جو اللہ ہے اسی کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ١٣١] ''اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ٥٥، ٥٦] ''کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال اور بیٹوں میں سے جن چیزوں کے ساتھ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ ہم انھیں بھلائیاں دینے میں جلدی کر رہے

ہیں، بلکہ وہ نہیں سمجھتے۔‘‘

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

’’اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔‘‘

منافقین کو کسی حال میں بھی چین نہیں، وہ ہر وقت سہمے سہمے اور دہشت زدہ رہتے ہیں۔ ہنگامی حالات اور زمانۂ جنگ میں ایک طرف تو مجاہدین دشمن سے مقابلہ کی تیاریوں میں اسلحہ کی دیکھ بھال، مرمت وخریداری میں مصروف ہوتے ہیں، منڈیوں اور بازاروں میں جہادی گہما گہمی ہوتی ہے، سواریوں کی خرید وفروخت کا سامان ہوتا ہے، مجاہدین کا جہادی جذبہ، زوردار تیاریاں اور زبردست چہل پہل سے منافقین کے دل بجھے بجھے، چہرے غمگین، قدم بوجھل اور یہ فکر دامن گیر کہ پتا نہیں ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں ساتھ چلنے کا حکم آ گیا تو کیا کریں گے؟ اور دوسری طرف یہ خوف کہ کہیں ان کا نفاق مسلمانوں پر کھل نہ جائے۔ اس لیے قسمیں کھا کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ بھی مخلص مسلمان ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ تو صرف اس ڈر سے قسم کھاتے ہیں کہ کہیں قتل نہ کر دیے جائیں۔

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٤] ’’اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٢] ’’انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔‘‘

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

’’اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ پالیں، یا کوئی غاریں، یا گھسنے کی کوئی جگہ تو اس کی طرف لوٹ جائیں، اس حال میں کہ وہ رسیاں تڑا رہے ہوں۔‘‘

مسلمانوں سے ان کے خوف اور نفرت کا حال یہ ہے کہ اگر انھیں کوئی پناہ گاہ، یا کوئی غار یا کوئی اور رہنے کی جگہ مل جائے تو وہاں چلے جاتے، تاکہ مسلمانوں سے دور ہوتے اور اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور ان کی فتح وغلبہ کی باتیں سن سن کر ان کے دل پر جو چرکے لگتے ہیں اس سے نجات مل جاتی۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾

’’اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تجھ پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں، پھر اگر انھیں ان میں سے دے دیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انھیں ان میں سے نہ دیا جائے تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔‘‘

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ : بعض منافقین نبی کریم ﷺ پر صدقات کی تقسیم کے بارے میں نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد ﷺ عدل و انصاف سے کام نہیں لیتے، اپنے چہیتوں کو زیادہ دیتے ہیں اور ہمیں کم۔ اللہ فرماتا ہے کہ ایسا سوچنا ان کی دنیا پرستی اور نفاق کا نتیجہ تھا۔ گویا اس الزام تراشی کا مقصد مفادات کا حصول تھا کہ اس طرح ان سے ڈرتے ہوئے انھیں زیادہ حصہ دیا جائے، یا وہ مستحق ہوں یا نہ ہوں، انھیں حصہ ضرور دیا جائے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رنگے ہوئے چمڑے کے ایک تھیلے میں سونے کے چند ڈلے، جن سے ابھی (کان کی) مٹی بھی صاف نہیں کی گئی تھی، یمن سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید بن خیل اور علقمہ یا عامر بن طفیل رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا، اس کے تو ان لوگوں سے زیادہ ہم مستحق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا: ’’کیا تمھیں مجھ پر اطمینان نہیں ہے، حالانکہ میں آسمان والے کا امین ہوں؟ میرے پاس صبح و شام آسمان سے خبریں آتی ہیں۔‘‘ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک آدمی جس کی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، جس کے رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں، جس کی پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی اور داڑھی گھنی تھی، جس کا سر منڈا ہوا تھا اور جو اپنا تہ بند پنڈلیوں سے اوپر اٹھائے ہوئے تھا، کھڑا ہو کر بولا، اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈریے۔ آپ نے فرمایا: ’’تیری خرابی ہو، کیا میں تمام روئے زمین پر اللہ سے ڈرنے کا زیادہ مستحق نہیں ہوں۔‘‘ پھر وہ آدمی چلا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟ آپ نے فرمایا: ’’نہیں، شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔‘‘ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کی، کتنے ہی ایسے نمازی ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مجھے لوگوں کے دلوں میں نقب لگانے اور ان کے پیٹوں کو چاک (کر کے باطنی حالات معلوم) کرنے کا حکم نہیں ہے۔‘‘ ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ پیٹھ موڑے جا رہا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: ’’اس شخص کی نسل سے وہ قوم پیدا ہوگی جو اللہ کی کتاب کو مزے لے لے کر بڑی خوش الحانی کے ساتھ پڑھے گی، حالانکہ وہ ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گی۔ دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کے پار نکل جاتا ہے۔‘‘ ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ’’اگر میں اس قوم کے

زمانہ میں ہوا تو قوم ثمود کی طرح انھیں قتل کر دوں گا۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب ...... الخ :
۴۳۵۱۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ذکر الخوارج وصفاتھم : ۱۴۴/ ۱۰۶۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ حنین کے) مال غنیمت کو تقسیم کیا تو (مدینہ کے) ایک شخص نے کہا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت نہیں کی گئی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انھیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی تھی، انھوں نے پھر بھی صبر کیا۔" [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۵]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال تقسیم فرما رہے تھے، ہم بھی آپ کے پاس تھے کہ ذوالخویصرہ آیا، وہ بنو تمیم کا ایک آدمی تھا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افسوس ہے تجھ پر! اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو میرے لیے تو تباہی و بربادی ہو گی۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اتار دوں۔ [بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام : ۳۶۱۰۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم : ۱۴۷/ ۱۰۶۴]

فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ : یعنی مال غنیمت اور صدقات سے منافقین کو حسب منشا کچھ مل جائے تو بڑے خوش اور اگر نہ ملے تو منہ سجائے، نتھنے پھلائے الزام تراشی، عیب جوئی اور پروپیگنڈہ پر اتر آتے ہیں۔ ایسے بدخصلت منافقین کی شقاوت اور بدبختی کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "درہم و دینار اور چادر کا بندہ برباد ہوا کہ اگر اسے دیا جائے تو خوش ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہے۔ ایسا شخص ہلاک اور برباد ہو، اگر اسے کانٹا چبھے تو نہ نکلے (یعنی کوئی نکالنے والا نہ ہو)۔" [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله : ۲۸۸۷]

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۟﴿۵۹﴾ ع ۱۲

"اور کاش کہ واقعی وہ اس پر راضی ہو جاتے جو انھیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، جلد ہی اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی۔ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی اصلاح کے لیے بڑے خوبصورت انداز میں نصیحت اور اہل ایمان کی راہنمائی فرما رہا ہے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے دیا تھا وہ اسی پر قناعت کرتے، صبر و شکر کا

مظاہرہ کرتے اور ہر معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے: ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ ﴾ کہتے کہ مال کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ ہمارے لیے تو اللہ ہی کافی ہے اور سوچتے کہ اب کی بار اگر مال نہیں ملا، یا توقع سے کم ملا ہے تو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے فضل خاص سے اپنے رسول کے ذریعے ہمیں دوبارہ مال عطا کر دے گا اور کہتے کہ ہم تو یقیناً حصول مال و زر کی تمام تر رغبتیں، امیدیں اور توقعات اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

مال کا دینا نہ دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ”اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب الذکر بعد الصلوۃ : ۸۴۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ و بیان صفتہ : ۵۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تمھیں نہ کوئی چیز دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں، میں تو محض تقسیم کرنے والا ہوں، میں تو وہاں رکھ دیتا ہوں جہاں رکھنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے۔“ [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ فإن للہ خمسہٗ و للرسول ﴾ ...... الخ : ۳۱۱۷]

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ”اما بعد! اللہ کی قسم! مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کو میں مال دیتا ہوں، میں تو ان لوگوں کو مال دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری و لالچ دیکھتا ہوں اور (جن لوگوں کو میں مال نہیں دیتا) ان کو میں اس غنا اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔“ عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت و لذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔ [بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء : أما بعد : ۹۲۳]

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶۰

’’صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

رسول اللہ ﷺ کی تقسیم صدقات پر منافقین کی نکتہ چینی بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں یہ بتایا کہ صدقات کی صحیح تقسیم اور ان کے حق داروں کی تعیین خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے جو عین انصاف ہے، نبی کریم ﷺ تو صرف اللہ کے بتائے ہوئے حکم کے مطابق حق داروں تک پہنچا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جنھوں نے تقسیم صدقہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ پر نکتہ چینی کی تھی۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ : یعنی وہ مسلمان جس کے پاس اپنے اخراجات کے لیے کچھ مال ہو، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحشر : ۸] ’’(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۷۳] ’’(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

ابو عبد الرحمن الحبلی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا ہم فقرا مہاجرین میں شامل نہیں ہیں؟ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا، کیا تیری بیوی ہے کہ جس کے ساتھ تو قیام پذیر ہے؟ اس شخص نے جواباً کہا، جی، میری بیوی ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا، کیا تیرا گھر ہے جس میں تو رہتا ہے؟ اس آدمی نے بتایا، جی ہاں! گھر بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پھر تو تو امیر اور غنی لوگوں میں سے ہے۔ اس شخص نے مزید بتایا، میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ ابو عبد الرحمن (سفر جہاد کا) ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے پاس تین آدمی آئے، اتفاق سے میں بھی موجود تھا، وہ کہنے لگے، اے ابو محمد! اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی چیز نہیں، گھر کا خرچہ میسر نہیں، نہ کوئی مال مویشی ہے اور نہ ہم کوئی مال و متاع رکھتے ہیں۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، تم جس طرح چاہو میں تعاون کے لیے تیار ہوں، اگر تم چاہو تو ہمارے پاس پہنچ جاؤ، ہم تمھیں اتنا دیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مقدر کر رکھا ہے اور اگر تم پسند کرو تو ہم تمھارا ذکر سلطان

سے کریں گے (اور وہ تمھاری اعانت کرے گا) اور اگر چاہو تو اسی (فقر) پر صبر کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک فقرا مہاجرین مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔'' (یہ حدیث سن کر) وہ تینوں بولے کہ اب تو ہم اسی حالت فقر پر صبر کریں گے اور آپ سے کسی چیز کا سوال نہیں کریں گے۔[مسلم، کتاب الزهد، باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر : ۲۹۷۹]

تاہم بہت زیادہ فقر کوئی پسندیدہ اور قابل رشک چیز نہیں، کیونکہ فقر کے فتنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ ، وَالْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، وَبَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)) ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سستی سے، انتہائی بڑھاپے سے، میں قرض اور گناہ (کے کاموں) سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے فتنے اور عذاب قبر سے اور آگ کے فتنے سے اور آگ کے عذاب سے اور دولت وغنا کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور فتنہ مسیح دجال سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو ڈال اور میرے دل کو اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح دوری فرما دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب التعوذ من المأثم و المغرم : ۶۳۶۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ)) ''اے اللہ! میں فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مال کی کمی اور ذلت سے بھی تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور میں تیرے ساتھ اس بات سے بھی پناہ کا خواہاں ہوں کہ کسی پر ظلم کروں یا کوئی مجھ پر ظلم کرے۔'' [نسائی، کتاب الاستعاذة، باب الاستعاذة من الذلة : ۵۴۶۲]

مسلم بن ابو بکرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد فرض نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ)) ''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کفر سے، فقر و تنگ دستی سے اور عذاب قبر سے۔'' یہ کلمات یاد کر کے میں نے بھی پڑھنا شروع کر دیے، تو ایک دن میرے والد نے مجھ سے پوچھا، میرے بیٹے! یہ کلمات تم نے کہاں سے یاد کیے ہیں؟ میں نے عرض کی، ابا جان! آپ سے، تو میرے والد نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔[نسائی، کتاب السهو، باب التعوذ فی دبر الصلوة : ۱۳۴۸]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صدقہ کسی دولت مند یا ایسے شخص کے لیے حلال نہیں ہے جو مال دار، طاقت ور اور صحیح سالم ہو۔“ [مسند أحمد : ۲/ ۱٦٤، ح : ٦٥٣٨۔ أبو داوٗد، كتاب الزكوة، باب من يعطى من الصدقة و حد الغنى : ١٦٣٤۔ ترمذى، كتاب الزكوة، باب ما جاء من لا تحل له الصدقة : ٦٥٢]

وَالْمَسٰكِيْنِ : مسکین اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس ضروریات زندگی کے لیے ناکافی مال ہو، بے شک ایسے شخص کا گھر بار اور کاروبار بھی ہو، مگر وہ باوقار گزر بسر کے لیے ناکافی ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ کے بیان میں ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ ﴾ [الكهف : ٧٩] ”رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے اردگرد گھومتا پھرتا ہے اور (لوگ) اسے ایک لقمہ یا دو لقمے، یا ایک کھجور یا دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔ مسکین تو وہ ہے جو غنی نہیں ہے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود لوگوں سے کھڑے ہو کر سوال کرتا ہے۔“ [بخارى، كتاب الزكوة، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا يسئلون الناس إلحافا ﴾ ...... الخ : ١٤٧٩]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں سے کچھ لوگ ہوں گے جو زنا، خالص ریشمی کپڑے، شراب اور گانے بجانے کے آلات کو جائز سمجھیں گے اور کچھ (متکبر قسم کے) لوگ ایک پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کے لیے) چلے جائیں گے، ان کے مویشی شام ڈھلے پیٹ بھر کر واپس آیا کریں گے، ان کے پاس ایک ضرورت مند فقیر (تعاون کے لیے) آئے گا تو وہ کہیں گے تم کل ہمارے پاس آنا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو راتوں رات ہلاک کر دے گا اور ان (میں سے بعض) پر پہاڑ گرا دے گا اور کچھ کی شکلیں مسخ کر کے قیامت تک کے لیے انھیں بندر اور خنزیر بنا دے گا۔“ [بخارى، كتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ...... الخ : ٥٥٩٠]

وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا : عامل سے مراد وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے حساب کتاب کے ذمہ دار ہیں۔ یہ کارکنان امیر ہوں یا غریب، بلا تردد اور بلا تامل زکوٰۃ میں سے امیر جتنا دے اسے لے سکتے ہیں۔ عبداللہ بن سعدی بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں آپ کے پاس آیا تو انھوں نے کہا، مجھے پتا چلا ہے کہ تم لوگوں کے کام میں لگے رہتے ہو اور جب تمھیں اس کی اجرت دی جائے تو اسے ناپسند کرتے ہو۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا جی ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، تمھارا اس سے مقصد کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس مال ہے، گھوڑے اور غلام ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اپنی اجرت مسلمانوں پر صدقہ کر دوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ایسا نہ کرو، کیوں کہ میں نے بھی یہی ارادہ کیا تھا جو تم نے کیا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجھے کچھ دینے لگتے تو میں کہتا کہ آپ یہ مال اس شخص کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال دیا تو میں نے

جواب دیا کہ اس شخص کو دے دیں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ لے لو اور اس سے مال دار بنو، پھر صدقہ کرو، اگر تمھارے پاس مال اس طرح آئے کہ تم نہ اس کے حریص تھے اور نہ اس کا سوال کرنے والے تھے تو اس مال کو لے لیا کرو اور اگر نہ ملے تو اس کی فکر نہ کیا کرو۔'' [بخاری، کتاب الأحکام، باب رزق الحکام والعاملین علیھا ...... الخ : ۷۱۶۳]

رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے لیے عامل بن کر زکوٰۃ وصول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے لیے صدقہ حرام ہے، جیسا کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ وہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ سے درخواست کی کہ انھیں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عامل مقرر کر دیا جائے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ صدقات ہیں، یہ تو لوگوں کے میل کچیل ہیں، محمد اور آل محمد (ﷺ) کے لیے حلال نہیں ہیں۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ترک استعمال آل النبی علی الصدقۃ : ۱۰۷۲/۱۶۸]

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ : ایسے نومسلموں کا دل جیتنے کے لیے جن سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ کی امید ہو، اسی طرح وہ غیر مسلم جس کے بارے میں توقع ہو کہ وہ اسلام لانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے لیے نافع ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جن کا کفر کا زمانہ ابھی گزرا ہے، میں انھیں تالیف قلب کے لیے دیتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی ﷺ یعطی المؤلفۃ قلوبھم ...... الخ : ۳۱۴۷۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی الإسلام ...... الخ : ۱۰۵۹]

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح حنین کے موقع پر صفوان بن امیہ کو سو اونٹ دیے، پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ (یعنی تین سو اونٹ) دیے۔ سیدنا صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اتنا اور اتنا مال دیا، حالانکہ آپ میرے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ ناپسندیدہ تھے، مگر آپ مجھے مسلسل (مال) عطا فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کی ذات گرامی لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب ہوگئی۔ [مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائہ ﷺ : ۲۳۱۳۔ ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی إعطاء المؤلفۃ قلوبھم : ۶۶۶]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے تھوڑا سا خام سونا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو وہ آپ نے چار آدمیوں اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاثہ اور زید الخیر طائی میں تقسیم کر دیا...... آپ نے فرمایا: ''میں نے انھیں تالیف قلب کے لیے دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و إلی عاد أخاھم ھودا...... الخ ﴾ : ۳۳۴۴۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم : ۱۰۶۴]

سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے حنین فتح کیا تو مال فے میں سے ان لوگوں کو بھی دیا جن کی تالیف قلب منظور تھی۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب إعطاء المؤلفۃ قلوبھم ...... الخ : ۱۰۶۱]

سیدنا عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''اما بعد! اللہ کی قسم! مال کی تقسیم کے وقت میں بعض لوگوں کو دیتا ہوں اور بعض کو نہیں دیتا، میں جن لوگوں کو مال نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ محبوب ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کو میں مال دیتا ہوں، میں تو ان لوگوں کو مال دیتا ہوں جن کے دلوں میں بے صبری و لالچ دیکھتا ہوں اور (جن لوگوں کو میں مال نہیں دیتا) ان کو میں اس غنا اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رکھی ہے، ایسے ہی لوگوں میں ایک عمرو بن تغلب بھی ہے۔'' عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اپنے متعلق یہ توصیفی الفاظ سن کر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے سرخ اونٹ بھی مل جاتے تو بھی اتنی فرحت ولذت اور خوشی حاصل نہ ہوتی۔ [بخاري، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء : أما بعد : ۹۲۳]

عامر بن سعد اپنے باپ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ لوگوں کو مال دیا، سعد بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ (سعد کہتے ہیں کہ) رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے سب سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا تھا، تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص سے اعراض کیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن سمجھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن سمجھتے ہو) یا مسلم؟'' میں نے تھوڑی دیر سکوت کیا، پھر مجھے اس شخص کے متعلق جو کچھ معلوم تھا اس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے پھر اپنی وہی بات کہی، یہ کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص سے اعراض کیا، اللہ کی قسم! میں اسے مومن جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''(مومن) یا مسلم؟'' اس پر میں کچھ دیر خاموش رہا اور پھر جو کچھ اس شخص کے متعلق میں جانتا تھا اس نے مجھے مجبور کیا اور میں نے اپنی وہی بات دہرائی اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی فرمایا۔ بالآخر آپ نے فرمایا: ''اے سعد! اگر میں کسی شخص کو دیتا ہوں تو اس خوف سے (دیتا ہوں کہ اگر اسے نہ دیا جائے تو وہ کافر ہو جائے گا اور) اللہ تعالیٰ اسے آگ میں اوندھا ڈال دے گا، حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب إذا لم يكن الإسلام على الحقيقة ...... الخ : ۲۷۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب تألف قلب من يخاف على إيمانه ...... الخ : ۱۵۰]

وَفِي الرِّقَابِ : یعنی غلاموں اور لونڈیوں کے لیے، تاکہ وہ اپنے آپ کو آزاد کرا سکیں۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے تھوڑے کلام میں بہت بڑی چیز کا سوال کر لیا ہے، غلام آزاد کر اور گردن چھڑا۔'' وہ کہنے لگا، کیا یہ دونوں کام ایک نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، غلام کا آزاد کرنا تو یہ ہے کہ تو خود غلام خرید کر آزاد کر دے، جبکہ گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت میں مدد کرے۔'' [مسند أحمد : ۲۹۹/٤، ح : ۱۸٦۷۲۔ ابن حبان : ۳۷٤]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب فكاك الأسير : ٣٠٤٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔“ [بخاری، كتاب العتق، باب في العتق وفضله ...... الخ : ٢٥١٧ ـ مسلم، كتاب العتق، باب فضل العتق : ١٥٠٩/٢٢]

وَ الْغٰرِمِيْنَ : اس سے مراد ایک تو وہ مقروض شخص ہے جو اپنے اور اپنے بچوں کے جائز اخراجات کی وجہ سے مقروض ہو گیا ہو اور اس کے پاس قرضے کی ادائیگی کے لیے نقدی یا کوئی جائداد وغیرہ نہ ہو، دوسرے وہ ذمہ دار اصحاب ضمانت ہیں جنھوں نے کسی کی ضمانت دی اور پھر وہ اس کی ادائیگی کے ذمہ دار قرار پائے، یا کسی کی فصل تباہ یا اس کا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا اور اس بنیاد پر وہ مقروض ہو گیا۔ سیدنا قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کسی کا ضامن بن گیا (اور مجھے چٹی پڑ گئی، اس کی ادائیگی میں معاونت کے لیے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: ”قبیصہ! تم ٹھہرو، ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمھیں دیں گے۔“ پھر فرمایا: ”قبیصہ! سن، صرف تین قسم کے لوگوں کے لیے سوال کرنا حلال ہے، ایک تو وہ جو ضامن بنے، تو اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے، تاہم پھر وہ سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے، اسے بھی سوال کرنا درست ہے، یہاں تک کہ گزارے کے لائق اپنی ضروریات حاصل کر لے اور تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کے حق میں گواہی دے دیں کہ ہاں فلاں شخص از حد لاچار ہو گیا ہے، تو اسے بھی مانگ لینا جائز ہے، تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے، پھر رک جائے، ان کے سوا اے قبیصہ! اور کسی کو سوال کرنا حرام ہے، مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب من تحل له المسألة : ١٠٤٤ ـ أبو داؤد، كتاب الزكوة، باب ما تجوز فيه المسألة : ١٦٤٠]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خریدا۔ قدرت الٰہی سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا، چنانچہ اس سے وہ بہت زیادہ مقروض ہو گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا: ”اسے صدقہ دو۔“ لوگوں نے صدقہ دیا تو وہ اس کے قرض کی رقم سے کم تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا: ”تمھیں جو ملے لے لو، اس کے سوا تمھارے لیے کچھ نہیں۔“ [مسلم، كتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين : ١٥٥٦]

وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : صدقات و زکوٰۃ کا ساتواں مصرف جہاد فی سبیل اللہ ہے، جس سے جہاد کی جملہ ضرورتوں کو پورا کیا جا سکتا ہے، اسلحہ خریدا جا سکتا ہے، زیر تربیت عسکری مجاہدین کی خوراک، لباس، علاج معالجہ، سفر خرچ، گاڑیوں کی خریداری، دیکھ بھال اور مرمت وغیرہ پر زکوٰۃ کو خرچ کیا جا سکتا ہے۔ یاد رکھیں! زکوٰۃ و صدقات کی یہ مد اللہ تعالیٰ نے اپنے ان

خاص مجاہد بندوں کے لیے مقرر کی ہے جو اللہ کے دشمن یعنی کفار سے مصروف جہاد و قتال ہیں۔ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر لفظ ''فی سبیل اللہ'' استعمال ہوا ہے، ان میں سے چند مقامات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ ''فی سبیل اللہ'' سے مراد جہاد اور اسلام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ١٠] ''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَـنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٩٥] ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٦٠] ''اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمھاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [التوبة : ٣٤] ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مال دار پر زکوٰۃ حرام ہے، سوائے پانچ قسم کے مال داروں کے، ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو، دوسرا راہ الٰہی کا غازی مجاہد، تیسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے، چوتھا وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفہ اپنی کوئی ایسی چیز دے دے جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو اور پانچواں قرض دار۔'' [ابن ماجه، کتاب الزکوة، باب من تحل له الصدقة : ١٨٤١ ـ أبو داؤد، کتاب الزکوة، باب من يجوز له أخذ الصدقة وهو غني : ١٦٣٥]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کا افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ

ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، مزید وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور نیز وہ جو اللہ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقۃ علی العیال والمملوك ...... الخ : ۹۹٤]

مجاہد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں جہاد میں شرکت کے لیے جانا چاہتا ہوں، تو ابن عمر رضی اللہ عنہما خوش ہو کر کہنے لگے کہ پھر میں کچھ رقم سے تیری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ مجاہد نے کہا، بفضل اللہ میں تو خود مال دار ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا، بھائی! اگر مال دار ہے تو اپنے لیے ہے، میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ جہاد میں میرا مال بھی خرچ ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر ، باب الجعائل والحملان فی سبیل الله، قبل الحدیث : ۲۹۷۰]

وَابْنِ السَّبِيْلِ : ''مسافر'' جس کا زادِ سفر ختم ہو جائے، یا چوری ہو جائے تو اسے زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا، چاہے وہ اپنے شہر میں مال دار ہی کیوں نہ ہو۔ حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے باپ کو زکوٰۃ کی رقم سے آزاد کرائے تو یہ جائز ہے، نیز زکوٰۃ کا مال مجاہدین اور اس شخص کو بھی دیا جا سکتا ہے جس نے حج نہ کیا ہو، پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٦٠] [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول الله تعالٰی : ﴿ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله ﴾، قبل الحدیث : ١٤٦٨]

اسی طرح وہ شخص جو اپنے شہر سے سفر کا آغاز کرنا چاہتا ہو اور اس کے پاس زادِ سفر نہ ہو تو اسے بھی سفر کے آنے جانے کے اخراجات کے مطابق دیا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل ایک تو یہی آیت کریمہ ہے اور دوسری وہ حدیث ہے جسے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی دولت مند شخص کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے ہاں، البتہ پانچ قسم کے لوگوں کے لیے حلال ہے: ① اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کے لیے۔ ② عاملین زکوٰۃ کے لیے۔ ③ مقروض کے لیے۔ ④ اس شخص کے لیے جو اپنے مال کے ساتھ صدقہ کی کوئی چیز خرید لے۔ ⑤ ایسا (غنی) آدمی جس کا پڑوسی ایک مسکین آدمی ہو، اس مسکین آدمی پر صدقہ کیا جائے تو وہ مسکین اس میں سے اس امیر آدمی کو ہدیہ دے دے (تو اس غنی کے لیے وہ صدقہ کی چیز استعمال کرنا جائز ہوگا)۔'' [أبو داوٗد، کتاب الزکوۃ، باب من یجوز له أخذ الصدقة وهو غنی : ١٦٣٥، ١٦٣٦۔ ابن ماجه، کتاب الزکوۃ، باب من تحل له الصدقة : ١٨٤١۔ مسند أحمد : ٥٦/٣، ح : ١١٥٤٤]

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

”اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ (تو) ایک کان ہے۔ کہہ دے تمھارے لیے بھلائی کا کان ہے، اللہ پر یقین رکھتا ہے اور مومنوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور ان کے لیے ایک رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

بدبخت منافقین اپنی شرارتوں میں بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنی نجی مجالس میں رسول اللہ ﷺ پر طنز کرتے، الزام تراشی اور طعن و تشنیع کے ذریعے آپ کو ایذا پہنچانے والی باتیں کرتے، جن میں سے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ یہ شخص تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے، کوئی مسلمان ہماری کی ہوئی باتیں جب ان تک پہنچاتا ہے تو اس کو توجہ سے سنتا اور سچ مان لیتا ہے اور جب ہم قسمیں کھا کر اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی صفائی بیان کرتے ہیں تو خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان منافقین سے واضح طور پر یہ بات کہہ دیں کہ یہ تو محض تمھاری بہتری اور بھلائی کے لیے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایمان اللہ پر ہے اور وہ صرف اہل ایمان کی باتوں کو صحیح اور سچا جانتے ہیں۔ باقی رہا تمھاری باتوں کو سن لینا، تمھاری جھوٹی قسموں، ایمان کے جھوٹے دعووں، جہاد سے پیچھے رہنے کے من گھڑت عذر بہانوں اور ایذا دینے والی باتوں پر خاموش رہنا، یہ تو محض اس لیے ہے کہ تمھارا پردہ رہ جائے، لوگوں کے سامنے تمھاری رسوائی نہ ہو اور اگر وہ فوری تحقیق شروع کر دیں تو پھر تمھارا انجام بڑا ہی عبرتناک ہو اور آخرت میں تو ایسے بدنصیب منافقین کے لیے بڑا ہی دردناک عذاب تیار ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ۱۲۸] ”بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے رسول ﷺ نے کوئی چیز (صحابہ رضی اللہ عنہم میں) تقسیم فرمائی۔ ایک شخص نے کہا، اس تقسیم سے اللہ کی رضا مقصود نہیں تھی (یعنی اس نے نبی ﷺ پر بے انصافی کا الزام لگایا) میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات عرض کی تو آپ کو غصہ آ گیا، حتیٰ کہ میں نے نبی ﷺ کے چہرۂ اقدس پر خفگی کے آثار دیکھے۔ پھر آپ ﷺ نے (غصہ ضبط کرتے ہوئے) فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے! انھیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی تھی، تو انھوں نے صبر کیا تھا۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۴۰۵]

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

التغابن

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

’’تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔‘‘

منافقین جب اپنی خلوتوں میں ہوتے تو مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ پر طعنہ زنی کرتے اور جب اس کی خبر اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوتی اور ان سے پوچھا جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انھوں نے ایسا نہیں کہا تھا، تاکہ اللہ کے رسول ﷺ اور دیگر مسلمان ان سے خوش رہیں۔ ان کے اسی نفاق اور اخلاقی گراوٹ پر قرآن کریم میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ حق دار تھے کہ وہ لوگ انھیں راضی کرتے اور نفاق سے تائب ہو جاتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۵۶] ’’اور وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بندہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اے فلاں! کیا میں نے (دنیا میں) تجھے عزت نہیں دی تھی؟ تجھے اونچا مقام نہیں دیا تھا؟ تجھے بیوی عطا نہیں کی تھی؟ اونٹ اور گھوڑوں (یعنی سواریوں) کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟ کیا تجھے حکومت نہیں دی تھی اور تو چوتھا حصہ بطور ٹیکس وصول نہیں کرتا تھا؟ منافق کہے گا، کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تو یقین رکھتا تھا کہ میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ (آج) میں بھی تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر دوسرا شخص آئے گا تو اس سے بھی یہی سوال جواب ہوں گے، پھر تیسرے کے ساتھ بھی یہی سوال جواب ہوں گے، تو وہ کہے گا، اے میرے رب! میں تجھ پر ایمان لایا، تیری کتابوں اور تیرے رسولوں پر بھی ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا، صدقہ و خیرات کرتا رہا۔ اس (منافق) سے جتنا ہو سکے گا اپنی تعریف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ٹھہر جا (تیرا جھوٹ کھل جائے گا) ہم تجھ پر ابھی گواہ پیش کرتے ہیں۔ (منافق) سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا اور اس کی ران کو حکم دے گا کہ بول! چنانچہ اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی میں بول پڑیں گی اور اس کے اعضا کی گواہی اس لیے ہوگی، تاکہ اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔ دراصل یہ منافق شخص ہوگا اور (اس دن ایسے لوگوں پر) اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب الدنیا سجن للمؤمن و جنۃ للکافر : ۲۹۶۸]

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ

الۡخِزۡیُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۶۳﴾

’’کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔‘‘

اس آیت میں منافقین کے نفاق کا انجام بد بتایا گیا ہے کہ انھیں پتا نہیں کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کا بدلہ جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ﴾ [المجادلة : ۲۰] ’’بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں سے ہیں۔‘‘

یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَیۡہِمۡ سُوۡرَۃٌ تُنَبِّئُہُمۡ بِمَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ قُلِ اسۡتَہۡزِءُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰہَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶۴﴾

’’منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔ کہہ دے تم مذاق اڑاؤ، بے شک اللہ ان باتوں کو نکالنے والا ہے جن سے تم ڈرتے ہو۔‘‘

منافقین کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت خوف زدہ اور ڈرے ڈرے رہتے ہیں۔ اس آیت میں جس خوف کا ذکر ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا کھوٹ ظاہر ہی نہ کر دے، اندرونی سازشوں کا انکشاف نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کوئی سورت نازل کر کے ان کی مجالس کے راز فاش ہی نہ کر دے، دلوں میں چھپے ہوئے بھید ظاہر نہ ہو جائیں اور نفاق کا پردہ کہیں چاک نہ ہو جائے۔ اس خوف کے باوجود بھی وہ اپنی خباثتوں، شرارتوں اور سازشوں سے باز نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے نبی! آپ ان منافقین سے کہہ دیں کہ تم دینِ اسلام کا جتنا مذاق اڑا سکتے ہو اڑا لو، اب وقت آ گیا ہے کہ تمھاری ایک ایک چالاکی، جہاد کے خلاف ہر ہر سازش، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے حیلے، عذر، بہانے، جھوٹی قسمیں اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کے پروگرام، ان سب کو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے سامنے کھولنے والا ہے۔ جس بات کے انکشاف سے تم خوف زدہ ہو، جس نفاق کے ظاہر ہونے سے تم ڈرتے ہو، ان تمام پوشیدہ رازوں اور خفیہ سازشوں کو عنقریب اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا ہے۔

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ (تبوک) میں موجود تھا۔ میں نے عبد اللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا، لوگو! تم ایسا کرو، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں انھیں کچھ نہ دو، تو وہ خود بخود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اس سے الگ ہو جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں نے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا، وہ مکر گئے، قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا سمجھا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ ویسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا۔ میں گھر میں بیٹھ گیا، میرے چچا کہنے لگے، میرا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون اتاری تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی اور فرمایا: ''زید! اللہ نے تجھ کو سچا کر دیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد إنك لرسول الله ﴾ : ٤٩٠٠]

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾

''اور بلاشبہ اگر تو ان سے پوچھے تو ضرور ہی کہیں گے ہم تو صرف شغل کی بات کر رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ کہہ دے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟''

منافقین آیات الٰہی کا مذاق اڑاتے، مومنین کا استہزا کرتے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہنے سے بھی گریز نہ کرتے، جس کی اطلاع کسی نہ کسی طریقے سے بعض مسلمانوں کو اور پھر رسول اللہ ﷺ کو ہو جاتی۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا تو صاف مکر جاتے اور کہتے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ہنسی مذاق کے لیے کیا تمھارے سامنے اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول ہی رہ گئے ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اگر مقصد تمھارا آپس میں ہنسی مذاق ہی ہوتا تو اس کی زد میں اللہ، اس کی آیات اور اس کا رسول کیوں آتے؟ یہ یقیناً تمھارے اس خبث باطن اور نفاق کا اظہار ہے جو آیاتِ الٰہی اور ہمارے پیغمبر کے خلاف تمھارے دلوں میں موجود ہے۔

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۱۴

''بہانے مت بناؤ، بے شک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ایک گروہ کو عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کر کے کہا کہ اب معذرت کا وقت گزر چکا، تم نے جو کرنا تھا اپنی جانوں پر وہ ظلم کر چکے ہو۔ اب تمھاری حالت یہ ہے کہ تمھارے دلوں سے ایمان نکل گیا اور تم دولت ایمان سے محروم ہو کر کفر کے اندھیروں میں گھر چکے ہو، اس لیے تمھارا انجام بڑا ہی خوف ناک ہوگا۔ ہاں! صرف وہ لوگ جو اپنے کیے پر نادم ہو کر تہ دل سے ایمان لے آئیں، توبہ کر لیں تو وہ دردناک عذاب سے بچ جائیں گے اور جو لوگ اپنی شرارتوں، ایذا رسانیوں اور

نفاق پر اڑے رہے، تو ایسے مجرموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے عذاب لکھ دیا ہے۔

اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ : یعنی تم سب کو معاف نہیں کیا جائے گا، بلکہ تم میں سے کچھ لوگوں کو سزا بھی ضرور دی جائے گی۔ اس غلط اور فسق و فجور پر مبنی بات کی وجہ سے انھیں گناہ گار اور مجرم قرار دیا گیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴾ [الرعد : ۳۲] ''اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَ رُسُلِيْ هُزُوًا ﴾ [الكهف : ۱۰۶] ''یہ ان کی جزا جہنم ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا۔''

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا ہم سے جاہلیت کے زمانے میں کیے ہوئے اعمال کے متعلق بھی باز پرس ہو گی؟ آپ نے فرمایا: ''تم میں سے جو اچھی طرح اسلام لایا (یعنی دل سے سچا مسلمان ہوا) اس سے تو پوچھ کچھ نہیں ہو گی اور جو برا ہے (یعنی صرف ظاہر میں مسلمان ہوا اور اس کے دل میں کفر رہا) اس سے جاہلیت اور اسلام دونوں وقت کے کاموں کی باز پرس ہو گی۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب هل يؤاخذ بأعمال الجاهلية ؟ : ۱۲۰]

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۶۷

''منافق مرد اور منافق عورتیں، ان کے بعض بعض سے ہیں، وہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انھیں بھلا دیا۔ یقیناً منافق لوگ ہی نافرمان ہیں۔''

منافقین قسمیں کھا کر مسلمانوں کو باور کرواتے تھے کہ وہ بھی انھی کی طرح مخلص مسلمان ہیں۔ اس آیت میں انھی منافقین کی تردید کی گئی ہے کہ منافقین چاہے مرد ہوں یا عورتیں نفاق، خست و دنایت اور عدم ایمان میں سبھی ایک جیسے ہیں، سب کے حالات مومنوں کے حالات سے بالکل مختلف ہیں، برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں۔ صلہ رحمی، جہاد اور کسی بھی خیر کے کام میں خرچ نہیں کرتے اور اللہ کی یاد سے قطعی طور پر غافل ہوتے ہیں۔ اس لیے آخر کار اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا اور اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور اس لیے بھی کہ منافقین اپنے کفر و سرکشی میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ : انھی منافقین جیسی خصلتیں بنی اسرائیل میں بھی تھیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ

مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۷۸، ۷۹] ''وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے، اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان ...... الخ : ٤٩]

ارشاد فرمایا: ﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ [المجادلة : ١٩] ''شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۶۸

''اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، وہی ان کو کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔''

منافقین خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کے اوصاف، اخلاق اور اعمال سخت ناپسندیدہ ہیں۔ یہ خائن، جھوٹے اور عہد شکن ہیں۔ جہاد کے دشمن، اللہ کے نافرمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ اہل ایمان سے حسد و بغض رکھنے والے، منکرات کے داعی اور بھلائی کے کاموں میں رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہیں۔ ان سنگین جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں، منافق عورتوں اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے اور جہنم کی آگ ہی ان کے لیے کافی ہے، جس میں یہ ہمیشہ جلتے رہیں گے، بلک بلک کر مدد کے لیے پکارتے رہیں گے، مگر ان کی وہاں کوئی بات نہیں سنی جائے گی، بلکہ یہ لوگ جہنم کی آگ میں ڈال کر بھلا دیے جائیں گے۔ سو ان لوگوں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے اور رحمت سے دوری ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٦] ''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب

ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [یونس : ۲۷] ’’اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

’’ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔ تو انھوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے فضول باتیں کیں۔ یہ لوگ! ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔‘‘

اس آیت میں خطاب منافقین کو ہے کہ تمھارا حال ان قوموں جیسا ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ ان پر بھی اللہ تعالیٰ نے تمھاری ہی طرح انعام کیا، وہ جسمانی قوت، مال و دولت اور اولاد کے اعتبار سے تم سے زیادہ اچھی حالت میں تھے اور انھوں نے ان دنیاوی نعمتوں سے خوب فائدہ اٹھایا، خوب مزے کیے اور کبر و غرور میں مبتلا ہو کر تمھاری طرح اللہ کے دین اور اس کے رسول کے خلاف سازشیں کیں اور ان کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ گئے، دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئے اور آخرت میں تو ان کی بربادی ہے ہی۔ تو اے منافقو! تم بھی خوب مزے اڑا رہے ہو اور آخرت سے غافل، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو، اس لیے تمھارا انجام بھی انھی لوگوں جیسا ہوگا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ﴾ [القصص : ۷۸] ’’اور کیا اس نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ اس سے پہلے کئی نسلیں ہلاک کر چکا ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جماعت والی تھیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

﴿ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الروم : ۹] ’’اور کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھے اور انھوں نے زمین کو پھاڑا اور اسے آباد کیا اس سے زیادہ جو انھوں نے اسے آباد کیا ہے اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی پیروی کرو گے، بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع (یعنی قدم بقدم) یہاں تک کہ وہ اگر کسی گوہ کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، اس سے آپ کی مراد کون لوگ ہیں، کیا اہل کتاب؟ آپ نے فرمایا: ’’تو اور کون؟‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳٤٥٦۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیھود والنصاریٰ : ۲٦٦۹]

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۙ۬ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

’’کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔‘‘

یہاں ان چھ قوموں کا حوالہ دیا گیا ہے جن کا مسکن ملک شام رہا ہے۔ یہ بلاد عرب کے قریب ہے اور ان کی کچھ باتیں انھوں نے شاید آبا و اجداد سے سنی بھی ہوں۔ قوم نوح، جو طوفان میں غرق کر دی گئی۔ قوم عاد، جو قوت و طاقت میں ممتاز ہونے کے باوجود باد تند سے ہلاک کر دی گئی۔ قوم ثمود، جسے آسمانی چیخ سے ہلاک کیا گیا۔ قوم ابراہیم، جس کے بادشاہ نمرود بن کنعان کو مچھر سے مروا دیا گیا۔ اصحاب مدین (سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم) جنھیں چیخ، زلزلہ اور بادلوں کے سائے کے عذاب سے ہلاک کیا گیا اور ’’اہل مؤتفکات‘‘ اس سے مراد قوم لوط ہے جس کی بستی کا نام ’’سدوم‘‘ تھا، ان پر ایک تو آسمان سے پتھر برسائے گئے، دوسرے ان کی بستی کو اوپر اٹھا کر نیچے پھینک دیا گیا، جس سے پوری بستی اوپر نیچے ہو گئی، اس لیے انھیں ’’اصحاب مؤتفکات‘‘ کہا جاتا ہے۔ ان سب قوموں کے پاس ان کے پیغمبر، جو انھی کی قوم کا ایک فرد ہوتا تھا، آئے، لیکن انھوں نے ان کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی، بلکہ تکذیب اور عناد کا راستہ اختیار کیا، جس کا نتیجہ بالآخر عذاب الٰہی کی شکل میں نکلا۔

﴿ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ ﴾ :ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [هود : ٢٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا، بے شک میں تمھارے لیے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ڏ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴾ [نوح : ٢٥] ''اپنے گناہوں ہی کی وجہ سے وہ غرق کیے گئے، پس آگ میں داخل کیے گئے، پھر انھوں نے اللہ کے سوا اپنے لیے کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔''

وَعَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴾ [هود : ٥٠] ''اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹ باندھنے والے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴾ [القمر : ١٩، ٢٠] ''بے شک ہم نے ان پر ایک تند آندھی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی، جیسے وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔''

وَثَمُوْدَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴾ [هود : ٦١] ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمھیں زمین سے پیدا کیا اور تمھیں اس میں آباد کیا، سو اس سے بخشش مانگو، پھر اس کی طرف پلٹ آؤ، یقیناً میرا رب قریب ہے، قبول کرنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ [هود : ٦٧] ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔''

وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ١٦] ''اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٧٠] ''اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔''

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴾ [هود : ٨٤] ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول کم نہ کرو، بے شک میں تمھیں اچھی حالت میں دیکھتا ہوں اور بے شک میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن

کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔" اور فرمایا: ﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ اَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۙ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴾ [هود : ٩٤، ٩٥] "اور جب ہمارا حکم آیا ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی خاص رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا، چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ جیسے وہ ان میں نہیں رہے تھے۔ سن لو! مدین کے لیے ہلاکت ہے، جیسے ثمود ہلاک ہوئے۔"

وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ؕ اِذْ نَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ۙ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ۝ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ۝ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ۙ وَ بِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾ [الصافات : ١٣٣ تا ١٣٨] "اور بلاشبہ لوط یقیناً رسولوں میں سے تھا۔ جب ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اور بلاشبہ تم یقیناً صبح جاتے ہوئے ان پر سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں؟" اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴾ [هود : ٨٢، ٨٣] "پھر جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر والے حصے کو اس کا نیچا کر دیا اور ان پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھر برسائے۔ جو تیرے رب کے ہاں سے نشان لگائے ہوئے تھے اور وہ ان ظالموں سے ہرگز کچھ دور نہیں۔"

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ : یعنی انھیں ہلاک کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور تمام موانع کو دور کر کے ان پر حجت قائم کر دی تھی۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴾ [هود : ١٠٢] "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ...... الخ ﴾ : ٤٦٨٦۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٨٣]

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں

اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

منافقین اور منافقات کی مذموم صفات بیان کرنے کے بعد اب یہاں مومنین اور مومنات کی صفاتِ حمیدہ بیان کی جا رہی ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے دل سے محبت کرتے ہیں، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا یہی تقاضا ہے۔ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کے لیے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور منافقوں کی طرح اپنے ہاتھوں کو سمیٹے نہیں رہتے، بلکہ اگر اللہ تعالیٰ مال دیتا ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، راہ سرکشی اختیار نہیں کرتے ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور ان خوبیوں کی وجہ سے دنیا میں ان پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ : یعنی ایک دوسرے کی مدد کرتے اور ایک دوسرے کے دست و بازو بنتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن، مومن کے لیے ایک عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔“ آپ نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے یہ بات سمجھائی۔ [بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم : ۲۴۴٦۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ۲۵۸۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دیگر مسلمان محفوظ ہوں۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون ...... الخ : ۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه : ۱۳]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومنوں کی مثال آپس میں رحم کرنے، محبت و شفقت اور نرمی کرنے کے اعتبار سے ایک جسم کی مانند ہے کہ جب جسم کا کوئی عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے، نیند اڑ جاتی ہے اور بخار ہو جاتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم و تعاضدهم : ۲۵۸٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہیں لاتے اور تمھارا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوگا جب تک تم آپس میں محبت نہیں کرتے، تو کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم وہ کرنے لگو تو تمھارے درمیان محبت پیدا ہو جائے؟ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو

عام کرو۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة إلا المؤمنون …… الخ : ٥٤]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنی کی اور اگر کسی کو کچھ دیا تو وہ بھی اللہ کے لیے اور اگر کسی سے کچھ روکا تو وہ بھی اللہ کے لیے، تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔“ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب الدلیل علی زیادة الإیمان ونقصانه : ٤٦٨١]

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٤] ”اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف دعوت دیں اور اچھے کام کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

اہل ایمان کی دلی دوستی کا تقاضا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کے لیے تیار کریں، اچھائی کی ترغیب دیں اور نیکی کے کاموں کا حکم دیں۔ کوئی بھائی نماز میں سست ہے تو اسے محبت سے سمجھائیں، خیر خواہی اور ہمدردی سے ترک نماز کے نقصانات بیان کریں اور با جماعت نماز کے فوائد و ثمرات سے آگاہ کریں۔ جب خود مسجد کا رخ کریں تو اس بھائی کو بھی اپنے ہمراہ مسجد میں لے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے بھائیوں کو برائی سے منع کریں۔ کوئی بھائی لہو ولعب، کھیل تماشے اور ٹی وی، ڈرامے دیکھنے میں مگن ہے، انٹرنیٹ پر گندے پروگرام دیکھتا سنتا ہے تو اس کو بڑی حکمت کے ساتھ روکیں اور ناپسندیدہ کاموں سے منع کریں۔ یہ مومن کی صفت ہے، ہر ایک کو اسی جذبۂ ہمدردی اور خیر خواہی سے سرشار ہونا چاہیے۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا پھر اس نے اپنی رعیت کی خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کی تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ پائے گا۔“ [بخاري، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح : ٧١٥٠]

وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، پہلی چیز یہ کہ اس بات کی گواہی دی جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، دوسری بات نماز قائم کرنا، تیسرا عمل زکوٰۃ ادا کرنا، چوتھا کام حج کرنا اور پانچواں فریضہ رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاري، کتاب الإیمان، باب دعاؤکم إیمانکم …… الخ : ٨]

وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ : یعنی جن باتوں کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے انھیں کرتے ہیں اور جن سے منع فرما دیا ہے انھیں ترک کر دیتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٣٢] ”اور اللہ اور رسول کا حکم مانو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [النساء : ١٣] ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں

میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ٧٠، ٧١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور بالکل سیدھی بات کہو۔ وہ تمھارے لیے تمھارے اعمال درست کر دے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ [النساء : ١٤] ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔'' [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٠]

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۟ؒ ﴿٧٢﴾

ع ٩ ١٥

''اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے، اور پاکیزہ رہنے کی جگہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گی اور اللہ کی طرف سے تھوڑی سی خوشنودی سب سے بڑی ہے، یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں بتایا گیا کہ آخرت میں ان مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور جنتِ عدن میں اچھے مکانات ملیں گے اور ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لیے خوش ہو جائے گا۔

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک مومن کے لیے جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک جوف دار موتی سے بنا ہوگا، اس کا طول ساٹھ میل ہوگا، اسی خیمے میں مومن کے اہل و عیال ہوں گے، وہ ان کے پاس جائے گا، لیکن دوسرے (اہل خانہ) انھیں دیکھ نہیں سکیں گے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفة خيام الجنة ...... الخ : ٢٨٣٨۔ بخاری، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة و أنها مخلوقة : ٣٢٤٣، ٤٨٧٩]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے، نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، خواہ وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرے یا اپنے اس وطن میں بیٹھ رہے جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔“ لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا لوگوں کو ہم یہ بات بتا دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں سو درجے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار فرمایا ہے، ان میں سے ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے، جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو، کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ اور افضل جنت ہے، اسی کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب ﴿ و كان عرشه على الماء ﴾ : ۷٤۲۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”پانی سے۔“ میں نے پھر سوال کیا، جنت کس چیز سے بنائی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک چاندی کی ہے، اس کا گارا خوشبو دار کستوری کا ہے، اس کی کنکریاں اور سنگریزے بہت قیمتی موتی لؤلؤ اور یاقوت کے ہیں اور جنت کی مٹی زعفران کی ہے، سو جو شخص اس میں داخل ہو گا وہ کبھی تکلیف نہیں دیکھے گا، ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ جنتیوں کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہو گی۔“ [ترمذی، كتاب صفة الجنة ، باب ما جاء في صفة الجنة ونعيمها : ۲۵۲٦]

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک (جنتیوں کا) خیمہ کیا ہے، موتی ہے، اس کی بلندی اوپر کو ساٹھ میل (یعنی تقریباً نوے کلومیٹر ہے)، اس کے ہر کنارے میں مومن کے اہل خانہ ہوں گے، جو دوسرے کونے والوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في ...... الخ : ۳۲٤۳]

سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(جنتیوں کے لیے) دو باغ چاندی کے اور دو باغ سونے کے ہوں گے، چاندی کے باغوں میں برتنوں سمیت ہر چیز چاندی کی اور سونے کے باغات میں برتنوں سمیت ہر چیز سونے کی ہو گی۔ لوگوں کو جنت عدن میں اپنے رب کو دیکھنے میں سوائے اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر کے، جو اس کے چہرۂ اقدس پر ہو گی اور کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے گی۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الأخرة ...... الخ : ۱۸۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمھارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴾ [الواقعة : ۳۰] ”اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔“ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة ...... الخ : ۳۲۵۲]

وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! تو جنتی کہیں گے، یا اللہ! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور خیر ساری تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا، بتاؤ اب تم خوش ہو؟ وہ جواب میں عرض کریں گے، اے ہمارے رب! کیا اب بھی ہم خوش نہ ہوں گے کہ تو نے ہمیں وہ نعمتیں عطا کی ہیں جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں کیں۔ اللہ تعالیٰ پھر پوچھے گا، کیا میں تمھیں ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ایک اور نعمت عطا نہ کروں؟ جنتی کہیں گے اے ہمارے رب! ان نعمتوں سے افضل اور بڑی نعمت بھلا اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے میرے جنتی بندو! اب میں تم پر اپنی رضا اور خوشنودی اتارتا ہوں، لہٰذا آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔“

[بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع أهل الجنة : ۷۵۱۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب إحلال الرضوان علی أهل الجنة : ۲۸۲۹]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا، ان نعمتوں کے علاوہ تمھیں مزید کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہو تو عطا کروں؟ جنتی کہیں گے، اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اے ہمارے رب! کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا؟ اے اللہ! کیا تو نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں عطا فرمائی (تو اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے ہمیں اور کیا چاہیے)؟“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تو جنتیوں اور اللہ کے درمیان سے پردہ اٹھا دیا جائے گا (پھر تمام جنتی اللہ رب العزت کے چہرے کا دیدار کریں گے) فی الواقع انھیں ایسی کوئی نعمت عطا نہیں ہوئی ہو گی جو ان کے لیے دیدار الٰہی سے زیادہ محبوب ہو۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ...... الخ : ۱۸۱]

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۳

”اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وہ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد کریں اور آپ کے بعد تاقیامت یہ حکم مسلمانوں کے لیے بھی ہے۔ کافروں سے جہاد یہ ہے کہ ان سے جنگ کی جائے، یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں، یا اسلام نہیں لاتے تو ذلت و رسوائی کے ساتھ جزیہ دیں اور منافقین سے جہاد یہ ہے کہ دلائل و براہین کے ذریعے ان کے خلاف حجت قائم کی جائے، یہاں تک کہ تائب ہو کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانو! کفار و منافقین کے ساتھ نرمی کا برتاؤ نہ کرو، بلکہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ﴾ [محمد : ٤] ''تو جب تم ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (ان کو) مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرنا ہے اور یا فدیہ لے لینا، یہاں تک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے۔'' اور فرمایا: ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ [التوبة : ٢٩] ''لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ١٢٣] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال : ٣٩] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے۔''

وَالْمُنٰفِقِيْنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں، یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان (کے دلوں کی کیفیت) کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' [بخاري، كتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فخلوا سبيلهم ﴾ : ٢٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ...... الخ : ٢٢]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ (تبوک) میں تھے کہ وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی (اور ان کا آپس میں جھگڑا ہو گیا)، انصاری (مدد کے لیے) پکارا، انصاریو! دوڑو، مہاجر پکارنے لگا، مہاجرو! ادھر آؤ، تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کی یہ بات رسول اللہ ﷺ کو سنا دی۔ آپ نے پوچھا: ''یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟'' لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماری ہے جس پر انصاری انصاریوں کو بلا رہا ہے اور مہاجر مہاجرین کو آواز دے رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسی باتیں (جن سے آپس میں فساد اور خانہ جنگی کی بو آتی ہو) چھوڑ دو کہ یہ ناپاک باتیں ہیں۔'' عبد اللہ بن ابی منافق نے جب مہاجر و انصاری میں اس تکرار کی خبر سنی تو کہنے لگا، اچھا اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ یہ بات

رسول اللہ ﷺ کو بھی پہنچ گئی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! آپ حکم فرمایئے، میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: ''چھوڑیئے، لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) خود ہی اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ سواء علیهم استغفرت لهم ﴾ : ۴۹۰۵، ۴۹۰۷]

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

''وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی اور انھوں نے انتقام نہیں لیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔''

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا : منافقین اپنی نجی مجالس میں کفریہ باتیں کرتے لیکن پردہ چاک اور راز فاش ہونے پر جھوٹی قسمیں کھا کر مکر جاتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ فلاں فلاں بات تم نے کی ہے اور اس پر پختہ گواہیاں موجود ہیں تو پینترا بدل کر کہتے کہ وہ تو ہم ہنسی مذاق اور دل لگی میں ایسی باتیں کر رہے تھے، آپ نے ان کو سنجیدہ لے لیا ہے۔ یہ بدبخت اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ کی آیات اور نبی ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر طبع آزمائی کرتے ہوئے سنگین قسم کا مذاق کیا کرتے۔ یہاں ہم قرآن کریم کے ایسے چند مقامات پیش کر رہے ہیں جن میں منافقین اپنی کفریہ باتوں کا انکار کرتے ہوئے اللہ کی قسم کھا کر یقین دہانیاں کراتے اور اسی طرح اپنے دیگر جھوٹ فریب اور جہاد دشمنی پر مبنی باتوں پر اپنی قسموں کو بطور ڈھال استعمال کرتے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ﴾ [النساء : ۶۲] ''پھر کیسے گزرتی ہے اس وقت جب انھیں کوئی مصیبت اس کی وجہ سے پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، پھر تیرے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ۴۲] ''اور عنقریب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمھارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴾ [التوبة : ۵۶] ''اور وہ اللہ کی قسم

کھاتے ہیں کہ بے شک وہ ضرور تم میں سے ہیں، حالانکہ وہ تم میں سے نہیں اور لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو ڈرتے ہیں۔“
اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۰۷] ”اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لیے) اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے (کے لیے) اور ایسے لوگوں کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ : وہ کلمۂ کفر کیا تھا جو ان منافقوں نے کہا تھا؟ قرآن نے یہاں اس کی تصریح نہیں کی۔ یہ اس لیے کہ یہ کوئی ایک آدھ واقعہ نہ تھا، بلکہ ان لوگوں نے کئی موقعوں پر ایسے کفر کے کلمے کہے تھے، جیسا کہ روایات میں مذکور ہے، مگر ہم اسی واقعہ پر اکتفا کریں گے جو سورۂ منافقون میں اجمالاً اور بخاری میں ذرا تفصیل سے مذکور ہے۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک لڑائی میں تھا، میں نے عبد اللہ بن ابی کو کہتے ہوئے سنا، اللہ کے رسول کے پاس جو لوگ ہیں ان کو خرچ کے لیے کچھ نہ دیا کرو، یہاں تک کہ (جب انھیں کچھ نہیں ملے گا تو یہ خود ہی) اللہ کے رسول کو چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبد اللہ بن ابی کی یہ گفتگو اپنے چچا، یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں نے آپ سے بھی سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلا بھیجا، مگر انھوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم نے (ہرگز) ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور عبد اللہ کو سچا جانا۔ اس سے مجھے اتنا رنج ہوا کہ اس جیسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا، میں (اپنے) گھر بیٹھ گیا۔ چچا کہنے لگے، تم نے یہ کیا کیا؟ اب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو جھوٹا قرار دے دیا اور وہ تم سے ناراض بھی ہو گئے ہیں، چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے (میری تائید میں) یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ۰۰۱ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۰۰۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱ تا ۳] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا (اور سورۃ المنافقون پڑھ کر سنائی) آپ نے فرمایا: ”اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾: ۴۹۰۰، ۴۹۰۱۔ مسلم، کتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفات المنافقين...... الخ : ۲۷۷۲]

وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا : ”اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی“ یعنی منافقین نے جو ارادہ کیا تھا وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے اور یہ ناکامی و نامرادی انھیں کوئی ایک آدھ مرتبہ نہیں ہوئی، بلکہ وہ ہمیشہ اپنے ناپاک منصوبوں، سازشوں اور

شرارتوں میں ناکام ہوئے، جس کی چند مثالیں یہ ہیں: ① رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر ناکام و نامراد ہوئے۔ ② اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا۔ ③ مجاہدین پر مال خرچ کرنے والوں سے کہتے کہ یہ خرچ بند کرو، مگر راہ جہاد میں خرچ کرنے والوں نے بے مثال داستانیں قائم کیں۔ ④ منافقین یہودیوں کو مدینہ میں آباد دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ نے انھیں برباد کر دیا۔ ⑤ منافقین عبد اللہ بن ابی کو تاج سلطانی پہنا کر صاحب عزت دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ نے اسے ذلیل کیا۔ ⑥ یہ لوگ مجاہدین کی شکست کے خواہاں تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطا فرمائی۔ ⑦ یہ لوگ میدانِ تبوک میں مجاہدین کا خون بہتا دیکھنا چاہتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے دشمن کو سامنے آنے کی ہمت ہی نہ دی۔ ناکامیوں کی فہرست میں سرفہرست رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے میں ناکامی ہے۔ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث اس واقعہ پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔ ابوطفیل بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کی عقبہ والے ایک شخص سے تلخ کلامی ہوگئی (یہ منافقین کا ایک گروہ تھا، جنھوں نے تبوک سے واپسی پر عقبہ جگہ میں رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا)، دورانِ بحث میں اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ عقبہ والے کتنے لوگ تھے؟ (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ گریزاں نظر آئے تو) لوگوں نے ان سے کہا، جب وہ قسم دے کر پوچھتے ہیں تو بتا دیں۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہمیں خبر دی گئی ہے کہ یہ کل چودہ لوگ تھے اور اگر تو بھی ان میں شامل تھا تو پھر پندرہ ہوئے اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ ان میں سے بارہ افراد تو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں، باقی رہے تین، تو انھوں نے معذرت پیش کی تھی کہ دراصل ہم نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز ہی نہیں سنی تھی اور نہ ہمیں معلوم تھا کہ ان (منافقین) کا ارادہ کیا تھا (جب اللہ نے منافقین کے اس پروگرام کی اطلاع اپنے نبی کو دی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو عقبہ کا راستہ اختیار نہ کرنے کا حکم دیا اور خود آپ نے چند صحابہ کے ساتھ اس راستے کو اختیار کیا اور اللہ نے منافقین کو ناکام و نامراد کیا)۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامھم، باب صفات المنافقین و أحکامھم : ۲۷۷۹/۱۱]

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں سے بارہ منافق ایسے ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے اور نہ اس کی خوشبو پائیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے گزر جائے، آٹھ کے کندھوں پر آتشی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انھیں ہلاک کر دے گا۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین و أحکامھم، باب صفات المنافقین و أحکامھم : ۲۷۷۹/۱۰]

وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ : مسلمانوں کی ہجرت کے بعد مدینہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، جس کی وجہ سے وہاں تجارت اور کاروبار کو فروغ ملا اور اہل مدینہ کی معاشی حالت بہت اچھی ہوگئی۔ منافقین کو بھی اس سے خوب فائدہ حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہی فرما رہا ہے کہ کیا ان کو اس بات کی ناراضی ہے کہ اللہ

نے ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دیا ہے؟ یعنی یہ ناراضی اور غضب والی بات تو نہیں، بلکہ ان کو تو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس نے انھیں فقر و تنگ دستی سے نکال کر خوشحال بنا دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس لیے ہے کہ اس غنا اور تونگری کا ظاہری سبب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہی بنی تھی۔ ورنہ حقیقت میں غنی بنانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی تھا، اس لیے آیت میں ''مِنْ فَضْلِهٖ'' واحد کی ضمیر ہے کہ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں غنی کر دیا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انصار سے فرمایا تھا: ''کیا میں نے تمھیں گمراہ نہیں پایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں ہدایت عطا فرما دی؟ تم جدا جدا تھے، اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں متحد کر دیا؟ اور تم فقیر تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمھیں دولت مند کر دیا؟'' رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی بات فرماتے تو انصار جواب میں عرض کرتے، اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔[بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان : ٤٣٣٠۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ١٠٦١]

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ : یعنی طویل عرصہ تک منافقین کو مہلت اور ڈھیل دی جاتی رہی ہے، مال و دولت عطا کر کے ان کے حسد و بغض، دشمنی اور عداوت کی آگ کو بجھانے کی بھرپور کوشش ہوتی رہی ہے۔ مفاد پرست موذیوں کی بہت زیادہ پردہ پوشی ہوتی رہی ہے۔ یہ اپنے ناپاک منصوبوں میں ہمیشہ ناکام ہوتے رہے ہیں۔ اب پھر انھیں موقع دیا جاتا ہے کہ باز آ جائیں اور اپنی پرانی روش کو بدل لیں، توبہ کر کے دل و دماغ کو پاک صاف کر کے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں، جہاد دشمنی ترک کر دیں تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہے۔

وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ١ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ : منافقین کے لیے ایک عذاب تو یہ تھا کہ وہ دنیا کے لحاظ سے بڑے مال دار تو تھے، لیکن اس کے ساتھ وہ ذی وقار اور صاحب عزت بننے کی بھی کوشش کرتے، مگر ہمیشہ ذلیل رہتے، اپنے ناپاک ارادوں کے راز فاش ہونے کی صورت میں اہل ایمان کی نظروں میں رسوا اور حقیر ہوتے۔ ایک چھوٹے مومن، یعنی کم عمر بچے کے مقابلہ میں منافقین کے بڑے بڑے سردار بے اعتبار اور جھوٹے قرار پاتے، جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کی نظروں میں نکو اور چھوٹے بن کر رہے، جھوٹی قسمیں کھا کر وہ اپنی عزت و آبرو کا محل تعمیر کرتے اور ایک بچے کی شہادت پر وہ محل زمین بوس ہو جاتا۔ یہ حسرت بھری نگاہوں سے شرمندگی کے گہرے گڑھے میں جا گرتے، ان کی دنیا کبھی اچھی نہیں رہی اور آخرت تو ہے ہی ان کے لیے باعث ندامت، دردناک عذاب کا مرحلہ اور حسرت و افسوس کا دن۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جسے جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب کچھ ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا)؟ وہ بولے گا، ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم علیہ السلام کی پشت

میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب طلب الکافر الفداء بملء الأرض ذھبًا : ۲۸۰۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا۔ پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے ! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا ؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا ؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم، اے میرے رب ! کبھی نہیں۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أھل الدنیا فی النار...... الخ : ۲۸۰۷]

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾
فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا
فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

'' اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اس نے انھیں اپنے فضل میں سے کچھ عطا فرمایا تو انھوں نے اس میں بخل کیا اور منہ موڑ گئے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے تھے۔ تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس کی خلاف ورزی کی جو اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔''

حصول مال منافق کی دلی تمنا، حاصل زندگی اور مقصود حیات ہے۔ ان آیات میں منافقین کے ایک ایسے گروہ کا تذکرہ ہے جو فقر و فاقہ سے نجات کے خواہاں اور افلاس و تنگدستی کی جگہ مال و دولت کی فراوانی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ساتھ یہ وعدہ بھی کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ انھیں غربت سے چھٹکارا عطا کرے اور مال و زر سے مالا مال کر دے تو وہ جہادی قوت میں اضافے کے لیے مال پیش کریں گے، بھلائی کے ہر کام میں درہم و دینار اور اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں گے اور صدقہ و خیرات ان کا پسندیدہ عمل ہو گا۔ منافقین کی اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مال و دولت عطا کر دیا، تو مال کی محبت ان کے دلوں میں اتنی گہری ہو گئی کہ وہ بخل کرنے لگے، اللہ سے کیے ہوئے عہد معاہدے سب ان کو بھول گئے، یاد کرانے پر مکر جاتے، کنجوسی اور بخل کی خوفناک بیماری انھیں ہلاکت کی طرف دھکیل کر لے گئی، نصیحت اور خیر خواہی کا علاج بھی بے اثر ہو گیا، نفاق کا مرض بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ان لوگوں سے توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے چھین لی اور تا قیامت ان کے لوگوں میں نفاق کی یہ مہلک بیماری جڑ پکڑ گئی اور وہ اسی حالت نفاق کے ساتھ میدان

حشر میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے۔ اسی نفاق کی بیماری کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے حصے میں پھینک دیے جائیں گے۔ اس مرض نفاق کی وجہ سے دنیا میں ان کے مددگار اور حمایتی دونوں جہانوں میں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ عہد کرنے کے بعد انھوں نے عہد شکنی کی، بخل سے کام لیا اور جھوٹ بولتے رہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں: ① جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ② جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے ③ اور جب امانت دار بنایا جائے تو اس میں خیانت کرے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ۳۳۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصائل المنافق : ٥٩]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چار باتیں جس میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے کوئی ایک بات ہو تو اس میں ایک بات نفاق کی ہے، جب تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ وہ (چار باتیں) یہ ہیں کہ جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب لڑے تو گالی بکے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [العنكبوت : ٦٢] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [سبا : ٣٦] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے، تاکہ لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہے اسے روکنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ نہ دے اسے دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں دے سکتی۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ » ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کو کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی شان والے کو اس کی شان

تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' [بخاری، کتاب الأذان ، باب الذکر بعد الصلوٰة : ٨٤٤۔ مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاة و بیان صفته : ٥٩٣]

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ان کا راز اور ان کی سرگوشی جانتا ہے اور یہ کہ بلا شک اللہ سب غیبوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔''

اس میں ان منافقین کے لیے سخت وعید ہے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں اور پھر اس کی پروا نہیں کرتے۔ گویا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی باتوں اور بھیدوں کو نہیں جانتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، کیونکہ وہ تو علام الغیوب ہے، غیب کی تمام باتوں سے باخبر ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴾ [الزخرف : ٨٠] ''یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة : ٧] ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

''وہ لوگ جو صدقات میں خوش دلی سے حصہ لینے والے مومنوں پر طعن کرتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت کے سوا کچھ نہیں پاتے، سو وہ ان سے مذاق کرتے ہیں۔ اللہ نے ان سے مذاق کیا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت میں منافقین کی ایک اور گھٹیا حرکت کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ راہِ جہاد میں مال خرچ کرنے والے اہل ایمان خواہ امیر ہوں یا غریب، منافقین کی زبانِ طعن اور اذیت ناک باتوں سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ راہِ جہاد میں مال پیش کرنے والوں کی حوصلہ شکنی منافقین کی منحوس عادت تھی۔ اگر کوئی زیادہ مال اللہ کی راہ میں دیتا تو اسے شہرت کا بھوکا،

ریا کار اور ناموری کا خواہاں قرار دیتے اور اگر تنگ دست، غریب اور مفلوک الحال صاحب ایمان اپنی مزدوری لا کر صدقہ کے مال میں جمع کروا دیتا تو منافقین ایک دوسرے کو آنکھیں مار کر کہتے کہ بھلا اس کی آدھا صاع کھجوروں کی اللہ کو کیا ضرورت تھی؟ یہ اپنی ان ایک آدھ صاع کھجوروں کے ساتھ روم کو فتح کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کا یہ انجام بتایا کہ وہ اپنے مومن بندوں کے استہزا کا انتقام ضرور لے گا، منافقین کو رسوا کرے گا اور اپنے مومن بندوں کو اونچا کر دکھائے گا اور آخرت میں ان منافقین کو دردناک عذاب ملے گا۔

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ (غزوۂ تبوک کی تیاری کے حالات بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ جب ہمیں (جہاد کے لیے) مال پیش کرنے کا حکم دیا گیا تو (ہم غربا کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ) ہم بوجھ اٹھایا کرتے تھے اور (اس کی اجرت) صدقہ دیا کرتے تھے اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ (بھی اپنی اسی مزدوری سے) آدھا صاع (یعنی دو کلو کے قریب کھجوریں) لے کر آئے اور ایک دوسرے صحابی (سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی استطاعت کے مطابق) ابوعقیل رضی اللہ عنہ سے زیادہ مال لے کر آئے تو منافق (طعن کرتے ہوئے) کہنے لگے، اس خیرات (یعنی ابوعقیل کے صدقہ) کی بھلا اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت تھی؟ اور اس دوسرے (عبدالرحمٰن) نے تو ریا کاری کے لیے صدقہ دیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحمل بأجرۃ یتصدق بھا ...... الخ : ١٠١٨۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات ﴾ : ٤٦٦٨]

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی ترغیب دیتے تھے تو آپ کے بعض صحابہ مزدوری کر کے لاتے اور (بڑی مشکل سے) ایک مد کا صدقہ کر سکتے، لیکن آج انھی میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کے پاس لاکھوں درہم ہیں، غالباً ان کا اشارہ خود اپنی طرف تھا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات ﴾ : ٤٦٦٩]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ کیا اور یاد رہے اللہ صرف پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو (قبول فرما کر) اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتا رہتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھیرے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ خیرات پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب ...... الخ : ١٤١٠۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب و تربیتھا : ١٠١٤]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ تبوک کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے) ہمیں صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، اس موقع پر میری مالی حالت بہت بہتر تھی، سو میں نے سوچا کہ اگر میں زندگی میں کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

سبقت لے جانا چاہوں تو وہ آج کے دن سے بڑھ کر اور کوئی موقع نہیں ہو سکتا، تو میں اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے دریافت فرمایا: ''عمر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی، آدھا مال گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور آدھا مال یہ جہاد کے لیے حاضر ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال لے کر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟'' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو چھوڑ آیا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی کسی بھی معاملہ میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ [ترمذی، کتاب المناقب، باب رجاؤه ﷺ أن يكون أبو بكر ...... الخ : ۳٦٧٥]

سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار (سونے کے سکے جن کا وزن تقریباً ساڑھے پانچ کلو بنتا ہے) لا کر رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں رکھ دیے۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دیناروں کو الٹ پلٹ کرتے ہوئے دو مرتبہ فرمایا: ''آج کے (اس عمل کے) بعد عثمان جو بھی عمل کریں وہ انھیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [ترمذی، کتاب المناقب، باب في عد عثمان تسميته شهيدًا ...... الخ : ۳۷۰۱]

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ۧ ۱۰ ع ۱۶

''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے نرم رویے کی وجہ سے ہر ایک کے لیے دعائیں کرتے تھے کہ یا اللہ! فلاں کو ہدایت دے، فلاں کی اصلاح فرما دے، اگر کوئی آ جاتا پھر بھی اور اگر کوئی نہ آتا تو بھی ان منافقین کے لیے مغفرت و بخشش کی دعائیں اور التجائیں کرتے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ﷺ ان منافقین کے لیے دعا کریں یا نہ کریں، اگر ستر بار بھی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان بدکاروں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اور ستر کے عدد سے مقصود مبالغہ ہے، یہ نہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ ستر سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کریں گے تو اللہ منافقوں کو معاف کر دے گا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجیے، تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں

اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرمایا اور فرمایا: ''مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔'' پھر جب انھوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ''ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔'' الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ﴾ ''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص ...... الخ : ١٢٦٩۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ : ٢٤٠٠]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ جنازے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''عمر! پیچھے ہٹو!'' تاہم میں پھر بھی جنازہ پڑھانے سے روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کر دوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی، ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی دو آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ ''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوة علی المنافقین ...... الخ : ١٣٦٦]

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

''وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے وہ اللہ کے رسول کے پیچھے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو گئے اور انھوں نے ناپسند کیا کہ اپنے

مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور انھوں نے کہا گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دے جہنم کی آگ کہیں زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ سمجھتے ہوتے۔ پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔"

اس آیت سے منافقین کی جہاد مخالف چالوں کی مذمت کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی انھیں جہنم کی شدید ترین گرمی اور عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے، کیونکہ یہ منافق رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر گھروں میں بیٹھنے پر بہت خوش تھے اور دوسرے مخلص اہل ایمان جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے تھے ان کی حوصلہ شکنی کرتے اور انھیں گرمی کی شدت سے ڈرا کر پیچھے رہنے کی ترغیب دیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان کو یہ علم ہوتا کہ جہنم کی آگ کی گرمی کے مقابلے میں دنیا کی گرمی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو وہ کبھی پیچھے نہ رہتے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے تعلق توڑنے اور جہاد چھوڑنے پر خوش ہو رہے ہو، حقیقت میں تو یہ رونے کا مقام ہے۔ اگر آج تمھیں کچھ مہلت میسر ہے تو کل ضرور رونا پڑے گا۔ یہ بدلہ ہوگا ان کاموں کا جو تم کر رہے ہو۔ تم نبی ﷺ کو دھوکا دیتے رہے ہو، جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے جھوٹے عذر بہانے پیش کر کے پیچھے رہنے پر خوش ہوتے رہے ہو اور مخلص مجاہدین کو جہاد سے متنفر کرنے کے لیے سازشیں کرتے رہے ہو، اس لیے تمھیں ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا : یعنی جس گرمی سے تم بھاگتے ہو جہنم کی آگ تو اس سے کہیں زیادہ گرم ہے، اس بارے میں بہت سی آیات اور احادیث نبوی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا: ﴿ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴾ [المعارج : ۱۵، ۱٦] "ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔ منہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴾ [الحج : ۱۹ تا ۲۲] "ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اس کے ساتھ پگھلا دیا جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور چمڑے بھی۔ اور انھی کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔ جب کبھی ارادہ کریں گے کہ سخت گھٹن کی وجہ سے اس سے نکلیں، اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور چکھو جلنے کا عذاب۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ﴾ [النساء : ٥٦] "بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں۔"

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اسے

ہوگا جسے جہنم کی آگ کے دو جوتے اور دو تسمے پہنائے جائیں گے، جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے، اس کے باوجود وہ یہ سمجھے گا کہ دوزخیوں میں سے اور کسی کو اس سے زیادہ سخت عذاب نہیں ہے، حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب ہوگا۔" [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابا : ٢١٣/٣٦٤ـ بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٦١]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمھاری آگ جہنم کی آگ کے ستر (۷۰) حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔" آپ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! یہی آگ کافی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخ کی آگ تمھاری آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ کر دی گئی ہے اور ہر حصہ تمھاری آگ کے مثل ہے۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٥ـ مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب جهنم أعاذنا الله منها : ٢٨٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخ نے اپنے رب سے شکایت کی۔ اس نے کہا، اے میرے رب! میرے ایک حصے نے دوسرے حصے کو کھا لیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی ہے، ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک سانس گرمی کے موسم میں، تو موسم گرما میں تم (جو) بہت شدت کی گرمی محسوس کرتے ہو اور موسم سرما میں جو بہت شدت کی سردی محسوس کرتے ہو (وہ انھی سانسوں کی وجہ سے ہوتی ہے)۔" [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ٣٢٦٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دوزخیوں میں سے وہ شخص جو دنیا والوں میں بہت خوشحال تھا، اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی خیر دیکھی؟ کیا تو کبھی خوش حال بھی رہا؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! نہیں۔ پھر اہل جنت میں سے وہ شخص لایا جائے گا جو دنیا میں بڑا بدحال تھا، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی بدحالی دیکھی، کیا تجھ پر کبھی سختی بھی گزری؟ وہ کہے گا، اے میرے رب! اللہ کی قسم! نہیں، مجھ پر کبھی بدحالی نہیں گزری اور نہ میں نے کبھی سختی دیکھی۔" [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

فَإِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ إِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

"پس اگر اللہ تجھے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، پھر وہ تجھ سے (جنگ کے لیے) نکلنے کی اجازت

طلب کریں تو کہہ دے تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔"

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو منافقین کی نئی چالوں سے مطلع کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو یہی منافق آپ کے پاس آ کر کہیں گے کہ اب ہم جہاد میں شرکت کے لیے تیار ہیں، اب ہم کسی صورت جہاد سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ ہمیں بتایئے کہ آئندہ قافلہ کب جائے گا ؟ آئندہ لشکر کب روانہ ہوگا؟ ہمیں تاریخ اور وقت بتائیں کہ کب جانا ہے، پہلے والا مسئلہ کچھ اور طرح کا تھا، فلاں مجبوری نہ ہوتی تو ہم ضرور جاتے، مگر آئندہ تو کسی مجبوری کو بھی ہم خاطر میں نہیں لائیں گے، بلکہ ہر صورت جہاد میں آپ کے ساتھ نکلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی! ان منافقین نے یہ بات کرنی ہے، لہٰذا آپ ان سے کھلی بات کہہ دیں کہ منافقو! اب ہم تمھیں جہاد میں اپنے ساتھ ہرگز نہیں لے جا سکتے، تمھارا نفاق ظاہر ہو گیا اور اب اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی۔ اس سے پہلے تم نے گھر بیٹھنے کو پسند کیا تھا اور اس پر تم خوش بھی تھے، اس لیے اب تم شریک جہاد ہونا بھی چاہو تو ہم تمھیں ہرگز اپنے ساتھ نہیں لے جائیں گے۔ اس لیے اب تم گھروں میں بیٹھنے والی عورتوں، بچوں، بیماروں اور معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اب تو اسلام کے مقابلہ میں رہا ہی کوئی نہیں۔ رومی بھاگ گئے، خیبر کے یہودیوں کی کمر توڑ دی گئی، مکہ والے گر گئے، سرکش قبائل نے ہتھیار ڈال دیے اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے۔ منافقو! اللہ تعالیٰ نے تم سے توفیق چھین لی ہے اور تمھیں اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے، اب تم اسلامی معاشرے میں کوئی مفید کردار ادا کرنے کے لائق نہیں رہے۔ لہٰذا اب تم گھر بیٹھ کر چند دن کی زندگی پوری کر لو، تمھارے حساب کا وقت قریب آ رہا ہے۔

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾

"اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔"

رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے فاتحانہ واپس تشریف لائے۔ منافقین کو اس کامیابی کا شدید صدمہ اور دکھ ہوا، کیونکہ انھیں یقین تھا کہ رومیوں سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور انھیں اس جنگ میں مسلمانوں کا خاتمہ یقینی نظر آ رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دل میں رعب ڈال دیا اور مقابلے کے لیے وہ میدانِ جنگ میں آئے ہی نہیں۔ منافقین کی امیدیں دم توڑ گئیں اور وہ سخت مایوسی کے عالم میں زندگی کے باقی ایام گزارنے لگے۔ فتح تبوک کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا

کہ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کو موت نے آ پکڑا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ منافقوں سے براءت کا اظہار کر دیں اور ان میں سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لیے بخشش طلب کریں اور نہ دعا کریں، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہے۔

یہ حکم عام ہے اور ہر اس منافق کے بارے میں ہے جس کا نفاق معلوم ہو۔ گو یہ آیت منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول! اپنی قمیص عنایت فرما دیجیے، تاکہ میں اپنے باپ کو اس میں کفن دوں اور آپ میرے باپ کا جنازہ بھی پڑھائیں اور اس کے لیے دعائے مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ نبی ﷺ نے اس کو اپنا کرتا عنایت فرما دیا اور فرمایا: ”مجھے خبر کر دینا تو میں جنازہ پڑھا دوں گا۔“ پھر جب انھوں نے آپ کو خبر دی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کھینچا اور کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: ”مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ ”ان کے لیے بخشش مانگ، یا ان کے لیے بخشش نہ مانگ، اگر تو ان کے لیے ستر بار بخشش کی دعا کرے گا تو بھی اللہ انھیں ہرگز نہ بخشے گا۔“ الغرض، آپ نے اس پر نماز پڑھی تو یہ آیت اتری: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ﴾ ”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب الكفن فى القميص ...... الخ : ۱۲۶۹۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنه : ۲٤۰۰]

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ جنازے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو میں نے تیزی سے آپ کے پاس پہنچ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابی کے بیٹے کا جنازہ پڑھاتے ہیں، جبکہ اس نے تو فلاں دن یہ کہا اور فلاں موقع پر یہ سازش کی اور میں اس کے کفر کی باتیں گننے لگا۔ رسول اللہ ﷺ میری باتیں سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ”عمر! پیچھے ہٹو!“ تاہم میں پھر بھی جنازہ پڑھانے سے روکنے پر اصرار کرتا رہا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اختیار دیا گیا ہے، اگر مجھے پتا چل جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کروں تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ دعا کر دوں۔“ رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی، ابھی آپ کو فارغ ہو کر واپس ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ سورۂ توبہ کی دو آیات نازل ہوئیں: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ

﴿اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ ”اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔“ [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلوة علی المنافقین ...... الخ : ۱۳۶۶]

وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

”اور تجھے ان کے اموال اور ان کی اولاد بھلے معلوم نہ ہوں، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں ان کے ذریعے دنیا میں سزا دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جو مال عطا کیا ہے اور کثرت اولاد کی وجہ سے ان کے گھر پر رونق اور آباد ہیں، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس قوت و طاقت اور وجاہت سے یہ پھولے نہیں سماتے۔ اے نبی! آپ اس پر ہرگز تعجب نہ کریں، ان نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینا چاہتا ہے۔ ان کا یہ مال ان کے لیے وبال اور اولاد موجب ہلاکت ثابت ہوگی۔ جہاد دشمنی کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان سے توفیق چھین لی ہے اور یہ مرتے دم تک فاسق و کافر ہی رہیں گے۔

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

”اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے تجھ سے اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں چھوڑ دے کہ ہم بیٹھ رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“

جہاد سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے حالات پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ جب بھی قرآن کریم میں کوئی سورت نازل کی جاتی ہے، جس میں حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور رسول کے ساتھ جہاد کرو، تو مال دار منافقین رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگنے لگتے ہیں اور جھوٹے عذر پیش کر کے عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہنا پسند کرتے ہیں، ان کے اس نفاق کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے اور ان کی عقل پر پردے پڑ گئے ہیں۔

وَ اِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ ...... مَعَ الْخَوَالِفِ : یعنی جب جنگ ہوتی ہے تو یہ لوگوں میں سے بزدل ثابت ہوتے ہیں، لیکن جب امن ہوتا ہے تو یہ سب سے زیادہ باتیں

کرتے ہیں، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ ﴾ [الأحزاب : ۱۹] ''پس جب خوف آ پہنچے تو تو انھیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جا رہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمھیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ﴾ [محمد : ۲۰] ''پھر جب کوئی محکم سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر کیا جاتا ہے تو تو ان لوگوں کو دیکھے گا جن کے دلوں میں بیماری ہے، وہ تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے اس شخص کا دیکھنا ہوتا ہے جس پر موت کی غشی ڈالی گئی ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ﴾ [التوبۃ : ۶۴] ''منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورت اتاری جائے جو انھیں وہ باتیں بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں۔''

<u>وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ</u>: دلوں پر مہر لگ جانا مسلسل گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے بعد انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

''لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو اس کے ہمراہ ایمان لائے، اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

ان منافقین کے برعکس اہل ایمان کا رویہ یہ ہے کہ وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں انھیں اپنی جانوں کی پروا ہے نہ مالوں کی۔ ان کے نزدیک اللہ کا حکم سب سے بالاتر ہے۔ انھی کے لیے سب بھلائیاں ہیں، یعنی آخرت کی بھلائیاں اور جنت کی نعمتیں اور بعض کے نزدیک دین و دنیا کے منافع اور یہی لوگ فلاح یاب اور فوز عظیم کے حامل ہوں گے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ :ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحجرات : ١٥] ”مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ١٠ تا ١٢] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔“

وَ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ :سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے گا، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ٢٨١٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله : ١٠٩/١٨٧٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو (سب کے سب) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے، لہٰذا تم جب بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو (ہمیشہ) جنت الفردوس ہی مانگو، یہ تمام جنتوں کے درمیان اور سب سے عالی شان جنت ہے۔ اسی سے جنت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے۔“ [بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ٢٧٩٠]

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس آدمی کا کفیل بن جاتا ہے جو اس کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔ وہ جب اپنے گھر سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے اور اس کے احکام کی تصدیق کے لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضمانت دیتا ہے کہ یا تو اس کو جنت میں داخل کرے گا، یا اجر و غنیمت کے ساتھ اس کو گھر کی طرف لوٹائے گا۔“ [بخاری، کتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ قل لو كان البحر مدادًا لكلمات ربي...... الخ ﴾: ٧٤٦٣۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد و الخروج في سبيل الله : ١٠٤/١٨٧٦]

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

''اور بدویوں میں سے بہانے بنانے والے آئے، تاکہ انھیں اجازت دی جائے اور وہ لوگ بیٹھ رہے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا۔ ان میں سے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، جلد ہی دردناک عذاب پہنچے گا۔''

اس آیت میں مدینہ کے آس پاس کے دیہاتی منافقین کا ذکر ہے کہ جونہی جہاد کے لیے روانگی کا حکم آیا تو یہ دیہاتی بھی مدینہ شہر کے منافقین کی طرح حیلے بہانے بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے کے لیے اجازت طلب کرنے لگے، اپنے عہد سے مکر گئے اور انھوں نے بھی انکار کا طریقہ اختیار کر لیا، تو عنقریب انھیں بھی دردناک عذاب سہنا پڑے گا۔

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ : مدینہ کے اطراف میں رہنے والے بعض دیہاتی بھی منافق تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴾ [التوبة : ۱۰۱] ''اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے اردگرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾

''نہ کمزوروں پر کوئی حرج ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جو وہ چیز نہیں پاتے جو خرچ کریں، جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے خلوص رکھیں۔ نیکی کرنے والوں پر (اعتراض کا) کوئی راستہ نہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو واقعی معذور تھے اور ان کا عذر بھی واضح تھا، مثلاً ① ضعیف و ناتواں یعنی بوڑھے قسم کے لوگ، بچے، عورتیں اور ناتواں۔ ② وہ معذور جو کسی بیماری کی وجہ سے جہاد نہ کر سکتا ہو، جیسے اندھا، لنگڑا اور اپاہج۔ ③ وہ صحت مند مسلمان جس کے پاس نہ زادِ سفر ہو اور نہ ہتھیار خریدنے کے لیے پیسے ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہوں، مسلمانوں میں خوف و دہشت نہ پھیلائیں، مجاہدین کو غذائی کمک پہنچائیں، ان کی عدم موجودگی میں ان کے گھر والوں کی دیکھ بھال کریں اور ان کی ضرورتیں پوری کریں۔

لَيۡسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الۡمَرۡضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ مَا يُنۡفِقُوۡنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ :

ارشاد فرمایا: ﴿ لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴾ [الفتح : ۱۷] ''نہیں ہے اندھے پر کوئی تنگی اور نہ لنگڑے پر کوئی تنگی اور نہ بیمار پر کوئی تنگی اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے گا وہ اسے ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور جو پھر جائے گا وہ اسے سزا دے گا، دردناک سزا۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ آیت لکھوائی: ﴿ لَا يَسۡتَوِى الۡقٰعِدُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ [النساء : ۹۵] تو اتنے میں سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، جس وقت کہ آپ مجھے یہ آیت لکھوا رہے تھے، سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے، انھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! اگر میں جہاد کرنے کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کی ران میری ران پر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی تو مجھے اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ مجھے لگا میری ران کی ہڈی ٹوٹ جائے گی، پھر جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الفاظ نازل فرمائے: ﴿ غَيۡرُ اُولِى الضَّرَرِ ﴾ یعنی بغیر شرعی عذر کے گھر بیٹھنے والے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب قول الله عزوجل : ﴿ لا يستوى القاعدون من المؤمنين ...... الخ ﴾ : ۲۸۳۲]

سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کے لیے چلنے کا اعلان کیا، میں بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور جہاد کے سفر میں کوئی خدمت کرنے والا نہ تھا۔ میں نے اجرت پر چلنے والا ایک شخص تلاش کیا اور اجرت یہ ٹھہرائی کہ اپنا غنیمت کا حصہ اسے دے دوں گا۔ تو میں نے ایک آدمی تلاش کر لیا۔ جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو وہ شخص آ کر کہنے لگا، میں نہیں جانتا کہ کتنا مال غنیمت حاصل ہوگا اور اس میں میرا حصہ کیا ہوگا؟ سو تم میرے لیے کوئی چیز مقرر کر دو، میں نے اس کے لیے تین دینار مقرر کر دیے۔ جب جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور میں نے غنیمت لے لی تو میں نے ارادہ کیا کہ اپنا حصہ اس شخص کو دے دوں، لیکن مجھے وہ تین دینار طے ہونا یاد آ گیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اس بات کا تذکرہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اس آدمی کے لیے دنیا و آخرت میں سوائے ان تین دیناروں کے، جس کو اس نے مقرر کیا تھا اور کچھ نہیں پاتا۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی الرجل يغزو بأجر الخدمة : ۲۵۲۷۔ مستدرك حاكم : ۱۱۲/۲، ح : ۲۵۳۰]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' (میدان جہاد میں) تمھیں دشمنوں پر جو غلبہ حاصل ہوتا ہے (مدد کی جاتی ہے) یا تمھیں جو رزق دیا جاتا ہے، یہ تمھیں تمھارے ضعفاء اور کمزوروں ہی کی وجہ سے ملتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب من استعان بالضعفاء والصالحين فى الحرب : ۲۸۹۶]

اِذَا نَصَحُوۡا لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ : سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دین خیر خواہی

ہے۔'' صحابہ نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے امرا کی اور عام مسلمانوں کی۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الدین النصیحۃ : ٥٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس آئے اور جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو فرمایا: ''مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو تمھارے ساتھ ہر راستے اور وادی میں شریک ہوئے ہیں۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حالانکہ وہ مدینہ میں بیٹھے ہیں؟ فرمایا: ''وہ مدینہ منورہ ہی میں ہیں مگر صرف عذر کی وجہ سے تمھارے ساتھ نہ نکل سکے تھے۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب : ٤٤٢٣]

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

''اور نہ ان لوگوں پر کہ جب بھی وہ تیرے پاس آئے ہیں، تاکہ تو انھیں سواری دے تو تو نے کہا میں وہ چیز نہیں پاتا جس پر تمھیں سوار کروں، تو وہ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں، اس غم سے کہ وہ نہیں پاتے جو خرچ کریں۔''

یہ مسلمانوں کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے، جن کے پاس اپنی سواریاں بھی نہیں تھیں اور نبی ﷺ نے بھی انھیں سواریاں پیش کرنے سے معذرت کی، جس پر انھیں اتنا صدمہ ہوا کہ بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ گویا مخلص مسلمان جو کسی بھی لحاظ سے معقول عذر رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے، جو ہر ظاہر و باطن سے باخبر ہے، ان کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غزوۂ تبوک سے نبی ﷺ کے ہمراہ لوٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ لوگ مدینہ میں ہم سے پیچھے رہ گئے۔ وہ ایسے ہیں کہ جس درے یا میدان میں ہم چلے، یقیناً وہ اس میں ہمارے ساتھ (ثواب میں) شریک رہے، کیونکہ ان کو (کسی شرعی) عذر نے (جہاد میں آنے سے) روک دیا۔'' [بخاری، کتاب الجھاد، باب من حبسه العذر عن الغزو : ٢٨٣٩۔ مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثواب من حبسه عن الغزو مرض ...... الخ : ١٩١١]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر تبوک کے اخراجات اور سواری نہ رکھنے والے میرے دوستوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری مانگنے کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! مجھے میرے دوستوں نے آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ انھیں کوئی سواری دیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''واللہ! میں تمھیں کوئی سواری نہیں دوں گا۔'' دراصل میں ایسے وقت میں حاضر ہوا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ غصے میں تھے، مگر مجھے کچھ علم نہ تھا، میں سخت غمزدہ ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور ساری بات ان کو بتا دی۔ مجھے دو غم لگے ہوئے تھے، ایک تو یہ کہ ہمیں سواری نہیں ملی،

دوسرا یہ کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھ پر کسی وجہ سے ناراض ہی نہ ہوں۔ واپس آئے ہوئے مجھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ میں نے سنا بلال رضی اللہ عنہ مجھے آوازیں دے رہے ہیں۔ کہنے لگے، رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں، میرے ساتھ چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں سے چھ اونٹ لے لو اور اپنے ساتھیوں سے جا کر کہو کہ یہ اللہ تعالیٰ نے، یا (آپ نے فرمایا) اللہ کے رسول نے سواری کے لیے تمھیں دیے ہیں، انھیں کام میں لاؤ۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة تبوك و هی غزوة العسرة : ٤٤١٥]

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَ هُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۹۳

''(اعتراض کا) راستہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں، حالانکہ وہ دولت مند ہیں، وہ اس پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی، سو وہ نہیں جانتے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قابل ملامت ان لوگوں کو قرار دیا جنھوں نے مال دار ہوتے ہوئے جھوٹا عذر پیش کر کے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے لی اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ رہنا گوارا کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور ان سے نفع و نقصان میں تمیز کرنے کی صلاحیت چھین لی۔

<u>وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ</u> : دلوں پر مہر لگ جانا مسلسل گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اس کے بعد انسان سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کر لے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو سیاہ نقطہ بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارے دل پر چھا جاتا ہے۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب و من سورة ويل للمطففين : ٣٣٣٤]

تَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا
ُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ
الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ
يْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ
ا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

مھارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذر مت کرو، ہم ہرگز تمھارا یقین نہ
یں گے، بے شک اللہ ہمیں تمھاری کچھ خبریں بتا چکا ہے، اور عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم
پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔ عنقریب وہ
ارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے
توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے
یں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نا فرمان لوگوں سے
ی نہیں ہوتا۔"

ان تین آیات میں ان منافقین کا ذکر ہے جو تبوک کے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ نہیں گئے تھے اور نبی ﷺ اور
لمانوں کی بخیریت واپسی پر اپنے عذر پیش کر کے ان کی نظروں میں وفادار بننا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب تم
کے پاس آؤ گے تو یہ عذر کریں گے۔ آپ کہہ دیجیے تم لوگ بہانے نہ کرو، ہم تمھاری کوئی بات نہیں مانیں گے، اس
ے کہ اللہ نے ہمیں تمھارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اور آئندہ اللہ اور اس کا رسول تمھارا عمل دیکھیں گے، اس
ے کہ عمل ہی انسان کی کسوٹی ہے، صرف باتوں سے کام نہیں چلتا۔ اگر تم رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو پھر بھی فریب اور
کا دے کر غلط فہمی میں ڈالنے میں کامیاب رہے تو ایک وقت آئے گا جب تم ایسی ذات کی بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے
ظاہر و باطن ہر چیز کو خوب جانتی ہے، اسے تو تم کسی صورت دھوکا نہیں دے سکتے، وہ اللہ تمھارا سارا کچا چٹھا تمھارے
منے کھول کر رکھ دے گا۔ دوسری آیت میں فرمایا کہ یہ منافقین آپ کے پاس آ کر قسمیں کھائیں گے، تاکہ آپ انھیں
ھ نہ کہیں، تو آپ ان کی زجر و توبیخ نہ کریں اور نہ انھیں کوئی سزا دیں، یہ تو ناپاک اور پلید لوگ ہیں، یہ اس قابل بھی
ں ہیں کہ ان کی پروا کی جائے۔ ان کے لیے یہی کافی ہے کہ جہنم ان کا ٹھکانا ہے۔ تیسری آیت میں فرمایا کہ ان کے

قسمیں کھانے کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ آپ انھیں کچھ نہ کہیں، بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان سے خوش رہیں جیسے انھوں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے۔ لیکن مسلمانو! یہ مناسب نہیں ہے کہ جن سے اللہ راضی نہیں ہے ان سے تم راضی ہو جاؤ، بلکہ کسی سے تمھاری خوشی اور ناراضگی اللہ کی خوشی اور ناراضگی کے تابع ہونی چاہیے۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : یعنی وہ تمھارے اچھے اور برے سب عملوں کے بارے میں تمھیں بتائے گا اور انھی کے مطابق تمھیں بدلہ دے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾ [المجادلة : ٦] ”جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انھیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔“

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ : یعنی ناپاک لوگوں سے اعراض کرنا ہی مناسب ہے، جیسا کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ﴾ [النساء : ٦٣] ”یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، سو تو ان سے دھیان ہٹا لے اور انھیں نصیحت کر اور ان سے ایسی بات کہہ جو ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٩٩] ”درگزر اختیار کر اور نیکی کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کر۔“ اور فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ٦٢، ٦٣] ”تمھارے لیے اللہ کی قسم کھاتے ہیں، تاکہ تمھیں خوش کریں، حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے خوش کریں، اگر وہ مومن ہیں۔ کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرے تو بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے، یہی بہت بڑی رسوائی ہے۔“

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۹۷

”بدوی لوگ کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور زیادہ لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔“

مدینہ سے باہر دیہاتوں میں رہنے والوں کو اعراب کہتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں کفر و نفاق بہت سخت تھا، یہ لوگ شہری منافقین کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ حدود سے زیادہ بے خبر اور بے علم تھے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی ناصحانہ

اور پر تاثیر گفتگو، پاکیزہ مجالس اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے دور ہونے کی وجہ سے تند خو، سخت مزاج، بے خبر اور جاہل تھے۔ آداب گفتگو سے ناواقف اور جذبۂ رحم و شفقت سے کوسوں دور تھے۔ اس آیت میں انھی کا تذکرہ اور ان کے اسی کردار کی وضاحت ہے۔ بعض احادیث سے بھی ان کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے بادیہ (جنگل) کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل ہوا اور جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل ہوا اور جو حاکم کے پاس آتا جاتا رہا وہ فتنے میں پڑا۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصید، باب فی اتباع الصید : ۲۸۵۹۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب من أتی أبواب السلطان افتتن : ۲۲۵۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوان اونٹنی ہدیہ دی، تو آپ نے اسے چھ جوان اونٹنیاں بدلے میں دیں، اس (آدمی) نے اس بدلے کو کم جانا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: ”بے شک فلاں آدمی نے مجھے ایک اونٹنی ہدیہ میں دی تو میں نے اسے چھ اونٹنیاں بدلے میں دیں، لیکن وہ ناراض ہو گیا، (اب) میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں قریشی یا انصاری یا ثقفی یا دوسی (قبیلے کے کسی آدمی) ہی سے ہدیہ قبول کروں گا۔“ [ترمذی، کتاب المناقب، باب فی ثقیف و بنی حنیفۃ : ۳۹۴۵۔ أبو داوٗد، کتاب البیوع، باب فی قبول الھدایا : ۳۵۳۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا، کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ مگر ہم تو بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دل سے رحم و شفقت کا جذبہ کھینچ لیا ہے تو اس میں میرا کیا اختیار ہے؟“ [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ و معانقتہ : ۵۹۹۸]

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۹۸

”اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر (زمانے کے) چکروں کا انتظار کرتے ہیں، برا چکر انھی پر ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

دیہاتی منافقین کو جب بھی اللہ کی راہ میں مجبوراً کچھ خرچ کرنا پڑتا تو یہ ان کے لیے بڑا ہی مشکل ہوتا۔ اس خرچ کو وہ لوگ چٹی، تاوان یا جرمانہ تصور کرتے اور بادل نخواستہ بڑی ناگواری کی حالت میں وہ کچھ مال خرچ کرتے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مومنوں پر گردش ایام کے منتظر رہتے۔ ان کی دلی خواہش یہ ہوتی کہ اہل ایمان مجاہدین کسی سخت مصیبت میں پھنس جائیں، ان پر کوئی بڑا حملہ ہو جائے اور یہ مارے جائیں، علاقہ بدر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ مصیبت

انھی پر آئے گی اور حالات انھی کے حق میں بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔

منافق جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ مجبوراً اور محض نام ونمود کے لیے، جبکہ اس کے مقابلے میں ایمان والے جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ منافقین کا خرچ کرنا رائگاں جاتا ہے اور ایمان والوں کا خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے تقرب اور اس کی رحمت کا سبب بن جاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [البقرة : ۲٦٤، ۲٦٥] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زوردار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زوردار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۷۲] ''اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ
صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۹ ع ۱۲

''اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے، عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

دیہاتی لوگ سب ایک طرح کے نہیں ہوتے، ان میں سے ایک طبقہ کفر و نفاق میں سخت ہے تو ان کے مقابلے میں

دوسرا گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل ایمان، آخرت کے دن پر پختہ یقین اور رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے، ان لوگوں میں زبردست اخلاص پایا جاتا ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لینے کے آرزومند رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صدقہ وصول کرنے کے بعد ہمارے لیے دعائیں کریں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ صدقہ دینے والوں کے لیے خصوصی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صدقہ لے کر آتا، تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے ہوئے کہتے: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى فُلَانٍ)) ''اے اللہ! فلاں پر رحم فرما۔'' عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد زکوٰۃ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو انھیں رسول اللہ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى)) ''اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر رحم فرما۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب صلوۃ الإمام و دعائه لصاحب الصدقة : ١٤٩٧]

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت میں تین گروہوں کا تذکرہ ہے، ایک مہاجرین کا، جنھوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار، جو مدینہ میں قیام پزیر تھے۔ انھوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی خوب پذیرائی اور تواضع کی اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین و انصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد تمام متاخرین صحابہ، تابعین اور وہ تمام لوگ ہیں جو قیامت تک اقوال و افعال میں سابقین اولین کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔ آگے فرمایا کہ اللہ نے ان کی نیکیوں کو قبول فرما لیا، ان کے گناہوں کو معاف کر دیا اور اب ان سے ناراض نہیں ہوگا۔ وہ بھی اللہ سے خوش ہو گئے کہ اس نے انھیں اپنے بے پایاں فضل و کرم سے نواز دیا اور ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ کے لیے

رہیں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ : مہاجرین تو وہ لوگ تھے جنھوں نے ایسے وقت میں اسلام قبول کیا جب کہ چہار طرف سے اسلام قبول کرنے والوں پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ ایسے وقت میں اسلام قبول کرنا بڑے حوصلے اور عزیمت کا کام اور اپنے لیے تکالیف و آلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان لوگوں نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں اور امتحان میں پورے اترے۔ بالآخر جب ان پر اپنے شہر کی زمین تنگ ہوگئی تو انھوں نے اپنے شہر کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی ترویج و ترقی کی خاطر خیر باد کہہ دیا اور بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ١ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۸] ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ١ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ١ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۵] ”تو وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انھیں میرے راستے میں ایذا دی گئی اور وہ لڑے اور قتل کیے گئے، یقیناً میں ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کروں گا اور ہر صورت انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، اللہ کے ہاں سے بدلے کے لیے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اچھا بدلہ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ١ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ١ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا١ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۲۰ تا ۲۲] ”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوش خبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً١ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ١ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۱، ۴۲] ”اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“

وَالْاَنْصَارِ : انصار وہ لوگ تھے جنھوں نے مہاجرین کو مدینہ منورہ میں پناہ دی اور دینِ اسلام کی بھرپور مدد کی۔

مہاجرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انصار کی بھی کئی جگہ تعریف کی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٧٤] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّاۤ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحشر : ٨، ٩] '' (یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ہجرت (کی فضیلت) نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ہوتا اور اگر تمام لوگ خواہ کسی وادی اور گھاٹی میں چلیں، میں تو انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔ انصار (میرے لیے) اس کپڑے یعنی ستر کی طرح ہیں جو ہمیشہ جسم سے لگا رہتا ہے اور دوسرے لوگ اوپر کے کپڑے کی طرح ہیں (یعنی ابرہ کی طرح)۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف : ٤٣٣٠]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا: ''انصار سے محبت صرف مومن کرتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے والے منافق ہیں۔ (سنو!) جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا اور جس نے انصار سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن حب الأنصار وعلیّ رضی اللہ عنهم من الإیمان : ٧٥]

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ : ''السابقون الاولون'' کے بعد بحسن وخوبی ایمان لانے والوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ٧٥] ''اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں، اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الحشر : ١٠] ''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ...... الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا، اے اہل جنت! جنتی جواب دیں گے، اے اللہ! ہم بار بار تیری خدمت میں حاضر ہیں اور خیر ساری کی ساری تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تم راضی ہو گئے؟ جنتی عرض کریں گے، ہم راضی اور خوش کیوں نہ ہوں کہ تو نے جو نعمتیں ہمیں عنایت فرمائی ہیں، وہ تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمھیں ان نعمتوں سے بھی افضل چیز نہ دوں؟ جنتی عرض کریں گے، اے ہمارے رب! اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا چیز ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں تم پر اپنی خوش نودی نازل کرتا ہوں کہ اس کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب إحلال الرضوان على أهل الجنة : ٢٨٢٩]

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ﴿۱۰۱﴾

''اور ان لوگوں میں سے جو تمھارے ارد گرد بدویوں میں سے ہیں، کچھ منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ میں سے بھی جو نفاق پر اڑ گئے ہیں، تو انھیں نہیں جانتا، ہم ہی انھیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انھیں دو بار عذاب دیں گے، پھر وہ بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

منافقین کے حالات پر مزید روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو بادیہ نشین ہیں، ان میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ ایسے منافق ہیں جو اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے میں ایسے طاق ہیں کہ آپ انھیں نہیں جانتے، وہ اپنا کفر چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ صرف اللہ ہی ان کی خبر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں پہلے اسی دنیا میں سزا دے گا، ذلت و رسوائی ہو گی اور اسلام اور مسلمانوں کی کامیابیوں پر ان کے دلوں میں آگ لگے گی اور آخرت کا عذاب تو ان کا انتظار کر ہی رہا ہے۔

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ : اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی اس آیت مبارکہ کے منافی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴾ [محمد : ۳۰] ''اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تجھے وہ لوگ دکھا دیں، پھر یقیناً تو انھیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا اور تو انھیں بات کے انداز سے ضرور ہی پہچان لے گا اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں منافقین کی ان نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کے ساتھ وہ پہچانے جا سکتے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ متعین طور پر تمام اہل نفاق و شک کو جانتے ہیں۔ آپ کو معلوم تھا کہ اہل مدینہ کے بعض لوگوں میں سے منافق بھی ہیں اور آپ انھیں صبح و شام دیکھتے بھی تھے، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے ساتھیوں میں سے بارہ منافق ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے، بلکہ اس کی خوشبو بھی نہیں پا سکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس جائے۔ ان میں سے آٹھ کے لیے تو تمھارے بجائے دبیلہ ہی کافی ہو گا۔ دبیلہ جہنم کی آگ کا ایک ایسا انگارا ہو گا جو ان کے کندھوں کے درمیان ظاہر ہو گا، حتیٰ کہ ان کے سینوں میں پیوست ہو جائے گا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ١٠/ ٢٧٧٩]

لیکن یہ ایک خاص پہلو تھا جس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کو متعین طور پر تمام کے تمام منافقین کے ناموں کا علم تھا۔ واللہ اعلم !

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

''اور کچھ دوسرے ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، انھوں نے کچھ عمل نیک اور کچھ دوسرے برے ملا دیے، قریب ہے کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

پہلے ان منافقین کا ذکر فرمایا جو غزوۂ تبوک میں بوجہ نفاق پیچھے رہ گئے تھے، اب ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو غلطی اور سستی سے غزوہ میں شرکت نہیں کر سکے، حالانکہ ان کا ایمان بھی تھا اور وہ حق کی تعریف بھی کرتے تھے۔ فرمایا کہ کچھ دیگر لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کا صاف اقرار کرتے ہیں اور ان کے اچھے اعمال بھی ہیں جنھیں انھوں نے برے عملوں کے ساتھ ملا جلا دیا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ عفو اور بخشش سے نوازے گا۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ کچھ مخصوص اور معین لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن اس کا حکم تمام گناہ گاروں، خطا کاروں اور اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دینے والوں کے لیے عام ہے، جیسا کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات کو دو فرشتے میرے پاس آئے اور وہ مجھے ایک ایسے شہر میں لے گئے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ وہاں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کا نصف بدن نہایت خوبصورت تھا، اتنا کہ کسی دیکھنے والے نے ایسا حسن نہ دیکھا ہو گا اور جسم کا دوسرا حصہ نہایت بدصورت تھا، اتنا کہ کسی نے بھی ایسی بدصورتی نہ دیکھی ہو گی۔ فرشتوں نے ان سے کہا، اس نہر کے اندر داخل ہو جاؤ۔

چنانچہ وہ نہر کے اندر داخل ہوئے، پھر باہر نکلے تو ان کی ساری بدصورتی دور ہو چکی تھی اور وہ نہایت خوبصورت بن چکے تھے۔ فرشتوں نے مجھ سے کہا، یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا مقام ہے۔ پھر فرشتوں نے کہا کہ آپ نے جن لوگوں کا نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت دیکھا تھا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا میں اچھے اور برے دونوں قسم کے کام کیے تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے انھیں بخش دیا۔" [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و آخرون اعترفوا بذنوبهم ...... الخ ﴾ : ٤٦٧٤]

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

"ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً : اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں کے مالوں سے بھی صدقہ لے لیا کریں جن سے جہاد میں پیچھے رہنے کی غلطیاں ہوگئی ہیں اور وہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ بھی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کریں، تا کہ وہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کر دے۔ آپ کی دعائیں ان کے لیے باعثِ تسکین ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص یا قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس موقع پر عرب کے کئی قبائل پھر گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے لڑنا چاہا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابوبکر! تم ان لوگوں سے کیسے لڑو گے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا ہے: "مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار نہ کر لیں، تو جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کا اقرار کر لیا، اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیا، سوائے کسی حق (قصاص یا حد) کے بدلے اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔" لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق ڈالے گا، اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ رسی کا ایک ٹکڑا بھی مجھے دینے سے روک لیں گے، جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے، تو میں ان سے اس بات پر بھی ضرور لڑوں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو جہاد کے لیے کھول دیا تھا اور بعد ازاں میں سمجھ گیا کہ حق یوں ہی ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ٧٢٨٤، ٧٢٨٥۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله : ٢٠]

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ : یعنی ان کے حق میں دعائے خیر کیجیے اور ان کے لیے گناہوں سے بخشش طلب کیجیے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ زکوٰۃ لے کر آتے تو آپ فرماتے: ''اے اللہ! ان پر رحمت فرما۔'' اور جب میرے والد محترم اپنی زکوٰۃ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! آل ابی اوفیٰ پر رحمت فرما۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیۃ : ٤١٦٦۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الدعاء لمن أتی بصدقۃ : ١٠٧٨]

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے لیتا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہی ہے جو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں توبہ اور صدقے کی ترغیب دی گئی ہے، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو گناہوں کو مٹا کر انسان کو پاک صاف کر دینے کا موجب بنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے اور جو کسب حلال سے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں اٹھا کر اس طرح اسے نشوونما دیتا ہے کہ ایک کھجور بھی احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ : یعنی جن لوگوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور پھر اپنے گناہوں سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ ضرور ان پر رحم فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴾ [الفرقان : ٧٠، ٧١] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا، نیک عمل تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ جب گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا، مجھے معاف کر دے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے (جس کے خوف سے وہ پناہ مانگ رہا ہے)؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ پھر وہ بندہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گناہ کرنے سے رکا رہتا ہے، وہ پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے، تو اس کو معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ

اس کا کوئی پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ بھی کرتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا۔ وہ پھر گناہ سے رکا رہتا ہے جب تک اللہ چاہتا ہے اور وہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا، پس تو اس (گناہ) کو میرے لیے معاف فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ یقیناً اس کا رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر مؤاخذہ کرتا ہے؟ تو میں نے اپنے بندے کو معاف فرما دیا، (یہ تین مرتبہ فرمایا) پس وہ جو چاہے کرے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالی : ﴿ یریدون أن یبدلوا کلام الله ﴾ : ۷۵۰۷]

وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ : الغرض لوگوں کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال خرچ کریں۔ مال کا خرچ کرنا بھی دوزخ سے بچنے کا سبب بن جائے گا۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب طیب الکلام : ۶۰۲۳۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الصدقة : ۱۰۱۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے، اسے اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے اور جس طرح تم اپنے گھوڑے کا بچہ پالتے ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ایک لقمہ احد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' اس کی تصدیق کتاب اللہ کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ ﴾ [التوبة : ۱۰۴] ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے لیتا ہے۔'' اور اس آیت سے بھی تصدیق ہوتی ہے: ﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ﴾ [البقرة : ۲۷۶] ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' [ترمذی، کتاب الزکوۃ، باب ما جاء فی فضل الصدقة : ۶۶۲]

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۟

''اور کہہ دے تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی اور عنقریب تم ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرما رہا ہے کہ تم عمل کیے جاؤ ہم دیکھ لیں گے، ہمارا رسول اور اہل ایمان بھی تمھارا طرزِ عمل دیکھ لیں گے کہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے پر تمھارا اعترافِ جرم، توبہ و استغفار اور صدقہ و خیرات کیسا تھا؟ چلو غزوۂ تبوک کے موقع پر سستی اور غفلت ہو گئی تھی، مگر ابھی جہاد جاری ہے، بہت سے معرکے ہوں گے، ہم تمھیں دیکھ لیں گے کہ تم جہاد میں شرکت کے لیے مستعد اور بے قرار ہو یا سستی و غفلت کا شکار، آنے والا

وقت اور تمھارا طرزِ عمل اس بات کا فیصلہ کرے گا۔

﴿ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ ﴾ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: ''① اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور سونا اس کے لائق ہی نہیں (کیونکہ سونا عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے)۔ ② اور وہی ترازو کو جھکاتا اور اس کو اونچا کرتا ہے۔ ③ اسی کے پاس رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے لے جایا جاتا ہے۔ ④ اس کا پردہ نور ہے۔ ⑤ اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کی (نورانی) شعاعیں، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے، مخلوقات کو جلا دیں۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله عليه السلام : إن الله لا ينام ...... الخ : ۱۷۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ: ﴿ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ ''تم عمل کرو، پس عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے بھی۔'' [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ يأيها الرسول بلغ ما أنزل إليك ...... الخ ﴾ تعليقًا، قبل الحديث : ۷۵۳۰]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی کے عمل سے تعجب نہ کرو حتیٰ کہ یہ دیکھ لو کہ اس کا خاتمہ کس طرح ہوتا ہے۔ ایک عمل کرنے والا اپنی عمر کے ایک زمانے تک نیک عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت فوت ہو جائے تو جنت میں داخل ہو جائے گا، مگر پھر بدل کر وہ کوئی برا عمل کر بیٹھتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کچھ عرصے تک برے عمل کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر اس وقت وہ فوت ہو تو جہنم میں داخل ہو جائے، مگر پھر بدل کر وہ کوئی نیک عمل کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو موت سے پہلے اس سے کام لے لیتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس سے کس طرح کام لیتا ہے؟ فرمایا: ''اسے عمل صالح کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، پھر اس حالت میں اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۱۲۰، ح : ۱۲۲۲۱]

﴿ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ : یعنی قیامت کے دن تمھارے نفاق کا پردہ چاک ہو جائے گا اور تمھارے خلوص کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ اس طرح ارشاد فرمایا: ﴿ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ۹۴] ''تمھارے سامنے عذر پیش کریں گے، جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، کہہ دے عذر مت کرو، ہم ہرگز تمھارا یقین نہ کریں گے، بے شک اللہ ہمیں تمھاری کچھ خبریں بتا چکا ہے، اور عنقریب اللہ تمھارا عمل دیکھے گا اور اس کا رسول بھی، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے۔''

وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

''اور کچھ دوسرے ہیں جو اللہ کے حکم کے لیے مؤخر رکھے گئے ہیں، یا تو وہ انھیں عذاب دے اور یا پھر ان پر مہربان ہو جائے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

اس سے مراد وہ تین مخلص مسلمان ہیں جو سستی کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے منافقین کی طرح جھوٹا عذر پیش کر کے معافی بھی نہیں مانگی۔ ان کا معاملہ معلق رہا اور رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے ان کا سماجی بائیکاٹ کرا دیا اور زمین اپنی ہزار وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔ انھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یا تو وہ انھیں عذاب دے گا، یا ان کی توبہ قبول کرے گا۔ چنانچہ اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب آ گئی اور ان کی توبہ قبول ہوئی جس کا ذکر آگے آئے گا۔

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰی ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

''اور وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد بنائی نقصان پہنچانے اور کفر کرنے (کے لیے) اور ایمان والوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے (کے لیے) اور ایسے لوگوں کے لیے گھات کی جگہ بنانے کے لیے جنھوں نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی اور یقیناً وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا ارادہ نہیں کیا اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اس آیت میں منافقین کی ایک اور نہایت قبیح حرکت کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مسجد بنائی اور نبی ﷺ کو یہ باور کرایا کہ بارش، سردی اور اس قسم کے دیگر مواقع پر بیماروں اور کمزوروں کو زیادہ دور جانے میں دقت پیش آتی ہے، ان کی سہولت کے لیے ہم نے یہ مسجد بنائی ہے، آپ ﷺ وہاں چل کر نماز پڑھیں، تاکہ ہمیں برکت حاصل ہو۔ آپ اس وقت تبوک کے لیے پا بہ رکاب تھے، آپ نے واپسی پر نماز پڑھنے کا وعدہ فرمایا، لیکن واپسی پر وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اصل مقاصد کو بے نقاب کر دیا کہ اس سے وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا، کفر پھیلانا، مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنا اور اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے لیے کمین گاہ مہیا کرنا چاہتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ جھوٹی قسمیں کھا کر وہ نبی ﷺ کو فریب دینا چاہتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر و فریب سے بچا لیا اور فرمایا کہ ان کی نیت صحیح نہیں اور یہ جو کچھ ظاہر کر رہے ہیں، اس میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سفر تبوک ہی کے دوران میں دو صحابہ کو روانہ فرماتے ہوئے حکم دیا کہ مسجد ضرار کو آگ لگا کر مسمار کر دیں۔ چنانچہ حکم رسول ﷺ کی تعمیل میں مسجد ضرار، جو قبا والوں کو نقصان پہنچانے کے لیے بنائی گئی تھی، اسے زمین بوس کر دیا گیا۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

''اس میں کبھی کھڑے نہ ہونا۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی زیادہ حق دار ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے مرد ہیں جو پسند کرتے ہیں کہ بہت پاک رہیں اور اللہ بہت پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس سے مراد کون سی مسجد ہے؟ سیاقِ کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہی ہے، اسی وجہ سے صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرے کے برابر ہے۔'' [ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء فی الصلوة فی مسجد قباء : ۳۲٤۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب ما جاء فی الصلوة فی مسجد قباء : ۱٤۱۱]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قبا کی زیارت کے لیے سوار اور پیادہ پا تشریف لایا کرتے تھے۔ [بخاری، كتاب فضل الصلوة فی مسجد مكة والمدينة، باب من أتى مسجد قباء كل سبت : ۱۱۹۳۔ مسلم، كتاب الحج، باب فضل مسجد قباء ...... الخ : ۱۳۹۹]

اس لیے اگر مسجد قبا کے اندر یہ صفت پائی جاتی ہے کہ اول دن ہی سے اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے تو مسجد نبوی تو بطریق اولیٰ اس صفت کی حامل اور اس کی مصداق ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بیوی کے گھر میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! ان دو مسجدوں میں سے وہ کون سی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں لے کر انھیں زمین پر مارا، پھر فرمایا: ''وہ تمھاری یہی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی)۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن المسجد الذی أسس على التقوىٰ هو مسجد النبی ﷺ بالمدينة : ۱۳۹۸]

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ : سیدنا جابر بن عبداللہ، سیدنا ابو ایوب انصاری اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے گروہِ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمھاری پاکیزگی کے بارے میں بڑی تعریف فرمائی ہے، تو تمھاری وہ پاکی و پاکیزگی کیا ہے (جس کی اللہ نے اتنی تعریف کی ہے)؟'' انھوں نے عرض کی، ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''(ہاں!) یہی بات ہے، سو تم اسے لازم پکڑے رکھو۔'' [ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالماء : ۳۵۵۔ مستدرك حاكم : ۱۵۵/۱، ح : ۵۵٤]

سیدنا ابوروح رضی اللہ عنہ، جن کا تعلق ذی الکلاع قبیلے سے تھا، بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح

کی نماز پڑھی۔ جس میں آپ نے سورۂ روم کی تلاوت شروع فرمائی، مگر آپ اس میں بھولنے لگے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''بے شک ہمیں قرآن پڑھنے میں التباس ہو جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز تو پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے، لہٰذا جو شخص ہمارے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو خوب اچھی طرح کرے۔'' [مسند أحمد : ۳/ ۴۷۱، ۴۷۲، ح : ۱۵۸۸۰]

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

''تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ میں مومن اور منافق کی نیت اور عمل میں جو بنیادی فرق ہے اسے بیان کیا گیا ہے۔ مومن جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو اس کی نیت اللہ کی رضا اور حصول جنت ہوتی ہے، اس کے برعکس منافق کی نیت میں کھوٹ ہوتا ہے، اس لیے اس کی مثال اس آدمی کی ہوتی ہے جو مٹی کے کسی ایسے تودے پر مکان تعمیر کرے، جس کے نیچے سے وادی کا پانی گزرتا ہے، جس پر کوئی عمارت تعمیر کر لی جائے تو وہ فوراً گر پڑے گی۔ ان منافقین کا مسجد بنانے کا عمل بھی ایسا ہی ہے جو انھیں جہنم میں ساتھ لے گرے گا۔

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳

''ان کی عمارت جو انھوں نے بنائی، ہمیشہ ان کے دلوں میں بے چینی کا باعث بنی رہے گی، مگر اس صورت میں کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔''

گو یہ عمارت گرائی جا چکی ہے مگر ان منافقوں کے دلوں میں نفاق کا روگ اس قدر جڑ پکڑ چکا ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکے گا۔ دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے مراد ان کا مر جانا ہے، یعنی مرتے دم تک نفاق ان کے دلوں سے نکل نہیں سکتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ

وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

’’بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

جہاد فی سبیل اللہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے حالات جب بیان کیے جا چکے، تو جہاد کی فضیلت بیان کر کے مومنوں کو اس کی رغبت دلائی جا رہی ہے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اللہ نے تم سے تمھاری جان اور مال کا سودا کر لیا ہے، تاکہ ان کے بدلے میں تمھیں جنت دے۔ سستی چیز لے کر بہت ہی قیمتی چیز تمھیں دی ہے، چاہے تم دشمنوں کو قتل کر دو یا قتل کر دیے جاؤ، اللہ کا وعدہ ہر حال میں ثابت اور سچا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحدید : ۲۱] ’’اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی کی طرح ہے، وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الصف : ۱۰ تا ۱۲] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمھاری ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچا لے؟ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ وہ تمھیں تمھارے گناہ معاف کر دے گا اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور رہنے کی پاکیزہ جگہوں میں، جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴾ [التوبۃ : ۲۰ تا ۲۲] ’’جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں

زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔ان کا رب انھیں اپنی طرف سے بڑی رحمت اور عظیم رضامندی اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے ہمیشہ رہنے والی نعمت ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ بے شک اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔“

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ : سیدنا وحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تھا۔اب میرے آقا جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا، اگر تم میرے چچا طعیمہ کے بدلے حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔ پھر وہ وقت آیا کہ مکہ کے لوگ عینین کی جنگ کے لیے نکلے، عینین اس پہاڑی کا نام ہے جو احد پہاڑ کے سامنے واقع ہے اور ان دونوں کے درمیان وادی حائل ہے۔ میں بھی لڑائی کے ارادے سے مکہ کے لوگوں کے ہمراہ ہولیا۔ جب (دونوں فوجیں آمنے سامنے) لڑنے کے لیے صف آرا ہوئیں، تو (قریش کی صف میں سے) سباع بن عبد العزیٰ نکلا اور اس نے آواز دی، ہے کوئی لڑنے والا؟ تو (اس کی اس دعوت مبارزت پر) امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نکل کر سامنے آئے اور فرمایا، اے سباع! اے ام انمار کے بیٹے! جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی، تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے۔ پھر حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا تو اسے قتل کر دیا۔اب وہ واقعہ گزرے ہوئے دن کی طرح ہو چکا تھا۔ادھر میں ایک چٹان کے نیچے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں بیٹھ گیا، جب وہ میرے قریب ہوئے تو میں نے اپنا چھوٹا نیزہ ان کی طرف پھینکا، نیزہ ان کی ناف کے نیچے لگا اور پار ہو گیا، اس سے وہ شہید ہو گئے اور میرا عہد پورا ہو گیا۔[بخاری، كتاب المغازی، باب قتل حمزة بن عبد المطلب رضی الله عنه : ٤٠٧٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سات انصاری اور دو قریشی صحابہ کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے۔ جب حملہ آور آپ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ نے فرمایا: ”کون ہے جو انھیں ہم سے دفع کرے، تو اس کے لیے جنت ہے۔“ یا یہ فرمایا: ”وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا۔“ اس کے بعد ایک انصاری صحابی آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔اس کے بعد پھر مشرکین آپ کے بالکل قریب آ گئے اور پھر یہی ہوا۔اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ شہید ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے باقی ساتھیوں سے فرمایا: ”ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔“ (باقی رہ جانے والے دو صحابہ طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما تھے)۔[مسلم، كتاب الجهاد، باب غزوة أحد : ١٧٨٩]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز ان سے کہا، کیا تم ادھر نہیں آتے کہ ہم اللہ سے دعا کریں؟ چنانچہ یہ دونوں باقی مجاہدین سے ذرا الگ ہو گئے۔ پہلے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی اور کہنے لگے، اے میرے رب! جب دشمن سے معرکہ آرائی ہو تو میری رزم آرائی کسی ایسے شخص سے ہو جو لڑائی میں زبردست ماہر ہو اور غضب میں شدید ہو، میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے، پھر مجھے اس پر غلبہ عطا فرما دے کہ میں

اسے قتل کر ڈالوں اور اس کی لڑائی کا سامان لے لوں۔ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے آمین کہا۔ اب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے دعا کی، اے میرے اللہ! میرا سامنا بھی کسی ایسے ہی دشمن سے ہو جو لڑائی میں سخت غصے والا اور جنگ لڑنے میں شدید ہو، میں اس سے محض تیری خاطر لڑائی کروں، وہ مجھے قتل کر دے، پھر میری ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ پس جب میں کل کو آپ سے ملاقات کروں تو آپ مجھ سے پوچھیں، (عبداللہ!) یہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹ ڈالے گئے؟ تو میں جواب دوں، اے اللہ! تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر۔ پھر تو مجھ سے کہے، (اے عبداللہ!) تو نے سچ کہا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو یہ واقعہ سناتے ہوئے بتاتے ہیں، بیٹا! عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی، معرکے کے دن میں نے آخر پر یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی ناک اور کان دھاگے میں پروئے ہوئے لٹک رہے تھے۔ [مستدرك حاكم : ۷۶/۲، ۷۷، ح : ۲٤۰۹۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۳۰۷/٦، ۳۰۸، ح : ۱۲۷٦۹]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابو عامر رضی اللہ عنہ لڑتے ہوئے ابوسفیان کے پاس جا پہنچے۔ وہ اسے قتل کرنے ہی والے تھے کہ شداد بن اسود نے حنظلہ رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: ''تمھارے ساتھی حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں، اس کی بیوی سے (اس کی وجہ) پوچھو۔'' بیوی سے پوچھا گیا تو اس نے بتلایا کہ جب حنظلہ رضی اللہ عنہ نے معرکہ آرائی کا سنا تو اس پر غسل واجب تھا، لیکن وہ اللہ کے راستے میں اسی حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے فرشتوں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا۔'' [مستدرك حاكم : ۲۰٤/۳، ح : ٤۹۱۷۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱٥/٤، ح : ٦۸۱٤]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا، (بوقت افطار) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو وہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگے، وہ احد میں شہید کر دیے گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، انھیں ایک چادر میں کفن دیا گیا اور وہ چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ [بخاري، كتاب الجنائز، باب إذا لم يوجد إلا ثوب واحد : ۱۲۷٥]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد احد کی جنگ میں شہید کر دیے گئے تو میں ان کے چہرے سے بار بار کپڑا ہٹاتا، دیدار کرتا اور روتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مجھے ایسا کرنے سے روکتے، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بالکل منع نہیں کیا۔ یہ منظر دیکھ کر میری پھوپھی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی رونے لگیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ''تم لوگ روؤ یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے تو برابر اس پر اپنے پروں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت : ۱۲٤٤]

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴾ [الصف : ٤] ''بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے

ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا جو (جنگ میں) مجھ سے پیچھے رہ جانے کو (سخت) ناپسند کرتے ہیں (مگر ان کے پاس سواریاں نہیں ہیں) اور میرے پاس (بھی) اتنے وسائل نہیں ہیں کہ میں انھیں سواریاں دے سکوں، تو میں کبھی (کسی جنگ میں شریک ہونے سے) پیچھے نہ رہتا۔ میری تو یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کر دیا جاؤں۔‘‘ [بخاری، کتاب التمنی، باب ما جاء فی التمنی و من تمنی الشہادۃ : ۷۲۲۶]

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما سے صلح حدیبیہ کا قصہ مروی ہے، اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان (کافروں) سے اس دین کی خاطر ضرور لڑوں گا، حتیٰ کہ میری گردن کٹ جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اپنے دین کو نافذ کرے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدانِ بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ’’جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔‘‘ جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس جنت کی طرف لپکو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔‘‘ (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی جنت (کی طرف) جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ تو انھوں نے جواب میں کہا، بہت خوب! بہت خوب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ’’تم بھی اسی جنت والوں میں سے ہو۔‘‘ اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ ان کے پاس جو کھجوریں تھیں اس نے انھیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید : ۱۹۰۱]

ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا، اس حال میں کہ وہ دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سایوں تلے ہیں۔‘‘ یہ سن کر ایک پراگندہ حال شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ اے ابو موسیٰ! کیا یہ بات تو نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

خودسنی ہے؟ جواب دیا، ہاں! تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا اور انھیں الوداعی سلام کہا، پھر اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر پھینک دیا اور تلوار لے کر دشمن کی طرف بڑھا اور شہید ہو گیا۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۲]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام الربیع بنت براء جو حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور پوچھا، یارسول اللہ! حارثہ کے بارے میں بتائیے! حارثہ رضی اللہ عنہ بدر کے دن ایک نامعلوم تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں، اگر کہیں اور ہے تو رو رو کر دل کی بھڑاس نکال لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے ام حارثہ! جنت میں (پھر) کئی جنتیں ہیں اور تیرے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس عطا فرمائی ہے جو سب سے اعلیٰ جنت ہے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب من أتاه سهم غرب فقتله : ۲۸۰۹]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے ایک درخت پر چڑھا کر لے گئے۔ پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتلایا کہ یہ شہیدوں کا گھر ہے۔“ [بخاري، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين في سبيل الله : ۲۷۹۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن (نضر) رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو ان کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں اس سے غائب تھا۔ اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ نے کسی معرکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب کیا تو اللہ دیکھے گا میں کیا کرتا ہوں اور اس کے علاوہ کوئی بڑا بول بولنے سے ڈرے۔ آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آئے، کہنے لگے، اے ابوعمرو! کہاں کا ارادہ ہے، انھوں نے کہا؟ جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، جو احد پہاڑ کے دوسری طرف سے آ رہی ہے۔ پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی شناخت صرف ہاتھ کے پوروں سے کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ۲۳] ”مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔“ اس کے بارے میں صحابہ کہتے تھے کہ یہ انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ [مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد : ۱۹۰۳]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مد مقابل کسریٰ کے لشکر کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، (سنو!) ہمارے

نبی (ﷺ) نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک تم سے لڑتے رہیں، جب تک تم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے لگو، یا جزیہ نہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کریم کی طرف سے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ ہم میں سے جو کوئی جہاد فی سبیل اللہ میں شہید کر دیا گیا وہ بہشت بریں کی ایسی نعمتوں میں پہنچ جائے گا، جو اس نے کبھی نہیں دیکھیں اور جو کوئی زندہ بچ جائے گا وہ تمھاری گردنوں کا مالک بنے گا۔ [بخاری، كتاب الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة : ۳۱۵۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام گزار دینا دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، (ان) سب سے بہتر ہے اور کسی کے لیے جنت میں ایک ہاتھ جگہ یا (فرمایا) ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اگر جنت کی کوئی حور زمین کی طرف جھانک ہی لے تو زمین و آسمان اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ منور ہو جائیں اور خوشبو سے معطر ہو جائیں اور اس کے سر کا دوپٹا دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔'' [بخاری، كتاب الجهاد، باب الحور العين وصفتهن : ۲۷۹٦]

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

''(وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دے۔''

اَلتَّآئِبُوْنَ : یعنی تمام گناہوں سے توبہ کرنے والے اور فواحش و منکرات کو ترک کرنے والے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِيْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱٤۷] ''اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ﴾ [التحريم : ۸] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کر دے۔''

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! توبہ کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرو، بلاشبہ میں اس کی طرف روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه : ۲۷۰۲]

اَلْعٰبِدُوْنَ : یعنی اپنے رب کی عبادت کو قائم کرنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

﴿وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ [الفاتحة : ٤] ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔''

الْحَامِدُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [المؤمنون : ٢٨] ''تو کہہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا﴾ [الفرقان : ٥٨] ''اور اس زندہ پر بھروسا کر جو نہیں مرے گا اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا کافی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے دن بھر میں سو مرتبہ '' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ '' کہا تو اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں تو مٹا دیے جائیں گے۔'' [بخاري، كتاب الدعوات، باب فضل التسبيح : ٦٤٠٥]

السَّآئِحُوْنَ : سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیر و سیاحت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب النهي عن السياحة : ٢٤٨٦]

الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو رات کو اٹھ کر نوافل ادا کرتا ہے، اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے اور وہ بھی نفل ادا کرتی ہے، اگر وہ بیدار ہونے سے انکار کرتی ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے اور اللہ اس عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھتی ہے، نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی بیدار کرتی ہے اور وہ بھی تہجد ادا کرتا ہے، تاہم اگر وہ انکار کرتا ہے تو وہ اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔'' [نسائي، كتاب قيام الليل، باب الترغيب في قيام الليل : ١٦١١]

ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا کرتا تھا اور آپ کے لیے وضو اور قضائے حاجت کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، ایک موقع پر آپ نے مجھے فرمایا: ''مانگ تمھیں کیا چاہیے؟'' میں نے عرض کی، میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے علاوہ کچھ اور؟'' میں نے پھر عرض کی کہ بس یہی خواہش ہے کہ جنت میں آپ کی رفاقت مل جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر جنت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو پھر کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب فضل السجود والحث عليه : ٤٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟ : ٤٨٢]

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ : ارشاد فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [آل عمران : ١١٠] ”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [التوبة : ٧١] ”اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔“

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٢٩] ”یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔“

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

”اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے منع فرمایا خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ مشرکین کو کسی حالت میں معاف نہیں کیا جائے گا، ان پر جنت کو حرام کر دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء: ٤٨] ”بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے اور وہ بخش دے گا جو اس کے علاوہ ہے، جسے چاہے گا اور جو اللہ کا شریک بنائے تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة : ٧٢] ”اور مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمھارا رب ہے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔“

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ تب وہاں ابو جہل اور عبد اللہ بن ابو امیہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے میرے چچا! آپ اس چیز کا اقرار کر لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے اس کلمہ کے ذریعے حجت پیش کروں گا۔“ ابو جہل اور عبد اللہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا مرتے وقت تم عبد المطلب کے دین کو چھوڑ دو گے؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے چچا! میں تمھارے لیے اللہ سے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس کام سے روک نہیں دیا جاتا۔'' تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴾ [التوبة : ۱۱۳] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، خواہ وہ قرابت دار ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے صاف ظاہر ہو گیا کہ یقیناً وہ جہنمی ہیں۔'' [بخاری، کتاب التفسیر باب قوله : ﴿ ما كان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشركين ﴾ : ٤٦٧٥]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا، اسے (آگ کی) دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۲]

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝۱۱۴

''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔''

یعنی جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ آزر نے ان سے کہا تھا کہ یہاں سے نکل جاؤ اور میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ، ورنہ میں تمھیں سنگسار کر دوں گا، تو اس وقت آپ نے باپ سے کہا تھا کہ تم سلامت رہو، میں جا رہا ہوں، البتہ تمھارے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا اور یہ بات میرے اختیار میں نہیں کہ میں تمھیں اللہ کی گرفت سے بچا سکوں۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! میرے باپ کو معاف فرما دے، کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور اس دن مجھے رسوا نہ کرنا جب سب لوگ اٹھائے جائیں گے۔'' پھر جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ وہ راہِ راست کی طرف آنے والا نہیں، اللہ کا دشمن ہے تو اس سے اپنی بے زاری کا اظہار کر دیا اور جو دعا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے حق میں کی تھی کہ ''مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا'' اس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں ملاحظہ فرمائیے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد ''آزر'' کو دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا۔ آپ اس سے کہیں گے کہ میں نے تمھیں کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔ باپ کہے گا، آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ باپ کی یہ بات سن کر ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے، اے

میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کروں گا اور آج اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہوسکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، (اے ابراہیم!) میں نے کافروں پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم! ذرا اپنے پاؤں کی طرف تو دیکھو! (وہ نیچے دیکھیں گے) تو اس وقت انھیں اپنے باپ کی جگہ ایک بجو نظر آئے گا، جو نجاست سے لت پت ہوگا اور فرشتے اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیں گے۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً ﴾ : ۳۳۵۰]

گویا اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے رسوائی کو اس طرح دور کیا کہ ان کے باپ کی شکل ہی بدل دی، چونکہ رسوائی کا دارومدار تو شناخت پر ہے، جب یہ شناخت ہی نہ رہے کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی تو پھر کسی کی رسوائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، آپ خود بھی رونے لگے اور آپ کے گرد موجود دیگر لوگوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی کہ میں اپنی والدہ کے لیے استغفار کروں، لیکن مجھے اجازت نہ دی گئی، پھر میں نے اجازت طلب کی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اجازت دے دی گئی، سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو، اس لیے کہ قبروں کی زیارت موت کی یاد تازہ رکھتی ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل ...... الخ : ۱۰۸/۹۷۶]

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ کسی قوم کو اس کے بعد گمراہ کر دے کہ انھیں ہدایت دے چکا ہو، یہاں تک کہ ان کے لیے وہ چیزیں واضح کر دے جن سے وہ بچیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اللہ نے جب مشرکین کے لیے طلب مغفرت کی ممانعت کر دی تو جن لوگوں نے اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے اس سے قبل مغفرت کی دعائیں مانگی تھیں انھیں اللہ کے عذاب کا خوف لاحق ہوا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ جو مسلمان پہلے سے راہِ راست پر گامزن ہیں ان پر کسی حکم کے نازل ہونے سے پہلے والے اعمال پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ کی طرف سے مؤاخذہ اس کا ہوتا ہے جو حق واضح ہو جانے کے بعد بھی باطل پر ڈٹا رہا۔

الغرض اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعے لوگوں کو ان تمام باتوں سے متنبہ کر دیتا ہے جن سے بچنا ان کے لیے ضروری ہوتا ہے اور ان باتوں سے بھی مطلع کر دیتا ہے جن پر عمل کرنا ان کے لیے ضروری یا بہتر ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی جو مجھ سے پہلے گزرا ہے اس پر یہ فرض تھا کہ وہ

اپنی امت کو ہر خیر کی بات جو وہ ان کے لیے جانتا تھا، بتا دے اور ہر شر کی بات سے جو وہ ان کے لیے جانتا تھا، ڈرا دے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة : ۱۸۴۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس کو اللہ نے لمبی عمر عطا کی، حتیٰ کہ وہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا، پھر اللہ اس کے عذر کو قبول نہیں کرتا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب من بلغ ستین سنة فقد أعذر اللہ إلیه : ۶۴۱۹]

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۱۱۶

’’بے شک اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے، تو پھر اس کے علاوہ کسی کی پروا نہیں کرنی چاہیے، کسی سے نہیں ڈرنا چاہیے اور دنیا کا بڑے سے بڑا انسان بھی اگر اللہ کا دشمن ہے، تو اس سے دوری اختیار کرنا واجب ہے۔ اس ایمان و یقین کے ساتھ کہ مومن کا اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار اور اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی اس کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، ارشاد فرمایا: ﴿ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۴۱] ’’اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔‘‘

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱۷

’’بلاشبہ یقیناً اللہ نے نبی پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار پر بھی، جو تنگ دستی کی گھڑی میں اس کے ساتھ رہے، اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ٹیڑھے ہو جائیں، پھر وہ ان پر دوبارہ مہربان ہو گیا۔ یقیناً وہ ان پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اس آیت میں تنگی کے وقت سے مراد غزوۂ تبوک پر روانگی کا وقت ہے، جب شدید گرمی کا موسم تھا، قحط سالی تھی، فصلیں پکنے والی تھیں اور بے سروسامانی کی حالت تھی، سفر طویل اور پر مشقت تھا، چنانچہ اس وقت بعض سچے مسلمان بھی جہاد پر روانہ ہونے سے گھبرانے لگے تھے۔ آخر ان کے ایمان کی پختگی ان کے نفس پر غالب آئی اور وہ پورے عزم کے ساتھ جہاد پر نکل کھڑے ہوئے اور یہاں اللہ کی مہربانی سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے اس گھبراہٹ کے عالم میں انھیں روانگی

کے لیے ہمت و جرأت عطا فرمائی اور نبی پر مہربانی سے مراد وہ آیت ہے کہ جس کا آغاز ہی اس طرح ہوا تھا کہ اللہ آپ کو معاف فرمائے آپ نے ایسے ہٹے کٹے، تنومند اور کھاتے پیتے منافقوں کو جہاد پر جانے سے رخصت کیوں دے دی؟

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ

ع ۱۴ ۸ ۴ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

”اور ان تینوں پر بھی جو موقوف رکھے گئے، یہاں تک کہ جب زمین ان پر تنگ ہوگئی، باوجود اس کے کہ فراخ تھی اور ان پر ان کی جانیں تنگ ہوگئیں اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک اللہ سے پناہ کی کوئی جگہ اس کی جناب کے سوا نہیں، پھر اس نے ان پر مہربانی کے ساتھ توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کریں۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

یہ تین صحابہ کرام تھے، کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم۔ یہ تینوں نہایت مخلص مسلمان تھے، اس سے قبل تقریباً ہر غزوے میں یہ شریک ہوتے رہے۔ غزوۂ تبوک میں صرف تساہلاً شریک نہیں ہو سکے۔ بعد میں انھیں اپنی غلطی کا احساس ہوا تو سوچا کہ ایک غلطی (پیچھے رہنے کی) تو ہو ہی گئی ہے، لیکن اب منافقین کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جھوٹا عذر پیش کرنے کی غلطی نہیں کریں گے۔ چنانچہ حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف اعتراف کرلیا اور اس کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا کہ وہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل فرمائے گا۔ تاہم اس دوران میں آپ نے صحابہ کو ان تینوں افراد سے تعلق قائم رکھنے حتیٰ کہ بات چیت تک کرنے سے روک دیا اور چالیس راتوں کے بعد انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں سے بھی دور رہیں۔ چنانچہ بیویوں سے بھی جدائی عمل میں آ گئی۔ مزید دس دن گزرے تو توبہ قبول کر لی گئی اور مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں شرکت نہیں کر سکا تھا، حالانکہ اس معرکہ سے پہلے میں کبھی ایسا تندرست و طاقتور اور مال دار نہ تھا۔ میں اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں نہ رہی تھیں اور اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ یہ تھا کہ آپ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کو صاف بیان نہ فرماتے، بلکہ ایسا تاثر دیتے کہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں، تاہم جب اس لڑائی کا وقت آیا تو ایک تو سخت گرمی تھی، پھر دور دراز کا صحرائی سفر تھا اور دشمنوں کی تعداد بھی کثیر تھی، اس لیے آپ نے مسلمانوں کو صاف صاف بتا دیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں، تاکہ وہ لڑائی اور سفر کا سامان خوب تیار کرلیں۔ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمان

خاصی تعداد میں تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو وہ یہ گمان کر سکتا تھا کہ اس کا غیر حاضر ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک معلوم نہ ہوگا جب تک کہ اس کے بارے وحی نہ اتر آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی کا اس وقت ارادہ کیا جب باغات کے پھل پک چکے تھے اور سخت گرمی کی وجہ سے سایہ دلکش معلوم ہوتا تھا، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اس لڑائی کے لیے سامان سفر تیار کرنا شروع کر دیا۔ میں بھی ہر صبح جاتا کہ سامان تیار کروں مگر خالی ہاتھ لوٹ آتا اور کچھ تیاری نہ کرتا۔ میں اپنے دل میں یہ کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کر سکتا ہوں۔ اسی طرح دن گزرتے رہے اور لوگوں نے محنت و مشقت اٹھا کر اپنا اپنا سامان تیار کر لیا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ایک صبح روانہ ہو گئے اور میں ابھی تک کچھ سامان تیار نہ کر سکا تھا۔ میں نے سوچا کہ ایک دو روز میں سامان تیار کر کے ان سے جا ملوں گا، تاہم دوسری صبح میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن خالی لوٹ آیا، پھر تیسری صبح بھی ایسا ہی ہوا کہ خالی لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہ کر سکا۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے جا ملوں اور کاش! میں ایسا کر لیتا، مگر شاید یہ تقدیر میں نہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوچ کے بعد، مدینہ میں، جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں صرف منافقین، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا اور مجھے اس سے رنج ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے راستہ میں کہیں یاد نہ کیا، حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے۔ تبوک میں ایک دن فرمایا: ”کعب نے یہ کیا کیا (جو وہ آیا نہیں)؟“ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا، یارسول اللہ! اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے اس کو آنے سے روکا۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے، تو نے بہت برا کہا، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم کعب میں سوائے خیر کے اور کوئی بات نہیں جانتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ آپ واپس آ رہے ہیں تو میرا غم شدید ہو گیا اور میں نے سوچا کہ کوئی ایسا حیلہ کرنا چاہیے جس سے آپ کی ناراضی سے بچ سکوں۔ اس بارے میں میں نے اپنے اہل خانہ سے بھی مشورہ کیا۔ پھر جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قریب آ گئے ہیں تو سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ کی ناراضی سے نہیں بچ سکوں گا۔ چنانچہ میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جاتے، دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھتے، بہر حال جب آپ اس عمل سے فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انھوں نے آنا شروع کر دیا، عذر بیان کیے اور قسمیں کھائیں۔ یہ لوگ تقریباً اسّی (۸۰) سے کچھ زائد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حیلوں بہانوں کو قبول کر لیا، بیعت لی اور اللہ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہوئے ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی حاضر ہوا۔ السلام علیکم کہا تو آپ یوں مسکرائے جیسے غصے میں کوئی مسکراتا ہے، پھر فرمایا: ”یہاں میرے قریب آ جاؤ۔“ میں

سامنے جا کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا: ''تم کیوں پیچھے رہ گئے، تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟'' میں نے عرض کی، کیوں نہیں، اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیا دار شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کے غصے سے بچ سکتا تھا، کیونکہ میں گفتگو کا دھنی ہوں، مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کرلوں تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اور اگر میں آپ کو سچ بات بتا دوں تو اس وقت آپ سچ بولنے کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوں گے، تو بہر حال آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھے امید تو رہے گی۔ نہیں، اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی عذر نہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے قبل میں کبھی اتنا قوی اور فارغ البال نہیں تھا، مگر (افسوس) یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے بھی میں آپ سے پیچھے رہ گیا۔ میری یہ گفتگو سن کر آپ نے فرمایا: ''اس نے بالکل سچ کہا۔'' پھر مجھے حکم دیا: ''چلے جاؤ، جب تک تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کوئی حکم نہ دے۔'' میں اٹھ کر چل پڑا۔ قبیلہ بنو سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ تو نے اس سے پہلے کوئی بڑا گناہ کیا ہو، (لہٰذا) کیا تو اس بات سے عاجز آ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی عذر تراش لیتا، جس طرح دیگر پیچھے رہ جانے والوں نے جھوٹے عذر بیان کیے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کی دعا تمھارے گناہ کے لیے کافی ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ برابر مجھے ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں خیال آیا کہ نبی ﷺ کے پاس جاؤں اور اپنی پہلی بات کا انکار کر کے کوئی عذر پیش کروں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ہے، جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انھوں نے کہا، ہاں دو آدمی ہیں، جنھوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے۔ میں نے پوچھا، وہ دو شخص کون کون سے ہیں؟ انھوں نے کہا، مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔ انھوں نے ایسے دو آدمیوں کا نام لیا جو بڑے نیک تھے اور بدر کی لڑائی میں شریک رہے تھے، سو ان کا طرزِ عمل میرے لیے نمونہ بن گیا اور ان دونوں کے نام سن کر میں گھر کو چلا گیا، رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہ جانے والے ہم تینوں سے لوگوں کو میل جول اور بات چیت سے منع فرما دیا، چنانچہ اب سب ہم سے بچنے لگے، بلکہ بالکل اجنبی سے ہو گئے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے زمین بدل گئی ہو، وہ زمین ہی نہ رہی ہو (جس پر ہم رہتے تھے)۔ اسی حالت میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما دونوں اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہتے اور میں چونکہ ایک جوان اور قوی الاعضا شخص تھا، سو باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں برابر آتا جاتا، لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا اور جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ میرے سلام کے جواب میں لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں۔ میں آپ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور ترچھی نظروں سے آپ کی طرف دیکھتا، تو جب میں نماز میں ہوتا تو آپ میری طرف متوجہ ہوتے اور (نماز کے بعد) جب میں آپ کی طرف دیکھتا تو آپ منہ پھیر لیتے۔ اس طرح ایک مدت گزر گئی۔ پھر جب لوگوں کی اجنبیت زیادہ ہو گئی، تو ایک روز میں نکلا اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر جا چڑھا۔ وہ میرے چچا زاد تھے اور مجھے بہت زیادہ محبوب

بھی تھے، میں نے انھیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا، اے ابوقتادہ! تجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کتنی محبت ہے؟ وہ خاموش رہے، میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا، لیکن وہ خاموش رہے۔ پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا، اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔ یہ جواب سن کر میرے آنسو ٹپک پڑے۔ میں واپس ہوا، دیوار پر چڑھا اور واپس چلا آیا۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں بازار میں جا رہا تھا تو اتنے میں ملک شام کا ایک عیسائی کسان جو مدینہ میں گندم فروخت کرنے لایا تھا، کہہ رہا تھا، لوگو! مجھے کعب بن مالک کے متعلق کچھ بتاؤ؟ چنانچہ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا۔ جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا خط دیا۔ اس میں لکھا تھا، ہم نے سنا ہے کہ تمھارے پیغمبر (محمد ﷺ) نے تم سے بدسلوکی کی ہے۔ اللہ نے تمھیں نہ ذلیل بنایا ہے اور نہ بیکار پیدا کیا ہے، تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم تم سے نہایت عزت و احترام سے پیش آئیں گے۔ میں نے خط پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے۔ میں نے اس خط کو جلتے ہوئے تنور میں پھینک کر جلا ڈالا۔

بہر حال! اسی حال میں پچاس میں سے چالیس راتیں گزر چکی تھیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا، نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو۔ میں نے پوچھا، کیا اسے طلاق دے دوں؟ اس نے کہا، نہیں! بس اس سے الگ رہو اور وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرو۔ میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا جا چکا تھا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ ﷺ کے پاس گئی اور کہنے لگی، اے اللہ کے رسول! ہلال بن امیہ بہت ضعیف ہے اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، اگر میں اس کی خدمت کروں تو آپ برا تو نہیں جانیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں! ہاں تعلقات زوجیت قائم نہ کرنا۔“ اس نے کہا، اللہ کی قسم! جس روز سے یہ معاملہ ہوا ہے، انھیں سوائے رونے کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بھی میرے بعض عزیزوں نے کہا، تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی ﷺ سے اجازت مانگ لو تو مناسب ہے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ ﷺ سے اس بات کی اجازت نہیں مانگوں گا، کیا خبر نبی ﷺ کیا جواب دیں، کیونکہ میں تو جوان آدمی ہوں۔ اس کے بعد مزید دس راتیں گزر گئیں اور جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بات چیت کرنے کی ممانعت فرمائی تھی، اس کے پچاس دن پورے ہو گئے تھے، تو پچاسویں رات کی صبح جب فجر کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی (سورۂ توبہ میں) کیا ہے۔ کیفیت یہ تھی کہ میں اپنی زندگی سے تنگ آ چکا تھا اور زمین باوجود کشادہ ہونے کے مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ اتنے میں میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جو سلع (نامی) پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے

پکار رہا تھا، کعب! خوش ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اب میری مصیبت دور ہو گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کر دیا ہے۔ لوگ خوشخبری دینے کے لیے (جوق در جوق) میرے پاس اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس پہنچنے لگے۔ ایک شخص (سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میری طرف آئے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا، بہر حال پہاڑ والے کی آواز مجھ تک گھوڑے والے کی آواز سے پہلے پہنچ گئی۔ جب یہ شخص کہ جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی، میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیے۔ واللہ! اس دن کپڑوں میں سے میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے (ابوقتادہ سے) دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف چلا۔ راستہ میں لوگ جوق در جوق ملتے، توبہ قبول ہونے کی مبارک باد دیتے اور کہتے کہ تمھیں اللہ کی طرف سے معافی مبارک ہو۔

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ کے گرد جمع ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارک باد نہیں دی اور میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھول پاؤں گا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''کعب تجھے اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں سے بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھے جنا۔'' کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہ خوش خبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، اللہ کی طرف سے۔'' اور نبی ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ مبارک چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لیے رہنے دو۔ وہ تمھارے لیے بہتری کا ذریعہ ہے۔'' میں نے عرض کی، میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے لیے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کی، اے اللہ کے رسول! بے شک سچ بولنے ہی کی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اور میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا اور اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو، جتنی نوازشات اس کی مجھ پر سچ بولنے کی وجہ سے ہیں اور اس وقت سے لے کر آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا۔ اس واقعہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر سورۂ توبہ کی یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ

﴿ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۷ تا ۱۱۹] اللہ کی قسم! میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے آپ پر اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائی اور جھوٹ سے بچا لیا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں کی طرح جنھوں نے جھوٹ بولا، تباہ ہو جاتا۔ نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے اتنی شدید وعید فرمائی، جتنی شدید کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی، فرمایا: ﴿ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾ [التوبۃ : ۹۵، ۹۶] ''عنقریب وہ تمھارے لیے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے، تاکہ تم ان سے توجہ ہٹا لو۔ سو ان سے بے توجہی کرو، بے شک وہ گندے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کماتے رہے ہیں۔ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بے شک اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔'' [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک : ۴۴۱۸۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب حدیث توبۃ کعب بن مالک وصاحبیہ : ۲۷۶۹]

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''

سچائی ہی کی وجہ سے ان تینوں صحابہ کی غلطی نہ صرف معاف فرما دی، بلکہ ان کی توبہ کو قرآن بنا کر نازل فرما دیا۔ اس لیے مومنین کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر تقویٰ (یعنی اللہ کا خوف) ہوگا، وہ سچا بھی ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا، سمجھ لو کہ اس کا دل تقویٰ سے خالی ہے۔ سچے لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ [البقرۃ : ۱۷۷] ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور

لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴾ [الحشر : ۸] ’’ (یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یقیناً سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور جھوٹ نافرمانی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یقیناً جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے ہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب الأدب، باب قول الله تعالى : ﴿ يأيها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين ﴾ : ۶۰۹۴۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب قبح الكذب و حسن الصدق : ۲۶۰۷]

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنے ہوئے یہ الفاظ یاد ہیں: ’’وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈالے اور اس کو اختیار کر جس کی بابت تجھے شک وشبہ نہ ہو، اس لیے کہ سچ اطمینان (کا باعث) ہے اور جھوٹ شک اور بے چینی ہے۔‘‘ [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب حديث اعلقها و توكل...... : ۲۵۱۸۔ مستدرك حاكم : ۱۳/۲، ح : ۲۱۷۰۔ مسند أحمد : ۲۰۰/۱، ح : ۱۷۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے ابوسفیان سے (جب کہ وہ ابھی کافر تھے) پوچھا، وہ پیغمبر (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے کہا، وہ کہتا ہے صرف ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمھارے باپ دادا کہتے (اور کرتے) رہے اور وہ پیغمبر ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ [بخاری، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي : ۷۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي صلى الله عليه وسلم إلى هرقل ملك الشام يدعوه إلى الإسلام : ۱۷۷۳]

سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ (جو بدری صحابی ہیں) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے، (مگر اسے کافروں سے لڑنے کا موقع نہ ملے) تو اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبوں تک پہنچا دے گا، اگرچہ اسے اپنے بستر ہی پر موت کیوں نہ آئے۔‘‘ [مسلم، كتاب الإمارة، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله : ۱۹۰۹]

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا

مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۱۲۰﴾

''مدینہ والوں کا اور ان کے ارد گرد جو بدوی ہیں، ان کا حق نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہتے اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ، اللہ کے راستے میں انھیں نہ کوئی پیاس پہنچتی ہے اور نہ کوئی تکان اور نہ کوئی بھوک اور نہ کسی ایسی جگہ پر قدم رکھتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے اور نہ کسی دشمن سے کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں، مگر اس کے بدلے ان کے لیے ایک نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے۔ یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

غزوۂ تبوک میں شرکت کے لیے چونکہ عام منادی کر دی گئی تھی، اس لیے معذور، بوڑھے اور دیگر شرعی عذر رکھنے والوں کے علاوہ سب کے لیے اس میں شرکت ضروری تھی، لیکن پھر بھی جو مدینہ کے رہنے والے یا اطراف مدینہ میں رہنے والوں میں سے اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے، اللہ تعالیٰ انھیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہنا چاہیے تھا اور یہ بھی ان کے لیے زیبا نہیں کہ خود اپنی جانوں کا تو تحفظ کر لیں اور رسول اللہ ﷺ کی جان کے تحفظ کا انھیں خیال نہ ہو، بلکہ انھیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے سے زیادہ ان کے تحفظ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ آگے فرمایا کہ انھیں اس لیے بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیے کہ اللہ کی راہ میں انھیں جو پیاس، تھکاوٹ، بھوک پہنچے گی، یا ایسے اقدامات، جن سے کافروں کے غیظ و غضب میں اضافہ ہوگا، اسی طرح دشمنوں کے آدمیوں کو قتل یا ان کو قیدی بناؤ گے تو یہ سب کے سب کام عمل صالح لکھے جائیں گے، یعنی عمل صالح صرف یہی نہیں ہے کہ آدمی مسجد میں یا کسی ایک گوشے میں بیٹھ کر نوافل، تلاوت، ذکر الٰہی وغیرہ کرے، بلکہ جہاد میں پیش آنے والی ہر تکلیف اور پریشانی، حتیٰ کہ وہ کارروائیاں بھی جن سے دشمن کو خوف پیدا ہو جائے یا غیظ بھڑکے، ان میں سے ہر ایک چیز اللہ کے ہاں عمل صالح میں لکھی جائے گی۔ اس لیے محض شوق عبادت میں بھی جہاد سے گریز صحیح نہیں۔ چہ جائیکہ بغیر عذر کے آدمی جہاد سے جی چرائے؟

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ : سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب المدينة تنفى خبثها و تسمى طابة و طيبة : ١٣٨٥]

اسی طرح سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک وہ یعنی مدینہ منورہ طیبہ (یعنی پاک) ہے اور وہ ناپاک کو اس طرح چھانٹ دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی کے زنگ کو چھانٹ دیتی ہے۔'' [مسلم، كتاب الحج،

باب المدينة تنفي خبثها و تسمى طابة و طيبة : ١٣٨٤]

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ : سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور نبی ﷺ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ میرے نزدیک میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں، (یہ کافی نہیں) اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک میں تمھارے نزدیک تمھاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔“ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر! اب (تم مومن ہوئے)۔“ [بخاری، كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ؟ : ٦٦٣٢]

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا ...... اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ :

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس شخص کی مثال جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے، ایسی ہے جیسے (ہر روز) روزہ رکھنے والا اور تمام رات نماز پڑھنے والا اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ اگر اس کو موت دے گا تو اسے جنت میں داخل کر دے گا، یا پھر غازی بنا کر اسے ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ زندہ لوٹائے گا۔“ [بخاری، كتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه و ماله ...... الخ : ٢٧٨٧]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن بن جاتا ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے، اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کو جنت میں داخل کروں گا یا اجر یا غنیمت کے ساتھ اسے اس گھر کی طرف واپس لوٹاؤں گا جس سے وہ نکلا تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوا، وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخموں سے خون بہ رہا ہوگا، خون کا رنگ تو خون سا ہوگا مگر خوشبو کستوری کی سی ہوگی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی بھی ایسے لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے، لیکن میں اپنے تمام مجاہد ساتھیوں کو سواریاں فراہم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ وہ خود اپنی سواریوں کا بندوبست کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور ان کا مجھ سے پیچھے رہ جانا ان پر بڑا گراں گزرتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله : ١٨٧٦]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا کہ لوگوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا: ”وہ مومن جو اپنی جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کرتا ہے۔“ اس نے عرض کی، اس کے بعد کون

ہے؟ فرمایا: ''وہ آدمی جو لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر کسی پہاڑ کی گھاٹی میں رہتا ہے، وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب أفضل الناس مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله : ۲۷۸۶۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الجهاد والرباط : ۱۸۸۸]

سیدنا مالک بن عبداللہ خثعمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں دن کی ایک گھڑی (یعنی کچھ دیر) کے لیے بھی خاک آلود ہو گئے تو وہ قدم آگ پر حرام ہیں (کہ آگ انھیں نہیں جلائے گی)۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۲۲۵، ۲۲۶، ح : ۲۲۰۲۱]

سیدنا ابوعبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص کے قدموں پر راہِ جہاد پر چلنے کی وجہ سے گردوغبار پڑی، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔'' اور دوسری جگہ فرمایا: جس بندے کے بھی قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے، انھیں (جہنم کی) آگ چھوئے؟ (یہ ناممکن ہے)۔'' [بخاری، کتاب الجمعة، باب المشی إلی الجمعة : ۹۰۷، ۲۸۱۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک کمان رکھنے کی جگہ مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے اور اللہ کے راستہ میں ایک صبح گزارنا یا ایک شام گزارنا مشرق و مغرب کے درمیان موجود ہر چیز سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الغدوة والروحة فی سبیل الله : ۲۷۹۳۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة فی سبیل الله : ۱۸۸۲]

وَ لَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِیْرَةً وَّ لَا كَبِیْرَةً وَّ لَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

''اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔''

پہلی آیت میں ہر اختیاری و غیر اختیاری فعل کے بدلے میں اعمال صالحہ لکھنے کا ذکر کیا۔ اس آیت میں بالخصوص ان اعمال کا ذکر کیا جو اختیاری ہی ہو سکتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کی بنیاد ہیں، یعنی زادِ سفر، سواری اور اسلحہ پر، جو بھی میسر آسکے خرچ کرتے ہیں۔ پھر سفر جہاد پر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ اللہ انھیں ان کاموں کا بہتر صلہ ضرور عطا فرمائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس

کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لگام ڈلی اونٹنی لایا اور کہا یہ جہاد کے لیے قبول کر لیجیے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس اونٹنی کے بدلے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمھیں سات سو اونٹنیاں عطا فرمائے گا جو سب لگام والی ہوں گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الصدقة فی سبیل الله : ١٨٩٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا اسے اچھا بدلہ عطا فرما اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔‘‘ [بخاری، کتاب الزکوة، باب قول الله تعالٰی : ﴿ فأما من أعطی و اتقی ﴾ : ١٤٤٢ ـ مسلم، کتاب الزکوة، باب فی المنفق والممسك : ١٠١٠]

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝۱۲۲ ع ١٥

’’اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تاکہ وہ بچ جائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جہاد سے واپس پلٹنے والے غازیوں کو ذمہ داری سونپی ہے کہ وہ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرائیں، جہاد سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جو ناراضگی اور غصہ ہے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔ منافقین جہاد سے پیچھے رہتے تھے، ان کے طرزِ عمل کو اختیار کرنے سے لوگوں کو بچائیں، دن رات دعوت دین میں مصروف رہیں۔ لوگوں کو جہاد کے لیے ابھاریں، جہادی محاذوں پر جس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کا دین سیکھا ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کو اپنی آنکھوں سے اترتے دیکھا ہے وہ بیان کریں تاکہ پوری قوم غلبۂ دین کے لیے اٹھ کھڑی ہو اور آخرت کے عذاب سے ڈر کر جہادی راہوں کو اختیار کرے۔

دوسری تفسیر اس آیت کی یہ ہے کہ پوری قوم بیک وقت علم دین حاصل کرنے کے لیے نہ نکلے، ہر جماعت اور ہر قبیلہ کے چند افراد کو علم دین حاصل کرنا ضروری ہے اور علماء کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے برے نتائج سے ڈرائیں۔ علم دین حاصل کرنے کی بڑی فضیلت ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾ [المجادلة : ١١] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کھل جاؤ تو کھل جاؤ، اللہ تمھارے لیے فراخی کر دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ، اللہ ان

لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔“

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرماتا ہے۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیرًا : ۷۱]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو علم اور ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے، اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زور کے ساتھ زمین پر برستی ہے تو جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اسے پیتے ہیں اور (اپنے جانوروں کو) پلاتے ہیں اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے ایسے حصے کو پہنچتی ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے، بس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرے اور اسے وہ چیز نفع دے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور (اس دین کو) پڑھے اور پڑھائے۔ اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر (تک) نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔“ [بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ (معدنی) کانوں کی مثل ہیں، ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں، بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔“ [بخاری، کتاب المناقب، باب المناقب : ۳۴۹۳۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل یوسف علیہ السلام : ۲۳۷۸]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ ربع

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے جہاد کے سلسلہ میں یہ حکم دیا کہ پہلے ان کافروں سے جنگ کی جائے جو مدینہ کے قریب رہتے ہیں اور جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو آگے بڑھا جائے اور ان کے بعد رہنے والے کافروں سے جنگ کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کو برتا۔ آپ نے پہلے جزیرۂ عرب میں آباد مشرکین سے قتال کیا۔ جب ان سے فارغ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضر موت وغیرہ اقالیم پر مسلمانوں کو غلبہ عطا فرما دیا اور عرب کے سارے قبائل فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب تک دعوتِ اسلام پہنچانے کے لیے تبوک تک گئے اور

وہاں بیس دن رہنے کے بعد واپس ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں جہاد کی تحریک کو جاری رکھا، یہاں تک کہ اردن، شام، عراق اور فارس کے علاقے اسلام کے زیر نگیں ہو گئے اور اسلام کا جھنڈا ہر طرف لہرانے لگا۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کافروں سے جہاد کرتے ہوئے کسی قسم کی نرمی کا مظاہرہ نہ کریں، ورنہ اس کے خطرناک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے نرم اور کافروں کے لیے سخت ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ٥٤] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔“ اور فرمایا: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح : ٢٩] ”محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔“

دین اسلام کے نزول سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ یہ دین نافذ ہو، ہر جگہ اور پوری طرح نافذ ہو۔ اس منشائے الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ جہاد و قتال فی سبیل اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا قتال فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور اسے فرض کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢١٦] ”تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ٣٥] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٤٤] ”اور اللہ کے راستے میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ٣٩] ”اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض پرداز ہوا، یا رسول اللہ! کوئی آدمی غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی ناموری کے لیے لڑتا ہے اور کوئی اپنا مرتبہ دکھانے کے لیے، ان میں سے کون سی

جنگ اللہ کے راستے میں ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ عزوجل کے راستے میں (لڑتا) ہے۔'' [مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا ...... الخ : ١٩٠٤۔ بخاری، کتاب العلم، باب من سأل وهو قائم عالمًا جالسًا : ١٢٣]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اس بات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ ادا کریں تو مجھ سے ان کی جان اور ان کے مال محفوظ ہو جائیں گے، مگر اسلام کا حق (ان سے لیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب ﴿ فإن تابوا وأقاموا الصلوة ﴾ : ٢٥۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله : ٢٢]

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔''

اس سورت میں منافقین کے کردار کی جو نقاب کشائی کی گئی ہے یہ آیات اس کا بقیہ اور تتمہ ہیں۔ اس میں بتلایا جا رہا ہے کہ جب ان کی غیر موجودگی میں کوئی سورت یا اس کا کوئی حصہ نازل ہوتا اور ان کے علم میں بات آتی تو وہ استہزا اور مذاق کے طور پر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ اس سے تم میں سے کسی کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو بھی سورت اترتی ہے اس سے اہل ایمان کے ایمان میں ضرور اضافہ ہوتا ہے اور وہ اپنے ایمان کے اضافے پر خوش ہوتے ہیں۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، محدثین کا مسلک بھی یہی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [الأنفال : ٢] ''اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ١٧٣] ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

”اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔“

”مرض“ سے مراد نفاق اور آیات الٰہی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں، فرمایا، البتہ یہ سورت منافقین کو ان کے نفاق اور خبث میں اور بڑھا دیتی ہے اور وہ اپنے کفر و نفاق میں اس طرح پختہ تر ہو جاتے ہیں کہ انھیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور ان کا خاتمہ کفر ہی پر ہوتا ہے۔ یہ گویا ان کی بدبختی کی انتہا ہے کہ جن باتوں سے لوگوں کے دل ہدایت پاتے ہیں، وہی باتیں ان کی ضلالت و گمراہی کا باعث ہوتی ہیں۔

قرآن مجید مومن کے لیے ایک بہت بڑی نعمت و رحمت ہے۔ اس کے نزول سے منافق پیچ و تاب کھاتا ہے، وہ کر تو کچھ نہیں سکتا، البتہ قرآن مجید کا مذاق اڑانے لگتا ہے اور اسی طرح اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّ لَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴾ [الجاثية : ۷ تا ۱۱]

”بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے جو اللہ کی آیات سنتا ہے، جبکہ اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے ہوئے اڑا رہتا ہے، گویا اس نے وہ نہیں سنیں، سو اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم ہے اور نہ وہ ان کے کچھ بھی کام آئے گا جو انھوں نے کمایا اور نہ وہ جو انھوں نے اللہ کے سوا حمایتی بنائے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ یہ سراسر ہدایت ہے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے عذاب میں سے دردناک عذاب ہے۔“

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو! وہ دل ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینه : ۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاة، باب أخذ الحلال و ترك الشبهات : ۱۵۹۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم و خذله : ۲۵۶۴/۳۴]

اَوَ لَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ

يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

”اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنوں کے لیے دعوت تعجب ہے کہ ذرا کوئی ان منافقین کی کم عقلی تو دیکھے کہ ہر سال ایک یا دو بار ان کی منافقتوں کا پردہ فاش ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال ایک یا دو بار رسول اللہ ﷺ اور مومنین جہاد کرتے ہیں اور انھیں فتح و کامرانی حاصل ہوتی ہے اور منافقوں کے دل پر چرکے لگتے رہتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے اور تائب ہو کر صدق دل سے اسلام قبول نہیں کرتے۔ گزشتہ قوموں کا عبرت ناک انجام بیان کرتے ہوئے اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۴۲، ۴۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے کئی امتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر انھیں تنگ دستی اور تکلیف کے ساتھ پکڑا، تاکہ وہ عاجزی کریں۔ پھر انھوں نے کیوں عاجزی نہ کی، جب ان پر ہمارا عذاب آیا اور لیکن ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو کچھ وہ کرتے تھے۔“

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

”اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان کا بعض بعض کی طرف دیکھتا ہے کہ کیا تمھیں کوئی دیکھ رہا ہے؟ پھر واپس پلٹ جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیے ہیں، اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے۔“

اور جب کوئی سورت منافقین کی موجودگی میں نازل ہوتی ہے تو بطور استہزا اور آسمانی وحی کا انکار کرتے ہوئے آنکھوں سے ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے انھیں کوئی نہیں دیکھ رہا تو اس مجلس سے کسک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا لوٹنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو کفر و نفاق کی طرف پھیر دیا ہے۔ اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ رویے، حسد و ہٹ دھرمی اور نفاق کا انجام بد انھیں یہ دیکھنا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، اب انھیں ہدایت ملے تو کیسے ملے؟

ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۳] ”یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔“ رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے منافقین کی چپکے سے کھسک جانے کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَا

﴿ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [النور : ٦٣] ”رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح نہ بنالو جیسے تمھارے بعض کا بعض کو بلانا ہے۔ بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آ پہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آ پہنچے۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین : ۲۷۸٤]

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾

”بلاشبہ یقیناً تمھارے پاس تمھی سے ایک رسول آیا ہے، اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دو احسانوں کا ذکر فرمایا، پہلا احسان یہ کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا، انسانوں کو قعرِ مذلت سے نکالنے، دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود سے ہمکنار کرنے کا اہتمام کیا۔ دوسرا احسان یہ کیا کہ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے جو رسول مبعوث کیا وہ انھی میں سے کیا، کسی دوسری مخلوق میں سے نہیں کیا۔ اگر رسول کسی دوسری مخلوق سے مبعوث کرتا تو نہ وہ انسانوں سے مانوس ہوتا اور نہ انسان اس سے مانوس ہوتے۔ نہ وہ صحیح معنوں میں انسانوں کے لیے نمونہ بنتا اور نہ انسان نفسیاتی طور پر اس کی پیروی کرنے پر قادر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ مومنوں کو اپنے ان احسانات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [آل عمران : ١٦٤] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکھف : ١١٠] ”کہہ دے میں تو تم جیسا ایک بشر ہی ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی

معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ :اب اس رسول کی صفات شروع ہو رہی ہیں، پہلی صفت یہ ہے کہ تمھاری تکلیف ان پر سخت ناگوار اور بڑی شاق گزرتی ہے۔ اکثر اوقات آپ ﷺ پر غم کی شدت، دکھ، پریشانی اور صدمہ اتنا بڑھ جاتا کہ اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن بنا دیا اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ﴾ [الكهف : ٦] ”پس شاید تو اپنی جان ان کے پیچھے غم سے ہلاک کر لینے والا ہے، اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ﴾ [آل عمران : ١٧٦] ”اور وہ لوگ تجھے غمزدہ نہ کریں جو کفر میں جلدی کرتے ہیں، بے شک وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ﴾ [الشورىٰ : ٤٨] ”پھر اگر وہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگران بنا کر نہیں بھیجا، تیرے ذمے پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ جو علاقہ یمامہ کے سردار تھے، مسلمان ہو گئے اور اہل مکہ کے پاس پہنچے تو وہاں کسی نے کہا کہ تو ”صابی“ ہو گیا ہے۔ ثمامہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہرگز نہیں، میں تو محمد ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو چکا ہوں۔ (سنو! تمھاری اسلام دشمنی اور اس بدزبانی کی وجہ سے) اللہ کی قسم! آج کے بعد (میرے علاقے) یمامہ سے تمھارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا، ہاں، ایک صورت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی اجازت دے دیں۔[بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفة ...... الخ : ٤٣٧٢]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ آیا یوم احد سے بھی کوئی زیادہ سخت دن آپ پر گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تمھاری قوم (قریش) سے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں، مگر سب سے زیادہ تکلیف جو اٹھائی، وہ عقبہ کے دن تھی۔ جب میں نے اپنی دعوت (طائف کے سردار) ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کی تو اس نے میری دعوت کو رد کر دیا، چنانچہ میں رنجیدہ ہو کر (وہاں سے) چلا آیا۔ ابھی مجھے افاقہ نہ ہوا تھا کہ قرن الثعالب پہنچا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا۔ اس میں میں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا، اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپ اسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کیا اور پھر کہنے لگا، اے محمد! یہ سب کچھ آپ کی مرضی پر منحصر ہے، اگر آپ چاہیں تو میں (اخشبین نامی) دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں!) مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل

شرک نہیں کریں گے۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين والملائكة ...... الخ : ۳۲۳۱۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب ما لقى النبي ﷺ من أذى المشركين المنافقين : ۱۷۹۵]

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص کہنے لگا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! میں نماز فجر با جماعت ادا کرنے سے پیچھے رہ جاتا ہوں، کیونکہ فلاں شخص ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وعظ کرتے ہوئے اس دن سے زیادہ غضب ناک کبھی نہیں دیکھا تھا، آپ نے فرمایا: ’’تم میں سے کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں، (سنو!) تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز میں تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضروری کام کاج والے ہوتے ہیں۔‘‘ [بخاري، كتاب الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام : ۷۰۲]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو تنگی میں نہ ڈالو، انھیں تسلی و تشفی دو، نفرت نہ دلاؤ۔‘‘ [بخاري، كتاب الأدب، باب قول النبي ﷺ : يسروا ولا تعسروا : ٦١٢٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک دین بہت آسان ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الإيمان، باب الدين يسر : ۳۹]

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ : دوسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم میں نہ ڈال دی جائے اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کر دیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’بے شک میری اور لوگوں کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی، پھر جب آگ نے اپنے ارد گرد کو روشن کر دیا تو پتنگے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں، وہ آگ میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ آگ جلانے والا آدمی انھیں آگ سے پرے ہٹاتا ہے، لیکن وہ اس پر غالب آ کر آگ میں کود پڑتے ہیں۔ اور میں بھی تمھیں تمھاری کمر سے پکڑ کر کھینچتا ہوں، تاکہ تم جہنم کی آگ میں نہ جاؤ، لیکن (تم مجھ سے دامن چھڑا کر) زبردستی جہنم کی آگ میں داخل ہوتے ہو۔‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي : ٦٤٨٣۔ مسلم، كتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته ...... الخ : ۲۲۸٤]

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : تیسری صفت یہ ہے کہ نبی ﷺ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تاکہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔ سیدنا ابو رفاعہ تمیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایسے وقت میں حاضر ہوا جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں ایک مسافر آدمی ہوں، دین سیکھنے کے لیے آیا ہوں، کیونکہ میں دین کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ چنانچہ دوران خطبہ ہی رسول اللہ ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے، میری بات سن کر آپ نے اپنا خطبہ

وہیں چھوڑا اور منبر سے نیچے اتر کر میرے پاس تشریف لے آئے۔ بعد ازاں ایک کرسی لائی گئی اور رسول اللہ ﷺ اس پر بیٹھ کر مجھے دین کے احکام سکھانے لگے اور اس کے بعد آپ اپنے خطبے کی طرف آئے اور اس کا آخری حصہ مکمل کیا۔[مسلم، كتاب الجمعة، باب حديث التعليم فى الخطبة : ۸۷۶]

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس دن ٹھہرے۔ آپ نے گمان کیا کہ شاید ہم اپنے گھر والوں کے پاس جانا چاہتے ہیں تو آپ نے ہم سے ان لوگوں کے متعلق پوچھا جنھیں ہم اپنے گھروں میں چھوڑ آئے تھے۔ ہم لوگوں نے آپ سے بیان کر دیا، آپ رفیق و رحیم تھے، سو فرمایا: ''اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، انھیں (اسلام کی) تعلیم دو اور حکم دو (کہ وہ اسلام پر عمل کریں)، نیز نماز پڑھو، جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت آ جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے، پھر تم میں سے جو سب سے بڑا ہو وہ تمھاری امامت کرائے۔''[بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۰۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ میں اسے لمبا کروں گا، لیکن جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ اس کی ماں کو (جو نماز میں شریک ہو گی) تکلیف میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔''[بخاری، كتاب الأذان، باب من أخف الصلوة عند بكاء الصبى : ۷۰۷۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلوة فى تمام : ۴۷۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے، کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہاں! تو وہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں سے رحمت کو کھینچ لیا ہے تو میں کیا کروں؟''[مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال : ۲۳۱۷۔ بخاری، كتاب الأدب، رحمة الولد وتقبيله : ۵۹۹۸]

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۶ / ۵

''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔''

سورۂ توبہ کی اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب بھی یہ کافر، مشرک اور منافق آپ کی لائی ہوئی پر شفقت دعوت اور نور ہدایت سے مزین دین قبول کرنے کی بجائے اس سے منہ پھیرتے ہیں تو آپ ان کی فکر نہ کریں، بلکہ اعلانیہ ان سے کہہ دیں کہ میرے لیے تو میرا اللہ کافی ہے، میں تو اسی ذات پر کامل بھروسا کیے ہوئے ہوں، وہ بڑی طاقت، قوت اور قدرت والی ذات ہے اور وہ تو عرش عظیم کا مالک ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو اس وقت انھوں نے کہا: ﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا: ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ۱۷۳] ”وہ لوگ کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ الذين قال لهم الناس ...... الخ ﴾ : ٤٥٦٣]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لے: « حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ » ”مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔“ [أبو داؤد، كتاب الأدب، باب ما يقول إذا أصبح : ٥٠٨١]

سورۃ یونس مکیۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

الٓرٰ ۟ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ۝۱ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡہُمۡ
اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ؕ قَالَ
الۡکٰفِرُوۡنَ اِنَّ ہٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیۡنٌ ۝۲

''الٓرٰ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی کہ ہم نے ان میں سے ایک آدمی کی طرف وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈرا اور جو لوگ ایمان لائے انھیں بشارت دے کہ یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے ہاں سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''

مشرکین مکہ اس بات پر حیرت کرتے تھے کہ انھی جیسا ایک آدمی ان کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیرت پر نکیر کی ہے کہ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، بلکہ اگر وہ رسول فرشتہ یا جن ہوتا تو حیرت کی بات تھی۔ اس لیے کہ بنی نوع انسان یا تو اسے دیکھ نہ پاتے، یا اگر دیکھ پاتے تو اس سے مانوس نہ ہوتے، کیونکہ انسان اپنے ہی جیسے جسد خاکی رکھنے والے انسان کے ساتھ مانوس ہوتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کا مبعوث ہونا فطرت اور عقل کے تقاضے کے مطابق تھا اور جب مبعوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حکم دیا کہ آپ لوگوں کو آخرت کے دن کے عذاب سے ڈرائیں اور مومنوں کو خوش خبری دیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ایمان اور عمل صالح کا اچھے سے اچھا بدلہ دے گا اور شافع محشر محمد ﷺ ان کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن کفار قریش نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو کہنے لگے کہ یہ آدمی تو صریح جادوگر ہے اور یہ قرآن کھلا جادو ہے جو انسانوں کو مسحور کر دیتا ہے، یہ آسمان سے نازل شدہ اللہ کی کتاب نہیں ہے۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَہُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ : ''قَدَمَ صِدۡقٍ'' کا مطلب بلند مرتبہ، احسن اور وہ اعمال صالحہ ہیں جو ایک مومن آگے بھیجتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنۡ یَّاۡتِہٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمُ الدَّرَجٰتُ

الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰهٰ : ٧٥، ٧٦] ''اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ٥٤، ٥٥] ''بے شک بچ کر چلنے والے باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔''

قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ : یعنی ان کے بیان میں جو جادو ہے وہ ان کے جادوگر ہونے کا نتیجہ ہے نہ کہ رسول ہونے کا، ارشاد فرمایا: ﴿ صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ﴾ [صٓ : ١ تا ٢] ''صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ۝ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَ قَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الصافات : ١٢ تا ١٥] ''بلکہ تو نے تعجب کیا اور وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ اور جب انھیں نصیحت کی جائے وہ قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو خوب مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ صاف جادو کے سوا کچھ نہیں۔''

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

''بے شک تمھارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد، وہی اللہ تمھارا رب ہے، سو اس کی عبادت کرو۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟''

اس آیت سے ربوبیت کے دلائل اور ان کے نتائج کا آغاز ہو رہا ہے۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ ایام میں پیدا کیا، یعنی یہ کائنات از خود وجود میں نہیں آ گئی، جیسا کہ دہریوں کا خیال ہے۔ پھر عرش پر قرار پکڑا۔ پھر وہ کائنات کو پیدا کر کے بیٹھ نہیں گیا، جیسا کہ بعض گمراہ لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اس کا پورا انتظام چلا رہا ہے۔ شمس و قمر اور ستارے سب اسی کے حکم کے مطابق گردش کر رہے ہیں۔ اس کا رعب و دبدبہ اور اس کا تصرف اتنا زیادہ ہے کہ کوئی اس کے سامنے کسی دوسرے کی سفارش بھی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، الا یہ کہ وہ خود ہی کسی کی سفارش کی اجازت دے۔ لہٰذا ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ اس با اختیار اور مقتدر ہستی کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، کیونکہ وہی تمھارا پروردگار ہے۔

مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ : ارشاد فرمایا : ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرۃ : ۲۵۵] ''کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ [النجم : ۲۶] ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ﴾ [سبا : ۲۳] ''اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے۔''

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۝

''اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ ہے سچا۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔''

یعنی جس اللہ نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے اور وہ دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ کام اس کے لیے پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہے اور تمھیں دوبارہ پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دارِ فانی میں جس کسی نے ایمان لا کر اچھے کام کیے ہوں انھیں اس کا اچھا بدلہ دیا جائے، اور جس نے برے کام کیے ہیں انھیں برا بدلہ دیا جائے۔

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ : یعنی وہ اپنی ہر مخلوق کو دوبارہ اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے پہلی بار پیدا فرمایا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ [الروم : ۲۷] ''اور وہی ہے جو خلق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور وہ اسے زیادہ آسان ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم نے مجھے گالی دی، حالانکہ اسے زیبا نہیں کہ وہ مجھے گالی دے اور اس نے میری تکذیب کی، حالانکہ اسے یہ بھی زیبا نہیں تھا۔ اس کی گالی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا بیٹا ہے اور اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلی بار پیدا کیا، دوبارہ (موت کے بعد) وہ مجھے زندہ نہیں کر سکے گا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی : ﴿ وهو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہ وھو أھون علیہ ﴾ : ۳۱۹۳]

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ : یعنی کفر و انکار کے سبب انھیں قیامت کے دن دوزخ کی لپیٹ اور کھولتے ہوئے گرم پانی اور سیاہ دھوئیں کے بادلوں کی صورت میں مختلف قسم کے عذاب دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴾ [صٓ : ۵۷، ۵۸] ''یہ ہے (سزا) سو وہ اسے چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور دوسری اس کی ہم شکل کئی قسمیں۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴾ [الرحمٰن : ۴۳، ۴۴] ''یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔''

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے (صرف) آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب أھون أھل النار عذابًا : ۲۱۱]

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ (سب کچھ) نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نشانیوں کو بیان کیا ہے جنھیں اس نے پیدا فرمایا اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کے لیے نشان بنا دیا ہے، مثلاً اس نے سورج سے نکلنے والی شعاعوں کو ضیا بنا دیا اور چاند سے نکلنے والی شعاعوں کو نور بنا دیا، دن کو اس نے سورج کا راج قائم کر دیا اور رات کو چاند کا۔ پھر چاند کی اس نے منزلیں مقرر فرما دیں کہ ابتدا میں جب چاند طلوع ہوتا ہے تو بہت چھوٹا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ اس کے وجود اور اس کے نور میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ بدرِ کامل، یعنی چودھویں رات کا چاند بن جاتا ہے، پھر وہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مہینے کے پورا ہونے پر وہ اپنی پہلی اور ابتدائی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۸ تا ۴۰] ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند، ہم نے اس کی منزلیں مقرر کر دیں، یہاں تک

کہ وہ دوبارہ پرانی (کھجور کی) ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔‘‘

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سورج اور چاند کو گرہن کسی کی موت و حیات کی وجہ سے نہیں لگتا، بلکہ یہ تو اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب صلاۃ الکسوف، باب لا تنکسف الشمس لموت أحد ولا لحیاتہ : ۱۰۵۸۔ مسلم، کتاب صلاۃ الکسوف، باب صلاۃ الکسوف : ۹۰۱/۶]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گرہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو مقرر کیا (کہ وہ یہ اعلان کرے) «اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ» ’’نماز جمع کرنے والی ہے (یعنی نماز کے لیے جمع ہو جاؤ)۔‘‘ [مسلم، کتاب صلاۃ الکسوف، باب صلوۃ الکسوف : ۹۰۱/۴]

مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ : یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے عبث پیدا نہیں کیا، بلکہ اس میں عظیم الشان حکمت و مصلحت کار فرما ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴾ [صٓ : ۲۷] ’’اور ہم نے آسمان و زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بے کار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴾ [المؤمنون : ۱۱۵، ۱۱۶] ’’تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمھیں بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہے اللہ، جو سچا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، عزت والے عرش کا رب ہے۔‘‘

اِنَّ فِيْ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝

’’بے شک رات اور دن کے بدلنے میں اور ان چیزوں (میں) جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں، یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔‘‘

یعنی رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد پورے انتظام کے ساتھ آتے رہنا اور کبھی اس میں کوئی خلل واقع نہ ہونا، دونوں کا کبھی چھوٹا اور بڑا ہونا، رات کی تاریکی اور دن کی روشنی، فضا میں تیرتے کواکب و سیارات، ہوائیں اور بارش، انسان اور حیوان، خشکی اور تری، پہاڑ اور وادیاں اور شجر و حجر، سب یقیناً اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی کمال قدرت اور اس کی عظیم ترین سلطنت پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ انسان صرف اس کی عبادت کرے، اسی سے

غایت درجہ کی محبت رکھے، اسی سے ڈرے، اسی سے امید رکھے اور ہر حال میں اس کا شکر گزار رہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘

وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ : یعنی وہ نشانیاں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ﴾ [یوسف : ١٠٥] ’’اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے گزرتے ہیں اور وہ ان سے بے دھیان ہوتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ﴾ [سبا : ٩] ’’تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان و زمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔‘‘

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ
عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ ﴿٧﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ
النَّعِيمِ ﴿٩﴾ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ
أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾

’’بے شک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اس کے بدلے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان کی دعا ان میں یہ ہوگی ’’پاک ہے تو اے اللہ!‘‘ اور ان کی آپس کی

دعا ان (باغات) میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

یوم آخرت کے ذکر کے بعد اس کے منکرین اور پھر اس پر یقین رکھنے والوں کے حالات بیان کیے جا رہے ہیں۔ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے، دنیا کی زندگی ہی پر شاداں و فرحاں رہتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر نہیں کرتے ان کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے جہنم بتایا ہے اور جو لوگ ایمان اور عمل صالح کی راہ اختیار کرتے ہیں، اللہ انھیں ان کے ایمان کی بدولت جنتوں تک پہنچا دے گا جن میں ان کے قدموں تلے نہریں جاری ہوں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اہل جنت کی دعا اللہ کی تسبیح و تقدیس ہوگی۔ اس لیے کہ جب وہاں انھیں ہر قسم کی نعمتیں مل جائیں گی اور امروز فردا کے اندوہ و غم سے یکسر آزاد ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر اللہ کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہیں گے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے پھریں گے۔ اور اپنی دعا کے اختتام پر ''الحمد للہ رب العالمین'' کہا کریں گے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کے افراد کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند، جنت میں نہ تو انھیں تھوک آئے گا، نہ ناک کی ریزش، نہ پاخانہ، ان کے برتن سونے کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا رہے گا، ان کا پسینا مشک (جیسا خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی، لطافت حسن کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا، نہ اہل جنت میں آپس میں اختلاف ہوگا اور نہ بغض و کدورت، سب کے دل ایک ہوں گے، وہ صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کریں گے۔'' [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة : ٣٢٤٥۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ: ٢٨٣٤/١٧]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جنتی جنت میں کھائیں گے اور پییں گے، لیکن نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔'' صحابہ نے پوچھا کہ جو کھانا وہ کھائیں گے وہ کہاں جائے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ''بس ڈکار آئے گا اور پسینا آئے گا، جس سے خوشبو مشک کی طرح آئے گی (اور ان کا کھانا تحلیل ہو جائے گا)، انھیں تسبیح اور تحمید اس طرح سکھائی جائے گی جس طرح تمھیں سانس لینا سکھایا جاتا ہے۔'' [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في صفات الجنة و أهلها ...... الخ : ٢٨٣٥]

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴾ [إبراهيم : ٢٣] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال

کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی۔" اور فرمایا: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ ا۟لَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴾ [مریم : ٦٠ تا ٦٢] "مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔ وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے مگر سلام اور ان کے لیے اس میں ان کا رزق صبح و شام ہوگا۔"

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۱

"اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلدی دے انھیں بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح تو یقیناً ان کی طرف ان کی مدت پوری کر دی جائے۔ تو ہم ان لوگوں کو جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔"

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جس طرح انسان خیر کے طلب کرنے میں جلدی کرتا ہے، اسی طرح وہ شر (عذاب) کے طلب کرنے میں بھی جلدی کرتا ہے۔ وہ اللہ کے پیغمبروں سے کہتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے کر آؤ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان کے اس مطالبہ کے مطابق ہم جلدی عذاب بھیج دیتے تو کبھی کے یہ موت اور ہلاکت سے دوچار ہو چکے ہوتے، لیکن ہم مہلت دے کر انھیں پورا موقع دیتے ہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ جس طرح انسان اپنے لیے خیر اور بھلائی کی دعائیں مانگتا ہے، جنھیں ہم قبول کرتے ہیں، اسی طرح جب انسان غصے یا تنگی میں ہوتا ہے تو اپنے لیے اور اپنی اولاد وغیرہ کے لیے بد دعائیں کرتا ہے، جنھیں ہم اس لیے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ زبان سے تو ہلاکت مانگ رہا ہے مگر اس کے دل میں ایسا ارادہ نہیں ہے، لیکن اگر ہم انسانوں کی بد دعاؤں کے مطابق انھیں فوراً ہلاکت سے دوچار کرنا شروع کر دیں، تو پھر جلد ہی یہ لوگ موت اور تباہی کا منہ دیکھ لیا کریں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ظالم ہوں گے اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لائیں گے اللہ انھیں کفر و طغیان میں یونہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دے گا۔

وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندے کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے، جب تک وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔" لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! جلدی کرنے کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یوں کہے کہ میں نے دعا کی، پھر

دعا کی، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ وہ قبول ہو، پھر نا امید ہو جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔" [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی ما لم یعجل : ۲۷۳۵/۹۲]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی جانوں، اپنی اولادوں، اپنے خادموں اور اپنے مالوں کے لیے بددعا نہ کرو، (ایسا نہ ہو) کہ تمھاری زبان سے ایسے وقت میں بددعا نکلے جس میں دعا قبول کی جاتی ہے اور تمھاری بددعا قبول ہو جائے۔" [أبو داؤد، کتاب الوتر، باب النهی أن یدعو الإنسان علی أهله و ماله : ۱۵۳۲]

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲

"اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

یہ انسان کی اس حالت کا تذکرہ ہے جو انسانوں کی اکثریت کا شیوہ ہے، بلکہ بہت سے اللہ کو ماننے والے بھی اس کوتاہی کا عام ارتکاب کرتے ہیں کہ مصیبت کے وقت تو خوب اللہ اللہ کی جا رہی ہے، لمبی چوڑی دعائیں ہو رہی ہیں، توبہ و استغفار کا اہتمام کیا جا رہا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ مصیبت کا وہ کڑا وقت نکال دیتا ہے تو پھر بارگاہِ الٰہی میں دعا و تضرع سے بھی غافل ہو جاتے ہیں اور اللہ نے ان کی دعائیں قبول کر کے انھیں جس ابتلا اور مصیبت سے نجات دی، اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق انھیں نصیب نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴾ [حم السجدة : ۵۱] "اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو (لمبی) چوڑی دعا والا ہے۔" اور فرمایا: ﴿ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۹] "پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے، بلکہ وہ ایک آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [هود : ۱۰، ۱۱] "اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک اعمال کیے، یہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔"

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی کتنا باعث تعجب ہے کہ یقیناً اس کے ہر معاملہ میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور یہ فضیلت مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہے (وہ اس طرح) کہ اگر اسے کوئی راحت وخوشی نصیب ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے، تو یہ اس کے لیے بھلائی ہی بھلائی ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف وغم پہنچتا ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ (صبر کرنا) بھی اس کے لیے باعث خیر ہی ہے۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير : ٢٩٩٩]

وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جب انھوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔''

قرن کے معنی ایک عہد کے لوگ ہیں اور یہاں قرون سے ایسی اقوام مراد ہیں جنھوں نے اپنے اپنے دور میں عروج حاصل کیا تھا اور وہ اقوام عالم میں نامور شمار ہوتی تھیں اور ہلاک کرنے سے یہی مراد نہیں کہ ان پر کوئی ارضی وسماوی عذاب وغیرہ بھیج کر ان کی نسل تک کو تباہ کر ڈالا گیا تھا، بلکہ ہلاکت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جتنا اس قوم نے عروج حاصل کیا تھا اتنا ہی وہ زوال پذیر ہو جائے، حتیٰ کہ اتنی قعر مذلت میں گرے کہ اقوام عالم میں وہ شمار کے قابل بھی نہ رہے، یعنی ان کے گناہوں کی پاداش میں بتدریج اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴾ [ق : ٣٦] ''اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚۖ وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ وَ كُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ٣٧ تا ٣٩] ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَ مَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴾ [سبا : ٤٥] ''اور ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں

پہنچے جو ہم نے انھیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا؟‘‘

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

’’پھر ان کے بعد ہم نے تمھیں زمین میں جانشین بنا دیا، تاکہ ہم دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔‘‘

آیت میں خطاب ان مشرکین عرب سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں موجود تھے کہ گزشتہ اقوام کے بعد اللہ نے تمھیں زمین کا مکین بنایا، تاکہ تمھیں بھی آزمائے اور معلوم کرے کہ تم لوگ اس کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کرتے ہو یا نہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’یقیناً دنیا میٹھی، مزے دار اور سبز ہے (جیسے تازہ میوہ) اور اللہ تعالیٰ اس میں تمھیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال سرانجام دیتے ہو، دنیا سے ہوشیار رہو اور عورتوں سے ہوشیار رہو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کا آیا تھا۔‘‘ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب أکثر أهل الجنة الفقراء …… الخ : ۲۷۴۲]

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

’’اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کوئی قرآن اس کے سوا لے آ، یا اسے بدل دے۔ کہہ دے میرے لیے ممکن نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں پیروی نہیں کرتا، مگر اسی کی جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔‘‘

نبی کریم ﷺ جب مشرکین کے سامنے قرآن کریم کی ان آیتوں کی تلاوت فرماتے جن میں توحید باری تعالیٰ کا اثبات اور شرک باللہ کی تردید ہوتی، تو قیامت اور جزا و سزا کا انکار کرنے والے مشرکین بطور چیلنج یا بطور استہزا آپ سے کہتے کہ اس قرآن کے علاوہ اور قرآن لاؤ جس میں ہمارے بتوں کی عیب جوئی نہ ہو، یا ان آیتوں کے بدلے جن سے ہمیں تکلیف پہنچتی ہے دوسری آیتیں لے آؤ، جنھیں سن کر ہمیں تکلیف نہ پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں آپ کو یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں اس میں اپنی طرف سے ایک حرف کی تبدیلی نہیں لا سکتا۔ میں تو اللہ کا حکم بجا لانے والا ایک بندہ اور محض پیغمبر ہوں۔ میں تو صرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی اتباع کرتا ہوں۔ اگر میں نے اللہ کی نافرمانی

کی تو قیامت کے دن عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ : رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا تھا کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا جا رہا ہے اور جس چیز کے اعلان کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ اسے بے کم و کاست پہنچا دیجیے، ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴾ [المائدۃ : ٦٧] ”اے رسول! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خبردار! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ حقوق اللہ کی نگہداشت کرنے والا ہوں۔“ [بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح : ٥٠٦٣]

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾

”کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ وہ تمھیں اس کی خبر دیتا، پس بے شک میں تم میں اس سے پہلے ایک عمر رہ چکا ہوں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

فرمایا کہ میں تمھارے سامنے قرآن کریم کی تلاوت اللہ کے ارادے اور اس کی مشیت کے مطابق کرتا ہوں، اگر اللہ چاہتا کہ نہ کروں تو میں نہیں کر سکتا تھا اور یہ قرآن میری طرف سے نہیں ہے، میں تو پیدائش سے لے کر بعثت تک پورے چالیس سال تمھارے درمیان رہا ہوں۔ میری صداقت و امانت کے چرچے تم میں سے ہر ایک کی زبان پر ہیں اور مجھے پڑھنا لکھنا بھی نہیں آتا، اب جب اللہ نے مجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا تو اس کا نازل کردہ قرآن تمھیں سنانے لگا ہوں۔ کیا ان تمام دلائل و قرائن سے تم اس نتیجہ پر نہیں پہنچے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، میری یا کسی اور کی من گھڑت بات نہیں ہے؟ الغرض رسول اللہ ﷺ کی گزشتہ زندگی خود آپ کی نبوت کی زندہ شہادت ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا: ﴿ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ [العنکبوت : ٤٨] ”اور تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت باطل والے لوگ ضرور شک کرتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ [الشوریٰ : ٥٢، ٥٣] ”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف

اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات دریافت کرتے ہوئے پوچھا، کیا دعوائے نبوت سے پہلے کبھی (کسی موقع پر) اس نے جھوٹ بولا ہے؟ تو اس نے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہا کہ نہیں، تو ہرقل نے (نتیجہ بیان کرتے ہوئے) کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ ایک شخص لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور بہتان باندھے۔[بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ﷺ : ۷]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ترجمانِ کسریٰ سے کہا تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک نبی بھیجا ہے، جو ہم میں سب سے زیادہ شرف والا، حسب نسب میں ہم سب سے ممتاز اور گفتگو میں سب سے زیادہ سچا ہے، اس کے والدین کو ہم جانتے ہیں۔[مصنف ابن أبي شيبة : ۱۶/۷، ح : ۳۳۷۸۲۔ بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة ...... الخ : ۳۱۵۹]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا اور آپ کی عمر چالیس سال تھی، تو آپ مکہ میں تیرہ سال رہے، پھر آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا گیا، تو آپ نے مدینہ میں دس سال گزارے اور جب آپ فوت ہوئے تو آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب مبعث النبی ﷺ : ۳۹۰۲، ۳۸۵۱]

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔''

یہ بھی مشرکین کی گزشتہ استہزا آمیز بات کی تردید کا ایک حصہ ہے کہ اس آدمی سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے؟ جیسا کہ مسیلمہ کذاب، سجاح اور اسود عنسی وغیرہ نے کیا تھا، یا جب اللہ کے سچے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے اس کی آیتیں اس تک پہنچیں تو ان کی تکذیب کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۳۲] ''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟''

اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ [الأنعام : ۹۳] ''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔''

سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو لوگ آپ کی زیارت کے لیے گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا، آپ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا، پاس گیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ سنا: ''لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' [ترمذی، كتاب صفة القيامة، باب حديث أفشوا السلام : ۲٤۸۵۔ ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب إطعام الطعام : ۳۲۵۱]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس نے اونٹ کو مسجد میں بٹھا کر باندھ دیا۔ پھر پوچھنے لگا، (بھائیو!) تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت لوگوں میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سفید رنگ والے بزرگ ہیں، جو تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرما ہیں۔ تب وہ آپ سے مخاطب ہوا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند! آپ نے فرمایا: ''کہو! میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔'' وہ بولا، میں آپ سے کچھ باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں اور پوچھنے میں ذرا سختی بھی ہوگی، تو آپ اپنے دل میں میرے بارے میں کوئی برا خیال نہ لائیے گا۔ آپ نے فرمایا: ''جو تمھارا دل چاہے پوچھو۔'' تب اس نے کہا، میں آپ کے رب اور اگلے لوگوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو اللہ نے دنیا کے سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر اس نے کہا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا اللہ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر کہنے لگا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے رکھو؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' پھر کہنے لگا، میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ہم میں سے جو مال دار لوگ ہیں ان سے زکوۃ وصول کر کے ہمارے محتاجوں میں بانٹ دیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اللہ کی قسم!'' تب وہ شخص کہنے لگا، جو احکام آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں، میں ان پر ایمان لایا اور میں اپنی قوم کے لوگوں کی طرف سے تحقیق کے لیے آیا ہوں، میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور میں بنی سعد بن بکر کے خاندان سے ہوں۔ [بخاری، كتاب العلم، باب القراءة والعرض على المحدث : ٦۳]

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۱۸

''اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔''

مشرکین عرب کی کم عقلی کا ماتم کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے بجائے ان بتوں کی پوجا کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع اور ان کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک ان کے سفارشی بنیں گے، تاکہ وہ انھیں عذاب نہ دے، یا یہ مراد ہے کہ ان کی سفارش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی دنیاوی حالت ٹھیک کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان کا جواب اس طرح دینے کو کہا کہ کیا تم اس بات کی خبر دے رہے ہو کہ اللہ کی اجازت کے بغیر تمھارے کچھ سفارشی ہیں، حالانکہ اللہ کو اس کی خبر نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں رہنے والی اس کی مخلوقات میں سے کوئی اس کا شریک یا اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے حضور سفارش کرنے والا ہے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ : نفع و نقصان پہنچانا تو صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدة : ٧٦] ''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' یہ معبودانِ باطلہ کسی کو کیا نفع و نقصان پہنچائیں گے، یہ تو خود اپنے آپ کو نقصان سے نہیں بچا سکتے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴾ [الفرقان : ٣] ''اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔''

وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ : مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نفع و نقصان کا مالک تو اللہ ہی ہے، ان کے شرکاء صرف سفارشی ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ ہم براہِ راست اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے، اس لیے ان شرکاء کو وسیلہ بناتے ہیں اور اسی لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ [الزمر : ٣] ''خبردار! خالص دین صرف اللہ ہی کا حق ہے اور وہ لوگ جنھوں نے

اس کے سوا اور حمایتی بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ ان کے درمیان اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا ہو، بہت ناشکرا ہو۔"

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

"اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی تو ان کے درمیان اس بات کے بارے میں ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ان کی ابتدائے آفرینش ہی سے صرف دین توحید کا متبع بنایا تھا، پھر مرور زمانہ کے ساتھ انھی میں سے کچھ لوگوں نے دینِ فطرت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی اتباع شروع کر دی اور بتوں کی پرستش کرنے لگے اور مختلف جماعتوں میں بٹ گئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کھاتے ہوئے انبیاء مبعوث کیے، جنھوں نے انھیں توحید کی دعوت دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اللہ کا پہلے سے یہ فیصلہ نہ ہوتا کہ وہ کسی کو بغیر حجت تمام ہوئے عذاب نہیں دیتا اور یہ کہ اللہ نے جزا و سزا کو قیامت کے دن تک مؤخر کر دیا تو اس دنیا ہی میں کافروں کو ہلاک کر دیتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [البقرة : ۲۱۳] "لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا آدم علیہ السلام پیغمبر تھے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی فرمایا تھا۔" وہ پھر پوچھنے لگا کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: "دس صدیاں یا نسلیں۔" [مستدرك حاكم : ۲۶۲/۲، ح : ۳۰۳۹]

وَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۠﴿۲۰﴾

ع

’’اور وہ کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتاری گئی؟ سو کہہ دے غیب تو صرف اللہ کے پاس ہے، پس انتظار کرو، بے شک میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔‘‘

مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کبر و غرور میں کہا کہ قرآن اور دیگر معجزات کی بجائے کوئی ایسی نشانی لاؤ جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر مردہ کو زندہ کرو، یا پہاڑ کو سونا بنا دو، یا آسمان سے تمھارے لیے کوئی مزین گھر اتار دیا جائے، تاکہ ہم تمھاری نبوت کی تصدیق کر سکیں، تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ آپ ان کے جواب میں کہیں کہ کسی نشانی کا نازل ہونا غیبی بات ہے، جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ مجھے یا تمھیں یا کسی اور مخلوق کو اس کا علم نہیں ہے، تو میں تمھاری مرضی کے مطابق کیسے کوئی نشانی لا سکتا ہوں؟ البتہ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ اللہ کس کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ معجزہ نازل کرنے میں تاخیر کی ضرور کوئی مصلحت ہے، جب اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہو گی معجزہ نازل فرما دے گا۔ مزید برآں معجزہ کے نازل ہونے کے بعد بھی تمھارے ایمان کی کوئی توقع نہیں، اس وقت بھی کوئی بہانہ کر دو گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ [الأنعام : ۷] ’’اور اگر ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کوئی چیز اتارتے، پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو یقیناً وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۱۱] ’’اور اگر واقعی ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مردے گفتگو کرتے اور ہم ہر چیز ان کے پاس سامنے لا جمع کرتے تو بھی وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر جہالت برتتے ہیں۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا نیچے آ گیا۔ آپ نے (ان لوگوں سے جو اس وقت موجود تھے) فرمایا: ’’دیکھو! گواہ رہنا۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وانشق القمر ...... الخ ﴾ : ۴۸۶۴]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے آپ سے کہا کہ کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے انھیں چاند کا پھٹنا دکھایا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وانشق القمر ...... الخ ﴾ : ۴۸۶۷]

وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ

اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾

’’اور جب ہم لوگوں کو کوئی رحمت چکھاتے ہیں کسی تکلیف کے بعد، جو انھیں پہنچی ہو، تو اچانک ان کے لیے ہماری آیات کے بارے میں کوئی نہ کوئی چال ہوتی ہے۔ کہہ دے اللہ چال میں زیادہ تیز ہے۔ بے شک ہمارے بھیجے ہوئے لکھ رہے ہیں جو تم چال چلتے ہو۔‘‘

جو مشرکین مکہ کفر و عناد کی وجہ سے اپنی من مانی نشانی کا مطالبہ کرتے ہیں ان کے خبث باطن اور اللہ کے ساتھ ان کی بدعہدی کا حال یہ ہے کہ جب قحط سالی اور تنگی رزق کے بعد اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتے ہوئے آسمان سے بارش بھیجتا ہے اور ان کی روزی میں وسعت دیتا ہے، تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے اپنے بتوں کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کا عذاب تمھارے مکر و فریب سے زیادہ تیز ہے۔ فرشتے تمھاری سازشوں کو لکھ رہے ہیں، کوئی چیز ان سے مخفی نہیں ہے اور جب ان سے مخفی نہیں تو اللہ سے تمھاری سازشیں کیسے مخفی رہ سکتی ہیں؟ تمھیں ان کی سزا مل کر رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی ناشکری اور اس ناشکری کی سزا میں بہت جلد آنے والے عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴾ [الزمر : ۸] ’’اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے، اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس (مصیبت) کو بھول جاتا ہے، جس کی جانب وہ اس سے پہلے پکارا کرتا تھا اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کر دے۔ کہہ دے اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یقیناً تو آگ والوں میں سے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴾ [هود : ۱۰] ’’اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۹۵] ’’پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوشحالی بدل کر دے دی، یہاں تک کہ وہ خوب بڑھ گئے اور انھوں نے کہا یہ تکلیف اور خوشی تو ہمارے باپ دادا کو (بھی) پہنچی تھی۔ تو ہم نے انھیں اچانک اس حال میں پکڑ لیا کہ وہ سوچتے نہ تھے۔‘‘

اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا : یعنی وہ مذاق اڑانے اور تکذیب کرنے لگتے ہیں، جیسا کہ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں رات کو بارش ہوئی۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سوال کیا: ''جانتے ہو رات کو اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟'' صحابہ نے عرض کی، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ میرے منکر، جس نے کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہمارے لیے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور ستارے کا منکر اور جس نے کہا کہ فلاں ستارے کے فلاں جگہ آنے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرا منکر ہے اور ستارے پر ایمان رکھنے والا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب یستقبل الإمام الناس إذا سلم : ۸٤٦۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء : ۷۱]

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؗ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

''وہی ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انھیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چل پڑتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہوتے ہیں تو ان (کشتیوں) پر سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جگہ سے موج آجاتی ہے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک ان کو گھیر لیا گیا ہے، تو اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ہر عبادت کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یقیناً اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔ پھر جب اس نے انھیں نجات دے دی اچانک وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمھاری سرکشی تمھاری جانوں ہی پر ہے، دنیا کی زندگی کے فائدے کے لیے، پھر ہماری ہی طرف تمھارا لوٹ کر آنا ہے، تو ہم تمھیں بتائیں گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

اللہ کے ساتھ مشرکین کی بدعہدی کی ایک دوسری شکل یہ ہے کہ وہ کشتیوں میں سوار ہو کر موافق ہواؤں کے سہارے اپنی منزل کی طرف رواں ہوتے ہیں اور خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک طوفان کی زد میں آجاتے ہیں اور موج انھیں ہر طرف سے گھیرے میں لے لیتی ہے، تو پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور دل میں اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر انھیں موت سے نجات مل گئی تو اللہ کے شکر گزار بندے بن جائیں گے، لیکن جب انھیں اس بھنور سے

نجات ملتی ہے تو پھر سے کبر و عناد کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مخاطب کر کے کہا کہ تمھاری سرکشی تمھارے علاوہ کسی اور کو نقصان نہیں پہنچائے گی اور یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، پھر تمھیں اللہ کے پاس ہی لوٹ کر جانا ہے، جہاں اللہ تمھیں تمھارے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ : اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جو یہ کام کر سکے اور جو یہ کام نہیں کر سکتا وہ معبود و مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ [لقمان : ٣١] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں، تا کہ وہ تمھیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر بڑے صابر، بڑے شاکر کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔“

وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٦٥، ٦٦] ”پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تا کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس کی ناشکری کریں اور تا کہ فائدہ اٹھا لیں، سو عنقریب وہ جان لیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴾ [لقمان : ٣٢] ”اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔“

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چار آدمیوں اور دو عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ جہاں پائے جائیں قتل کر دیے جائیں۔ ان میں سے ایک عکرمہ بن ابوجہل بھی تھے۔ عکرمہ نے یہ سنا تو سمندر کے راستے راہِ فرار اختیار کی، لیکن جب سفر شروع ہوا تو کشتی والوں کو تند و تیز ہوا نے آ لیا۔ کشتی والے کہنے لگے کہ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو، کیونکہ اس وقت یہاں تمھارے (خود ساختہ) معبود تمھارے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ عکرمہ نے (دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم! اگر سمندر میں نجات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات دے سکتی ہے تو پھر خشکی میں بھی اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا، اے اللہ! اگر تو نے مجھے اس طوفان سے نجات دے دی تو میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا، کیونکہ میں انھیں بہت زیادہ درگزر کرنے والا، مہربان پاتا

ہوں۔ چنانچہ وہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ [نسائی، کتاب تحریم الدم، باب الحکم فی المرتد : ۴۰۷۲]

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ : یعنی اپنی اس بغاوت کا مزہ تم خود ہی چکھو گے، تم اس سے کسی اور کو نقصان نہیں پہنچا سکو گے، جیسا کہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں بھی جلدی دے دے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اس کی سزا باقی رکھے، سوائے ظلم و زیادتی اور قطع رحمی کے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی النھی عن البغی : ۴۹۰۲۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب فی عظم الوعید علی البغی وقطعیة الرحم : ۲۵۱۱]

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۴

''دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہو گئی اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔''

اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی کی مثال بیان کی گئی ہے، جس طرح نباتات پر جوبن آتا ہے، پھلوں اور پھولوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، جو زمین کے اس قطعہ کو خوب زینت بخشتے ہیں، اسی طرح انسانوں پر جوانی آتی ہے جب اسے دنیا کی ہر چیز حسین نظر آنے لگتی ہے اور وہ دنیا کی رعنائیوں میں پوری طرح اپنا دل لگا لیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اب کچھ دن مزے اور عیش و آرام سے گزاریں گے اور زندگی کا لطف اٹھائیں گے تو اتنے میں اسے اللہ کا حکم یعنی موت اچانک آ لیتی ہے اور جس طرح کھیتی پر ناگہانی آفت آنے یا اس کے کٹ جانے کے بعد چند دنوں تک اس کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح مر جانے والا انسان بھی تھوڑی مدت کے بعد لوگوں کے دلوں سے محو ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے جب اس کا نام و نشان تک دنیا سے مٹ جاتا ہے۔

سورۂ ''القلم'' میں اللہ تعالیٰ نے چند باغ والوں کا قصہ بیان کیا ہے، جس سے دنیا کی بے ثباتی اور ناگہانی عذاب کا عبرت انگیز نقشہ سامنے آتا ہے۔ باغ والے پھلوں کے تیار ہو جانے کے بعد انھیں توڑنے پر اپنے آپ کو قادر سمجھتے تھے، لیکن

وہ غلطی پر تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۙ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۙ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۙ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۙ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [القلم : ۱۷ تا ۳۳] ’’یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے اور وہ کوئی استثنا نہیں کر رہے تھے۔ پس اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا، جب کہ وہ سوئے ہوئے تھے۔ تو صبح کو وہ (باغ) کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے کہ آج اس (باغ) میں تمھارے پاس کوئی مسکین ہرگز داخل نہ ہونے پائے اور وہ صبح سویرے پختہ ارادے کے ساتھ اس حال میں نکلے کہ (اپنے خیال میں پھل توڑنے پر) قادر تھے۔ پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا، بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم بدنصیب ہیں۔ ان میں سے بہتر نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے، بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ پھر ان کا ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوا، آپس میں ملامت کرتے تھے۔ انھوں نے کہا، ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً (اب) ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ اسی طرح (ہوتا) ہے عذاب اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [الحدید : ۲۰]

’’جان لو کہ بے شک دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشتکاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں بڑا ناز و نعمت میں پلا ہوگا اور اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کبھی کوئی خیر و بھلائی دیکھی! کیا تجھ پر کبھی کوئی چین کا لمحہ بھی آیا؟ وہ جواب دے گا، نہیں، (کبھی نہیں) اللہ کی قسم! اے میرے رب! (اسی طرح) پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں سب لوگوں سے زیادہ تکالیف و مصائب میں زندگی گزاری ہوگی، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے (دنیا میں) کوئی تکلیف دیکھی، کیا تجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ بھی آیا؟ تو وہ جواباً کہے گا، نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! میں نے کبھی کوئی تکلیف نہیں دیکھی، مجھ پر کبھی کوئی مشکل لمحہ نہیں آیا۔'' [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ أنعم أهل الدنيا فی النار …… الخ : ۲۸۰۷]

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵

''اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔''

دنیا کی بے ثباتی بیان کرنے کے بعد اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی ہے جو امن و سلامتی کا گھر ہے، جہاں اہل جنت کو کوئی پریشانی اور کوئی مصیبت لاحق نہیں ہوگی، ارشاد فرمایا: ﴿ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۲۱] ''یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۵ تا ۱۲۷] ''تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ تمھارے رب کا راستہ ہے سیدھا۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ انھی کے لیے ان کے رب کے ہاں سلامتی کا گھر ہے اور وہ ان کا مددگار ہے، ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل شاہ روم کو اپنے خط میں تحریر فرمایا تھا: ''میں تمھیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمھیں دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔'' [بخاری،

كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ : ۷ـ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي ﷺ إلى هرقل ملك الشام يدعوه إلى الإسلام : ۱۷۷۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں فرشتے (جبرائیل اور میکائیل) حاضر ہوئے، آپ اس وقت استراحت فرما رہے تھے، ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا (ان کی) آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے، پھر وہ کہنے لگے کہ تمھارے ان صاحب (یعنی رسول کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے، اسے وہ مثال تو بیان کرو۔ ایک نے کہا یہ تو سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور (لوگوں کی دعوت کے لیے) کھانا پکایا، پھر ایک بلانے والے کو (لوگوں کے پاس) بھیجا۔ پس جس شخص نے اس بلانے والے کے کہنے کو قبول کیا وہ تو مکان میں بھی داخل ہوگا اور کھانا بھی کھائے گا اور جو بلانے والے کے کہنے کو قبول نہ کرے گا، وہ نہ تو مکان میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا۔ پھر انھوں نے کہا کہ اس کے لیے اس کی توضیح کرو، تاکہ یہ سمجھ جائیں۔ تو ایک کہنے لگا، یہ تو سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے مگر دل بیدار ہے۔ پھر انھوں نے (اس مثال کی توضیح کو اس طرح) بیان کیا کہ وہ مکان جنت ہے اور اس کی طرف بلانے والے "محمد ﷺ" ہیں، جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو درحقیقت اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور محمد ﷺ (اچھے اور برے) لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔" [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله ﷺ : ۷۲۸۱]

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾

"جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

اسلام کی دعوت آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے، ایک جماعت نے اس دعوت کو قبول کیا، دنیا کی رنگینیوں اور خواہشاتِ نفس سے ہٹ کر اللہ کی رضا جوئی کو اپنا مقصد حیات بنایا اور اس کی اس طرح عبادت کی کہ جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہے ہوں۔ ایسے مومنین مخلصین کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی خوش خبری دی ہے اور اس سے بھی عظیم تر نعمت دیدار کا وعدہ کیا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ۱۷۳] "پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو وہ انھیں ان کے

اجر پورے دے گا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی دے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [النور : ۳۸] ”تاکہ اللہ انھیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔“

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾ اور فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو! تم سے اللہ کا ایک وعدہ (ابھی باقی) ہے، وہ چاہتا ہے کہ اسے بھی پورا کر دیا جائے۔ تو وہ کہیں گے، وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا اس نے ہمارے میزان بھاری نہیں کر دیے؟ کیا اس نے ہمارے چہروں کو نورانی نہیں کر دیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ (وعدے تو سب پورے ہو چکے)۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت ان کے لیے حجاب کو ہٹا دیا جائے گا اور وہ اپنے پروردگار کا دیدار کریں گے۔“ پھر فرمایا: ”اللہ کی قسم! انھیں اب تک کوئی ایسی نعمت عطا نہیں ہوئی ہو گی جو انھیں اس دیدار سے زیادہ محبوب ہو اور اس میں ان کی آنکھوں کے لیے زیادہ ٹھنڈک ہو۔“ [مسند أحمد : ۴/ ۳۳۳، ح : ۱۸۹۶۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب إثبات رؤیة المؤمنین فی الآخرة ربهم : ۱۸۱]

وَ الَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

”اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں، کسی بھی برائی کا بدلہ اس جیسا ہوگا اور انھیں بڑی ذلت ڈھانپے گی، انھیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا، گویا ان کے چہروں پر رات کے بہت سے ٹکڑے اوڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ وہ اندھیری ہے۔ یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

جن لوگوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرا دیا، دنیا کی رنگینیوں میں کھو گئے اور شرک و معاصی کا ارتکاب کیا، ایسے لوگوں کو اللہ نے جہنم کی خوش خبری دی ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی ذلت و رسوائی نہیں ہوگی اور اللہ کے اس عذاب سے کوئی انھیں نہیں بچا سکے گا۔

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ كَلَّا لَا وَزَرَ ۭ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴾ [القیامة : ۱۰ تا ۱۲] ”اور انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ ہرگز نہیں، پناہ کی جگہ کوئی نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا ٹھہرنا ہے۔“

كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا : یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ آخرت میں ان کے چہرے کالے سیاہ پڑ جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٠٦، ١٠٧] ''جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو عذاب چکھو، اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور رہے وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴾ [القيامة : ٢٢ تا ٢٥] ''اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھنے والے اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ وہ یقین کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والی (سختی) کی جائے گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴾ [عبس : ٣٨ تا ٤١] ''کچھ چہرے اس دن روشن ہوں گے۔ ہنستے ہوئے، بہت خوش۔ اور کچھ چہرے، اس دن ان پر ایک غبار ہوگا۔ ان کو سیاہی ڈھانپتی ہوگی۔''

وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝٢٨ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝٢٩

''اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنھوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کافی گواہ ہے کہ بے شک ہم تمھاری عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔''

جن لوگوں نے دعوتِ اسلام کو ٹھکرا دیا اور شرک باللہ کی راہ کو اختیار کیا، جب میدانِ محشر میں اپنے شرکاء کے ساتھ اکٹھے کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ تمھیں اپنے شرک کا انجام معلوم ہو جائے۔ اس کے بعد مشرکین اور ان کے شرکاء کے آپس کے تمام تعلقات ختم کر دیے جائیں گے۔ مشرکین کو اپنے شرکاء سے کسی شفاعت کی امید باقی نہیں رہے گی اور شرکاء اپنا دامن جھٹک کر کہہ دیں گے کہ تم ہماری نہیں بلکہ شیطان کی عبادت کرتے تھے اور اللہ شاہد ہے کہ نہ ہم نے تمھیں اپنی عبادت کا حکم دیا تھا اور نہ ہم نے ایسا چاہا تھا اور نہ

ہمیں اس کا کچھ علم ہے۔ اس وقت مشرکین کی بے بسی اور حسرت و یاس کا کیا عالم ہوگا، اس کا تصور اس جہاں میں نہیں کیا جا سکتا۔ ان شرکاء میں انسان، جن، فرشتے اور پتھر کے بنے بت بھی ہوں گے۔ فرشتے، انبیاء اور نیک لوگ تو اپنی زبانوں سے اعلانِ براءت کر دیں گے اور وہ دنیا میں بھی ان شرکیہ اعمال سے راضی نہیں تھے اور جو پتھر کے بنے بت ہوں گے، انھیں بھی اللہ تعالیٰ اس دن قوت گویائی دے گا، تاکہ مشرکوں سے اعلانِ براءت کر دیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٧] ”اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انھیں اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴾ [مريم : ٩٣، ٩٤] ”آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! مرد اور عورتیں ایک دوسرے (کے ستر) کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: ”وہ وقت ایسا سخت ہوگا کہ اس چیز کا خیال بھی کوئی نہیں کرے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب الحشر : ٦٥٢٧]

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ : یعنی وہ ان کی عبادت کا انکار کر کے ان سے براءت کا اظہار کر دیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ؕ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴾ [مريم : ٨١، ٨٢] ”اور انھوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے، تاکہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف مد مقابل ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ٥، ٦] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا کہ تم میں سے جو جس چیز کی پوجا کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے، چنانچہ جو سورج کی پوجا کیا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کیا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے لگ جائے گا۔“ [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى : ﴿ وجوه يومئذ ناظرة ﴾ : ٧٤٣٧۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية : ١٨٢]

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٣٠﴾

النصف ع ٣ ٨

’’اس موقع پر ہر شخص جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور وہ اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کا حقیقی مالک ہے اور ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔‘‘

میدانِ محشر میں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور ہر آدمی پر خوف اور دہشت طاری ہوگی، ہر شخص اپنے اچھے اور برے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوگا، کچھ لوگوں کے اعمال رد کیے جا رہے ہوں گے تو کچھ کے قبول کیے جا رہے ہوں گے۔ کچھ کے نیک اعمال بہت ہی اچھی شکل میں ان کے سامنے آئیں گے اور کچھ کے برے اعمال بڑے بدشکل ہوں گے اور ہر شخص اپنے دنیاوی اعمال کو دیکھ رہا ہوگا۔ اس وقت تمام جھوٹے معبود غائب ہو چکے ہوں گے اور تمام بنی نوع انسان اپنے مولائے حقیقی کے روبرو ہوں گے جو بلا شرکتِ غیرے انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ : یعنی ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ جو عمل اس نے کیے تھے وہ من وعن محفوظ ہیں، کوئی عمل ضائع نہیں ہوا اور کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ گویا ہر شخص اپنے اعمال کو دیکھ کر اپنے انجام کے متعلق خود ہی فیصلہ کرے گا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴾ [بني إسرائيل : ١٤] ’’اپنی کتاب پڑھ، آج تو خود اپنے آپ پر بطور محاسب کافی ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ٤٩] ’’اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ٧، ٨] ’’تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔‘‘

وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ : یعنی مشرکین اللہ پر افترا باندھتے ہوئے اس کے سوا جن کی پوجا کرتے تھے، وہ سب پوجا کرنے والوں سے لاتعلق ہو کر چلتے بنیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۝ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

فِیْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴾ [المؤمن : ۷۰ تا ۷٦] ''وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سوعنقریب جان لیں گے۔ جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے اللہ کے سوا؟ کہیں گے وہ ہم سے گم ہوگئے، بلکہ ہم اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی بری جگہ ہے۔''

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ
مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

''کہہ دے کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے ''اللہ'' تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟ سو وہ اللہ ہی تمھارا سچا رب ہے، پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر کہاں پھیرے جاتے ہو؟''

میدانِ محشر میں مشرکین کی حالت زار بیان کرنے کے بعد ان کے شرک کے خلاف دلائل و براہین پیش کیے جا رہے ہیں اور انھیں دعوتِ فکر و نظر دی جا رہی ہے کہ جب تم اعتراف کرتے ہو کہ وہی ذاتِ واحد سب کا روزی رساں ہے، اسی نے سننے اور دیکھنے کی صلاحیت دی ہے، وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، یعنی پھل کو گٹھلی سے اور گٹھلی کو پھل سے، مومن کو کافر سے اور کافر کو مومن سے، انڈے کو مرغی سے اور مرغی کو انڈے سے نکالتا ہے اور وہی سارے جہاں کا تنہا مدبر ہے، تو پھر تمھیں کیسے ڈر نہیں لگتا کہ اسے چھوڑ کر غیروں کی پرستش کرتے ہو؟

اگلی آیت میں فرمایا کہ جو اللہ سارے جہاں کا پالنے والا ہے اور جو ان تمام امور کا فاعل حقیقی ہے، جن کا اوپر ذکر ہوا ہے، وہی تمھارا معبود حقیقی ہے اور حق و باطل کے درمیان کوئی تیسری راہ نہیں ہے، اس لیے اس کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں ہے۔ تو اے مشرکین! تم توحید باری تعالیٰ کی راہ چھوڑ کر کیوں شرک کی راہ پر چلے جا رہے ہو؟

<u>قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ</u> : یعنی کون ہے جو آسمان سے بارانِ رحمت کو نازل فرماتا اور اس کے ذریعے سے اپنی قدرت اور مشیت کے ساتھ زمین کو پھاڑتا اور اس سے یہ چیزیں پیدا کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ

دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۹۹] ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ : یعنی وہی تو ہے جس نے تمھیں یہ قوتِ سماعت اور یہ قوتِ بصارت عطا فرمائی ہے اور اگر وہ چاہے تو ان قوتوں کو سلب کر کے تمھیں ان سے محروم کر دے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۷۸] ''اور وہی ہے جس نے تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٦] ''کہہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تمھاری سماعت اور تمھاری نگاہوں کو لے لے اور تمھارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کون سا معبود ہے جو تمھیں یہ چیزیں لا دے؟ دیکھ ہم کیسے آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں، پھر وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔''

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۳۳

''اسی طرح تیرے رب کی بات ان لوگوں پر سچی ہوگئی جنھوں نے نافرمانی کی کہ بے شک وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

یعنی جس طرح یہ مشرکین تمام تر اعتراف کے باوجود اپنے شرک پر قائم ہیں اور اسے چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، اسی طرح تیرے رب کی یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ غلط راستہ چھوڑ کر صحیح راستہ اختیار کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں، تو توحید اور ایمان انھیں کس طرح نصیب ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا جنت کے لوگ جہنمیوں میں سے پہچانے جا چکے ہیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' اس نے کہا کہ پھر عمل کرنے والے عمل کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''ہر شخص اس کے واسطے عمل کرتا ہے جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے، یا جس کے لیے اسے سہولت دی گئی ہے۔'' [بخاري، كتاب القدر، باب جف القلم على علم الله : ٦٥٩٦]

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآىِٕكُمۡ مَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۴﴾

''کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہو، پھر اسے دوبارہ بناتا ہو؟ کہہ دے اللہ ہی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ بناتا ہے،تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟''

مشرکین کے شرک کے کھوکھلے پن کو واضح کرنے کے لیے ان سے پوچھا جا رہا ہے کہ بتلاؤ جنھیں تم اللہ کا شریک گردانتے ہو، کیا انھوں نے اس کائنات کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے؟ یا دوبارہ اسے پیدا کرنے پر قادر ہیں؟ نہیں، یقیناً نہیں، پہلی مرتبہ بھی پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور روز قیامت دوبارہ وہی سب کو زندہ کرے گا،تو پھر تم ہدایت کا راستہ چھوڑ کر کہاں پھرے جا رہے ہو؟ ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنۡ يَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَمَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴾ [النمل : ٦٤] ''یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ کہہ لاؤ اپنی دلیل،اگر تم سچے ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے اور اسے زیبا نہیں کہ وہ مجھے گالی دے اور وہ میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ اس کے لیے یہ بھی زیبا نہیں۔ اس کا گالی دینا، اس کا یہ قول ہے کہ اللہ کی اولاد ہے اور اس کی تکذیب، اس کا یہ کہنا ہے کہ اللہ مجھے پھر زندہ نہیں کرے گا، جیسے اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالٰی : ﴿ وھو الذی یبدأ الخلق ثم یعیدہٗ ...... الخ ﴾ : ۳۱۹۳]

قُلۡ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآىِٕكُمۡ مَّنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهۡدِيۡ لِلۡحَقِّ ؕ اَفَمَنۡ يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الۡحَقِّ اَحَقُّ اَنۡ يُّتَّبَعَ اَمَّنۡ لَّا يَهِدِّيۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ يُّهۡدٰى ۚ فَمَا لَكُمۡ ۟ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾

''کہہ دے کیا تمھارے شریکوں میں سے کوئی ہے، جو حق کی طرف رہنمائی کرے؟ کہہ اللہ حق کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔ تو کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرے وہ زیادہ حق دار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ، یا وہ جو خود اس کے سوا راستہ نہیں پاتا کہ اسے راستہ بتایا جائے؟ تو تمھیں کیا ہے،تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''

ان مشرکین کے خلاف ایک اور حجت قائم کی جا رہی ہے کہ اے میرے نبی ! ذرا ان سے یہ بھی تو پوچھیے کہ کیا تمھارے شرکاء میں کوئی ہے جو بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کرے؟ آپ کہہ دیجیے کہ یقیناً جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں ہے۔ وہ صرف اللہ ہے جو اس پر قادر ہے۔ تو پھر عبادت صرف اسی کی ہونی چاہیے نہ کہ ان بتوں کی جو ایک جگہ سے

دوسری جگہ منتقل ہونے میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں۔ یہ کیسی تمھاری کم عقلی ہے اور کیسا جائرانہ فیصلہ ہے؟

وَ مَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

''اور ان کے اکثر پیروی نہیں کرتے مگر ایک گمان کی، بے شک گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔''

یہ مشرکین جو بتوں کو اپنا معبود سمجھتے ہیں تو ان کے پاس اوہام و خیالات اور قیاس فاسد کے علاوہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور معلوم ہے کہ اوہام و خیالات سے حقائق نہیں بدل جاتے۔ اس لیے یہ مشرکین جان رکھیں کہ اللہ ان کے تمام مشرکانہ اعمال کو ریکارڈ میں لا رہا ہے، جن کا بدلہ قیامت کے دن انھیں ضرور دے گا۔ مشرکین کے ظن و گمان کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكْنَا وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۴۸] ''عنقریب وہ لوگ کہیں گے جنھوں نے شریک بنائے ہیں، اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شریک بناتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انھوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ کہہ کیا تمھارے پاس کوئی علم ہے کہ تم اسے ہمارے لیے نکالو، تم تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کر رہے اور تم اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل دوڑاتے ہو۔''

وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

''اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔''

یہ قرآن مجید کے اعجاز کا بیان ہے اور اس بات کا ذکر کہ یہ انسانوں کے بس میں نہیں ہے کہ وہ اس جیسا قرآن پیش کر سکیں۔ مکمل قرآن تو بہت دور کی بات ہے، وہ اس جیسی دس سورتیں، بلکہ اس جیسی ایک سورت بھی نہیں بنا سکتے، کیونکہ اس طرح کی فصاحت و بلاغت، اس طرح کی رعنائی و زیبائی اور جامع اختصار، اس طرح کی حلاوت و شیرینی اور ایسے معانی و مطالب پر مشتمل ہونا جو دنیا و آخرت میں نفع بخش ہوں، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی کی طرف سے ہو سکتا ہے، جس کی ذات و صفات اور جس کے افعال و اقوال میں کسی بھی چیز کو ذرہ بھر مشابہت نہیں ہے، لہٰذا اس کا

پاکیزہ کلام بھی مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہوسکتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۸] ''کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جتنے پیغمبر گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی معجزہ دیا گیا ہے، جس کی مثل لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جس کو اللہ نے مجھ پر وحی (کے ذریعے نازل) کیا ہے، (اور یہ تمام معجزوں سے بڑا معجزہ ہے) پس مجھے امید ہے کہ میری امت کے لوگ قیامت کے روز تمام انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔'' [بخاري، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی : ۴۹۸۱]

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۳۹ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝۴۰ ع

''بلکہ انھوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انھوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ ظالموں کا انجام کیسا ہوا اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے اور تیرا رب فساد کرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

جب کفار عرب کی جانب سے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں ملا اور نہ ملنا ہی تھا اور ان کے پاس قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار کا کوئی عقلی اور نقلی جواز باقی نہ رہا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں نے قرآن کریم کو کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی، چونکہ ان کی خواہشوں کے مطابق نہ تھا، اس لیے بغیر سوچے سمجھے انکار کر دیا اور اس میں ہدایت اور نور حق کی جو بات ہے اس سے محروم رہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی ہے کہ یہ قرآن تو اللہ کا بنی نوع انسان کے لیے عظیم انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ جن پر رحم کرے گا وہی اس پر ایمان لائیں گے اور اس نور حق سے مستفید ہوں گے اور جو شقی ہوں گے وہ آپ کی ہزار کوششوں کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے اور اللہ کو معلوم ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون گمراہی کا۔

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۝۱۲ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۝۱۳ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ

وَعِيدِ ﴾ [ق : ۱۲ تا ۱٤] ”ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔ اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَثَمُودَا۠ وَأَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴾ [الفرقان : ۳۷ تا ٤۰] ”اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا تو ہم نے انھیں غرق کر دیا اور انھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی (ہلاک کر دیا)۔ اور ہر ایک، ہم نے اس کے لیے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے تباہ کر دیا، بری طرح تباہ کرنا۔ اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔“

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِّي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ أَنْتُمْ بَرِيٓـُٔونَ مِمَّآ أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۴۱﴾

”اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔“

یعنی تمام تر سمجھانے اور دلائل پیش کرنے کے بعد بھی اگر وہ جھٹلانے سے باز نہ آئیں تو پھر آپ یہ کہہ دیں، مطلب یہ ہے کہ میرا کام صرف دعوت و تبلیغ ہے، سو وہ میں کر چکا ہوں۔ اب تم نہ میرے عمل کے ذمہ دار ہو، نہ میں تمھارے عمل کا، سب کو اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے۔ وہاں ہر شخص سے اس کے اچھے یا برے عمل کی باز پرس ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کو بھی اسی طرح متنبہ کیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ أَتُحَآجُّونَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴾ [البقرة : ۱۳۹] ”کہہ دے! کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کے بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔“ [مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰی علیہما السلام : ۲٦٥۳]

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡظُرُ اِلَیۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ لَوۡ كَانُوۡا لَا یُبۡصِرُوۡنَ ﴿۴۳﴾

''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا تو بہروں کو سنائے گا، اگرچہ وہ نہ سمجھتے ہوں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں، تو کیا تو اندھوں کو راستہ دکھائے گا، اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔''

یعنی ظاہری طور پر وہ قرآن تو سنتے ہیں، لیکن سننے کا مقصد چونکہ طلب ہدایت نہیں، اس لیے انھیں اسی طرح کوئی فائدہ نہیں ہوتا جس طرح ایک بہرے کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، بالخصوص جب بہرا غیر عاقل بھی ہو، کیونکہ عقل مند بہرا پھر بھی اشاروں سے کچھ سمجھ لیتا ہے، لیکن ان کی مثال تو غیر عاقل بہرے کی طرح ہے جو بالکل ہی بے بہرہ رہتا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں لیکن مقصد ان کا بھی چونکہ کچھ اور ہوتا ہے، اس لیے انھیں بھی اس طرح کوئی فائدہ نہیں ہوتا، جس طرح ایک اندھے کو نہیں ہوتا۔ بالخصوص وہ اندھا جو بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھی محروم ہو۔ کیونکہ بعض اندھے، جنھیں دل کی بصیرت حاصل ہوتی ہے، وہ آنکھوں کی بصارت سے محروم ہونے کے باوجود بہت کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ لیکن ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی اندھا جو دل کی بصیرت سے بھی محروم ہو۔ مقصد ان باتوں سے نبی ﷺ کی تسلی ہے، جس طرح ایک حکیم اور طبیب کو جب معلوم ہو جائے کہ مریض علاج کرانے میں سنجیدہ نہیں اور وہ میری ہدایات اور علاج کی پروا نہیں کرتا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتا ہے اور وہ اس پر اپنا وقت صرف کرنا پسند نہیں کرتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ اَوۡ تَهۡدِی الۡعُمۡیَ وَ مَنۡ كَانَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ [الزخرف : ٤٠] ''پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ ﴿۸۰﴾ وَ مَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِی الۡعُمۡیِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴾ [النمل : ٨٠، ٨١] ''بے شک تو نہ مُردوں کو سناتا ہے اور نہ بہروں کو اپنی پکار سناتا ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر پلٹ جائیں اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے، تو نہیں سنائے گا مگر انھی کو جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، پھر وہ فرماں بردار ہیں۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظۡلِمُ النَّاسَ شَیۡـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾

''بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو انھیں ساری صلاحیتوں سے نوازا ہے، آنکھیں بھی دی ہیں جن سے دیکھ سکتے ہیں، کان دیے ہیں جن سے سن سکتے ہیں، عقل و بصیرت دی ہے جن سے حق اور باطل، جھوٹ اور سچ کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ان صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر کے وہ حق کا راستہ نہیں اپناتے، تو پھر یہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ

نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [العنكبوت : ٤٠] ''اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے اور لیکن وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ [الجاثية : ٢٢] ''اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تاکہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا ہے، (خبردار!) ایک دوسرے پر ہرگز ظلم نہ کرنا۔'' اور اس حدیث قدسی کے آخر میں فرمایا: ''اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جو میں تمھارے لیے شمار کر رہا ہوں، پھر تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ عطا کروں گا، جو شخص خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو کسی اور صورت حال سے دوچار ہو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم : ٢٥٧٧]

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

''اور جس دن وہ انھیں اکٹھا کرے گا، گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر دن کی ایک گھڑی، آپس میں جان پہچان کرتے رہے۔ بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنھوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ راہ پانے والے نہ ہوئے۔''

اس آیت کریمہ میں قیامت کی ہولناکیوں کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہوں گے تو مارے دہشت کے دنیا کی لذتوں کو بھول جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم تو بہت تھوڑی دیر دنیا میں رہے تھے اور دنیا میں جتنے لوگ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے تھے، وہ سبھی وہاں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیں گے، لیکن کچھ ہی دیر بعد ان میں سے ہر ایک اپنے حال میں مشغول ہو جائے گا اور کوئی کسی میں دلچسپی نہیں لے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جو لوگ یوم آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کا خسارہ بڑا خسارہ ہے اور وہ کبھی راہ ہدایت پر گامزن نہیں ہو سکتے، اس لیے کہ بعث بعد الموت اور آخرت پر ایمان ہی راہِ راست پر چلنے کا بڑا سبب ہے۔

<u>وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ</u> : ارشاد فرمایا: ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴾ [النازعات : ٤٦] ''گویا وہ جس دن اسے دیکھیں گے وہ (دنیا میں) نہیں ٹھہرے، مگر دن کا ایک پچھلا حصہ، یا اس کا پہلا حصہ۔'' اور فرمایا: ﴿ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔـلِ الْعَاۗدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ١١٢ تا ١١٤] ''فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔ فرمائے گا تم

نہیں رہے مگر تھوڑا ہی، کاش کہ واقعی تم جانتے ہوتے۔''

یَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ :سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں تشریف لائے اور فرمایا: «اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ » ''سلام ہو تم پر اے گھر والے مومنو! اللہ نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں'' میری آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔'' صحابہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم میرے صحابہ ہو اور بھائی ہمارے وہ لوگ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے۔'' صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانیں گے جن کو آپ نے دیکھا ہی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''بھلا تم میں سے کسی کے سفید پیشانی، سفید ہاتھ پاؤں والے گھوڑے، سیاہ مشکی گھوڑوں میں مل جائیں تو وہ اپنے گھوڑے نہیں پہچانے گا؟'' صحابہ نے عرض کی، بے شک وہ تو پہچان لے گا۔ آپ نے فرمایا: ''قیامت کے دن وضو کی وجہ سے میری امت کے لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں رکھتے ہوں گے اور حوض کوثر پر میں ان کا پیش خیمہ ہوں گا۔'' [مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل في الوضوء : ٢٤٩]

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ۝۴۶

''اور اگر کبھی ہم تجھے اس کا کچھ حصہ واقعی دکھلا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا تجھے اٹھا ہی لیں تو ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے، پھر اللہ اس پر اچھی طرح گواہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان کافروں سے جو کہہ رکھا ہے کہ آپ کا دین غالب ہو کر رہے گا اور مسلمان انھیں یا تو قتل کریں گے یا پابند سلاسل بنائیں گے، تو ممکن ہے کہ آپ یہ سب کچھ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور اگر اس سے پہلے ہی اللہ نے آپ کو اٹھا لیا، تو وہ لوگ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے، آخر تو انھیں مرنے کے بعد ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے اور ہم ان کے کرتوتوں کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے خلاف اپنی شہادتیں جمع کر رہے ہیں، تو وہاں آخرت میں ہم انھیں ضرور عذاب دیں گے اور آپ اپنی آنکھوں سے انھیں اس حالت زار میں دیکھ لیں گے۔ چنانچہ میدانِ بدر اور دوسری جنگوں میں ان میں سے بہت سے مارے گئے اور بہت سے قیدی بنائے گئے اور ان کے کبر و غرور کا بت پاش پاش ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی آنکھوں سے انھیں ذلیل و رسوا ہوتے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا ہوا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ :اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، تمام اعمال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی عمل ضائع نہیں ہو گا، ہر عمل کی ان کو سزا ملے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا

اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [یونس : ٦١] ''اور تم نہ کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ٤٩] ''اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔''

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾

''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے، تو جب ان کا رسول آتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔''

گزشتہ زمانوں میں اللہ تعالیٰ ہر قوم کی رہنمائی کے لیے ایک رسول بھیجتا رہا ہے اور رسول آ جانے کے بعد جس قوم نے بھی اسے جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کے ساتھ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا کہ رسول اور اس کے پیروکاروں کو نجات دے دی اور اس کے جھٹلانے والوں کو عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب ہر قوم کا نبی میدانِ محشر میں اپنی قوم کے سامنے آ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کا فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کر دے گا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ [الرعد : ٧] ''تو تو صرف ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لیے ایک راستہ بتانے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴾ [فاطر : ٢٣، ٢٤] ''تو تو محض ایک ڈرانے والا ہے۔ بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزرا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم سب سے آخر میں آئے ہیں، لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة : ٨٧٦۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب هداية هذه الأمة ليوم الجمعة : ٨٥٥]

فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [التوبۃ : ۷۰] ''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ؕۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ [یٰس : ۳۰، ۳۱] ''ہائے افسوس بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا رہا مگر وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا، ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جو انکار کرے گا (وہ داخل نہیں ہو گا)۔'' لوگوں نے عرض کی کہ وہ کون ہے (جس نے انکار کیا)؟ فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا (اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا)۔''

[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ۷۲۸۰]

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۸ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝۴۹

''اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہو گا، اگر تم سچے ہو۔ کہہ دے میں اپنی ذات کے لیے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں اور نہ کسی نفع کا، مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، جب ان کا وقت آپہنچتا ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔''

یہ مشرکین کے عذاب الٰہی مانگنے پر کہا جا رہا ہے کہ میں تو اپنے نفس کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، چہ جائیکہ میں کسی دوسرے کو نقصان یا نفع پہنچا سکوں۔ ہاں یہ سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنی مشیت کے مطابق ہی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ نے ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے، اس وقت موعود تک وہ مہلت دیتا ہے، لیکن جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ ایک گھڑی پیچھے ہو سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ یہ آیت صریح دلیل ہے کہ کسی مصیبت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسری ذات اس پر قادر نہیں ہے، چاہے وہ کوئی نبی ہو یا ولی یا اللہ کا کوئی نیک

بندہ۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ: ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۷، ۵۸] ''کہہ دے بے شک میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے، میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جسے تم جلدی مانگ رہے ہو، فیصلہ اللہ کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں، وہ حق بیان کرتا ہے اور وہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ کہہ دے اگر واقعی میرے پاس وہ چیز ہوتی جو تم جلدی مانگ رہے ہو تو میرے درمیان اور تمھارے درمیان معاملے کا ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''

لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ: ارشاد فرمایا: ﴿ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۴۳] ''کوئی امت اپنے وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔''

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲

''کہہ دے کیا تم نے دیکھا اگر تم پر اس کا عذاب رات کو یا دن کو آجائے تو مجرم اس میں سے کون سی چیز جلدی طلب کریں گے۔ کیا پھر جونہی وہ (عذاب) آپڑے گا تو اس پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ یقیناً تم اسی کو جلدی طلب کیا کرتے تھے۔ پھر ان لوگوں سے جنھوں نے ظلم کیا، کہا جائے گا چکھو ہمیشگی کا عذاب، تمھیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کمایا کرتے تھے۔''

جو کفار مکہ نبی کریم ﷺ سے بطور استہزا عذاب آ جانے کی جلدی کرتے تھے، انھی کو نبی ﷺ کی زبانی دوسرا جواب دیا جا رہا ہے کہ ذرا تم لوگ بتاؤ تو سہی کہ اگر اللہ کا عذاب رات کو خوابِ غفلت کی حالت میں یا دن کو کام کاج میں مشغولیت کے وقت آ جائے، تو کیا تم لوگ اسے برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟ جب ایسی بات نہیں ہے تو اے مجرمو! تم عذاب کی جلدی کیوں کر رہے ہو؟ یہ کوئی ایسی چیز تو نہیں ہے جس کے لیے جلدی کی جائے، کیا تم لوگ اپنے کفر و عناد پر اڑے رہنا چاہتے ہو؟ یہاں تک کہ جب عذاب آ جائے تو ایمان لے آؤ۔ یاد رکھو، ایسا ایمان تمھارے کام نہیں آئے گا۔ اس وقت تو اللہ تم سے کہے گا کہ اب ایمان لائے ہو؟ حالانکہ اس سے پہلے تو تم بطور استہزا عذاب کی جلدی کر رہے تھے۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن ان ظالموں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ اب

ہمیشہ کے لیے اپنے کرتوتوں کے بدلے عذاب کا مزہ چکھتے رہو، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؁ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ؁ اَفَسِحْرٌ هٰذَاۤ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ؁ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْۤا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الطور: ۱۳ تا ۱۶] ”جس دن انھیں جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، سخت دھکیلا جانا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے، یا تم نہیں دیکھ رہے؟ اس میں داخل ہو جاؤ، پھر صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمھیں صرف اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔“

وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ؁ ع

”اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔“

کفار مکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا بار بار اور مختلف انداز میں مذاق اڑاتے تھے۔ ایسا ہی ایک سوال یہ بھی تھا جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اے محمد! تم جو عذاب کی بات کرتے ہو تو کیا واقعی سچ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو انھیں جواب دینے کو کہا کہ ہاں، میرے رب کی قسم! یہ بات بالکل صحیح ہے اور تم اللہ کو اس سے روک نہیں سکو گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴾ [المرسلات: ۷] ”بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہو کر رہنے والی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ ﴾ [الطور: ۷، ۸] ”کہ یقیناً تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس دن سے صور صاحب صور کے سپرد کیا گیا ہے، وہ تیاری حالت میں ہے اور (مسلسل) عرش کی طرف دیکھ رہا ہے (آنکھ تک نہیں جھپک رہا) اس ڈر سے کہ کہیں اس آنکھ جھپکنے کے دوران میں اسے صور پھونکنے کا حکم نہ دے دیا جائے، گویا کہ اس کی آنکھیں دو چمکدار موتی یا ستارے ہیں۔“ [مستدرك حاكم: ۴/ ۵۵۸، ۵۵۹، ح: ۸۶۷۶، كتاب الأهوال لابن أبي الدنيا، ح: ۵۰ و موسوعة ابن أبي الدنيا: ۶/ ۱۵۴، ۱۵۵]

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ؁

”اور اگر فی الواقع ہر شخص کے لیے جس نے ظلم کیا ہے، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اسے ضرور فدیے میں دے دے اور وہ پشیمانی کو چھپائیں گے، جب عذاب کو دیکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔“

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ : ارشاد فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴾ [الرعد : ١٨] ''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی انھی کے لیے بھلائی ہے اور جنھوں نے اس کی بات قبول نہ کی اگر واقعی ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور ہو تو وہ ضرور اسے فدیہ میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ بَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ [الزمر : ٤٧، ٤٨] ''اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن برے عذاب سے (بچنے کے لیے) وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آ جائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔ اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہو گا کہ اگر تیرے پاس دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، وہ سب ہوتا تو کیا تو اس کو فدیہ میں دے دیتا (اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑاتا)؟ وہ بولے گا کہ ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو اس سے بہت آسان بات چاہی تھی (جس میں کچھ خرچ نہ تھا) جب تو ابھی آدم کی پشت میں تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میں تجھے جہنم میں داخل نہیں کروں گا، لیکن تو نے نہ مانا اور شرک کیا۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب طلب الكافر الفداء : ٢٨٠٥]

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

''سن لو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ سن لو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

ان آیات میں آسمان و زمین کے درمیان ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی ملکیتِ تامہ، وعدۂ الٰہی کے برحق ہونے، زندگی اور موت پر اس کے اختیار اور اس کی بارگاہ میں سب کی حاضری کا بیان ہے۔ جس سے مقصد گزشتہ باتوں ہی کی تائید و توضیح ہے کہ جو ذات اتنے اختیارات کی مالک ہے، اس کی گرفت سے بچ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے؟ اور اس نے حساب کتاب کے لیے جو ایک دن مقرر کیا ہوا ہے، اسے کون ٹال سکتا ہے؟ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وہ ایک دن ضرور آئے گا اور ہر

نیک و بد کو اس کے عملوں کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ۲۲] ''کہہ دے! پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴾ [فاطر : ۱۳] ''وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، ہر ایک ایک مقرر وقت تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے مالک نہیں۔''

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔؕ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔؕ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۳] ''اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا یہ سچ ہی ہے؟ تو کہہ ہاں! مجھے اپنے رب کی قسم! یقیناً یہ ضرور سچ ہے اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں ہو۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ۬ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾

''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

اس آیت میں قرآن کریم کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت موعظت ہے۔ موعظت ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جو انسان کی توجہ دنیا کے انہماک سے ہٹا کر اللہ کی یاد اور روز آخرت کی طرف مبذول کرے اور اس سے دلوں میں رقت، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے لگاؤ پیدا ہو۔ دوسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن دلوں کی بیماریوں مثلاً شرک اور کفر کا عقیدہ، حسد، بغض، خود غرضی، بخل، لالچ وغیرہ کے لیے شفا کا کام دیتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل کرتا ہے یہ روگ از خود اس کے دل سے دور ہو جاتے ہیں۔ تیسری صفت یہ ہے کہ قرآن انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی پوری رہنمائی کرتا ہے۔ وہ ہر فرد کے الگ الگ حقوق متعین کرتا ہے اور ایسے قوانین بتلاتا ہے جس سے فرد، معاشرہ اور حکومت میں سے کسی کے حقوق مجروح بھی نہ ہوں اور کسی دوسرے پر زیادتی بھی نہ ہو۔ اس کی چوتھی صفت یہ ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل پیرا ہوتا ہے یا جو معاشرہ یا حکومت اس کی اتباع کرتی ہے، اس پر اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول

ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ﴾ [صٓ : ۱، ۲] ''صٓ۔ اس نصیحت والے قرآن کی قسم! بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [القمر : ۲۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ : یعنی دلوں میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات اور گندگی ونجاست کو زائل کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۲] ''اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔''

وَ هُدًى : ارشاد فرمایا: ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ﴾ [البقرۃ : ۱۸۵] ''رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹] ''بلاشبہ یہ قرآن اس (راستے) کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔''

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸

''کہہ دے (یہ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی سے ہے، سو اسی کے ساتھ پھر لازم ہے کہ وہ خوش ہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اس آیت میں قرآن کریم کو اللہ کے فضل اور اسلام کو اس کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے اور ان دونوں کو دنیا و ما فیہا سے بہتر بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مومنوں کو ان دونوں نعمتوں کے حصول پر خوشی منانی چاہیے نہ کہ دنیا کی فانی اشیا پر۔ مال و دولت دنیا کی زندگی میں کبھی کام آتا ہے اور کبھی کام نہیں آتا اور اگر کام آتا بھی ہے تو چند روز کے لیے۔ اس کا فائدہ عارضی ہوتا ہے، لیکن قرآن مجید کا فائدہ یقینی، بے پایاں اور دائمی ہے۔ قرآن مجید دنیا میں بھی کام آتا ہے اور آخرت میں بھی۔ شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۶۵، ۶۶] ”اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے اور انھیں ضرور نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔ اور اگر وہ واقعی تورات اور انجیل کی پابندی کرتے اور اس کی جو ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے تو یقیناً وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک جماعت درمیانے راستے والی ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ، برا ہے جو کر رہے ہیں۔“

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر عمل کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو سر بلندی عطا کرتا ہے اور اس (سے اعراض کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔“ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن : ۸۱۷]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی کتاب میں ہدایت ہے، روشنی ہے، جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ ہدایت پر قائم ہو گیا اور جس نے اس سے غفلت برتی وہ گمراہ ہو گیا۔“ نیز ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”یہ اللہ کی رسی ہے، جس نے اس کی پیروی کی وہ ہدایت پر ہو گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی پر ہو گا۔“ [مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه : ۳۶، ۲۴۰۸/۳۷]

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰ ع

”کہہ کیا تم نے دیکھا جو اللہ نے تمھارے لیے رزق اتارا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا۔ کہہ کیا اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے، یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، قیامت کے دن میں؟ بے شک اللہ تو لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن ان میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔“

کھانے پینے کی چیزوں اور جانوروں میں سے جو کچھ اللہ نے حرام کیا ہے اس کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آ چکا ہے اور جو کچھ مشرکوں اور رسم و رواج کے پرستاروں نے از خود حرام بنا لیا تھا اس کا ذکر بھی ذیل میں کیا جا رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا اختیار تو صرف اللہ کو ہے۔ ان لوگوں کو کس نے یہ اختیار دیا تھا کہ جس چیز کو چاہیں حرام قرار دے لیں اور جسے چاہیں حلال قرار دے لیں۔ پھر یہ بات یہاں تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ وہ اس پر مذہبی تقدس کا لبادہ بھی چڑھا دیتے ہیں اور اسے اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ یہ اللہ کا یا شریعت کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ آیا وہ اس نسبت کو کسی الہامی کتاب سے پیش کر سکتے ہیں؟ اور ایسا نہیں کر سکتے تو صاف

واضح ہے کہ یہ اللہ پر افترا ہے، لہٰذا یہ دوہرے مجرم ہیں۔ اگلی آیت میں ان لوگوں کے لیے زبردست دھمکی ہے جو اللہ پر افترا پردازی کرتے ہوئے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام بناتے ہیں اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ اس بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اس کا لوگوں پر بڑا فضل و احسان ہے کہ ان کی دینی اور دنیوی خیر خواہی کرتے ہوئے قرآن نازل کیا اور حلال و حرام کو بیان کیا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ...... عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ : بنی اسرائیل نے بعض چیزوں کو خود حرام کر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۳، ۹۴] ”کھانے کی ہر چیز بنی اسرائیل کے لیے حلال تھی مگر جو اسرائیل نے اپنے آپ پر حرام کر لی، اس سے پہلے کہ تورات اتاری جائے، کہہ دے تو لاؤ تورات، پھر اسے پڑھو، اگر تم سچے ہو۔ پھر جس نے اس کے بعد اللہ پر جھوٹ باندھا تو وہی ظالم ہیں۔“ اسی طرح مشرکین نے بھی بہت سی چیزوں کو خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْۤا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۳۸ تا ۱۴۰] ”اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن کی پیٹھیں حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔ اور انھوں نے کہا جو ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لیے ہے اور ہماری بیویوں پر حرام کیا ہوا ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔ عنقریب وہ انھیں ان کے کہنے کی جزا دے گا۔ بے شک وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرا لیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔“

سیدنا مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میری حالت یہ تھی کہ جسم میلا کچیلا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ”تمھارے پاس کچھ مال بھی ہے؟“ میں نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”کس قسم کا مال؟“ میں نے کہا، اونٹ، غلام، گھوڑے اور بکریاں وغیرہ، غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا: ”جب اللہ نے تجھے (ہر قسم کے) مال سے نواز رکھا ہے تو پھر تجھ پر اس کے اثرات بھی نظر

آنے چاہییں۔'' آپ نے پھر دریافت فرمایا: ''کیا ایسا نہیں کہ تمھاری قوم کی اونٹنیاں صحیح و سالم بچوں کو جنم دیتی ہیں، پھر تم ہاتھ میں استرا پکڑ کر اس کا کان کاٹ دیتے ہو اور اس کا نام ''بحیرہ'' رکھ دیتے ہو، کسی کی کھال کاٹ کر اس کا نام ''صرم'' رکھ لیتے ہو اور اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے حرام کر لیتے ہو؟'' میں نے کہا، ہاں! (یہ بات درست ہے)۔ آپ نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ تمھارے لیے حلال ہے اور (سنو!) اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے بہت زیادہ قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کا استرا تیرے استرے سے بہت زیادہ تیز ہے۔'' [مسند أحمد : ۴۷۳/۳، ح : ۱۵۸۹۴۔ أبو داؤد ، كتاب اللباس، باب فى الخلقان وفى غسل الثوب : ۴۰۶۳۔ نسائى، كتاب الزينة، باب الجلاجل : ۵۲۲۶]

وَ مَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶۱

''اور تو نہ کسی حال میں ہوتا ہے اور نہ اس کی طرف سے (آنے والے) قرآن میں سے کچھ پڑھتا ہے اور نہ تم کوئی عمل کرتے ہو، مگر ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں، جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور تیرے رب سے کوئی ذرہ برابر (چیز) نہ زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔''

اس آیت میں بیک وقت رسول اللہ ﷺ کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور مشرکین مکہ کو بھی اور ان دونوں کی سرگرمیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، یعنی ایک طرف تو آپ کی ذات مبارکہ ہے جنھوں نے لوگوں کی ہدایت کے لیے دن رات ایک کر دیا تھا، آپ اسی مقصد کے لیے اپنی جان تک کھپا رہے ہیں، لوگوں کو جا جا کر قرآن سکھا رہے ہیں اور اس کے ذریعے جہاد کر رہے ہیں اور جب لوگ ایمان نہیں لاتے تو آپ کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف آپ کے مخالفین ہیں، جو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو دکھ دینے اور تکلیفیں پہنچانے، مسلمانوں کا مذاق اڑانے اور اسلام کی ہر راہ سے روکنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہا ہے اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس کی آنکھوں سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ گویا اس آیت میں کافروں کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ جو کرتوتیں بھی تم کرتے ہو، یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، وہ سب کچھ اللہ کے علم میں پہلے ہی سے موجود ہے، پھر وہ تمھاری ایک ایک حرکت کو دیکھ بھی رہا ہے اور وہ ریکارڈ بھی ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا اپنی ان سرگرمیوں کے انجام کی ابھی سے فکر کر لو اور نبی کو یہی بات کہہ کر تسلی دی جا رہی ہے اور صبر کی تلقین کی جا رہی ہے۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ : یعنی جب تم اس طرح کے کام کر رہے ہوتے ہو تو ہم مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں، تمھیں دیکھ رہے اور تمھاری تمام باتوں کو سن رہے ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: ”تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو، گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو بلاشبہ وہ تمھیں ضرور دیکھ رہا ہے۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان ...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان و الإسلام ...... الخ : ۸، ۹]

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ...... كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ : ”کتاب مبین“ سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی ہر چیز آپ کے رب کے مشاہدہ اور علم میں بھی ہے اور ”لوح محفوظ“ میں اس کی تحریر میں بھی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۵۹، ۶۰] ”اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی تر ہے اور نہ خشک مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمھیں رات کو قبض کر لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم نے دن میں کمایا، پھر وہ تمھیں اس میں اٹھا دیتا ہے، تاکہ مقرر مدت پوری کی جائے، پھر اسی کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۲ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۶۳

”سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور بچا کرتے تھے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اس کے دوستوں کو نہ ماضی کا غم لاحق ہوگا اور نہ مستقبل کا کوئی خوف۔ متقین کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۷۷] ”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور

مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔''

تقویٰ دراصل اتباع سنت کا نام ہے اور متبع سنت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کا حال پوچھنے آئے، جب ان سے آپ کی عبادت کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے آپ کی عبادت کو (اپنے لیے) کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ کی تو اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو اب ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا (اور کبھی) افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے ہمیشہ الگ رہوں گا، کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ (اسی اثنا میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: ''کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے؟ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت تمھارے بہت زیادہ ڈرنے والا اور اس کا خوف رکھنے والا ہوں، لیکن پھر بھی روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (یاد رکھو!) جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں۔'' [بخاري، كتاب النكاح، باب الترغيب في النكاح : ٥٠٦٣]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو نبی ہوں گے نہ شہید، مگر قیامت کے روز اللہ کے ہاں (بلند) مراتب و منازل کی وجہ سے انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! ہمیں بتائیں وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں اللہ کی کتاب (یا اللہ کے ساتھ محبت) کی بنا پر محبت کرتے تھے، حالانکہ ان کا آپس میں کوئی رشتہ ناتا یا مالی لین دین نہ تھا۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نور (یعنی روشن) ہوں گے اور وہ لوگ نور پر ہوں گے، جب لوگ خوف زدہ ہو رہے ہوں گے تو انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ جب لوگ غمگین و پریشان ہو رہے ہوں گے، تو انھیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی۔'' پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [يونس : ٦٢] ''سن لو! بے شک اللہ کے دوست، ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' [أبوداؤد، كتاب البيوع، باب في الرهن : ٣٥٢٧۔ مسند أبي يعلي : ٦١١٠۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ١١٢٣٦]

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾

’’انھی کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو دنیا میں جو بشارتیں دی جاتی ہیں ان سے مراد وہ بشارتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر : ۲۰] ’’لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے بالا خانے ہیں، جن کے اوپر خوب بنائے ہوئے بالا خانے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَ هُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [الشوریٰ : ۲۲، ۲۳] ’’تو ظالموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو انھوں نے کمایا، حالانکہ وہ ان پر آ کر رہنے والا ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس ہوگا، یہی بہت بڑا فضل ہے۔ یہ ہے وہ چیز جس کی خوشخبری اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔‘‘

دنیا میں خوشخبری سے مراد، سچے خواب بھی ہو سکتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو دکھاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ’’نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔‘‘ لوگوں نے پوچھا، مبشرات کیا ہیں؟ تو فرمایا: ’’اچھے خواب۔‘‘ [بخاری ، کتاب التعبیر ، باب المبشرات : ۶۹۹۰]
سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اچھا خواب اللہ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی کون الرؤیا من اللہ وأنها جزء من النبوۃ : ۲۲۶۱/۴]

بشارت سے مراد لوگوں کا تعریف کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو اعمال صالحہ کرتا ہو اور لوگ اس کی تعریف کریں۔ آپ نے فرمایا: ’’یہ مومن کے لیے فوری بشارت ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر و الصلۃ، باب إذا أثنی علی الصالح فهی بشریٰ ولا تضرہ : ۲۶۴۲]

بشارت سے مراد وہ خوشخبری بھی ہو سکتی ہے جو موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں، سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’لیکن مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کی رضا اور (آخرت میں) اس

کے باعزت ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء الله أحب الله لقائه : ٦٥٠٧]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ مومن کی موت کے وقت سفید چہروں اور سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پھر ملک الموت علیہ السلام آتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے، اے پاک روح! چل اپنے رب کی طرف سے عظیم بخشش کی طرف اور (اس کی) خوشنودی و رضا کی طرف۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کی روح اس طرح آسانی سے نکل جاتی ہے، جس طرح مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک پڑتا ہے۔“ [مسند أحمد : ٢٨٧/٤، ٢٨٨، ح : ١٨٥٦١]

آخرت کی خوشخبری سے مراد جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری بھی ہو سکتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنت والے جنت کی طرف اور دوزخ والے دوزخ کی طرف چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور اسے جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا دے گا، اے جنت والو! اب موت نہیں ہے اور اے دوزخیو! اب موت نہیں ہے، تو جنت والوں کی خوشی میں اضافہ ہو جائے گا اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون...... الخ : ٤٣/٢٨٥٠]

وَ لَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۵﴾

”اور تجھے ان کی بات غمگین نہ کرے، بے شک عزت سب اللہ کے لیے ہے، وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے استہزا سے بعض اوقات دل برداشتہ بھی ہو جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کافروں کی جھوٹی باتوں کی پروا نہ کریں اور غم نہ کھائیں، عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ وہی عزت کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ اسی نے آپ کو عزت دی ہے۔ کافروں کے استہزا سے آپ کی عزت میں کوئی فرق نہیں آتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المنافقون : ٨] ”وہ کہتے ہیں یقیناً اگر ہم مدینہ واپس گئے تو جو زیادہ عزت والا ہے وہ اس میں سے ذلیل تر کو ضرور ہی نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور لیکن منافق نہیں جانتے۔“

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں تھا کہ میں نے عبداللہ بن ابی کو اپنے کانوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو خرچ و خیرات وغیرہ نہ دو، یہاں تک کہ وہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں اور یہ کہ

اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والا ذلیل کو نکال دے گا (یعنی ہم انھیں نکال دیں گے۔) میں نے یہ بات اپنے چچا کو یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتائی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے بلوایا، تو میں نے جو بات سنی تھی وہ کہہ دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا، (ان سے پوچھا تو) وہ حلف اٹھا گئے کہ ہم نے ایسا نہیں کہا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹا قرار دے دیا اور اس کی تصدیق فرما دی۔ مجھے ایسا رنج ہوا کہ کبھی نہ ہوا ہو گا۔ میں اپنے گھر میں بیٹھ رہا، میرے چچا نے کہا کہ میرا خیال نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے؟ چنانچہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا (اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی) آپ نے فرمایا: ''اے زید! تم کو اللہ نے سچا کر دیا۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله ﴿ إذا جاءك المنافقون ...... الخ ﴾ : ۴۹۰۰۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب صفات المنافقين ...... الخ : ۲۷۷۲]

اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝۶۶

''سن لو! بے شک اللہ ہی کے لیے ہے جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے اور جو لوگ اللہ کے غیر کو پکارتے ہیں وہ کسی بھی قسم کے شریکوں کی پیروی نہیں کر رہے۔ وہ پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ انکلیں دوڑاتے ہیں۔''

یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ محض ظن و تخمین اور رائے و قیاس کی کرشمہ سازی ہے۔ آج اگر انسان اپنے قوائے عقل و فہم کو صحیح طریقے سے استعمال میں لائے تو یقیناً یہ واضح ہو سکتا ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور جس طرح وہ آسمان و زمین کی تخلیق میں واحد ہے، کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر عبادت میں دوسرے کیونکر اس کے شریک ہو سکتے ہیں؟

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴾ [الروم : ۲۶] ''اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔''

وَ مَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ۴] ''کہہ دے کیا تم نے دیکھا جن چیزوں کو تم اللہ کے سوا

پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ انھوں نے زمین میں سے کون سی چیز پیدا کی ہے، یا آسمانوں میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ لاؤ میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب، یا علم کی کوئی نقل شدہ بات، اگر تم سچے ہو۔‘‘

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

’’وہی ہے جس نے تمھارے لیے رات بنائی، تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قادر مطلق ہونے کی ایک اور دلیل پیش کی ہے کہ رات کو سکون کے لیے اور دن کی روشنی کام کرنے کے لیے اسی نے بنائی ہے، تو پھر اس کے علاوہ کون عبادت کا حق دار ہوسکتا ہے۔ یقیناً وہی ذاتِ واحد ہر قسم کی بندگی اور خشوع وخضوع کی مستحق ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [القصص : ۷۳] ’’اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا ہے، تاکہ اس میں آرام کرو اور تاکہ اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔‘‘

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

’’انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ وہ پاک ہے، وہی بے پروا ہے، اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، تمھارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے؟‘‘

مشرکین کی ایک نہایت ہی دل آزار بات یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ثابت کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسی طرح یہود کہتے تھے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہیں اور نصاریٰ کہتے تھے کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہیں۔ اللہ نے ان کے اس قول باطل کی تردید کی اور کہا کہ وہ اس بہتان سے یکسر پاک ہے۔ اس لیے کہ وہ غنی ہے، کسی کا محتاج نہیں اور جو کسی کا محتاج نہ ہو، اسے اولاد کی بھی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اولاد تو سہارے کے لیے ہوتی ہے اور جب وہ سہارے کا محتاج نہیں تو پھر اسے اولاد کی کیا ضرورت؟ جب آسمان وزمین کی ہر چیز اسی کی ہے تو ہر چیز اسی کی مملوک اور غلام ہوئی۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ آقا اپنے ایک غلام کو اپنا بیٹا بنا لے اور مشرکین کے پاس اس باطل دعویٰ کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے، محض کم عقلی اور جہالت کی بنیاد پر ایسی باتیں کرتے ہیں۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۠ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ

﴿ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ﴾ [الكهف : ٤، ٥] ''اور ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ نہ انھیں اس کا کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو۔ بولنے میں بڑی ہے، جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴾ [مريم : ٨٨ تا ٩٠] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔''

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ۭ ۶۹ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ ۷۰

''کہہ دے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجیے کہ یہ اللہ پر افترا پردازی ہے اور مفتری کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اور اگر وقتی طور پر ان کا کوئی مقصد حاصل ہو بھی جائے تو وہ دنیاوی حقیر سا فائدہ ہے۔ بالآخر انھیں مرنے کے بعد اللہ کے پاس جانا ہے۔ جہاں وہ ان کے کفر اور افترا پردازی کی سخت سزا دے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، پس اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ بھی گزرا تھا؟ وہ کہے گا کہ اللہ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔'' [مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صبغ أنعم أهل الدنيا في النار ...... الخ : ٢٨٠٧]

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ ۷۱ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ۷۲ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓىِٕفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

’’اور ان پر نوح کی خبر پڑھ، جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اگر میرا کھڑا ہونا اور اللہ کی آیات کے ساتھ میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزرا ہے تو میں نے اللہ ہی پر بھروسا کیا ہے، سو تم اپنا معاملہ اپنے شرکاء کے ساتھ مل کر پکا کر لو، پھر تمھارا معاملہ تم پر کسی طرح مخفی نہ رہے، پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر تم منہ موڑ لو تو میں نے تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگی، میری مزدوری نہیں ہے مگر اللہ پر اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں سے ہو جاؤں۔ پس انھوں نے اسے جھٹلا دیا تو ہم نے اسے نجات دی اور ان کو بھی جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور انھیں جانشین بنایا اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ سو دیکھ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جنھیں ڈرایا گیا تھا۔‘‘

چونکہ مشرکین عرب کا حال کفر و شرک میں قوم نوح جیسا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ انھیں قوم نوح کا واقعہ سنا دیجیے۔ جب ان لوگوں نے اپنے کفر و شرک پر اصرار کیا اور نوح علیہ السلام کی ہزار کوشش کے باوجود اسلام نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان کے حوالے کر دیا۔ تو اے مشرکینِ عرب! کہیں کفر و شرک اور سرکشی پر تمھارے اصرار کی وجہ سے تمھارا انجام بھی انھیں جیسا نہ ہو۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تمھارے ساتھ میرا رہنا اور دعوت الی اللہ کا کام کرنا تم پر بہت زیادہ گراں ہو گیا ہے، تو میں نے بھی اب اپنی طرف سے دفاع کے لیے اللہ پر بھروسا کر لیا ہے، تم اور تمھارے شرکاء مجھے ہلاک کرنے کی جو چاہو تدبیر کر لو اور دیکھو! بالکل کھل کر تدبیر کرو، کوئی کسر نہ اٹھا رکھو، پھر قتل یا شہر بدر کرنے کی جو بھی کوشش کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ایک لمحے کی مہلت نہ دو، میں نے آج تک تمھیں راہ راست پر لانے کی جتنی بھی کوشش کی اس کا مقصد کوئی دنیاوی حقیر فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا اور نہ میں نے تم سے اس کام کی کبھی کوئی اجرت مانگی ہے کہ تم لوگ مجھے متہم کرو، میرا اجر و ثواب تو مجھے اللہ دے گا۔ چاہے تم ایمان لاؤ یا انکار کر دو، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر حال میں اللہ کا مطیع و فرماں بردار رہوں۔ جب ان تمام تر کوششوں اور نصیحتوں کے باوجود ان کی قوم نے انھیں جھٹلا دیا، تو اللہ نے انھیں اور ان کے ماننے والوں کو کشتی میں سوار کرا کے طوفان سے بچا لیا، جن کی اولاد کے ذریعے پھر دنیا آباد ہوگئی اور اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والے سبھی لوگ ڈبو دیے گئے۔

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ : یعنی اے محمد (ﷺ)! دیکھیے کہ ہم نے مومنوں کو کس طرح نجات دی اور جھٹلانے والوں کو کس طرح ہلاک کر دیا؟ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **’’بے شک اللہ عزوجل ظالم کو مہلت دیتا ہے (اس کی باگ ڈھیلی کرتا ہے، تاکہ وہ خوب نافرمانی کر لے اور عذاب کا مستحق ہو جائے)، پھر جب پکڑتا ہے تو اس کو نہیں چھوڑتا۔‘‘** [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ و كذلك أخذ ربك إذا أخذ القرى ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۸۳]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

’’پھر اس کے بعد ہم نے کئی پیغمبران کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے۔ سو وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ اس پر ایمان لاتے جسے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم حد سے گزرنے والوں کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے بعد ہود، صالح، ابراہیم، لوط اور شعیب علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف معجزے اور شریعتیں دے کر مبعوث کیا، لیکن چونکہ کفار کی فطرت میں کجی تھی اور حق وصداقت کو جھٹلانا ان کی دیرینہ عادت تھی، اس لیے جب اللہ نے خاص طور سے ان میں سے ہر ایک کے لیے نبی بھیجا تو انھوں نے اس کی تکذیب کر دی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبا پڑ جاتا ہے، پھر اگر وہ گناہ چھوڑ دے، استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو دھبا بڑھ جاتا ہے، حتیٰ کہ دل پر چھا جاتا ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت کے دن لوگ نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ ان سے کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث کیا۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ولقد أرسلنا نوحا إلی قومه ﴾ : ۳۳۴۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنٰی أهل الجنة منزلة فیها : ۱۹۴]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا آدم علیہ السلام پیغمبر تھے؟ آپ نے فرمایا: ’’ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی فرمایا تھا۔‘‘ وہ پھر پوچھنے لگا کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کے درمیان کتنی مدت ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’دس صدیاں یا نسلیں۔‘‘ [مستدرک حاکم : ۲۶۲/۲، ح : ۳۰۳۹]

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡىِٕهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا
قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ
مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَ لَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا
لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَ تَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَ مَا نَحْنُ لَكُمَا

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

”پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تو انھوں نے بہت تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ تو جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آیا تو کہنے لگے بے شک یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں (یہ) کہتے ہو، جب وہ تمھارے پاس آیا، کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوتے۔ انھوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں اس راہ سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور اس سرزمین میں تم دونوں ہی کو بڑائی مل جائے؟ اور ہم تم دونوں کو ہرگز ماننے والے نہیں۔“

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی جلالت شان اور فرعون کے ساتھ عقیدۂ توحید کے سلسلہ میں ان کا جو مناظرہ ہوا، اس کی خاص اہمیت کے پیش نظر ان کا ذکر مستقل طور پر کیا گیا ہے۔ جب موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دعوت توحید لے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس گئے تو انھوں نے تکبر وعناد سے کام لیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے کہ ان کے سابقہ جرائم کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی اور جب انھوں نے آسمانی معجزوں کے آگے اپنے آپ کو بے بس پایا تو کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ کیا تم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے حق کو جادو کہتے ہو؟ یہ جادو کیسے ہو سکتا ہے؟ جادوگر کو تو کبھی حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ جب فرعون نے اس دلیل کے سامنے اپنے آپ کو بالکل عاجز پایا تو کہنے لگا کہ کیا تم ہمیں ہمارے آبا و اجداد کے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہو؟ اور کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمھیں اپنا حاکم و آقا مان لیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا، ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ
اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَاۤ اٰمَنَ ع ۸ ۱۳
لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ
اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ
كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا
لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ تو جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم

پھینکنے والے ہو۔ تو جب انھوں نے پھینکا، موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو یہ تو جادو ہے، یقیناً اللہ اسے جلدی باطل کر دے گا۔ بے شک اللہ مفسدوں کا کام درست نہیں کرتا۔ اور اللہ حق کو اپنی باتوں کے ساتھ سچا کر دیتا ہے، خواہ مجرم برا ہی جانیں۔ تو موسیٰ پر اس کی قوم کے چند لڑکوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا، (وہ بھی) فرعون اور ان کے سرداروں کے خوف کے باوجود کہ وہ انھیں آزمائش میں ڈال دے گا اور بے شک فرعون یقیناً زمین میں سرکش ہے اور بے شک وہ یقیناً حد سے گزرنے والوں سے ہے۔ اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسا کرو، اگر تم فرماں بردار ہو۔ تو انھوں نے کہا ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمیں ظالم لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا۔ اور اپنی رحمت کے ساتھ ہمیں کافر لوگوں سے نجات دے۔"

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کو اژدہا بن کر زمین پر حرکت کرتے اور ان کے ہاتھ سے نور کی شعاعوں کو پھوٹتے دیکھا تو سمجھا کہ یہ بھی کوئی جادو ہے، اس لیے اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ملک کے تمام بڑے جادوگروں کو جمع کرو۔ موسیٰ نے ان جادوگروں سے کہا کہ پہلے تم لوگ اپنی قوت کا مظاہرہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم ہی لوگ غالب آنے والے ہیں اور پھینک اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو زمین پر پھینک دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ جادو ہے، اللہ کا معجزہ نہیں ہے۔ اللہ عنقریب معجزے کی قوت سے اسے زائل کر دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں فساد پھیلانے والوں کے عمل کو کامیاب نہیں بناتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی، وہ اژدہا بن کر ان کے جادو کے سانپوں کو نگل گئی اور فرعون کے نہ چاہنے کے باوجود حق غالب ہو کر رہا۔

يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ : کیونکہ جو شخص اللہ پر بھروسا رکھے تو اللہ اس کے لیے کافی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ﴾ [الزمر : ۳٦] "کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ [الطلاق : ۳] "اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرتے ہیں اور نہ دم کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی پکڑتے ہیں اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة : ۲۲۰]

وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۸۷

"اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کو ٹھکانا مقرر کرلو اور اپنے گھروں کو قبلہ رخ بنالو اور نماز قائم کرو، اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دے۔"

جب بنی اسرائیل پر فرعونیوں کا ظلم بڑھ گیا اور ان کے لیے کھلے عام نماز ادا کرنا ممکن نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے لیے مصر میں اپنے کچھ گھروں کو مسجدیں بنا لو اور ان کا رخ اپنے قبلہ بیت المقدس کی طرف کرلو، یعنی تم اپنے گھروں کو مساجد کے طور پر استعمال کرو اور وہیں نماز پڑھ لیا کرو، تاکہ فرعون کے کارندے تمھیں باہر مسجدوں میں نماز پڑھتے دیکھ کر ایذا نہ پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو خوشخبری دے دیں کہ اللہ انھیں دنیا میں عزت و غلبہ دے گا اور آخرت میں جنت عطا فرمائے گا۔

وَ قَالَ مُوْسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ﴿۸۸﴾

"اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! بے شک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت سی زینت اور اموال عطا کیے ہیں، اے ہمارے رب! تاکہ وہ تیرے راستے سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے، پس وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔"

موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی ہزار کوشش کے باوجود فرعون اور اس کے سرداروں کے کبر و غرور میں کمی نہیں آئی اور ان کا کفر و عناد بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ان کے ایمان لانے کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے تو انھوں نے ان کے خلاف بد دعا کر دی اور کہا کہ اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس لیے تو اسباب زینت اور مال و دولت نہیں دی تھی کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے روکیں۔ اے اللہ! تو ان کی دولت کو تاراج کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، تاکہ اب وہ اسلام لانے کا سوچیں بھی نہ، یہاں تک کہ تیرا سخت عذاب انھیں آ دبوچے۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

"فرمایا بلاشبہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی، پس دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستے پر ہرگز نہ چلو جو نہیں جانتے۔"

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے تمھاری دعا قبول کر لی، تم دونوں حق پر قائم رہو اور جلدی نہ کرو، جب اللہ کا مقرر کردہ وقت آ جائے گا تو عذاب آ ہی جائے گا۔ جلد بازی سے کام لینا اور اللہ کے وعدے کا یقین نہ کرنا نادانوں کا

طریقہ ہے۔

﴿ وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۰ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۹۱ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۹۲ ﴾ ع ۱۴

’’اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پا لیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔ کیا اب؟ حالانکہ بے شک تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں سے تھا۔ پس آج ہم تجھے تیرے (خالی) بدن کے ساتھ بچا لیں گے، تاکہ تو ان کے لیے نشانی بنے جو تیرے بعد ہوں اور بے شک بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً غافل ہیں۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے ساتھ جب دریا کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کرتا ہوا ان کے قریب آ گیا ہے اور قریب ہے کہ انھیں آ لے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی پانی پر ماریں۔ انھوں نے جونہی ایسا کیا، دریا کا پانی دو حصوں میں بٹ کر دو پہاڑوں کی مانند کھڑا ہو گیا، زمین خشک ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ دریا پار کر گئے۔ فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور جب بیچ دریا پہنچا تو اللہ نے دریا کا کھڑا پانی ان پر چھوڑ دیا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ فرعون نے جب اپنی موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل کے لوگ ایمان لائے ہیں اور میں اب مسلمان ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ایمان کو رد کر دیا اور کہا کہ اب ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جبکہ اس لمحہ سے پہلے تک تم نافرمانی کرتے رہے ہو اور زمین میں فساد پھیلاتے رہے ہو۔ آج میں تمھارے جسم کو ایک اونچی زمین پر ڈال دوں گا تاکہ تم آنے والی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے رہو اور تاکہ لوگ جان لیں کہ تو ایک حقیر بندہ تھا، اللہ اور معبود نہیں تھا۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ۬ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝۷۷ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴾ [طٰہٰ : ۷۷، ۷۸] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات

لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔ پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انھیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انھیں ڈھانپا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ [الشعراء : ٦٣ تا ٦٨] ''تو ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مار، پس وہ پھٹ گیا تو ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔ اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ اور ہم نے موسیٰ کو اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو بچا لیا۔ پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔ بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک تیرا رب، یقیناً وہی سب پر غالب، بے حد رحم والا ہے۔''

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٨٤، ٨٥] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

فرعونیوں کی ہلاکت کا یہ واقعہ عاشوراء کے دن پیش آیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تو اس نے کہا میں اس اللہ وحدہ لا شریک لہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا، اے محمد! کاش آپ اس وقت مجھے دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیسے کیچڑ ٹھونس رہا تھا، اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کرے۔'' [ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة يونس : ٣١٠٧]

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴾ [الزخرف : ٥٥، ٥٦] ''پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پس ہم نے انھیں پیچھے آنے والوں کے لیے پیش رو اور مثال بنا دیا۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ اسی دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ تو آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ''تم تو ان کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حق دار ہو، سو تم بھی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھو۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ وجاوزنا ببني إسرائيل البحر ﴾ : ٤٦٨٠۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ١١٣٠]

وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ٹھکانا دیا، باعزت ٹھکانا، اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا، پھر انھوں نے آپس میں اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ ان کے پاس علم آ گیا، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔''

یعنی ملک مصر میں بھی ان کو غلبہ دیا اور شام میں بھی اور یہ دونوں سرسبز و شاداب ملک ہیں جہاں ہر طرح کے پھل اور غلے بکثرت ہوتے ہیں۔ پھر ان مادی نعمتوں کے علاوہ انھیں تورات بھی عطا کی۔ جس میں ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے مکمل ہدایات موجود تھیں۔ لیکن بعد میں یہی لوگ کئی فرقوں میں بٹ گئے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ تورات ان کی صحیح رہنمائی کرنے کے لیے ناکافی تھی، بلکہ اس کی وجہ نئی نئی فلسفیانہ مباحث پیدا کرنا، پھر آپس میں اختلاف کرنا، پھر فرقے بنانا اور اپنی اپنی چودھراہٹ کی خاطر ان کی آبیاری کرنا تھی۔ علماء و مشائخ کے حب جاہ نے ان فرقوں میں اتنا تعصب پیدا کر دیا تھا کہ ان میں اتحاد کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی، حالانکہ اگر وہ اللہ کی کتاب کی طرف رجوع کرتے تو وہ پھر سے متحد ہو سکتے تھے۔

<u>وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ</u> : ''عمدہ جگہ'' سے مراد بلاد مصر و شام، بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کے علاقے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب فرعون اور اس کے تمام لشکروں کو ہلاک کر دیا تو تمام بلاد مصر پر موسیٰ علیہ السلام کی حکومت قائم ہوگئی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۳۷] ''اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴾ [الدخان : ۲۵ تا ۲۸] ''کتنے ہی وہ چھوڑ گئے باغات اور چشمے۔ اور کھیتیاں اور عمدہ مقام۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴾ [الشعراء : ۵۷ تا ۵۹] ''تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا۔ اور خزانوں سے اور عمدہ جگہ سے۔ ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔''

فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ : ارشاد فرمایا : ﴿ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴾ [البینة : ٤] ''اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ١٩] ''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾

''پھر اگر تو اس کے بارے میں کسی شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا ہے، سو تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو۔ اور نہ کبھی ان لوگوں سے ہونا جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا، ورنہ تو خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔''

یہ خطاب یا تو عام انسان کو ہے یا پھر نبی ﷺ کے واسطے سے امت کو تعلیم دی جا رہی ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ کو وحی کے بارے میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا تھا: ﴿ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ﴾ کا مطلب ہے کہ قرآن مجید سے پہلے کی آسمانی کتابیں، (تورات و انجیل وغیرہ) یعنی جن کے پاس یہ کتابیں موجود ہیں ان سے اس قرآن کی بابت معلوم کریں، کیونکہ ان میں اس کی نشانیاں اور آخری پیغمبر کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی ہے کہ یہ قرآن برحق کتاب ہے، جسے اللہ نے نازل کیا ہے، اس لیے میرے نبی! آپ کو، آپ کی امت کو اور تمام سامعین کو اس کی حقانیت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ ان لوگوں کے بارے میں ہونا چاہیے جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کا انجام دنیا اور آخرت میں خسارہ کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے (یعنی وسوسہ ڈالتا ہے) کہ یہ کس نے پیدا کیا ہے؟ وہ کس نے پیدا کیا ہے؟ آخر میں کہتا ہے کہ بتاؤ تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو وہ شخص ''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ'' پڑھے اور شیطانی خیال چھوڑ دے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده : ۳۲۷٦]

اِنَّ الَّذِیۡنَ حَقَّتۡ عَلَیۡہِمۡ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوۡ جَآءَتۡہُمۡ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ﴿۹۷﴾

’’بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی کے مطابق ہر انسان کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ اپنے اختیار وارادہ سے کافر ہو گا یا مومن، خیر کی راہ اختیار کرے گا یا شر کی اور اس علم کی بنیاد پر اس نے ہر شخص کی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ وہ ایمان لائے گا یا کفر کی راہ اختیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس علم ازلی کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کفر و معصیتِ الٰہی میں اتنے غرق ہو چکے ہوتے ہیں کہ کوئی وعظ ان پر اثر نہیں کرتا اور کوئی دلیل ان کے لیے کارگر نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ وہ نافرمانیاں کر کر کے قبولِ حق کی فطری استعداد و صلاحیت کو ختم کر چکے ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اگر کھلتی ہیں تو اس وقت، جب عذابِ الٰہی ان کے سروں پر آ جاتا ہے، تب ان کا ایمان لانا اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَاۤ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّہۡلِکَ قَرۡیَۃً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِیۡہَا فَفَسَقُوۡا فِیۡہَا فَحَقَّ عَلَیۡہَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰہَا تَدۡمِیۡرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۶] ’’اور جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں حکم نہیں مانتے تو اس پر بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے برباد کر دیتے ہیں، بری طرح برباد کرنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لَقَدۡ حَقَّ الۡقَوۡلُ عَلٰۤی اَکۡثَرِہِمۡ فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴾ [یٰسٓ : ۷] ’’بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہو چکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنۡ حَقَّ عَلَیۡہِ کَلِمَۃُ الۡعَذَابِ ؕ اَفَاَنۡتَ تُنۡقِذُ مَنۡ فِی النَّارِ ﴾ [الزمر : ۱۹] ’’تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، پھر کیا تو اسے بچا لے گا جو آگ میں ہے۔‘‘

فَلَوۡ لَا کَانَتۡ قَرۡیَۃٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَہَاۤ اِیۡمَانُہَاۤ اِلَّا قَوۡمَ یُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا کَشَفۡنَا عَنۡہُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡیِ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ مَتَّعۡنٰہُمۡ اِلٰی حِیۡنٍ ﴿۹۸﴾

’’سو کوئی ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو، یونس کی قوم کے سوا، جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں ہٹا دیا اور انھیں ایک وقت تک سامان دیا۔‘‘

مشرکین مکہ کو عذاب آنے سے پہلے ایمان لانے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے، وہ اس طرح کہ ان کے سامنے ان بستیوں کی مثال پیش کی جا رہی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے ہلاک کر دیا کہ ان کے رہنے والوں نے عذاب آنے سے پہلے ایمان کا اعلان نہیں کیا، جیسا کہ فرعونیوں کے ساتھ ہوا کہ جب انھوں نے اپنے آپ کو ڈوبتے دیکھا تو کہا کہ

ہم ایمان لے آئے۔ اگر انھوں نے عذاب آنے سے پہلے ایمان کا اعلان کیا ہوتا تو ان کا ایمان ان کے کام آتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم سے یونس علیہ السلام کی قوم کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے عذاب آنے سے پہلے اس کے آثار دیکھتے ہی فوراً توبہ کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور عذاب کو ٹال دیا تھا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴾ [الصافات : ۱٤۷، ۱٤۸]

''اور اسے ایک لاکھ کی طرف بھیجا، بلکہ وہ زیادہ ہوں گے۔ پس وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ دیا۔'' لیکن جب عذاب سامنے نظر آ جائے تو تب ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ [المؤمن : ۸٤، ۸۵] ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بندے کے لیے زیبا نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ (علیہ السلام) سے بہتر ہوں۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالىٰ : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ...... الخ ﴾ : ۳٤۱۲۔ مسلم، كتاب الفضائل ، باب في ذكر يونس عليه السلام : ۲۳۷۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کہا کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں تو اس نے جھوٹ بولا۔'' [بخاري، كتاب التفسير ، باب قوله : ﴿ و إن يونس لمن المرسلين ﴾ : ٤۸۰۵]

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۹۹

''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً جو لوگ زمین میں ہیں سب کے سب اکٹھے ایمان لے آتے۔ تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہائی خواہش تھی کہ سب کے سب لوگ ہی ایمان لے آئیں اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا کر بھی سکتا تھا، مگر یہ بات اللہ کی مشیت کے خلاف ہے۔ اللہ کی مشیت یہ ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں علی وجہ البصیرت اور اپنے اختیار و ارادہ کو پوری آزادی کے ساتھ استعمال کر کے لائیں، لہٰذا آپ کی ذمہ داری نہیں کہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کریں اور نہ آپ کو ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے کچھ رنج کرنے یا پریشان ہونے کی ضرورت ہے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾ [الشورٰی : ۱۳] ''اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف راستہ اسے دیتا ہے جو رجوع کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ [ھود : ۱۱۸، ۱۱۹] ''اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴾ [الرعد : ۲۷] ''کہہ دے بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی طرف اسے راستہ دیتا ہے جو رجوع کرے۔''

اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ : یعنی کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟ یہ نہ آپ کا حق ہے اور نہ آپ پر فرض، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے: ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ [فاطر : ۸] ''پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ۵۶] ''بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔''

سیدنا مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے قریب تشریف لے گئے۔ آپ نے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ کو بھی وہاں بیٹھا ہوا دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو طالب سے فرمایا: ''اے میرے چچا! تم ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ دو، میں (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے سامنے تمھارے لیے اس کلمہ کے ذریعے حجت پیش کروں گا۔'' ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے، ابو طالب! کیا تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے؟ پھر برابر یہی حال رہا، رسول اللہ ﷺ اسے کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے۔ آخر کار ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہی تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کہنے سے انکار کر دیا۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں تمھارے لیے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا، جب تک کہ اس سے منع نہ کیا جاؤں۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [التوبۃ : ۱۱۳] ''اس نبی اور ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، کبھی جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے (خاص) ابو طالب کے بارے میں یہ آیت بھی اتری اور اپنے رسول ﷺ

سے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ [القصص : ٥٦] ”بے شک تو ہدایت نہیں دیتا جسے تو دوست رکھے اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ إنك لا تهدی من أحببت ولكن الله يهدی من يشاء ﴾ : ٤٧٧٢]

وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

”اور کسی شخص کے لیے ممکن نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے اور وہ گندگی ان لوگوں پر ڈالتا ہے جو نہیں سمجھتے۔“

یعنی اللہ کی توفیق اور منظوری کے بغیر کسی کو ایمان کی نعمت نصیب نہیں ہوتی اور یہ توفیق صرف اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو حق کی تلاش میں اپنی عقل سے کام لے اور اسے حق کی تلاش کی فکر دامن گیر ہو۔ وہ ہر طرح کے تعصّبات اور خارجی نظریات سے ذہن کو پاک کر کے اللہ کی آیات میں خالی الذہن ہو کر غور وفکر کرے اور جو شخص اس انداز سے حق کا متلاشی ہو تو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے حق کی راہ دکھا دیتا ہے اور ایمان لانے کی توفیق بھی بخشتا ہے، اسی کا نام اللہ کا اذن ہے۔ لیکن جو شخص آبائی تقلید، مذہبی تعصّبات اور خارجی نظریات سے بالاتر ہو کر کچھ سوچنے کی زحمت ہی گوارا نہ کرے، اسے اللہ ایمان کی نعمت نصیب نہیں کرتا۔ اس کی قسمت میں جہالت، گمراہی، غلط کاری، غلط بیانی اور کفر وشرک کی نجاستوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَ لٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴾ [الحج : ٤٦] ”پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“

قُلِ انْظُرُوْا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

”کہہ! تم دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ موجود ہے۔ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان لوگوں کے کام نہیں آتیں جو ایمان نہیں لاتے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ مشرکین مکہ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیجیے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں اور انھیں یقین ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جن کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، انھیں نشانیوں

اور انبیاء کی نصیحتوں سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

ع ۱۵ / ۱۰

”تو یہ لوگ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے سے ایام کے جو ان سے پہلے گزر چکے۔ کہہ دے پس انتظار کرو، یقیناً میں (بھی) تمھارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے، اسی طرح ہم پر حق ہے کہ ہم مومنوں کو نجات بخشیں۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا مشرکین چاہتے ہیں کہ ان پر گزشتہ قوموں کی طرح اللہ کا عذاب آ جائے؟ تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ پھر تم لوگ انتظار کرو، میں بھی تمھارے ساتھ اس عذاب کا انتظار کرتا ہوں، جس کے ذریعے اللہ صرف ظالموں اور مشرکوں کو ہلاک کرتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ جب اللہ کے باغیوں پر ہمارا عذاب آتا ہے تو ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو اس سے بچا لیتے ہیں، اس لیے کہ ہم نے اپنے اوپر اس بات کو واجب کر دیا ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے بچا لیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْۤ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَ هُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۱۵، ۱۶] ”پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، تاکہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا: ”کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے کہ اس کا کیا انجام ہوا؟“ تو سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور اسے اس حال میں پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے اتنا مارا تھا کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا تھا، تو انھوں نے اس کی داڑھی پکڑی اور کہا، تو ابوجہل ہے؟ اس نے جواب دیا، کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ہے جسے تم نے قتل کر ڈالا ہے۔“ [بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي جهل : ۳۹۶۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں اس کے بارے میں لکھا، اس نے اپنی ذات سے متعلق بھی لکھا اور یہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ یقیناً

میری رحمت میرے غضب پر غالب آ چکی ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ویحذرکم اللہ نفسہ ﴾ : ۷۴۰۴۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالٰی : ۲۷۵۱]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۰۴﴾ وَ اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

''کہہ دے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو تو میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور لیکن میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں قبض کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں سے ہو جاؤں۔ اور یہ کہ تو اپنا چہرہ یکسو ہو کر اسی دین کی طرف سیدھا رکھ اور مشرکوں سے ہرگز نہ ہو۔''

نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام کفارِ عرب سے کہا جا رہا ہے کہ دین اسلام کی صداقت میں تمھارے شبہ کی وجہ سے میں اللہ کو چھوڑ کر تمھارے معبودوں کی عبادت نہیں کروں گا، میں تو اس اللہ کی عبادت کروں گا جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے۔ مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں مومن بن کر رہوں، اپنی پیشانی موحد بن کر صرف اسی کے سامنے جھکاؤں اور کسی حال میں بھی اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں۔

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الزمر : ۴۲] ''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔''

وَ لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

''اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [النمل : ۶۲] ''یا وہ جو لاچار کی دعا قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے اور تمھیں زمین کے جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔'' اور فرمایا:

﴿ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [المائدۃ : ٧٦] ''کہہ دے کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمھارے لیے نہ کسی نقصان کی مالک ہے اور نہ نفع کی، اور اللہ ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴾ [سبا : ٢٢] ''کہہ دے! پکارو ان کو جنھیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے، وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سوار) تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تجھے چند کلمات سکھلاتا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ (کے احکامات) کا دھیان رکھ وہ تیرا دھیان رکھے گا، اللہ کا دھیان رکھ تو تو اسے اپنے سامنے پائے گا، جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور جان لے کہ اگر سارے لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچائیں تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر وہ جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تم پر لکھ دیا ہے، قلم خشک ہو گئے اور صحیفے لپیٹ دیے گئے۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة : ٢٥١٦]

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کر لے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ : ٣٠] ''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الأنعام : ١٧] ''اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک جماعت آئی،

جن میں سے نو آدمیوں سے آپ نے بیعت لے لی اور ایک آدمی سے بیعت لینے سے رک گئے۔ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! آپ نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک آدمی کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ''اس لیے کہ اس کے جسم پر تعویذ ہے۔'' اس پر اس شخص نے اپنا ہاتھ اندر داخل کر کے تعویذ کو کاٹ پھینکا تو آپ نے اس سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا: ''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'' [مسند أحمد : ۱۵٦/٤، ح : ۱۷٤۳۲۔ مستدرك حاكم : ۲۱۹/٤، ح : ۷۵۱۳]

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾

''کہہ دے اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آ گیا ہے، تو جو سیدھے راستے پر آیا تو وہ اپنی جان ہی کے لیے راستے پر آتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور میں تم پر ہرگز کوئی نگران نہیں ہوں۔''

نبی کریم ﷺ کی زبانی تمام بنی نوع انسان کو بتایا جا رہا ہے کہ لوگو! تمھارے رب کی جانب سے برحق قرآن نازل ہو چکا ہے، جو سچے دین، یعنی دینِ اسلام کی مکمل ترجمانی کر رہا ہے۔ اب اگر کوئی اس ہدایت کو قبول نہیں کرتا تو اس کی سزا اسی کو بھگتنا پڑے گی۔ میں تمھاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں، میرا کام تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ...... يَضِلُّ عَلَيْهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴾ [النمل : ٤۰] ''اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔''

وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ : یعنی مجھے تم پر اس طرح مسلط نہیں کیا گیا کہ تم ضرور ایمان لاؤ، بلکہ میرا کام تو تمھیں اللہ کے عذاب سے ڈرانا ہے اور تمھیں ہدایت دینا، یا نہ دینا یہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ اختیار میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴾ [الأنعام : ۱۰٤] ''بلاشبہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کئی نشانیاں آ چکیں، پھر جس نے دیکھ لیا تو اس کی جان کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو اسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ [الأنعام : ۱۰۷] ''اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں بنایا اور نہ تو ان پر کوئی نگہبان ہے۔''

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱

''اور اس کی پیروی کر جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کر، یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کرے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تاکید کی کہ آپ پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسی کی اتباع کیجیے، یعنی کسی دوسرے قول کی اتباع نہ کیجیے۔ دعوت کی راہ کٹھن ہوتی ہے، اس لیے اس راہ میں کفار و مشرکین کی جانب سے آپ کو جو بھی تکلیف پہنچے اس پر صبر کیجیے، یہاں تک کہ مشرکین کے بارے میں اللہ کا کوئی فیصلہ آ جائے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کا حکم دیا اور میدانِ بدر اور دوسرے معرکوں میں ان مشرکین میں سے کچھ تو قتل ہوئے اور کچھ پابند سلاسل کر لیے گئے، یہاں تک کہ پورا جزیرۂ عرب حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ : اللہ تعالیٰ نے آپ پر جس دین کو نازل کیا اور وحی فرمایا ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں اور مخالفت کرنے والوں کی مخالفت پر صبر کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ [الأحقاف : ٣٥] ”پس صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور ان کے لیے جلدی کا مطالبہ نہ کر۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴾ [الدھر : ٢٤] ”پس اپنے رب کے فیصلے تک صبر کر اور ان میں سے کسی گناہ گار یا بہت ناشکرے کا کہنا مت مان۔“

دار الاندلس
اسلام کی نشرواشاعت کا عالمی مرکز
۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور
Ph: 7230549 Fax: 7242639 www.dar-ul-andlus.com

Zia ur Rehman 0321-4167895